

۱۷  
الترجمہ

مکتوبات مقدسیہ  
مکتوبوں کا معصوم  
اردو ترجمہ

۱۷

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ کے  
صاحبزادے اور جانشین حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم فاروقی قدس سرہ کے  
مکتوبات قدسی آیات کے

دفتر اول کا اردو ترجمہ

از

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رح

(جلد حقوق بحق ادارہ مجددیہ "محفوظ" میں)

الحمد لله والمنة که کتاب مستطاب

# مکتوبات معصوم

اجلہ

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم فاروقی سرہندی قدس سرہ  
ابن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ کے

مکتوبات قدسی آیات کے

## مقراول کا اردو ترجمہ

از۔

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
مؤلف: عمدة الفقه، زبدة الفقه، عمدة السلوک، حضرت مجدد الف ثانی

اور حیات سعیدیہ وغیرہ

بایتمام

ادارہ مجددیہ، ناظم آباد، کراچی

مطبوعہ: احمد برادر س پرنٹرس۔ ناظم آباد

قیمت

# فہرست مضامین

- مقدمہ: از پینت حسین
- ۱۸ ریباچہ کتاب: از مخدوم زاہد سوم حضرت خواجہ محمد عبید اللہ مروج الشریعہ جامع و قراول
- ۲۱ مکتوب: بطلال و عروج کے مراتب کو نہایت انتہایت کی بلندیوں تک طے کرنے کے بارے میں
- ۲۲ { اپنے پیر اور والد بزرگوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔
- مکتوب: بعض مخصوص اذواق (کیفیات) کے بارے میں نیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عنایات کے شامل حال
- ۲۶ { ہونے کے بیان میں اپنے پیر بزرگوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔
- مکتوب: ایک عزیز کی نسبت کے انکشاف میں اپنے پیر بزرگوار رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔
- ۲۷ مکتوب: اس بلند مقام کے حصول کے بارے میں جو کہ اصل الاصل کے ساتھ متعلق ہے اپنے پیر اور
- ۲۸ { والد بزرگوار رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔
- مکتوب: سابقین کی نسبت کے حصول اور اس کے متعلقہ معارف کے بیان میں نیز اپنے والد بزرگوار
- ۲۸ { رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔
- مکتوب: فناء اتم اور بقائے اکل کے بیان میں اپنے پیر بزرگوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
- ۲۹ { خدمت میں تحریر کیا۔
- مکتوب: مطلوب کی عظمت اور اس کے ادراک سے عاجزی کے بارے میں یہ بھی اپنے پیر بزرگوار
- ۳۰ { رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔
- مکتوب: ارشاد پناہ میر محمد نعمان قدس سرہ کی خدمت میں ظاہر کے اذواق و ملوین اور باطن کی
- ۳۲ { بے رنگی و تمکین کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب: شیخ عبداللطیف لشکر خانی کی خدمت میں وعظ و نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۳۵ مکتوب: خواجہ دینار کے نام سرود کائنات خیر مخلوقات علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی لغت
- ۳۶ { اور آپ کی اتباع پر ترغیب کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۱۱: قلیح اللہ خاں کی خدمت میں اُن سوالوں کے جواب میں جو انہوں نے کئے تھے، اُن میں سے  
 ایک سوال یہ تھا کہ سَبَقَتْ رَحْمَتِي غَضَبِي کے بموجب چاہئے کہ اہل رحمت اہل غضب سے زیادہ  
 ہوں حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے، دوسرا سوال تھا کہ ایک مختصر عمر کا حساب پچاس ہزار  
 سال میں بیٹا اسلاف سے بعید معلوم ہوتا ہے، تیسرا سوال تھا کہ جَفَّ الْقَلَمُ لِحَقِّكَ مَقْتَضَاكَ  
 مطابق اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو مجبور یا سناٹا پڑے گا، چوتھا سوال تھا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے محبوب ہونے کے باوجود حیرت کی خواہش کیوں کی ہے، پانچواں سوال تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کا یہ فرمان يَا لَيْتَ رَبِّي مُحَمَّدًا لَمْ يَخْلُقْ مُحَمَّدًا (اے کاش کہ محمدؐ کا رب محمدؐ کو پیدا ہی نہ کرتا)  
 کس معنی میں ہے، چھٹا سوال تھا کہ میت کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے تیسرے روز کھانا  
 اور پھول دینے کی کوئی اصلیت ہے یا نہیں، ساتواں سوال تھا کہ پیرزادوں کا وراثت کے  
 طور پر اپنے باپ کی جگہ سجادہ نشین ہونا جائز ہے یا نہیں؟

مکتوب ۱۲: خواجہ مومن جذبی کے نام فتاویٰ عدم اور وجود فنا و وجود عدم کی تحقیق اور ان کے  
 درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۱۳: حافظ محمد شریف کے نام مطلوب (حق تعالیٰ) کی عظمت اور اسم مبارک اللہ کی بزرگی کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۱۴: بعض نصیحتوں کے بارے میں جو کہ اس راستہ کے طالب کے لئے لازمی ہیں اور نماز کے کچھ  
 کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۱۵: میوہیاء الدین حسین کی خدمت میں اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس آیت کا سب سے بڑا حجاب کافرن ہے۔  
 مکتوب ۱۶: میر معصوم کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ صوفی کائنات میں ہوتا ہے۔

مکتوب ۱۷: ارشاد پناہ میر محمد نعمان فز میں سرہ کی خدمت میں اعمال کی کوتاہیوں کو دیکھنے اور نیتوں کو  
 متہم رکھنے کے بارے میں اور اپنے بعض مخصوص اذواق و واردات کے بیان اور محبت و  
 محبوبیت ذاتیہ کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۱۸: مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام ان کے خطوط کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ احوال و واقعات پر مشتمل تھے۔

مکتوب ۱۹: حافظ عبدالرشید کی خدمت میں اپنے پیر دستگیر محمد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکاشفہ  
 کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۲۰: حاجی محمد جان طالقانی کے نام مضغہ قلبیہ (دل) کے بعض ہراری کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۲۱: شیخ محمد جان اکبر آبادی کے نام محبت کی خصوصیات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب ۲۲: مولانا محمد ضیف کے نام سنت کو زندہ کرنے اور بدعت کو مٹانے کی تحریص اور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی  
 محبت متابعت پر ترغیب میں دوران خط کے جواب میں جو کہ ان کے دوستوں کے حالات پر مشتمل تھا تحریر فرمایا۔

۴۰ { مکتوب ۲۱: جاناں بیگم کے نام، اقسام توحید اور اس کے ہر مرتبہ کے متعلقہ معارف کو توضیح و اختصاراً صفحہ کے ساتھ ذکر کرنے ہوئے اس کی شرح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

۴۲ { مکتوب ۲۲: مرزا ابان اللہ ربیان پوری کے نام، ان کے خطوط کے جواب میں جو کہ ان کے دوران کے سببوں کے حالات، اشواق اور واقعات پر مشتمل تھے تحریر فرمایا اور اس میں ہر مقام کے متعلق معارف کا ذکر اور حقیقت کعبہ معظمہ کا بیان حدیثی مع اللہ وقت کی تشریح اور حقیقت سرکائنات علیہ علی آلہ الصلوٰت والسلام کی دوسرے خفایاں پر فضیلت بیان فرمائی ہے۔

۸۲ { مکتوب ۲۵: مرزا عبید اللہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ہر خط کے لئے ایک خاص حکم ہے اور ہر مرتبہ کا ایک مخصوص فیض ہے۔

۸۳ { مکتوب ۲۶: حاجی حسین کے نام مرتبہ جمع کے بیان میں جو کہ کفر حقیقی ہے اور اس سے اوپر کے مفاد کو جو کہ اسلام حقیقی ہے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

۸۴ { مکتوب ۲۷: شاہ نعمت اللہ قادری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ممکن کی ذات عدم ہے اور اس کا حسن و جمال عاریتی (مستعار) ہے۔

۸۵ { مکتوب ۲۸: شیخ محمد علیم جلال آبادی کے نام ان کے دوران کے دوستوں کے احوال کی وضاحت میں جو ان کے عریضے میں درج تھے تحریر فرمایا۔

۸۶ { مکتوب ۲۹: میرزا عبید اللہ بیگ کے نام ان لوگوں کے رد میں تحریر فرمایا جنہوں نے صوفیہ کرام کے طریقہ کو ترک تعرض جانا ہے اور استغناء عمل اور دیگر مفاسد کے قائل ہوئے ہیں، اس میں ان احادیث کا ذکر بھی ہے جو امر معروف و نہی منکر کے فرض ہونے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اور ان احادیث کا ذکر بھی ہے جو چار کے فضائل میں ہیں۔

۱۲۲ { مکتوب ۳۰: سیادت افادت دشتگاہ میرک شیخ کی خدمت میں آیہ کریمہ فاعندکم یفقد و فاعند اللہ باقیہ کے اسرار کے بیان میں تحریر فرمایا۔

۱۲۳ { مکتوب ۳۱: ایک اہل زمانہ کے نام اس خط کے جواب میں تحریر فرمایا جس میں اس کے درویشوں کے حال سے تعرض کیا تھا۔

۱۲۴ { مکتوب ۳۲: یار محمد کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عز سلطانہ کی بارگاہ میں شکر کے بغیر خالص بن مطلوب ہے۔

۱۲۵ { مکتوب ۳۳: حاجی محمد افغان کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ کامیابی کا مدار شیخ کامل کی محبت اور روشن سنت کی پیروی پر ہے۔

۱۲۶ { مکتوب ۳۴: حافظ عبد الکریم کے نام حیات دنیوی حیات بزرگ صغریٰ کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمایا۔

۱۲۷ { مکتوب ۳۵: جامع العلوم شیخ بدر الدین سلطان پوری کے نام اس بیان میں کہ قرب لایب میں فائے علم و ارادت درکار ہے اور قرب نبوت میں ان اوصاف کی فساد کار نہیں ہے اور اس شبہ کے حل میں جو اس شخص پر وارد ہوتا ہے تحریر فرمایا۔

- ۱۲۸ { مکتوب ۳۶: شمس الدین خویشگی کے ناگاہ کے ظاہر و باطن کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۱۲۹ { مکتوب ۳۷: غلام محمد افغان کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ ذکر مقصود اولیٰ نہیں ہے اور جس عمل پر دوام نہ ہو وہ اعتبار کے لائق نہیں ہے۔
- ۱۳۰ { مکتوب ۳۸: رفعت بیگ کے نام ان امور کو بجالانے کی ترغیب میں تحریر فرمایا جو اس آہ کے طالب کیلئے ضروری ہیں۔
- ۱۳۱ { مکتوب ۳۹: ملاحسن علی کے نام اس شبہ کو دور کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا جو انھوں نے میرزا عبد اللہ کے نام تحریر کردہ مکتوب پر کیا تھا۔
- ۱۳۲ { مکتوب ۴۰: رفعت بیگ کے نام نصیحت کے طور پر تحریر فرمایا۔
- ۱۳۳ { مکتوب ۴۱: ملاحمد شریف کابلی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مرید کیلئے اپنے پیر کو راضی رکھنا ضروری ہے۔
- ۱۳۴ { مکتوب ۴۲: ملاحمد وفا کے نام اس خط کے جواب میں جو انھوں نے معیشت کی تنگی کے بارے میں لکھا تھا اور فقر کے فضائل کی احادیث کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۱۳۵ { مکتوب ۴۳: خواجہ عبد الصمد کابلی کے نام حصول قرب الہی جمل شانہ کے ذرائع کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۱۳۶ { مکتوب ۴۴: محمد صادق بخاری کے نام صراطِ مستقیم پر ہدایت کی توضیح میں تحریر فرمایا۔
- ۱۳۷ { مکتوب ۴۵: شاہ خواجہ کی طرف اپنے حضرت پیر دستگیر رضی اللہ عنہ کے بعض مکاتبات کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۱۳۸ { مکتوب ۴۶: میرغل کے نام سنتِ منورہ کے اتباع پر ترغیب دینے اور شیخ کی محبت پر نچنگی کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۱۳۸ { مکتوب ۴۷: خالق آگاہ مولانا محمد ضیف کے نام طالبانِ طریقت کو سلوک طے کرانے کے طریقے اور مراتب کمالِ لوطان کے متعلقہ معارف کی توضیح کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۱۳۹ { مکتوب ۴۸: میر محمد فانی کے نام ذکر کے التزام پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۱۴۰ { مکتوب ۴۹: نیز میر محمد فانی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ فانی لذات کی تکمیل کے امراض کا علاج اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی تعمیل کی دعا میں ہے۔
- ۱۴۱ { مکتوب ۵۰: شیخ اسد اللہ افغان کے نام ان سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے تحریر کئے تھے: اول یہ کہ توحید کو دوام حاصل ہے یا نہیں، دوم یہ کہ سیرِ نفسی حاصل ہونے کے بعد سیرِ آفاقی کیلئے ریاضت کرے یا نہ کرے، سوم یہ کہ خوارقِ فضل ہیں یا معارف، چہام یہ کہ فانی الشیخ توحیٰ غیر فانی اللہ موعظ ممکن ہے یا نہیں، پنجم یہ کہ طالبین کیلئے یہ جو مقررہ کہ ہر گھڑی نئی منزل ہونی چاہئے یہ باطنی محبت کے باعث ہے یا ظاہری طاعات کے باعث یا کثرت کے یافتا و بقا کے بارے میں ہے اگر آخری بات مراد ہے تو فانی کی ترقی کس معنی میں ہے ششم یہ کہ جب مرید کی حالت اس درجہ کی ہو جائے کہ جب چاہے مرضی کی صورت ظاہر ہو جائے تو کیا اس کو لازم ہے کہ حضور میں آئے یا نہیں، ہفتم یہ کہ جب سالک کا وقت خلوت اور انجمن میں یکساں ہو جائے تو وہ خلوت میں بیٹھے یا نہیں، ہشتم یہ کہ ارواح کا مشاہدہ ہونا مراقبہ میں بہتر ہے یا معاہدہ میں۔

- مکتوب ۵۱: محمد مقیم قصوری کے نام فضائلِ ظاہری سے اعراض اور کمالاتِ باطن حاصل کرنے پر ترغیب اور بعض کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۱۵۲ {
- مکتوب ۵۲: ارشادِ پناہ میر محمد نعمان قدس سرہ کی خدمت میں آیہ کریمہ یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ اور اس کے ساتھ والی آیہ کریمہ کی تاویل میں تحریر فرمایا۔ یہ مکتوب اتفاق سے تکمیل کو نہیں پہنچا۔
- ۱۵۳ {
- مکتوب ۵۳: حقائق و معارف پناہ خواجہ محمد ہاشم کشمی کے نام ان کے بعض کمالات کے بیان میں اور اپنے مخصوص اسرار میں سے کسی ستر کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۱۵۵ {
- مکتوب ۵۴: جاناں بیگم کے نام محبوب کے رنج دینے کی خوبی اور عشق کے سرار کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۱۵۶ {
- مکتوب ۵۵: مولانا محمد حنیف کے نام ایک دوست کے حال کے جواب میں لکھا ہے کہ اس نے لکھا تھا کہ اس کے دل و دماغ سے خطرہ برطرف ہو گیا ہے۔
- ۱۵۷ {
- مکتوب ۵۶: مولانا محمد صدیق کے نام مراقبہ کے علاوہ (دوسرے اوقات میں) کیفیت کے کثرت سے ظاہر ہونے کے بھید میں تحریر فرمایا۔
- ۱۵۸ {
- مکتوب ۵۷: میرزا عبید اللہ کے نام بعض مواجید (و جدہاں) کے جواب میں لکھنے لکھے تھے تحریر فرمایا۔
- ۱۵۹ {
- مکتوب ۵۸: مولانا اشرفی کے نام نسبتِ باطن کی محافظت پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۱۶۰ {
- مکتوب ۵۹: مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام نیاز عاجزی کو لازم پکارتے اور وجود کی نفی کرنے کی ترغیب میں تحریر فرمایا۔
- ۱۶۱ {
- مکتوب ۶۰: خواجہ محمد فاروق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مشرعت تمام کمالات کی اصل ہے خواہ وہ کمالات نبوت ہوں یا کمالاتِ ولایت ہوں۔
- ۱۶۲ {
- مکتوب ۶۱: مولانا حسن علی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ حال کا علم نہ ہونے کی وجہ سے حال کی نفی نہیں کرنی چاہئے اور یہ کہ طریقت کی تعلیم دینے کی اجازت دو طرح پر ہے۔
- ۱۶۳ {
- مکتوب ۶۲: ملا محمد قلی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ رضائے مقام میں دو اعتبار ہیں۔
- ۱۶۴ {
- مکتوب ۶۳: مخدوم زادہ عالی مقام جامع کمالاتِ صوری و معنوی شیخ محمد مصنفۃ اللہ سلمہ ربی کی خدمت میں اس بیان میں کہ مخلوق کے ساتھ حق سبحانہ و تعالیٰ کی نسبت تمثیل کے طور پر ہے اور اس کے مناسب بعض معارف کے ذکر میں تحریر فرمایا۔
- ۱۶۵ {
- مکتوب ۶۴: شہزادہ دین پناہ سلطان محمد اورنگ زیب سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام چہار اصغر کے فضائل کے بیان اور چہار اکبر کے معارف کی شرح کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۱۶۶ {
- مکتوب ۶۵: مولانا حسن علی کے نام تسلیف یعنی آج کا کام کل پر نہ چھوڑنے اور ارادہ کی نفی پر ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۱۶۷ {
- مکتوب ۶۶: مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام ان کے عرضیہ کجواب میں تحریر فرمایا جو کہ وارد عظیم پر مشتمل تھا۔
- ۱۶۸ {

- ۶۷ مکتوب: مخدوم زادہ عالی قدر جامع علوم ظاہری باطنی خواجہ محمد نقشبند سلمہ بہ کی خدمت میں مسئلہ  
 ۱۷۳ { کلام الہی جل شانہ کے بارے میں علماء کا مذہب بیان کرنے اور اس مسئلہ میں حضرت مجدد الف ثانی  
 قدس سرہ کی تحقیق کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۶۸ مکتوب: مکتوب خدان محمد عبید اللہ عفی عنہ کے نام بعض مراتب اصول کو اجمال کھاتی پر بیان کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔  
 ۱۷۴ { مکتوب ۶۹: حقائق آگاہ خواجہ محمد صدیق کشمی و خواجہ محمد صالح کولابی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ  
 ۱۷۵ { عارف خواہ کمال الکمال تک پہنچ جائے اس کو ذات تعالیٰ و تقدس کے بعض وجوہ میں سروسر  
 ملے گا اور بعض کامل اولیا ایسے ہوں گے کہ جن کو ذات سبحانہ و تعالیٰ کے تمام وجوہ سروسر ملے گا۔
- ۶۹ مکتوب: ملا محمد افضل ولد شیخ برالدین سرہندی کے نام حدیث القبر و وصیۃ من ریاض الجنۃ کے معنی  
 ۱۷۷ { اور اس بشارت کے بیان میں کہ جس کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ مشرف ہوئے ہیں تحریر فرمایا  
 مکتوب ۷۰: محمد مومن بیگ کالی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ باسوی اللہ سے تعلق رکھنا ہایت شدید مرض پر  
 مکتوب ۷۱: ملا مسافر کے نام قضائے الہی جل شانہ پر اصرار کرنے کی ترغیب میں تحریر فرمایا۔  
 ۱۷۸ { مکتوب ۷۲: مولانا حسن علی کے نام ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے مرزا عبید اللہ کے (نام والے)  
 مکتوب پر کیا تھا۔
- ۷۲ مکتوب: حقائق آگاہ نعمت اللہ قادری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ سبقت اصل کی طرف سے ہے  
 ۱۸۰ { اور ظل میں جو کچھ ہے وہ اصل سے مستعار ہے اور اصل سے ظل کا نصیب اضمحلال ہے۔
- ۷۳ مکتوب: مرزا طاہر بیگ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ذکر کسی غرض کے ساتھ مخلوط نہ کریں اگرچہ مواجہہ احوال ہی ہو۔  
 ۱۸۱ { مکتوب ۷۴: مرزا امان اللہ مرہا پوری کے نام سورہ اخلاص کی تاویل کے بیان میں تحریر فرمایا۔  
 ۱۸۲ { مکتوب ۷۵: شیخ عبد الحمید برہا پوری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ درجہ کمال تک پہنچنے کیلئے علامات ہیں۔  
 ۱۸۳ { مکتوب ۷۶: میر محمد ابراہیم ولد سیادت دستگاہ میر محمد نعمان کے نام رابطہ و فتاویٰ الشیخ و اتباع سنت  
 ۱۸۴ { حاصل کرنے اور شیخ کامل کی صحبت اور فتاویٰ اللہ جو کہ اس راستہ کا پہلا قدم ہے کے اختیار  
 کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۷۷ مکتوب: خواجہ محمد حنیف کے نام مقام بندگی کی تحقیق اور سورہ قل اعوذ برب الناس کے رموز  
 ۱۸۷ { و اسرار کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۷۸ مکتوب: مرزا محمد فاروق کے نام بندگی اور ارادہ میں تضاد کے بارے میں اور حضرت ایشاں مجدد الف ثانی  
 ۱۸۸ { قدس سرہ کے روضہ مبارک کی تعریف اور شہر سرہندی کی بزرگی کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۷۹ مکتوب: رفعت بیگ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ کثرت کا ترک کرنا اس راستہ کی شرط ہے۔  
 ۱۸۹ { مکتوب ۸۰: محمد کاشف کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مطلوب تک پہنچنا اپنی سے گزریے بغیر ممکن نہیں ہے۔  
 ۱۹۰ {



مکتوب ۸۳: خواجہ عبدالصمد کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ظاہری اسباب کا ختم ہونا باطنی معاملہ کا مددگار ہے۔ ۱۹۰

مکتوب ۸۴: مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام اس بارے میں کہ ذوق و شوق مشاہد اور حضورِ غیر سب توسط (دریانی منزل) میں ہر اور انتہا میں خوفِ سخن اور اس کلمہ کی شرح میں اعلیٰ بشارت کے ضمن میں اہم ہوا تھا تحریر فرمایا۔ ۱۹۱

مکتوب ۸۵: پیرزادہ خواجہ محمد عبید اللہ کے نام ان شبہات کے حل میں جو کہ انھوں نے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام پر کئے تھے اور حضرت ذات تعالیٰ سے منزل وجود خواہ عیناً ہو یا زائدا کے بارے میں حضرت عالی قدس سرہ کے مذہب اور حیات کے علم پر مقدم ہونے کی تحقیق اور عین وجود وحی اور ہر مقام کے متعلق مناسب تحقیقات کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۱۹۳

مکتوب ۸۶: مولانا محمد حنیف کے نام نسبتِ قیومیت کے حاصل ہونے اور اصالتِ محبوبیت ذاتی و کمالِ انفعالی سے حصہ پانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۲

مکتوب ۸۷: میر منصور کے نام ان امور کے بیان میں تحریر فرمایا کہ جن کی تبلیغ ضروری ہے۔ ۲۱۶

مکتوب ۸۸: مولانا محمد حنیف کے نام افریبت کے معارف اور اس سیر کی تفصیل میں جو کہ آفاق و انفس سے ماوراء ہے اور فنا کے دقائق اور حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے طرفہ عالیہ میں عجز و حیرت کے غلبہ کے راز کو منکشف کرنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۱۷

مکتوب ۸۹: یہ بھی مولانا محمد حنیف کے نام عارف کی جامعیت کے متعلق اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۲۵

مکتوب ۹۰: خواجہ دیتار کے نام عارف کی عدمیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۲۶

مکتوب ۹۱: شیخ طاہر بدخشی جو نپوری کے نام اپنے پیوستگی (حضرت مجدد الف ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت اور حضرت عالی کے اصحاب کی محبت کے اظہار میں تحریر فرمایا۔ ۲۲۷

مکتوب ۹۲: شیخ حمید احمدی کے نام طریقہ بندگی حاصل کرنے پر ترغیب دینے اور اعمال میں عجب پیدا ہونے کے علاج کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۲۸

مکتوب ۹۳: خفائی آگاہ شیخ نور محمد پٹنی کے نام اس بات کے حل میں تحریر فرمایا کہ فنا حاصل ہوجانے کی صورت میں فنا کا علم کس طرح ہوگا۔ ۲۲۹

مکتوب ۹۴: خفائی و معارف آگاہ شیخ عبدالحی پٹنی کے نام صاحبِ نرمیت کے اس لقب کو دور کرنے کے بیان میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے قوم کے ثابت شدہ اصول پر کیا ہے کہ تم ہوجانے (فنا) کی صورت میں یافتہ بالینا کس طرح ہوگا۔ ۲۳۰

مکتوب ۹۵: خواجہ مومن جذبی کے نام ان بزرگواروں کی نسبت حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۲

مکتوب ۹۶: خواجہ محمد کاظم کے نام نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۳

مکتوب ۹۷: ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام دوستانہ شکایت کے اظہار میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۳

- مکتوب ۹۸: مولانا حسن علی کے نام عبودیت کے پسندیدہ طریقہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۳
- مکتوب ۹۹: خواجہ محمد فاروق کے نام معرفت حاصل کرنے پر غیب دینے اور ضبط اوقات کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۴
- مکتوب ۱۰۰: مرزا الطفا اللہ کے نام صوفیہ کرام کے طریقہ عالیہ کے ماحصل اور بعض نصیحتوں کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۵
- مکتوب ۱۰۱: سیادت پناہ میر محمد نعمان کے نام اس بارہ میں تحریر فرمایا کہ صوفیہ کرام کی نسبت کے حصول کا مصداق احکام شریعت کے ساتھ راستگی ہے۔ ۲۳۶
- مکتوب ۱۰۲: اکبر آباد کے اجاب خصوصاً ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام صانع حل و علاء اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے پر نصیحت اور اس سے محرومی پر خوف دلا کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۳۸
- مکتوب ۱۰۳: ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام محبت کے اظہار اور قصو اعمال کے دیکھنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۱
- مکتوب ۱۰۴: میرزا عبید اللہ کے نام فناء نفس کی تحقیق اور آداب شرعیہ کے التزام پر دلالت کرنے اور مطلوب حل و علا کے ماورائے ہونے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۲
- مکتوب ۱۰۵: شیخ محمد صالح تھانی سری کے نام فقر کی فضیلت اور فاقا حاصل کرنے پر غیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۴
- مکتوب ۱۰۶: خواجہ محمد فاروق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ محبت ذاتی میں جمال سے زیادہ جلال لذت بخشا ہے۔ ۲۴۵
- مکتوب ۱۰۷: شاہ فضل اشرف پانپوری کے نام مطلوب کی عظمت اور طالب صادق کی بزرگی کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۶
- مکتوب ۱۰۸: محمد فاروق ولد خواجہ عبدالغفور سمقندی کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۲۴۷
- مکتوب ۱۰۹: خواجہ محمد فاروق کے نام تحریر فرمایا اس حالت کی تفصیل میں جو کہ قیامت میں اور موت اور عیند کے وقت میں پیش آتی ہے اس نسبت پر جو کہ اس دار (دنیا) میں حاصل ہوتی ہے اور جاننے کی حالت میں پیش آتی ہے اور اس بارے میں کہ جس طرح دنیا میں عالم امر اصل ہے اور عالم خلق اس کے تابع و آخرت میں معاملہ برعکس ہے اور بعض کا ملین ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی دنیا کیلئے آخرت کا حکم ہوتا ہے۔ ۲۴۸
- مکتوب ۱۱۰: فقیر حقیر محمد عبید اللہ عقی عنہ کے نام عارف بلند مقام شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ کی رباعی کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۲۵۰
- مکتوب ۱۱۱: مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔ ۲۵۳
- مکتوب ۱۱۲: شیخ محمد شریف کابلی کے نام خطا کے موقع پر تنبیہ کے متعلق اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مرید کو سپر کی خوشنودی طلب کرنا لازم ہے۔ ۲۵۵
- مکتوب ۱۱۳: محد و مرادہ عالی قدر جامع علوم ظاہری و باطنی خواجہ محمد نقشبند سلمہ بہ کی خدمت میں آیت کریمہ اللہ نور السموات و الارض الآیہ کی تاویل میں تحریر فرمایا۔ ۲۵۶
- مکتوب ۱۱۴: مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام بلندی ہمت و محبت و حزن کی فضیلت میں تحریر فرمایا۔ ۲۵۹
- مکتوب ۱۱۵: شیخ عبداللطیف شکر خانی کے نام محبوب حقیقی حل شانہ کے مترجم (پاک) کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۲۶۱

- مکتوب ۱۱۶: میرزا عبید اللہ کے نام خوجا سجانہ و تعالیٰ کی وراثیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔  
۲۶۱
- مکتوب ۱۱۷: ملا شہدار کے نام فنائے قلب و نفس کے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔  
۲۶۲
- مکتوب ۱۱۸: مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام مقام شیخت کی رعایت اور اس کے بعض لوازم کے بیان میں تحریر فرمایا۔  
۲۶۳
- مکتوب ۱۱۹: مولانا محمد امین کے نام ان کے خط کے جواب میں جو کہ واردات پر مشتمل تھا اور آیت کریمہ قل کل من عند اللہ اور آیت مبارکہ ما اصابك من حسنة الا آتتک من عند اللہ کے درمیان توفیق دینے کی صورت میں اور حضور نقشبندیہ اور دیگر سوالات کے جواب میں تحریر فرمایا۔  
۲۶۴
- مکتوب ۱۲۰: مولانا محمد صیف کے نام ان کے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ بلند حالت اور روشن اقعہ پر مشتمل تھا۔  
۲۶۷
- مکتوب ۱۲۱: پیرزادہ خواجہ عبید اللہ کی خدمت میں اس بارے میں تحریر فرمایا کہ سبقت (پیش قدمی) اصل کی طرف سے ہے اور ظل کسی چیز کے ساتھ مستقل نہیں ہے۔  
۲۶۸
- مکتوب ۱۲۲: مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام ان کے احوال کی شرح اور ان سوالات کے جوابات میں جو انھوں نے پوچھے تھے اور ان کے دوستوں کے احوال کی تحسین کے بارے میں تحریر فرمایا۔  
۲۶۹
- مکتوب ۱۲۳: میرزا عبید اللہ کے نام بلند ہمتی پر ترغیب اور دوسرے مشاہدات پر اس شہودی کی فصیلت کے بارے میں جو کہ احکام شرعیہ میں روتا ہوتا ہے تحریر فرمایا۔  
۲۷۵
- مکتوب ۱۲۴: مولانا محمد صدیق کے نام عوام و خواص و خاص الخواص ایمان کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمایا۔  
۲۷۷
- مکتوب ۱۲۵: مولانا حسن علی کے نام وعظ و نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔  
۲۷۸
- مکتوب ۱۲۶: شاہ خواجہ ترمذی کے نام آیت کریمہ استجبوا للربکم الایہ میں ذکر کی ہوتی استجابت کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ بیشک تمام کمالات شریعت غریب میں مندرج ہیں۔  
۲۷۹
- مکتوب ۱۲۷: افادت دستگاہ شیخ میر کے نام ممکن کی حقیقت اور فتنے حقیقی کی وضاحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔  
۲۸۰
- مکتوب ۱۲۸: حافظ عبد الغفور کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مواجد کا طالب ماسوی کا طالب ہے۔  
۲۸۰
- مکتوب ۱۲۹: مولانا محمد صدیق کے نام اس اقعہ عالی کی تعبیر میں تحریر فرمایا جو انھوں نے لکھا تھا۔  
۲۸۱
- مکتوب ۱۳۰: خواجہ محمد حکیم ولد قاضی سلم کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ تمام کمالات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع میں منحصر ہیں اور اس بات کے بیان میں کہ مشرک کے باطن سے فیض حاصل کرنا مرید کی محبت کے اندازے کے مطابق ہے۔  
۲۸۳
- مکتوب ۱۳۱: حافظ محمد شریف کے نام فنائے قلب و نفس حاصل کرنے کی نصیحت و ترغیب کے بارے میں تحریر فرمایا۔  
۲۸۴
- مکتوب ۱۳۲: یہ بھی حافظ محمد شریف کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔  
۲۸۵
- مکتوب ۱۳۳: مولانا محمد صدیق کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں جو کہ حالات و سوالات پر مشتمل تھا تحریر فرمایا۔  
۲۸۵

- ۲۸۶ { مکتوب ۱۳۴: مولانا حسن علی کے نام اس طریقہ عالیہ کے بزرگوں کی تعریف میں اور ان کے اسرار عالیہ کے اشارات کے بارے میں تخریر فرمایا۔
- ۲۸۷ { مکتوب ۱۳۵: یہی مولانا حسن علی کے نام اس بارے میں تخریر فرمایا کہ منصب و عہد پر آمونابہت ہی مشکل ہے۔
- ۲۸۸ { مکتوب ۱۳۶: ملا نعمت اللہ کے نام نصیحت کے بارے میں تخریر فرمایا۔
- ۲۸۹ { مکتوب ۱۳۷: میرزا عبید اللہ کے نام اجمالی طور پر دقیق اسرار کے بیان میں تخریر فرمایا۔
- ۲۸۹ { مکتوب ۱۳۸: مولانا محمد صدیق کے نام بلند ہمتی کی ترغیب اور اس راز کو منکشف کرنے میں تخریر فرمایا کہ توجہ کے برخلاف غیر توجہ میں نسبت زیادہ ہو جاتی ہے۔
- ۲۹۰ { مکتوب ۱۳۹: پشاور کے دوستوں کے نام عارف کامل کی حقیقت کے بیان میں تخریر فرمایا۔
- ۲۹۱ { مکتوب ۱۴۰: شیخ علیم جلال آبادی کے نام اس بارے میں تخریر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے بعض درجات کسی ہیں اور بعض وہی اور اعتقاد و عمل کو بعض میں دخل ہے اور بعض میں دخل نہیں ہے۔
- ۲۹۱ { مکتوب ۱۴۱: میرزا عبید اللہ کے نام اس بارے میں تخریر فرمایا کہ موجود حقیقی کو مہوم کے ساتھ کچھ بھی نسبت نہیں ہے۔
- ۲۹۲ { مکتوب ۱۴۲: محمد کاشف کے نام اس سوال کے جواب میں جو انہوں نے ذکر سانی تھی اثبات کے بارے میں کیا تھا کہ (اس میں) کلمہ محمد رسول اللہ کو کلمہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ کتنی بار میں ملائے اور نماز و نذر کے بعد سجدہ کرنے کے متعلق ان کے سوال کے جواب میں تخریر فرمایا۔
- ۲۹۳ { مکتوب ۱۴۳: شیخ محسن کشمیری کے نام اس بارے میں تخریر فرمایا کہ طالب نابینا کا حکم رکھتا ہے اور اس کا کسی کامل کی خدمت میں پہنچنا محض عطائے الہی ہے۔
- ۲۹۵ { مکتوب ۱۴۴: مولانا محمد صدیق کے نام اس بارے میں تخریر فرمایا کہ اصل کا معاملہ وراء الوراہ ہے اور جو کچھ اس کے خلاف ہے وہ ظلال سے ہے۔
- ۲۹۶ { مکتوب ۱۴۵: محمد عاشور بخاری کے نام اس بارے میں کہ کلمہ طیبہ توحید کے تمام سلوک کے خلاصہ کو شامل ہے اور مفید نصیحتوں کے بارے میں تخریر فرمایا۔
- ۲۹۷ { مکتوب ۱۴۶: مولانا محمد صدیق کے نام اس بارے میں تخریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے ظہور کو اس سجانہ کے جمال و انعام کی طرح ترقی و لذت کا سبب سمجھنا چاہئے۔
- ۲۹۸ { مکتوب ۱۴۷: میر محمد خاکی کے نام تعمیر اوقات پر ترغیب اور مسلمانوں کی ضروریات پوری کرتے اور حسن خلق کے فضائل کی احادیث کے بیان میں تخریر فرمایا۔
- ۳۰۳ { مکتوب ۱۴۸: ارشاد پناہ میر محمد نعمان کی خدمت میں اس بارے میں تخریر فرمایا کہ بانی و شرارت حسن جمال کے آئینے ہیں۔
- ۳۰۵ { مکتوب ۱۴۹: مولانا محمد صدیق کے نام اس بارے میں تخریر فرمایا کہ حزن اس دار دنیا کے لئے لازمی ہے اور یہ کہ نسبت اگر ظاہر سے چھپ جائے اور باطن میں جلوہ گر ہو تو مضر نہیں ہے۔

- مکتوب ۱۵۱: شیخ محمد شریف کابلی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس راہ میں فنا پہلا قدم ہے۔
- ۳۰۶ { مکتوب ۱۵۱: ملا نعمت اللہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ نسبت باطن جس قدر قوی ہوتی جاتی ہے
- ۳۰۷ { احکام شرعیہ کے ساتھ آراستگی اسی قدر زیادہ ہوتی جاتی ہے۔
- ۳۰۸ { مکتوب ۱۵۲: فتح فاں شیر پوری کے نام اس شبہ کے حل میں تحریر فرمایا جو انھوں نے حضرت خواجہ بزرگ
- ۳۰۹ { (خواجہ بہاؤ الدین نقشبند) قدس سرہ کے کلام پر ظاہر کیا تھا۔
- ۳۱۰ { مکتوب ۱۵۳: حاجی حسین کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ فنا و بقا سے مقصود ماسوی کی گرفتاری کا
- ۳۱۱ { زائل ہونا اور خالص بندگی ہے نہ کہ کوئی اور بات۔
- ۳۱۲ { مکتوب ۱۵۴: میرزا عبید اللہ کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ ان کے عریضہ میں درج تھے۔
- ۳۱۳ { مکتوب ۱۵۵: شیخ عرب بخاری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ظاہر کی تعمیر باطن کی تخریب ہے اور یہ کہ
- ۳۱۴ { جو حالت نماز میں پیش آتی ہے وہ انتہا کی خبر دینے والی ہے۔
- ۳۱۵ { مکتوب ۱۵۶: اپنے پیر زادے خواجہ محمد عبید اللہ کی خدمت میں اس بارے میں کہ فنا و توحید تجلی ذات کے ماوراء
- ۳۱۶ { دوسرے معاملات بہت ہیں اور نماز کے بعض کمالات کے بیان اور حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ بہاؤ الدین
- ۳۱۷ { نقشبند قدس سرہ) کے اس مقام کی شرح میں کلاموں نے فرمایا ہے فنایت کے بعد ہوا جس و ماو
- ۳۱۸ { (شیطانی و نفسانی خطرات) کا ظہور مضر نہیں ہے، تحریر فرمایا۔
- ۳۱۹ { مکتوب ۱۵۷: مولانا عبد الغفور مرقندی کے نام پیر دستگیر اور ان کے اصحاب کے ساتھ بہت زیادہ محبت کے
- ۳۲۰ { اظہار میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ یہ وقت ان کی نسبت شریکے ظہور کی تاب نہیں رکھتا۔
- ۳۲۱ { مکتوب ۱۵۸: مولانا محمد صیف کے نام دوسوڑ کے اظہار اور آخرت کی بقا کے مطلب پر لالت کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۳۲۲ { مکتوب ۱۵۹: شیخ حسن کے نام نعمت کے شکر پر منہائی کرنے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے مکر (تدبیر) سے
- ۳۲۳ { ڈرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۳۲۴ { مکتوب ۱۶۰: شیخ عبداللطیف لشکر خانی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ظاہر (بھی) باطن کی طرح
- ۳۲۵ { دائمی حضور کے ساتھ موصوف ہونا چاہیے۔
- ۳۲۶ { مکتوب ۱۶۱: خاتون آگاہ خواجہ محمد صدیق کشمی کے نام مطلوب جمل و عز کی عظمت اور ہمت کو
- ۳۲۷ { بلند کرنے پر منہائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۳۲۸ { مکتوب ۱۶۲: ارشاد پناہ میر محمد نعمان کی خدمت میں اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مطلوب حقیقی سے
- ۳۲۹ { سالک کا نصیب استہلاک (فنایت) کے سوی نہیں ہے۔
- ۳۳۰ { مکتوب ۱۶۳: یہ بھی ارشاد پناہ میر محمد نعمان کی خدمت میں بعض رفیق اسرار اور اپنی خاص کیفیات کے
- ۳۳۱ { متعلق اشارات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

- مکتوب ۱۶۴: تربیت خاں کے نام اس بارے میں کہ طالبِ حق جلِ علاا اس دارِ دنیا میں ہمیشہ درد و گداز کے ساتھ ہے ورنہ دنیا کی ندمت میں تخریر فرمایا۔
- ۳۲۸ {
- مکتوب ۱۶۵: شیخ الیاس کے نام اس طریقہ عالیہ کے بعض اصطلاحی کلمات کی شرح میں تخریر فرمایا۔
- ۳۳۰
- مکتوب ۱۶۶: حافظ عبدالکریم کے نام ان کے احوال کی شرح میں تخریر فرمایا۔
- ۳۳۲
- مکتوب ۱۶۷: یہی حافظ عبدالکریم کے نام مطلوب کی تمزیہ و ذمہ کی بلندی پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تخریر فرمایا۔
- ۳۳۵
- مکتوب ۱۶۸: آغا رشید کے نام اس بارے میں تخریر فرمایا کہ اس راہ کی پہلی شرط فنا ہے۔
- ۳۳۷
- مکتوب ۱۶۹: میرضیاء الدین حسین کے نام اس بارے میں تخریر فرمایا کہ عمل سے یا یوسی کرم (خداوندی) پر اعتماد کو مستلزم ہے۔
- ۳۳۸ {
- مکتوب ۱۷۰: مولانا محمد ضیف کے نام اس بارے میں تخریر فرمایا کہ ذکر کسی غرض کے ساتھ حتیٰ کہ احوال و مواجید کے ساتھ بھی ملا ہوا نہیں ہونا چاہئے۔
- ۳۳۹
- مکتوب ۱۷۱: حاجی محمد افغان کے نام نصیحت کے بارے میں تخریر فرمایا۔
- ۳۴۰ {
- مکتوب ۱۷۲: محمد کاشف کے نام اس بارے میں تخریر فرمایا کہ کمالین کے حق میں ظاہر (بھی) باطن کی طرح دائمی حضور کے ساتھ متصف ہے۔
- ۳۴۱ {
- مکتوب ۱۷۳: خواجہ ابراہیم کے نام ان کے اس سوال کے جواب میں تخریر فرمایا جو کسی بزرگ کی عبارت کے معنی سے متعلق تھا کہ انھوں نے کہا ہے کہ میں حق تعالیٰ کے علم کو اپنے علم میں گم پاتا ہوں۔
- ۳۴۲
- مکتوب ۱۷۴: خواجہ گدا کے نام اجمال کے طور پر خلاصہ سلوک کے بیان میں تخریر فرمایا۔
- ۳۴۳
- مکتوب ۱۷۵: حاجی حسین کے نام اس بارے میں تخریر فرمایا کہ مشاہدات اور تمحیلات کی نفی کرنی چاہئے۔
- ۳۴۴ {
- مکتوب ۱۷۶: میرزا الطاف اللہ بن سعید خاں کے نام اس بارے میں کہ فنا معرفت کیلئے شرط ہے اور اس علیٰ دولت کے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تخریر فرمایا۔
- ۳۴۵ {
- مکتوب ۱۷۷: ملا جمال الدین کے نام اس بارے میں کہ کشف و قانع پر اعتماد نہیں رکھنا چاہئے اور قابلِ اعتبار کمال صلحِ جل و علا کی معرفت ہے اور فنا کی تحقیق میں تخریر فرمایا۔
- ۳۴۶ {
- مکتوب ۱۷۸: مولانا حسن علی کے نام علوم شرعیہ کے حاصل کرنے اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام والحقہ کی سنتوں کو زندہ کرنے پر ترغیب دینے اور دیگر نصیحتوں کے بیان میں تخریر فرمایا۔
- ۳۴۷ {
- مکتوب ۱۷۹: خواجہ محمد صدیق کے نام شریعت پر استقامت چاہئے اور رشد کی محبت پر رہنمائی کرنے کے متعلق اور اس بارے میں کہ حصولِ نسبت و چیز اور م وضاحت میں کہ حال ہو اور اس حال کا علم نہ ہو تخریر فرمایا۔
- ۳۴۸ {
- مکتوب ۱۸۰: جفائق و معارف آگاہ جامع علوم ظاہری باطنی شیخ محمد کبھی و ابرکاتہ کی خدمت میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی خصوصیاتِ اجمال کے طور پر بیان کرنے اور ایک روش کے احوال کے درپے ہونے کے بارے میں تخریر فرمایا۔
- ۳۴۹ {

اس کا علم ہونا اور چیز اور اس چیز

- مکتوب ۱۸۱: مولانا جمال الدین کے نام مقام جمع کے بیان اور فرق بعد الجمع کے حاصل کرنے کی ترغیب میں تحریر فرمایا۔ ۳۵۱
- مکتوب ۱۸۲: میرزا عبید اللہ کے نام احوال کی تشریح، استفسارات کے جوابات اور حضرت خضر علیہ السلام کی حیات و موت کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔ ۳۵۳
- مکتوب ۱۸۳: اس مقدس درگاہ کے خاک نشینوں میں سب سے کم درجہ فقیر خیر محمد عبید اللہ عنہ عنہ عنہ عنہ عنہ عنہ عنہ کے نام بعض دقیق اسرار کے ذکر اور ان شہادت کے حل میں تحریر فرمایا جو کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی بعض تحقیقات پر وارد ہوتے ہیں۔ ۳۶۲
- مکتوب ۱۸۴: ارشاد نپاہ میر محمد نعمان کے نام اپنے اعمال کو ناقص دیکھنے اور ان (مجدد الف ثانی) قدس سرہ کی نسبت کے انکشاف کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۷۰
- مکتوب ۱۸۵: میرک عطار اللہ کے نام سالک کی عدمیت اور ممکن کی ماہیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۷۱
- مکتوب ۱۸۶: میرزا امان اللہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اگرچہ قرب ولایت میں اطمینان نفس (کا حصول) ہے لیکن اس کا کمال قرب نبوت میں ہے۔ ۳۷۲
- مکتوب ۱۸۷: آغاز شید کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ انسان کی پیدائش سے مقصود حق تعالیٰ جل شانہ کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ ۳۷۳
- مکتوب ۱۸۸: خواجہ عبد الصمد کابلی کے نام اس بارے میں کہ مرید پیر کے کمالات کا آئینہ ہوا اور نصیحتوں کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۷۴
- مکتوب ۱۸۹: مخدوم زادہ عالی قدر شیخ محمد صبغۃ اللہ سلمہ ربہ کی خدمت میں اس پاکیزہ کلام کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی قدس سرہ کو الہام کیا گیا ہے کہ میں نے تیری دنیا کو آخرت بنا دیا۔ ۳۷۴
- مکتوب ۱۹۰: مخدوم زادہ محمد سیف الدین کے نام اس معرفت کے بیان میں تحریر فرمایا جو کہ حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی قدس سرہ) سے سنی گئی تھی۔ ۳۷۶
- مکتوب ۱۹۱: فقیر خیر محمد عبید اللہ عنہ عنہ کے نام کامل معرفت والے عارف کی ذات محبوب کے کمالات کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۷۷
- مکتوب ۱۹۲: یہ بھی فقیر خیر محمد عبید اللہ عنہ عنہ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ایشاں سلمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اصالت کی بشارت کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۳۷۸
- مکتوب ۱۹۳: مخدوم زادہ بلند مرتبہ خواجہ محمد نقشبند سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض مکاشفات کے بطریق اجمال بیان کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ ۳۷۸
- مکتوب ۱۹۴: مولانا محمد افضل کے نام حضرت ایشاں سلمہ اللہ تعالیٰ کے بعض مقامات عالیہ اور اس اشارے کے بیان میں تحریر فرمایا کہ یہ مقام عالی اصالت اور محبوبیت کے ساتھ مربوط ہے۔ ۳۷۹

- مکتوب ۱۹۵: مخدومزادہ خواجہ محمد نقشبند (قدس سرہ) کی خدمت میں حضرت خیر البری علیہ الصلوٰۃ والسلام کے  
 ۳۸۱ { ملت حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اتباع کرنے کے بھید کو ظاہر کرنے اور بعض پوشیدہ اسرار کے بیان میں  
 تحریر فرمایا۔ یہ معرفت حضرت مجدد الف ثانی کے ملفوظات میں سے ہے۔
- مکتوب ۱۹۶: مخدومزادہ عالی مرتبہ شیخ محمد صبغۃ اللہ کی خدمت میں اس مقام کے بیان میں تحریر فرمایا جو کہ  
 ۳۸۲ { مقام رضا کے اوپر ہے۔
- مکتوب ۱۹۷: ملا سجاد کے نام ان کے عرفیہ جواب میں جو کوارڈنات پر مشتمل تھا اور بعض سوالوں کے جواب میں جو کہ انہوں نے چھپ کر تحریر فرمایا  
 ۳۸۳ { مکتوب ۱۹۸: آغاز خید کے نام اس باب میں کہ اس طریقہ عالیہ میں فیض کا اخذ کرنا رابطہ و محبت شیخ سے تعلق رکھتا ہے اور  
 آداب شیخ کی رعایت اور دوام ذکر پر ترغیب دینے اور فائدے قلب و نفس کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۱۹۹: حاجی حسین کے نام ان ازواق و مواجید کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ انہوں نے لکھے تھے۔  
 ۳۸۵
- مکتوب ۲۰۰: صوفی تور بیگ کے نام دوام ذکر اور خلوت اختیار کرنے پر ترغیب دینے اور ناقص کو طریقہ سکھانے کی  
 ۳۸۶ { اجازت دینے کے برس اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ جو کچھ واقعات میں ظاہر ہوئے کچھ اعتبار نہیں رکھتا۔
- مکتوب ۲۰۱: مولانا محمد حنیف کے نام ان کی نسبت کے بیان اور نصیحتوں کے ذکر میں تحریر فرمایا۔  
 ۳۸۷
- مکتوب ۲۰۲: حافظ محمد شریف کے نام نصح کے بیان میں تحریر فرمایا۔  
 ۳۸۸
- مکتوب ۲۰۳: ارشاد سپاہ میر محمد نعمان کے نام قناد نقل کے پیچیدہ اسرار قیومیت کے ذائق اور انسان کامل  
 ۳۸۹ { کی جامعیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۲۰۴: اسد اللہ بیگ کے نام ممکن کے فقر اور واجب تعالیٰ عزوجل کے غنا کے بیان میں تحریر فرمایا۔  
 ۳۹۲
- مکتوب ۲۰۵: میرزا امان اللہ ربانی پوری کے نام حق سبحانہ و تعالیٰ کی درایت اور ولایات ثلاثہ صغریٰ و کبریٰ و علیا کے  
 ۳۹۳ { بعض کمالات کمالات نبوت اور جو کمال کلاس سے اوپر ہے ان کے مجمل و مختصر بیان میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۲۰۶: خانی آگاہ خواجہ محمد ہاشم کشمی کے نام اپنے اور ان قدس سرہ کے بعض کمالات کے متعلق اشارات بارے میں اردہوا۔  
 ۳۹۶
- مکتوب ۲۰۷: شیخ عبداللطیف لشکر خانی کے نام وعظ و تذکیر اور نصح کے بیان میں تحریر فرمایا۔  
 ۳۹۷
- مکتوب ۲۰۸: محرویسف خادم کے نام حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہ) کے مکاشفہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔  
 ۳۹۸
- مکتوب ۲۰۹: میرزا اسماعیل خان بیگ کے نام نصیحت اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ قدس سرہ اربابہا کی تعریف میں تحریر فرمایا۔  
 ۳۹۸
- مکتوب ۲۱۰: امیرکعباد اللہ ولد قاضی محمد زاہد کابلی کے نام علم کے دو قسم میں منقسم ہونے اور جو علم واجب تعلق  
 ۳۹۹ { رکھتا ہے اور جو علم ممکن سے تعلق رکھتا ہے ان دونوں میں تمیز کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۲۱۱: میر محمد خانی کے نام نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- مکتوب ۲۱۲: ملا گل محمد مفتی پشاوری کے نام عزائم امور (اہم کاموں) پر رہنمائی کرنے کے بیان میں  
 ۴۰۰ { تحریر فرمایا۔



- ۲۰۰ { مکتوب ۲۱۳: حاجی محمد عارف کے نام درجات و ولایت و لطائف عالم امر اور ان کے مناسب امور لطائف عالم خلق کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۲۰۲ { مکتوب ۲۱۴: مولانا محمد صدیق و مولانا حسن علی کے نام نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۲۰۳ { مکتوب ۲۱۵: صاحب کمالات صوری و معنوی محمد و مراد کی شیخ محمد صبغۃ اللہ سلمہ ربیہ کے نام موت اور قیامت کی نسبت کو حیات و بیداری پر ترجیح کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۲۰۴ { مکتوب ۲۱۶: ممر نیر خاں کے نام قبا حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۲۰۵ { مکتوب ۲۱۷: ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام عنایت و زیادتی و جود کے بارے میں مذہب علماء و صوفیہ کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس مسئلہ شریف میں ان کا اپنا مختار کیا ہے۔
- ۲۰۶ { مکتوب ۲۱۸: ہمت خاں کے نام اس بارے میں کہ عارف کے لئے تمام امور ترقی کا رتبہ ہو جاتے ہیں اور آیت کریمہ و اذکر ربک اذا نسیت کی تاویل میں تحریر فرمایا۔
- ۲۰۸ { مکتوب ۲۱۹: بکترین درویشاں محمد عبید اللہ کے نام ان معارف کے بیان میں جو نزول سے متعلق ہیں اور بشر کے شہود کی فرشتے کی شہود پر فضیلت کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۲۰۹ { مکتوب ۲۲۰: مولانا محمد صدیق کے نام اس بیان میں کہ کفار کے لئے دوزخ میں پورا پورا بدلہ ہے اور ان کے حق میں (ایک) بشارت کے ذکر میں تحریر فرمایا۔
- ۲۱۰ { مکتوب ۲۲۱: ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام اس عارف کی بلند ہمتی کے بیان میں جو کہ محبوبیت بہرہ ور ہے اور اس کے مناسب معارف کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۲۱۲ { مکتوب ۲۲۲: یہ بھی ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام آپ کریمہ و قد منا الایہ کی تاویل میں تحریر فرمایا۔
- ۲۱۵ { مکتوب ۲۲۳: شیخ فیض اللہ بنگالی کے نام ان شہادت کے صل میں جو کہ انہوں نے امام ربانی مجد الف ثانی (قدس سرہ) کے کلام پر کئے تھے اور بچپنی کے معاملات منکشف ہونے کی کیفیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۲۱۶ { مکتوب ۲۲۴: میرزا عبید اللہ شریب کے نام بعض مواجید (روح کیفیت) کی شرح اور استفسارات کے حل میں تحریر فرمایا۔
- ۲۱۸ { مکتوب ۲۲۵: حاجی محمد عارف کے نام بعض حالات و مقامات کی تفصیل میں تحریر فرمایا۔
- ۲۱۹ { مکتوب ۲۲۶: مولانا محمد صدیق کے نام شیخ (پیر) ہوتے کیلئے بعض ضروری امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۲۲۰ { مکتوب ۲۲۷: میرزا امان اللہ کے نام درو و محبت کی فضیلت اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ جو شخص آخرت کی تعمیر میں مشغول ہے وہ اس درو و محبت کے ساتھ موصوف ہے۔
- ۲۲۱ { مکتوب ۲۲۸: مولانا محمد صدیق کے نام سنت کو زندہ کرنے اور بدعت کو مٹانے پر ترغیب دینے اور الہام کے ظنی ہونے اور بندگی کے پسندیدہ طریقے کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۲۲۲ { مکتوب ۲۲۹: محمد و زارہ خواجہ محمد شرف کی خدمت میں اپنے حضرت پیر و شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض الہامات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

- ۲۳۰ مکتوب: پیرزادہ خواجہ محمد عبید اللہ (صاحبزادہ خواجہ باقی باللہ قدس سرہا) کی خدمت میں آنجناب کے مکتوب کے جواب میں اور اس مکتوب کے بعض معاملات پر اعتراض اور حکما کے اس قول کو دور کرنے میں کہ موجود معدوم نہیں ہوتا اور معدوم موجود نہیں ہو جاتا اور نماز کے کمالات کے ذکر میں اور اس تحقیق میں تحریر فرمایا کہ وجود زاد ہے یا نہیں ہے۔
- ۲۳۱ مکتوب: حقائق و معارف آگاہ مخدوم زاد گرامی شیخ محمد صیف اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے کاشف کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۲۳۲ مکتوب: میر شمس الدین علی خلیلی کے نام کلمات نئے نفس کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔
- ۲۳۳ مکتوب: شیخ عبد البادی بدایونی کے نام درویشوں کی خدمت اور ان کے ساتھ محبت کی فصیلت میں تحریر فرمایا۔
- ۲۳۴ مکتوب: خواجہ محمد کاظم کے نام ان کے والد خواجہ محمد اشتم کی تعزیت کے بارے میں اور تحصیل کمالات کی طرف اشارہ اور نصائح کے ذکر میں تحریر فرمایا۔
- ۲۳۵ مکتوب: مخدوم زادہ محمد سیف الدین (قدس سرہ) کے نام حق سبحانہ و نعمت کے بیان کرنے اور اعمال کی کوتاہی کو دیکھنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۲۳۶ مکتوب: فقیر حقیر محمد عبید اللہ عفی عنہ کے نام حقیقت صلوٰۃ کے اسم کے ایک رمز و اجمال کے طور پر بیان کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔
- ۲۳۷ مکتوب: مخدوم زادہ خواجہ محمد نقشبند سلمہ ربیہ کی خدمت میں حضرت ایشان سلمہ اللہ تعالیٰ کے بعض مقامات کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۲۳۸ مکتوب: مخدوم زادہ خواجہ محمد اشرف کی خدمت میں حضرت ایشان (خواجہ محمد معصوم قدس سرہ صاحب کتوبات شریف) کے بارے میں بعض بشارات حاصل ہونے کے بیان میں تحریر فرمایا۔
- ۲۳۹ مکتوب: میرک عباد اللہ ولد قاضی محمد زاہد کابلی کے نام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ سے سنی ہونی ایک معرفت کی شرح میں صادر فرمایا۔

تہذیب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## مقدمہ

الحمد لله العلی الاعلی والصلوة والسلام علی رسولہ المصطفیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ البررة التقی، اما بعد حق سبحانہ و تعالیٰ کے بے انتہا حمد و شکر اور حضور اکرم رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام کے بعد عرض ہے کہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرسہدی قدس سرہ السامی کے صاحبزادے اور جانشین حضرت عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے مکتوبات شریفہ بھی بزبان فارسی و عربی آپ کے والد بزرگوار کے مکتوبات شریفہ کی طرح بہت بلند درجہ رکھتے ہیں، اور شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت کے جامع اور ادب و انشاء کا اعلیٰ شاہکار ہیں، ان میں سالکان طریقت کو پیش آنے والے سوالات کے جوابات، خوابوں کی تعبیرات اور بہت سے فقہی مسائل کا حل ہے، نیز مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے بہت سے ادق مقامات کی تشریحات پر مشتمل ہیں جو سالکان طریقت کے لئے ایک بے بہا ذخیرہ اور انمول خزانہ ہیں۔

مکتوبات معصومیہ ان مکاتیب عالیہ کا مجموعہ ہے جو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی وفات کے بعد لکھے گئے البتہ جلد اول کی ترتیب و تدوین کی سعادت حضرت عروۃ الوثقی کے صاحبزادے موم حضرت خواجہ محمد عبید اللہ مروج الشریعہ کو حاصل ہوئی انھوں نے ۱۳۹۶ھ میں جس کا مادہ تاریخ ”درۃ التلج“ ہے اس مبارک کام کا آغاز کیا اور ۱۴۰۳ھ میں جس کا مادہ تاریخ ”جمع کمالات نبوت“ ہے اختتام کیا۔ اس کے بعد نقل در نقل قلمی نسخوں کا سلسلہ جاری رہا، حتیٰ کہ مکتوبات معصومیہ و قراول کا اصل فارسی نسخہ غالباً پہلی مرتبہ تقریباً ڈھائی سو سال بعد ۱۳۰۲ھ میں مطبع نظامی کراچی سے طبع ہو کر شائع ہوا اور پھر نایاب ہو گیا بعد ازاں اب ۱۳۹۶ھ میں محترم جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب مدظلہ العالی نے فارسی مکتوبات معصومیہ کے تینوں دفتروں کو شائع کرا دیا۔

افسوس کہ اس قدر اہم خصوصیات کے باوجود ان مکتوبات شریفہ کا اردو ترجمہ کرنے کی جانب اس وقت تک کسی نے توجہ نہ دی جس کی وجہ سے اردو داں حضرات ان مکتوبات عالیہ کے مطالعہ اور ان کے فیوض و برکاتِ علمی و روحانی سے محروم رہے، بنا بریں عاجز کو ان کے اردو ترجمہ کا خیال آیا اگرچہ اپنی کم علمی اور عدم قابلیت کی بنا پر اور مکتوبات شریفہ کے مضامین کی بلندی و عظمت کے پیش نظر ترجمہ کرنے میں تاثر تھا اور چاہتا تھا کہ سلسلہ عالیہ کے کوئی بزرگ جن کو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی قدس سرہ اور حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے مکتوبات شریفہ کے مضامین پر عبور حاصل ہو تیز عری فارسی اور اردو زبان میں بھی اچھی دسترس رکھتے ہوں اس کام کو انجام دیں تو اچھا ہے، مگر ابھی تک یہ خواہش نشہ تکمیل رہی، ناچار حق سبحانہ و تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے خود ہی اس کام کو شروع کر دیا۔ ترجمہ کرتے وقت فارسی کا ایک قلمی نسخہ اور قدیم و جدید ہر دو مذکورہ مطبوعہ نسخے اس عاجز کے پیش نظر رہے ہیں، نقل در نقل کی وجہ سے بعض اصل عبارات میں تصحیف و تغیر ہو جانا لازمی تھا جس سے ترجمہ کرنا اور بھی دشوار تھا۔ اس تعالیٰ شانہ کا بے حد دولا انتہا شکر ہے کہ اس نے ان مشطرات کے باوجود اس ناتوان کو مکتوباتِ معصومیہ کے دفتر اول کا اردو ترجمہ مکمل کرنے کے بعد ناظرین کے سامنے پیش کرنے کی سعادت بخشی۔ فالحمد للہ علی احسانہ

بشیر احمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست

آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

ترجمہ میں اس بات کا بھی اہتمام کیا گیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف والے اس تازہ مطبوعہ فارسی نسخہ کے صفحات حاشیہ میں دیدیے گئے ہیں تاکہ اگر کوئی صاحب فارسی مکتوبات سے رجوع کرنا چاہیں تو تلاش میں زحمت نہ ہو، تیر جہاں جہاں قرآن کریم کی آیات مبارک آئی ہیں وہاں بھی سہولت کے پیش نظر حاشیہ میں اوپر سورت کا نمبر اور نیچے آیت کا نمبر دیدیا گیا ہے، مکتوبات شریفہ میں آئی ہوئی جن احادیث کا حوالہ مل سکا حاشیہ پر لکھ دیا ہے اور ان مکتوبات شریفہ میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات شریفہ کی جو عبارتیں مذکور ہیں ان میں سے جن عبارتوں کا حوالہ اس عاجز کو مل گیا وہ بھی حاشیہ پر درج کر دیا گیا ہے۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ جہاں کہیں کوئی غلطی پائیں اس کو اس عاجز کی کم علمی اور سہو پر محمول کرتے ہوئے معذور سمجھیں اور ہر بانی فرما کر صفحہ وسط وغیرہ کی نشاندہی کے ساتھ

اُس غلطی اور اس کی تصحیح سے اس عاجز کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح و درستی کی جاسکے، یہ عاجز ان حضرات کا ممنون ہوگا اور انہیں ثواب بھی ہوگا کیونکہ کتاب کا ترجمہ جس قدر صحیح ہوگا صاحب کتاب کا مفہوم اسی قدر واضح ہو سکے گا اور کتاب کی اشاعت اسی قدر عوام کی اصلاح اور تبلیغ دین کے لئے مفید ہوگی۔

آخر میں ان معاونین حضرات کا تذکرہ بھی بیجا نہ ہوگا جنہوں نے اس کارِ خیر میں تکلیف فرما کر اور اپنا قیمتی وقت دیکر عاجز کو سہولتیں بہم پہنچائیں چنانچہ محترمی جناب مولانا ڈاکٹر محمد مظہر نقا صاحب مدظلہ العالی پروفیسر شعبہ اسلامیات کراچی یونیورسٹی نے مکتوباتِ معصومیہ و فتاویٰ کے تمام ترجمہ پر نظر فرما کر اپنے مفید مشوروں اور مناسب اصلاحات سے اس عاجز کی مدد فرمائی اور محترمی جناب پروفیسر ڈاکٹر خان رشید صاحب مدظلہ العالی نے بھی زبان کی اصلاح وغیرہ میں اپنے مفید مشوروں سے اس عاجز کی مدد فرمائی اور محترم جناب عبدالغنی صاحب مدظلہ ایم اے، ایل ایل بی نے بھی اس کی تصحیح وغیرہ کیلئے اپنا قیمتی وقت دیا اور حاجی محمد اعلیٰ صاحب تو اس عاجز کی تالیفات کے خصوصی معاون ہیں ہی۔ حضرت خنی سجانہ و تعالیٰ ان سب حضرات کو اور دیگر معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے، نیز ہماری ان کوششوں کو قبول فرما کر حضرت عروۃ الوثقیٰ کی تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی سعادت سے سرفراز فرمائے آمین ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و الو اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ہ

الراجی الی رب العفور

اخترتہ یزوار حسین عفا اللہ عنہ وعن والدیہ

جمعہ ۲۵ شوال المکرم ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۹ ستمبر ۱۹۷۸ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# رَبِّیَا جَلَالَتَا

۵۲

الحمد لله العلی الاعلی والصلوة والسلام علی رسولہ محمد کما یحب ربنا ویرضی عنہ  
 علیٰ الدروسجہ کما یلیق بجلو شانہم نبی اہل بعد [اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جو کہ العلی الاعلیٰ ہے اور  
 اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا صلوة و سلام ہو جیسا کہ ہمارا رب پسند کرتا اور چاہتا  
 ہے اور ان کے آل و اصحاب پر بھی ان کی بلندی شان کے لائق و شایاں صلوة و سلام ہو۔ اما بعد] یہ تفرق موتی  
 اور منتشر جواہر ہیں جو کہ بحر عرفان کے شتاوروں نے عجیب ہوتیت کی گہرائی سے جذباتِ احدیت کی  
 غوطہ زنی کر کے نکالے ہیں اور پردہ ہائے امکان کے کوہنوں نے واحدیت کے سراپدوں کی کان سے  
 ریاضت کے نیشہ سے بلکہ عنایتِ الہی کے وسیلہ سے حاصل کئے ہیں جو امع الکلم کے صدف میں پوشیدہ  
 اور مجامع الحکم کی کیمنگاہ میں مستور، اسرارِ خفیہ و علومِ بدیعیہ کو شامل اور شواہدِ عجیبہ و معارفِ غریبہ  
 پر مشتمل، انوارِ کمال کا گلزار، غنچہ ہائے وصال کا چین، گلستانِ رفعت کا شگوفہ، بارغِ ہدایت کی  
 شرابِ نون، تشبیہ کے حقائق کو حل کرنے والے، تخریب کے دقائق کی کنجی، مراتبِ ولایت کی مشرب،  
 کمالاتِ نبوت کی وضاحت، شریعت کی توضیح اور حقیقت کی تیقح (صاف ستھرا کرنا) دلائلِ محکمات کی  
 تعبیر، آیاتِ متشابہات کی تاویل، علماء کے طور طریقے ان کی ابتدائی باتوں سے ظاہر اور اکابرِ صوفیوں  
 کے احوال ان کے مقدمات سے نمایاں، متاخرین کے منازل ان کے عروج کے لئے زینہ اور ان کا ایک  
 نکتہ متقدّمین کے مدارج کے لئے نگیہ، نقطہ اسول کا دائرہ، دائرہ وصول کا نقطہ، مقاماتِ قیومیت  
 خلت کی تفصیل، محبت و محبوبیت کے مراتب کا اجمال، سے

۵ ففی کل لفظ منه روض من المنی وفي کل سطر منه عقد من الدر  
 [پس اس کے ہر لفظ میں تمناؤں کا ایک باغ زعفران اور اس کی ہر سطر میں موتیوں کا ایک ہار (پہاں) ہے] اللہ تعالیٰ اپنے  
 منظر کے ظلال اور اپنے منظر کے برکات کو ہمیشہ قائم رکھے اور وہ منظر انسانِ کامل اور فرجِ جاہل  
 اولیاء کی نشانی اور انبیاء کا معجزہ، ملکِ ولایت کا جلال انتہا کے تخت کا مالک، میدانِ کمال  
 کا سوار اور جلال و جمال کے اسرار کا نگہبان، آسمانِ ہدایت کا ستارہ اُفقِ نہایت کا آفتاب، فیض  
 رسائی کیغیات کے لئے کشادہ دست و صدر و اشواق کی نعمتوں کو پھیلانے والا، اعراض کے درمیان  
 جوہر اور عالم کے لئے جو کہ صفاتِ کامل ہے ذات ہے، ۵

لے آنکہ چو ذاتِ خود سرا یا آنی بر سرِ خلافتِ بشر برہانی  
 عالمِ عرض و ذاتِ تو آنرا جوہر لے جوہر والا زکدا میں کانی  
 [لے کہ تو اپنی ذات کی طرح سراپا شان والا ہے، تو بشر کی خلافت کے بھید پر برہان ہے، عالمِ عرض ہے  
 اور تیری ذات اس کے لئے جوہر ہے، اے عالی مرتبہ جوہر تو کس کان سے ہے] عالموں کے لئے قوام اور جہانوں  
 کے لئے قیوم، انبیاء و مرسلین کے وارث، ۵

کاید رک الو اصفا لمطری خصائصه وان یکن سابقا فی کل ما وصفا  
 [مبالغہ کے ساتھ تعریف کرنے والا اس کے خصائص کا ادراک نہیں کر سکتا اگرچہ وہ ہر اس چیز میں جس کی اس نے تعریف کی ہے سبقت  
 لیجانے والا ہو] [نسباً فاروقی حسباً محمدی] ماخذ کے اعتبار سے قدسی مولد کے اعتبار سے سرمدی اور  
 وہ شیخ محمد معصوم ہیں جو کہ امام ربانی و اویسی رحمانی، سبع مثانی (سورہ فاتحہ) کے اسرار کو  
 کھولنے والے، الفِ ثانی کے مجدد، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نائب مناب، حبیب اللہ  
 (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہدایت سے ہدایت یافتہ، کمالِ شیخین و منصبِ ختمین (کے حامل)، صاحب  
 ولایتِ اصلیہ، مخزنِ انوارِ الہیہ، خزانہ رحمت، دینہ حکمت، دو سمندروں کو ملانے والے اور دو  
 گروہوں میں صلح کرنے والے، ۵

لے ناطقہ زاکلیلِ کمالِ تو کلیل بر حالِ تو ہم حالِ تو برہان و دلیل  
 حسنتِ نمکِ حبیبِ زاعجازِ امتیخت باقندِ مسفی البسیرِ خوانِ خلیل

[لے کہ تیرے کمال کے تلج (کی تعریف) سے زبان گونگی ہے، تیرے حال پر تیرا ہی حال برہان و دلیل ہے، تیرے  
 حسن نے حبیب کے نمک کو خلیل کے دسترخوان کی صاف قند کے ساتھ اعجاز کے طریق پر ملا دیا] امامِ ہمام  
 مخلوق میں اللہ تعالیٰ کی حجت، تشیعہ احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ و رضو عنہ سبحانہ کے صاحبزادے ہیں۔

[ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے راضی ہوئے ]

صاحبِ یقین طالبوں اور راہِ مبین کے سالکوں پر ظاہر ہے کہ بارگاہِ ذوالجلال کے دوست اور وصال کے شراب خانہ کے بارہ نوش مخلقوا باخلاق اللہ [ اللہ تعالیٰ کے اخلاق کے ساتھ متخلق ہو جاؤ ] کے حکم کے مطابق اور فاشعونیٰ یحییٰ بکہ اللہ [ پس تم میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا ] کی بجا آوری کے طور پر، کلامِ الہی جل شانہ کے موافق اور سننِ مصطفویٰ علیٰ مصداق الصلوٰۃ والسلام کے مطابق کلام کرتے ہیں اور چونکہ کلامِ الہی کی صفت یحییٰ بہ کثیراً و یحییٰ بہ کثیراً [ اس سے بہت سے لوگ گمراہی اختیار کرتے ہیں اور بہت سے لوگ ہدایت پاتے ہیں ] آئی ہے، اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں (بھی) اسی طرح اسماں و اہدرا (تہ مانے والوں کو بھٹکانا اور ماننے والوں والوں کو راہِ راست پر لانا) نے ظہور فرمایا اور اکابر اولیاء کے کلام میں بھی جو کہ نیک سالوگوں کے آثار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والے ہیں اسی کے مطابق کلمات واقع ہوئے ہیں بلکہ یہ برگزیدہ حضرات جَاهِدٌ وَاِذِی سَبِيْلِهِ [ اس کے راستے میں جہاد کرو ] کے مصداق اپنے بشریت کے وجود کو اس سبحانہ و تعالیٰ کی راہ میں مٹا کر حق تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے وجود کے ساتھ بقا حاصل کر چکے ہیں اور اُن کی زبان شجرِ موسویٰ کا حکم اختیار کر لیا ہے، ح

زبانے زما بود گویندہ او

۵۶

[ زبان تو ہماری تھی اور کہنے والا وہ تھا ] الحق ینطق علی لسانِ عمر [ حق حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان پر بولتا ہے ] اس کے لئے گواہ ہے پس اہل بصیرت دانشمندیوں پر لازم ہے کہ ان اکابر کے کلمات کو ایمان و یقین کے ساتھ قبول کریں اور ان کے ثمرات کے منتظر رہیں، اور ان علوم و معارف میں جو کچھ کمالِ درجہ کی نزاکت و لطافت کے باعث اُن کی سمجھ میں نہ آئے اور اس کے سمجھنے میں کچھ کوتاہی محسوس کریں تو ان کلمات کی بھی قرآن مجید کی آیات متشابہات کی طرح تاویل تلاش کریں یا اس کے علم کو اس کے کہنے والے پر تفویض کریں تاکہ اُن کے ثمرات سے بہرہ ور ہوں یہی حق ہے فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ [ پس حق (معلوم ہو جانے) کے بعد اس کو نہ ماننا، سوائے گمراہی کے اور کیا ہے ] اور چونکہ ان قدسی آیات (مکتوبات) کے اختتام کی تاریخِ غیب کے فرشتے سے ہوش کے کان میں جمع کلماتِ نبوت "پہنچتی ہے اگر اس درۃ التلج" کو اسی نام سے موسوم کریں تو مناسب ہے۔

۱۰۳۹

۱۰۶۳

۱۰ سورۃ آیت ۱۰۱ سورۃ آیت ۱۰۲ سورۃ آیت ۱۰۳ سورۃ آیت ۱۰۴



# مکتوب

ظلال دعویٰ کے مراتب کو نہایت نہایت کی بلندیوں تک طے کرنے کے بارے میں اپنے  
پیر اور والد بزرگوار رضی اللہ عنہما و تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔

”عرضداشت“ بندہ کمترین محمد معصوم آستانہ عالیہ کے خاک نشینوں کی بلند بارگاہ میں عرض کرتا ہے  
کہ اس حدود کے خادموں کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، سرفراز نامہ عالی جو کہ عمر نیر خاں کے ہمراہ  
ارسال فرمایا گیا تھا اور اس میں اس فراق زدہ گنہگار، نااہل و ناکارہ کو طرح طرح کی عنایات سے سربلند  
کیا ہوا تھا اُس کے ورود سے مشرف ہوا،

من کہ باشم کہ برآں خاطر عاظر گذرم  
لطفہامی کنی لے خاکِ درت تاجِ سرم

[اے ود ذات کہ تیرے در کی خاک میرے سر کا دلچ ہے، تو مہربانیاں فرماتا ہے (ورنہ) میں کون ہوں کہ اس معطل پر  
میرا گذر ہوں] میرے قبلہ گاہ! اللہ تعالیٰ کے احسانات کے بارے میں (یہ عاجز) کیا لکھ سکتا ہے اور کن اعضا  
سے اُس سبحانہ و تعالیٰ کے احسان کا بدلہ ادا کر سکتا ہے مگر یہ کہ اپنے آپ کو خاک بنا دے بلکہ اپنا کچھ نام و نشان  
باقی نہ رکھے پھر بھی اس کا حق بجا نہیں لاسکتا، کیونکہ جو عبادت بھی اس طرف منسوب ہوگی وہ بہر حال  
قاصر اور عیب و نقصان کے ساتھ دائرہ دار ہوگی، اللهم کلا حصی ثناء علیک انت کما اتیت علی  
نفسک [اے اللہ! میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کر سکتا تو ایسی ذات ہے جیسی کہ تو نے خود اپنی تعریف کی ہے]

تازہ مکتوبات و معارف شریفہ کو برادرِ م خواجہ محمد ہاشم نے آگرہ سے بھیجا تھا وہ بلندی  
شان کی وجہ سے اس قسم کے نہیں ہیں کہ ہر ناقص کی سمجھ کے لائق ہوں اور یہ جو مندرج ہے کہ تمام  
افرادِ عالم ایک ذات واجب عنثانہ کے اسماء و صفات کے ظلال ہیں پس وہ سب ایسے اعراض ہوں گے  
کہ جن کے درمیان کوئی جوہر کار فرما نہیں ہوگا کہ اُن کا قیام اُس جوہر کے ساتھ ہو، پس ذاتِ اقدس سے  
اُن کو محرومی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا اور اُن کا نصیب صفات کے سوا نہیں ہوگا مگر ایک عارف  
کی ذاتِ الٰہیہ ایک رات تراویح کی نماز کے دوران اس معنی کے مراقبہ و مطالعہ میں مشغول ہوا، دیکھا کہ  
اُن اعراض نے جو کہ اس شخص کی ذات تھے اپنی اصل کی طرف غور کیا اور اُن کا کوئی نام و نشان نہ رہا  
اور کامل طور پر اپنی اصل میں فنا و محو لائے ہوئے اور وہ جتنا جاتا ہے سب اپنی اصل اور اصول اصول  
میں جاتا ہے الی ماشاء اللہ تعالیٰ [جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا] اور مشہور ہوا کہ جہاں کہیں تک کہ

توجانا ہے تمام توجوہ و اعتبارات میں جانا ہے جو کہ اصل اصول ہیں اور ان اصول و اصول اصول سے ذات مجر تک پہنچنا محال ہے اصول تمام منقطع ہو جاتے ہیں اور ذات عزت شانہ ماورایا و بارہی کیونکہ اصل کا اطلاق اس بارگاہِ جل سلطانہ میں ساقط ہے، آخر کار معاملہ باپوسی تک پہنچا اور کامل یقین کے ساتھ معلوم ہوا کہ جب تیری اصل صفات و اعتبارات ہیں تو تیری کوشش کی انتہا یہ ہوگی کہ اپنے آپ کو اپنے اصول میں فنا اور لاشے کرے اور اصل میں فنا ہو جانے کے بعد اصل سے گزر جانا کوئی معنی نہیں رکھتا، کوئی اور بات چاہئے تاکہ حضرت ذات جل سلطانہ سے کچھ حصہ حاصل کرے اس وقت دل میں خیال آیا کہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ خوب فرماتے ہیں: وما بعد هذا الا العدم المحض (یعنی اصول میں فنا و اضمحلال (نیستی اصل ہونے) کے بعد عدم محض کے سوا کچھ نہیں ہے) کیونکہ اصول کو اس بارگاہ (جل سلطانہ) میں منقطع ہو جانے کے سوا کوئی راہ نہیں ہے اور ذات مجر دیا و بارہی اور بارہی جب تک اس رسالہ کو ذات عطا نہ فرمائیں ذات تعالیٰ و تقدس تک پہنچنا محال ہے اور یہ جو حضرت عالی (قدس سرہ) نے لکھا ہے کہ "اس قسم کے بزرگ ایک زمانہ میں متعدد نہیں ہوتے" (اس سے) مذکورہ بالا ناامیدی کے علاوہ (مزید ناامیدی) ہوئی اور اس قدر رنج و غم پیش آیا کہ کیا لکھے اس ناامیدی (کی حالت) میں کبھی دل میں یہ آتا ہے کہ کامل تابع دار کو تنوع کے تمام کمالات میں سے حصے تو کچھ متعدد نہ ہونا کس اعتبار سے ہوگا شاید اصالت و تبعیت کا فرق ہوگا لیکن اس قسم کے خیالات اس اضطراب کو تسکین نہیں دیتے کوئی ایسا محرم راز دیا نہیں تھا کہ جس سے دل کا درد بیان کرے، آخر آیت کریمہ حتیٰ اذا استنابن الرسول و خلقوا انهم قد كذبوا جاءهم نصرنا (بیان تک کہ جب رسول ناامید ہو گئے اور خیال کرنے لگے کہ وہ (اپنی بات میں) سچے نہ نکلے تو ان کے پاس ہماری مدد آئی) کے موافق مکاتیب جلد ثالث کے مکتوب ہشتادم کے آخر پر جو کہ اس فقیر کے نام لکھا ہوا ہے اطلاع دی گئی اگرچہ (پیلے کئی دفعہ اس مکتوب کو پڑھا تھا لیکن گویا اس بھید سے اطلاع دینا مصلحت نہیں تھا اسی لئے آنکھ بند کر کے ہوتے اس حرف (مضمون) سے گزر جاتا تھا اب توجہ شریف سے امیدوار ہے کہ اس معاکا کوئی دروازہ کھل جائے، چونکہ (اس عرضداشت کے) لکھنے کے دوران اس امر پر اطلاع پائی تفصیل کے ساتھ اپنے اندر مطالعہ نہیں کر سکا انشاء اللہ تعالیٰ حضرت عالی کی توجہ سے بہرہ ور ہو جائے گا، والعبودینہ (زیادہ بندگی و آداب)۔

پوشیدہ نہ رہے کہ حضرت عالی (خواجہ محمد معصوم قدس سرہ) جس امر کے طلبگار تھے وہ

۱۔ مکتوبات حضرت مجدد دفتر دوم مکتوب ۱۱۔ ۲۔ سورۃ آیت ۱۱۱۔ ۳۔ غالباً منجانب مرتب

ذاتِ بخت تک وصول بلکہ اس مرتبہ عالیہ سے کچھ حصہ کا حصول تھا، اس مکتوب کے لکھنے کے کچھ عرصہ بعد اس (مرتبہ عالیہ) کی بشارت دی گئی اور اس کے ساتھ متحقق ہو گئے چنانچہ اسی جلد کے مکتوب اٹھاشی میں جو کہ خواجہ محمد حنیف کے نام لکھا آیا ہے اس معنی کی تصریح مذکور ہے۔

## مکتوب

بعض مخصوص اذواق (کیفیات) کے بارے میں نیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی غایات کے شامل حال

ہونے کے بیان میں اپنے پیر بزرگوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔

”عرضداشت“ کمترین بندہ محمد معصوم ذرہ کی طرح بارگاہِ عالی کے باریافتگان کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اس حدود کے دعا کنندگان کے احوال تو جہاتِ عالیہ کی برکت سے ہم کے لائق ہیں، فرقت و ہجر (جدائی) کے رنج و غم کے علاوہ اور کوئی غم و اندوہ نہیں ہے۔

خیالی وصل تو حالِ زندہ ہی دارد و گرنہ با غم ہجر اں حیات یعنی چہ

[تیرے وصل کا خیال ابھی تک زندہ رکھے ہوئے ہے ورنہ جدائی کے غم کے ساتھ زندگی کے کیا معنی ہیں] (آپ کے نہایت قیمتی گرامی نامے بلند معارف و اسرارِ عالیہ کے ساتھ پہلے پہنچ رہے ہیں اور معاملہ کویتی سر بلندی تک لے جاتے ہیں، جو مکتوب کہ تجلیاتِ ثلاثہ (کے بیان) پر مشتمل ہے اس زمانے میں پہنچا اپنی استعداد کے موافق اس سے بہرہ ور ہوا اور کچھ حصہ حاصل کیا اور اس کے بعد وہ مکتوب جو کہ نورِ صرف ذاتی کے معارف پر مشتمل ہے شرفِ ورود لایا، اس کے مطالعہ کے وقت نورِ صرف کا کچھ شعور حاصل ہوا تھا۔

بلکہ اس کے ساتھ فنا و بقا بھی سمجھی تھی اور ایک مدت تک اس میں استغراق رکھتا تھا اگرچہ (اس) تحریر کے وقت وہ نسبت پوشیدہ ہے معلوم نہیں کہ اس کی کیا وجہ ہے، حضرت ملامت! اس تعالیٰ ثناء کی غایات کے متعلق کیا لکھے اور اس سبحانہ و تعالیٰ کے احسانات کے بارے میں کس طرح بیان کرے کشاں کشاں لے جاتے ہیں اگرچہ نہیں جانتا کہ کہاں لے جاتے ہیں اور کہاں پہنچتے ہیں لیکن جو لذات و کیفیات اس عرصہ میں پیش آتی ہیں ان کو بیان نہیں کر سکتا (یہ لذات و کیفیات) ذوقی ہیں بیانی نہیں ہیں۔

من نہ با اختیار خودی روم از قفائے او آن دو کند عنبریں می بردم کشاں کشاں

[میں اس کے پیچھے اپنے اختیار سے نہیں جاتا ہوں وہ دو عنبریں کمندی (زلفیں) مجھ کو کشاں کشاں لے جاتی ہیں]

حضرت حق سبحانہ (آپ کی) توجہ عالی سے کاسل علم و تمیز عطا فرمائے، رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ کر دے! اس سے قبل ایک قاعد کے چہ اہ ایک واقعہ لکھا کہ یہ پاپ اگر اس کی دعوت اور غلطی کا اتنا یا زکر ادا کیا جائے تو مال بندہ پروری ہوگی، والعبودية

## مکتوب

ایک عزیز کی نسبت کے انکشاف میں اپنے پیر بزرگوار رضی اللہ عنہما و تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔  
 ”عرضداشت“ یہ مکتبہ خدام محمد معصوم آستان بوسان بارگاہ عالی کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ جس روز سے حضور کی سعادت کے شرف سے محروم ہوا ہے اس درگاہ کے خادموں کی کوئی خبر اس بارہ شکرستہ کو نہیں پہنچی بہت منتظر ہے، اس جگہ کے خادموں کے حالات حمد کے لائق ہیں اور وہ اوقات کو دلجمعی کے ساتھ بسر کر رہے ہیں۔ حضرت سلامت! آج رات جو کہ شنبہ (ہفتہ) کی رات اور ۲۶ ربیع الثانی ہے میں شیخ منزل اس دار (فانی) سے رحلت کر گئے، ان کی وفات حسن خاتمہ کے ساتھ ہوئی، دفن کے وقت حضرت عالی کی ایک متبرک کلاہ جو کہ بندہ کے پاس تھی اس کلاہ کے علاوہ جو کہ حضرت عالی نے بندہ کو خصوصی طور پر عنایت فرمائی تھی ان کے سر پہناری، اس کے پہناتے ہی یا ایک لمحہ بعد دیکھا کہ ان میں حضرت عالی کی خاص نسبت جلوہ گر ہو گئی اور اس عزیز پروردی طرح غالب آگئی اس کے بعد ان کی وہ نسبت تمام قبرستان پر چھا گئی بلکہ تمام گرد و نواح کو نور سے معمور کر دیا، من قبل قبل بلا علنہ (جسے قبول کیا گیا بلا سبب قبول کیا گیا)

## مکتوب

اس بلند مقام کے حصول کے بارے میں جو کہ اصل الاصل کے ساتھ متعلق ہے اپنے پیر اور والد بزرگوار رضی اللہ عنہما کی خدمت میں تحریر کیا۔

”عرضداشت“ درگاہ عالیہ کا نیاز مند محمد معصوم خدمت اقدس میں عرض کرتا ہے کہ اس شکرستہ بارہ کے احوال اس کعبہ خواہشات و تمنیات کی توجہ کی برکت سے استقامت کے طریق پر ہیں اور عزیمت امور میں کسی طرح کا فتور واقع نہیں ہوا ہے، امید رکھتا ہے کہ حضرت عالی کی نظر عنایت کے طفیل باقی ماندہ چند

مستعار سانسوں میں بھی فتور واقع نہیں ہوگا۔

دوسری بات یہ عرض کرتا ہے کہ فقیر بہت مدت سے قبض و غم کی حالت میں تھا آخر کار توجہِ عالی سے ایک بسطِ عظیم رونما ہوا اور اس بسط میں نہایت عجیب ترین بلند مقام ظاہر ہوا اس وقت ایسا معلوم ہوا کہ یہ مقام تمام مقاماتِ ظلال کے اوپر ہے اور اصل الاصل کا مقام ہے کہ جس میں ظلیت کی آمیزش نے راہ نہیں پائی ہے اپنے آپ کو پوری طرح اس مقام میں داخل پایا اور اپنے سر کو اس مقام کے مرکز میں داخل دیکھا اور اپنے باقی حصہ کو اس مرکز کے نیچے اُس کے بالمقابل دیکھا اور بعض دوسری چیزیں بھی اس وقت میں مشہود ہوئی تھیں اگر حاضر خدمت ہوتا تو شاید عرض کرتا۔

## مکتوب

سابقین کی نسبت کے حصول اور اس کے متعلقہ معارف کے بیان میں نیز اپنے والد بزرگوار رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔

”عرضداشت“ کترین خادم محمد معصوم درگاہِ عرشِ اشتباہ کے خاک نشینوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ گرامی سرفراز نامہ جو کہ سرائے ہندول سے ارسال کیا گیا تھا موصول ہوا، افسردہ جانوں کو کامل مرست بخشی اور مردہ دلوں کو نئے سرے سے دائمی زندگی عطا کی، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد ہے کہ اس جگہ کے متعلقین اس مصیبت سے عافیت میں رہے، جو سفر کہ مولانا محمد صدیق نے اختیار کیا تھا شروع میں بھی فقیر کی نظر میں کچھ اچھا نہیں لگتا تھا۔

پاپری روئے اگر درخانہ باشد کے میل بیروں گر کند دیوانہ باشد ہے

[اگر کوئی شخص ایک گھر میں کسی پری روئے کے ساتھ ہو اگر وہ باہر جانے کا قصد کرے تو بڑا دیوانہ ہوگا] مولانا کی استعداد اور بلند مہنتی سے یہ عزم عجیب معلوم ہوا، چاہے تھا کہ جو کام انہوں نے اختیار کیا تھا اس کو پورا کر کے دوسرے کام کی طرف متوجہ ہوتے۔

دیگر یہ کہ اپنے خستہ حالات عرض کرتا ہے، حضرت سلامت! اس فقیر کو اس کے بعد سے کہ عالم

میں نیچے لے آئے ہیں اُس نسبت کے نشان کو کہ جس کے ساتھ عروج کے وقت مشرف کیا گیا تھا اپنے اندر پاتا ہے کہ یمن (دائیں) و یسار (بائیں) سے بیگانہ ہے، یمن و یسار کو اس نسبت سے بہت کم حصہ

حاصل ہے بلکہ کچھ مناسب نہیں رکھتے، یہ نسبت سابقین کے ساتھ مخصوص ہے اصحابِ یمن (دائیں) والے حضرات

اصحابِ یسار (بائیں والے حضرات) کی طرح اس کمال سے کیا پائیں، اور ظلال والے حضرات عام توینین کی طرح اس عمامے سے کیا حاصل کریں، محبتِ ذاتیہ کہ جس میں محبوب کا رنج دینا اس کے انعام کی بہ نسبت محبت میں اضافہ کرنے والا ہوتا ہے اس مقام میں متحقق ہوتی ہے اور جب اپنے ذوق و وجدان کی طرف رجوع کرتا ہے تو بے تکلف پاتا ہے کہ جولذت و حلاوت بلکہ محبت میں جو اضافہ کہ محبوب کے رنج و غم دینے کے وقت میں ہے اس کے انعام کے وقت میں نہیں ہے، کہا جاسکتا ہے کہ محبوب کے رنج و غم دینے کا تصور ایسی فرحت و مسرت بخشتا ہے کہ نفسِ انعام میں وہ فرحت و سرور ثابت نہیں ہے کیونکہ محبتِ ذاتیہ میں فرحت و سرور نفسانیت کی آمیزش سے جس قدر پاک اور خالی ہوتا ہے (اسی قدر) زیادہ کمال پیدا کرتا ہے، عالم کو بالکلہ اعراض پاتا ہے کہ جس نے جو ہر ہونے کی بوجہ نہیں پائی ہے اور اپنی ذات کے ساتھ قائم ہونا اس کے حق میں ثابت نہیں ہے تمام اشیاء کو قائم کرنے والا وہی سبحانہ و تعالیٰ ہے، جو لفظ آنا (میں) کا مشارِ الیہ ہے بلکہ تمام اشارات کا مشارِ الیہ وہی تعالیٰ و تقدس ہے کیونکہ ممکن کی ذات نہیں ہے اور عرض کا اشارہ عین اس کے قیوم ہی کا اشارہ ہے، ممکنات کو اشباح (صورتوں) سے زیادہ نہیں جانتا اور خارجی نمود و نمائش سے زیادہ انھیں تصور نہیں کرتا، اس تعالیٰ شانہ کی قدرتِ کاملہ کو ملاحظہ کرنا چاہئے کہ اُس نے نمود و نمائش کو جو کہ محض حس و ذہن کے درجے میں ہے اس طرح پر ثبات و قرار دیا ہے کہ زوال سے مامون و محفوظ ہے اور ابدی معاملہ اس کے ساتھ وابستہ ہے اور اعراض کے قیام کو اس انداز پر پاتا ہے کہ حال و محل ہونے کی آمیزش سے پاک و بری ہے اس سے زیادہ نہیں ہے کہ اشیاء کا ثبوت و تقرر اس تعالیٰ شانہ کے ساتھ ہے۔

جب قلم کو احوال کے بیان کرنے کے لئے پکڑتا ہے اس قدر (کیفیات کی) آمد ہوتی ہے کہ اس کے ضبط و برداشت کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے اس لئے ٹھوڑے پر کفایت کرتا ہے اور باقی کو دوسرے وقت پر موقوف رکھتا ہے، والعبودیۃ

## مکتوب

فنائے نام اور بقائے اکل کے بیان میں اپنے پیرنگار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔  
 ”عرضداشت“ خدمتِ عالی سے دو رافتادہ محمد معصوم آستانہ عالی شان کے مقیمین کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ جو حسن و جمال و ہم و گمان میں آتا تھا چونکہ بطور عاریت و امانت تھا اس لئے

ایمانات کی طرف واپس ہو گیا اور شر و نقص کے سوا کچھ بھی باقی نہیں رہا حضرت سلامت! اس تکریر کے دوران ایک حالت ظاہر ہوئی، دیکھا کہ وہ عدم جس کے علاوہ اور کوئی چیز ظاہر نہ تھی پوشیدہ ہو گیا اور وہ کمالات جو کہ اپنی اصل کی طرف لوٹ گئے تھے جلوہ گر ہونے لگے، اسی اثنا میں ایک غیبت رونما ہوئی، دیکھتا ہے کہ خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہے (جس سے) طبیعت میں بے چینی پیدا ہو گئی ہے اور شدت کی تڑپ ہونے لگی ہے، (ایسا) پاتا ہے کہ ہر رگ و پوست سے حتیٰ کہ ناخنوں کی رگوں سے بھی مادہ کھینچا اور نکالا جا رہا ہے، جب افاقہ ہوا تو دیکھا کہ عدم کو پوری طرح نکال دیا گیا ہے اور ان کمالات کے علاوہ جو کہ اپنی اصل کی طرف لوٹ گئے تھے اور کوئی چیز ظاہر نہیں ہے اپنے آپ کو نہایت نورانی اور لطیف پایا، اس کے بعد دیکھا کہ وہ کمالات جن کے ساتھ بقاعطا کی گئی ہے اپنی اصل کی طرف لوٹنے لگے اور اصل الاصل کے ساتھ جا ملے اور انہوں نے اس بارگاہ میں اصالت و حقیقت کے طور پر ظاہر ہو کر بے کیف حقیقی انصال حاصل کر لیا، اس وقت اتنا نہ جو کہ عدم سے پوری طرح نکل کر ان کمالات کے ساتھ جا ملی تھی اس جگہ اطلاق پایا اور ظاہر کی مظہر کے ساتھ ایسی نسبت ظاہر ہوئی جیسی نسبت عالم خلق کو عالم امر کے ساتھ ہے انصالی کمالات کی نسبت اسی مقام میں ظاہر ہوتی ہے اور بعض دوسرے امور بھی اس جگہ معام ہوتے (جن کو) لکھ نہیں سکا انشاء اللہ تعالیٰ جب حاضری کی نعمت سے مشرف ہو گا تو عرض کرے گا۔

## مکتوب

مطلوب کی عظمت اور اس کے ادراک سے عاجزی کے بارے میں یہ بھی اپنے پیرزگوار رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تحریر کیا۔

عرضداشت "کترین خادم محمد معصوم آستانہ عالیہ کے حاضرین کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اس نواح کے خادموں کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، بارگاہ عالی کے خادموں کی سلامتی کی خوش کن خبریں سننے کا ہمیشہ انتظار رہتا ہے، حضوری کی نعمت کے حاصل کرنے کے شوق کو کس طرح واضح کرے اور جدائی کے سوز و گداز کو کس طرح بیان کرے، بیت

دروم خون شد آخر چند جو ششم  
فے اندر آ بگینہ چند نوشم

[میرا اندرون خون ہو گیا آخر میں کتنا جوش ماروں، شیشہ میں تو شراب ہے، لیکن میں کتنی پیوں]  
قبلہ گا ہی! عجیب معاملہ ہے اور انوکھا ناز و غمزہ ہے، عین آرام میں محرومی اور نفس و عمل میں

جڑائی ہے، پانا بھی ہے اور نہیں بھی پانا، اور نہیں جانتا کہ کیا پانا ہے اور کیا نہیں پانا، تضاد در تضاد اور تناقض در تناقض ہے، ایک ایسا آرام دیتے اور ایسی لذت عطا کرتے ہیں کہ (یہ سالکین ہزاروں لذتوں اور آسائشوں کو ان (حوال) کے بالمقابل ایک جو کے بدلے میں بھی نہیں خریدتے اور ان (حوال) کے عوض ایک کھوٹے کے میں بھی نہیں لیتے۔ ح

آنجا کہ باشد نقل وئے بیکاری است این کار با

[جس جگہ شراب و کباب ہو وہاں یہ سب معاملات بیکار ہیں] اگر عمر میں اس کے شکر میں صرف کرے <sup>۶۳</sup> تو کچھ بھی ادا نہ ہو اور اگر بد میں اس کی طلب میں گزارے تو اللہ تعالیٰ کے فضل کی سبقت کے بغیر کچھ حاصل نہ ہو، اس کے باوجود محرومی ہر وقت دامنگیر ہے اور دوری و جڑائی ہمیشہ ساتھ ہے بیت نہ حُسنِ غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں بمر دتشنہ مستسقی و دریا ہچتاں باقی

[نہ اس کے حُسن کی کوئی انتہا ہے اور نہ سعدی کے کلام کی کوئی حد ہے، استغنا کی بیماری والا پیا سامر جاتا ہے اور دریا اسی طرح باقی رہتا ہے] کیونکہ مٹاؤ ب تہایت تقدیس و رفعت میں ہے اور طالب تہایت پستی نقص میں ہے نہ اس کو اس کے ساتھ کچھ شرکت ہے اور نہ اس کو اس کے ساتھ کوئی نسبت، یہ اس کے ادراک سے عاجز ہے اور اس کا جو کچھ ادراک ہوتا ہے وہ ناتمام ہے پس جب ان دونوں میں کوئی نسبت نہیں پائی جاتی اگرچہ وہ ایک اعتبار سے ہی ہو اور نہ ہی کوئی شرکت پائی جاتی ہے اگرچہ وہ نام ہی کی ہو پس لازماً اس کے ادراک کے درک سے عاجز ہونا ہی ادراک ہے اور اس کی معرفت کی کثرت سے جاہل ہونا ہی معرفت ہے اور چونکہ اس معنی کو اپنے ذوق و وجدان سے پایا اور گہری نظر سے سمجھ لیا ہے نہ کہ تکلف و تصنع کے طور پر، تو اس بنا پر جرات و گستاخی کی، کیا کیا جائے کہ بلند ہمتی ایک ایسے مطلب کو چاہتی ہے کہ ادراک کا ہاتھ اس کے دامن سے کوتاہ ہے کیونکہ جو کچھ اس سے حاصل ہوتا ہے وہ خود وہ نہیں ہے بلکہ اس کی شبیہ و مثال ہے تِل کے ساتھ گرفتاری ماسوا کے ساتھ گرفتاری ہے، اگرچہ ظاہر تو اصل ہے لیکن ظلیت کی آمیزش کے بغیر نہیں ہوگی اور اصل کے گرفتاروں کے لئے ظلیت کا نقطہ بھی بڑا پیڑ ہے اس لئے مشاہدات سے مٹھ موز کر احدیتِ صرف کی طرف متوجہ ہے، اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهَی لِذِی فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ

[میں نے سب سے یکسو ہو کر اپنا منہ اس ذات کی طرف کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور میں شرک کرنے والوں

میں سے نہیں ہوں]۔

۱۰ سورۃ آیت



# مکتوب

ارشاد پتہ میر محمد نعمان قدس سرہ کی خدمت میں ظاہر کے اذواق و تلویں اور باطن کی بے رنگی و  
تکلیف کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میرے مخدوم! بچپن ہی سے اس عاجز کی فطرت میں ایک  
جوش و جنون دربعیت کیا گیا ہے اور ابتدائے پیدائش ہی سے اس خاکسار کی طینت کو عشق کے خمیر  
اور جنون کی شراب سے گوندھا گیا ہے لیکن قوتِ مددِ کہ کی کمزوری اور خواہشاتِ طبعی کے غلبہ کے  
باعث وہ اصل فطرت پوشیدہ چیز کی مانند تھی کبھی کبھی ظاہر ہو جاتی تھی اور اکثر اوقات پوشیدہ ہی رہتی  
تھی لیکن اس معنی کا یقین اس کے بعد حاصل ہوا اور ہمیشہ اس کے سر سے یہ آواز آتی رہتی ہے، بیت

دل آراے کہ داری دل درو بند      دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

[دل لگا اپنا اپنے دلبر سے      آنکھ کر بند سارے عالم سے]

اور یہ حقیقت زمانہ کے گزرنے کے ساتھ ساتھ رفتہ رفتہ ظاہر ہوتی شروع ہوتی اور قوی ہونے لگی اور  
آیہ مبارکہ **فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ** [اور بیشک اللہ (تعالیٰ) کا گروہ ہی غالب ہے] کے مصداق ان  
دنوں میں وہ نشہ نئے سرے سے تازہ ہو گیا ہے اور اتنے زور و شور کے ساتھ ظاہر ہوا ہے کہ ایک خاص دیوانگی

دماغ میں سما گئی ہے اور ایک تازہ جنون سر میں پیدا ہو گیا ہے۔ مصرع

در سرم سودائے شیریں دلبرے ست

[میرے سر میں ایک دلکش محبوب کا سودا ہے]

(ع) **جُنُوْنِيْ مِنْ جَبِيْبٍ ذِيْ فُنُوْمٍ** [میرا جنون ایک ذی ثیون جیب (اللہ تعالیٰ) کی وجہ سے ہے]

بیت گذشت ست آنکہ چوں افسردہ چند      دلم بودے بخواب و خورد خورد رسند

کنوں دل را زمان حق پرستی ست      حریف عشق را آغازِ مستی ست

(وہ زمانہ گزر گیا جبکہ میرا دل چند افسردہ لوگوں کی طرح سونے اور کھانے میں ہی خوش رہتا تھا۔ اب تو دل کے لئے حق پرستی کا

زمانہ ہے اور عشق کے حریف کے لئے مستی کا آغاز ہے) یہی وجہ ہے کہ جب قلم ہاتھ میں لیتا ہے کہ کسی عزیز کو کچھ لکھے

اور دعا و توجہ کے لئے درخواست کرے تو اندر سے ایک جوش پیدا ہوتا اور قلم کو کسی دوسری جانب

موردیتا ہے۔ بیت

بلے چوں دل گرفتار ہوائے ست ہے دیگر بچشم اژدھائے ست  
 [بیشک دل چونکہ ایک (محبوب کی) محبت میں گرفتار ہے (اس لئے) اس کی نگاہ میں کوئی دوسرا ماہ (محبوب) اژدھا کی طرح ہے]  
 اور چند غیر مرلوی الفاظ سے خطا کو سیاہ کرتا ہے اور تکلم و مخاطب کے وقت اور حال کا لحاظ نہ کرتے ہوئے  
 اکتاہٹ کا باعث ہوتا ہے، بیت

لیلیٰ و مومے مشکبو ہر کس کہ دیدش مومبو داند کہ زنجیر از چہ رود گردن مجنوں بود  
 [لیلیٰ اور اس کے نوشیوار بالوں کو جب کوئی شخص غور سے دیکھ لیتا ہے تو جان لیتا ہے کہ مجنوں کی گردن میں نینجیر کیوں ہے]  
 پس مخاطبین کو چاہئے کہ براہِ کرم اس قسم کے شوریدہ حال کو معذور رکھیں اور اس کی خامیوں پر نظر نہ کریں،  
 بیچارہ عاشق کیا کرے کہ اسی سے مغلوب ہے اور اسی پر فریفتہ ہے، بیت

مجنوں عشق را دگر امروز حالت ست کا سلام دین لیلیٰ و دیگر ضلالت ست  
 [عشق کے مجنون کی آج کچھ اور ہی حالت ہے کیونکہ لیلیٰ کی فرمانبرداری ہی اسلام ہے اور باقی سب گمراہی ہے] وہ نہیں  
 جانتا کہ ہر شخص کی آرزو الگ ہے اور ہر آنکھ کی بینائی جدا ہے، ایک جماعت کو دنیا کی جھوٹی زیبائشیں  
 منظور ہیں (تو) ایک گروہ کے پیش نظر آخرت کی نعمتیں ہیں (اور) ایک فرقہ کی توجہ مولیٰ تعالیٰ پر ہی لگی ہوئی ہے،  
 بیت تو وطوبیٰ و ما و قامت یار فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

[تجھ کو طوبیٰ کا شوق ہے اور ہمیں یار کے قدر و قامت سے محبت ہے، ہر شخص کی فکر اس کی ہمت کے مطابق ہے]

اب ہم اصل بات شروع کرتے ہیں: عاشق مسکین کبھی وصل پر معرود ہے اور کبھی فصل (جدائی) پر  
 شیدا ہے، کسی وقت دوست کی ہربانیوں اور عنایتوں پر نظر کرتے ہوئے فخر و مباہات کرتا ہے اور کسی دوسرے  
 وقت اپنے کردار و اعمال پر نظر کرتے ہوئے دعا و استغفار کرتا ہے اور کبھی اس مقدس بارگاہ کے ساتھ اپنی کمال  
 نامناسبی کو دیکھتے ہوئے دل گرفتہ اور یائوس ہوتا ہے، بیت

شدتے کہ گفت و شنو با تو رونواد لے بے نصیب گو شتم و لے بے نوالیم

[ایک مدت ہو گئی کہ آپ کے ساتھ بات کرنے اور سننے کا موقع ہاتھ نہیں آیا، میرے کان کیسے بے نصیب ہیں اور میرے  
 لب کیسے بے نوا ہیں] اور بوقتِ نظارہ اپنے شوق اور اس کے اشد شوق کے ساتھ سرور اور امیدوار ہے، بیت

آبادہ گشتہ ام دگر امشب نظارہ را پیوند کردہ ام جگر پارہ پارہ را  
 [آج رات میں دوبارہ نظارہ کے لئے آبادہ ہوا ہوں، میں نے اپنے پارہ پارہ جگر کو پیوند کر لیا ہے] اگر خوش ہے تو اس کے  
 ساتھ خوش ہے اور اگر غمگین ہے تو اس کے ساتھ غمگین ہے، بیت

جاناں غم خود رواند اندر بر من من شادی خود فدائے جاناں کردم

[پہرا محبوب اپنا غم میرے سینے میں دوڑاتا ہے، میں نے اپنی خوشی اپنے محبوب پر قربان کر دی ہے] مختصر یہ کہ (بندہ) اپنی اور نظر کرتے ہوئے بعید ہے اور اس پر نظر کرتے ہوئے قریب ہے، اپنی ذات میں معدوم ولاشتے اور اس (اللہ) پر نظر کرتے ہوئے حقیقی و قائم ہے۔ شعر

إِنِّي لَأَصْمُ إِذَا نُودِيْتُ بِأَسْمِي وَإِذَا نُودِيْتُ بِعَبْدِي لَأَسْمَعُ

[جب مجھے میرے نام کے ساتھ پکارا جائے تو بیشک میں نہیں سنتا اور جب مجھے میرا بندہ کہہ کر پکارا جائے تو ضرور سنتا ہوں] کبھی قاصد (قصد کرتے والا) ہے اور کبھی مقصود (جس کا قصد کیا جائے) اور طالب بھی ہے اور مطلوب بھی، اسی لئے اس کا قلم مختلف رنگوں کے ساتھ رنگین ہے اور اس کے بیان کی ادائیگیاں سمجھ کے اعتبار سے متضاد ہیں، اس کی عبارتیں پیچ در پیچ اور اس کے معاملات بالکل پیچ ہیں، اس پیچ سے کیا کھلے گا اور اس پیچ سے کیا ہو سکے گا، بیت

بگولے یاد آں جہانِ مارا کہ آخر چند سوزی جانِ مارا

[اے ہوا! ہمارے اس جہان (محبوب) سے کہہ دے کہ آخر کیتک تو ہماری جان کو جلاتا رہے گا] طالب ہونے کی حیثیت سے گم کرتے والا ہے اور مطلوب ہونے کی حیثیت سے پانے والا ہے کیونکہ اس (مطلوب ہونے کی) صورت میں

وہ درمیان میں نہیں ہے اور پہلی (طالب ہونے کی) صورت میں وہ درمیان میں ہے، بیت

بوصلش نارسم صد بار از پافگند شوقم پلوتدے کہ تو پر وازم و شارت بلندے آشیانِ ارم

[اس کے وصل تک رسائی سے پہلے میرا شوق مجھ کو سینکڑوں بار بگڑا دیتا ہے کیونکہ میں نیانیا اڑنے والا ہوں اور ایک بلند شاخ پر آشیاں رکھتا ہوں] جانتا چلے کہ کل یومِ ہوئی شانِ [ہر روز وہ نئی شان میں ہے] کے بموجب یہ تمام اختلافات اس کی صورت اور ظاہر کے اعتبار سے ہیں اور اس کی حقیقت و باطن ازلان کما کان [اب بھی ویسا ہی جیسا کہ پہلے تھا] کے مسداق متمکن (مستقل) اور یک رنگی کی حالت میں ہے بلکہ تمکین اور یک رنگی سے گذر کر بے رنگی کے ساتھ مل گیا ہے۔ سبحان اللہ۔ چاہتا تو یہ تھا کہ قلم لے کر اپنی کوتاہیوں کی معذرت کرے (لیکن) کوتاہی پر کوتاہی کا اضافہ ہو گیا، اس کا استغفار خود بہت زیادہ استغفار کا محتاج ہے بیت

یک آتش می نشاند از چشم خوریز کہ سوائے دیگرش زو آتش تیز

[چشمِ خوریز سے ایک آگ کو بھجایا اور دوسری جانب سے تیز آگ بھڑکادی] کیا کرے کہ اس کا مرض لا دوا ہے اور اس کی بیماری شفا کے ناقابل ہے ما بالذات لا ینفک عن الذات [جو چیز ذات کے ساتھ ہے وہ ذات سے جدا نہیں ہوتی] کہاں تک طول کلام کرے اور (آپ کے) وقت شریف کو ضائع کرے۔ بیت

[پہرا محبوب اپنا غم میرے سینے میں دوڑاتا ہے، میں نے اپنی خوشی اپنے محبوب پر قربان کر دی ہے] مختصر یہ کہ (بندہ) اپنی اور نظر کرتے ہوئے بعید ہے اور اس پر نظر کرتے ہوئے قریب ہے، اپنی ذات میں معدوم ولاشتے اور اس (اللہ) پر نظر کرتے ہوئے حتی و قائم ہے۔ شعر

إِنِّي لَأَصْمُ إِذَا نُودِيْتُ بِإِسْمِي وَإِذَا نُودِيْتُ بِعَبْدِي لَأَسْمَعُ

[جب مجھے میرے نام کے ساتھ پکارا جائے تو بیشک میں نہیں سنتا اور جب مجھے میرا بندہ کہہ کر پکارا جائے تو ضرور سنتا ہوں] کبھی قاصد (قصد کرنے والا) ہے اور کبھی مقصود (جس کا قصد کیا جائے) اور طالب بھی ہے اور مطلوب بھی، اسی لئے اس کا قلم مختلف رنگوں کے ساتھ رنگین ہے اور اس کے بیان کی ادائیگیاں سمجھ کے اعتبار سے متضاد ہیں، اس کی عبارتیں پیچ در پیچ اور اس کے معاملات بالکل پیچ ہیں، اس پیچ سے کیا کھلے گا اور اس پیچ سے کیا ہو سکے گا، بیت

بگولے یاد آں جہانِ مارا کہ آخر چند سوزی جانِ مارا

[اے ہوا! ہمارے اس جہان (محبوب) سے کہہ دے کہ آخر کیتک تو ہماری جان کو جلاتا رہے گا] طالب ہونے کی حیثیت سے گم کرتے والا ہے اور مطلوب ہونے کی حیثیت سے پانے والا ہے کیونکہ اس (مطلوب ہونے کی) صورت میں

وہ درمیان میں نہیں ہے اور پہلی (طالب ہونے کی) صورت میں وہ درمیان میں ہے، بیت

بوصلش نارسم صد بار از پافگند شوقم پلوتدے کہ تو پر وازم و شارت بلندے آشیانِ ارم

[اس کے وصل تک رسائی سے پہلے میرا شوق مجھ کو سینکڑوں بار بگڑا دیتا ہے کیونکہ میں نیانیا اڑنے والا ہوں اور ایک بلند شاخ پر آشیاں رکھتا ہوں] جانتا چلے کہ کل یومِ ہھو فی شانِ [ہر روز وہ نئی شان میں ہے] کے بموجب یہ تمام اختلافات اس کی صورت اور ظاہر کے اعتبار سے ہیں اور اس کی حقیقت و باطن ازلان کما کان [اب بھی ویسا ہی جیسا کہ پہلے تھا] کے مسداق متمکن (مستقل) اور یک رنگی کی حالت میں ہے بلکہ تمکین اور یک رنگی سے گذر کر بے رنگی کے ساتھ مل گیا ہے۔ سبحان اللہ۔ چاہتا تو یہ تھا کہ قلم لے کر اپنی کوتاہیوں کی معذرت کرے (لیکن) کوتاہی پر کوتاہی کا اضافہ ہو گیا، اس کا استغفار خود بہت زیادہ استغفار کا محتاج ہے بیت

یک آتش می نشاند از چشم خوریز کہ سوئے دیگرش زو آتش تیز

[چشمِ خوریز سے ایک آگ کو بجھایا اور دوسری جانب سے تیز آگ بھڑکادی] کیا کرے کہ اس کا مرض لا دوا ہے اور اس کی بیماری شفا کے ناقابل ہے ما بالذات لا ینفک عن الذات [جو چیز ذات کے ساتھ ہے وہ ذات سے جدا نہیں ہوتی] کہاں تک طول کلام کرے اور (آپ کے) وقت شریف کو ضائع کرے۔ بیت

عمر بگذشت و حدیث در دیا آخر نشد شب با آخر زندگنیوں کو تہ کنم افسانہ را  
 تمام عمر گذرئی اور ہمارے درد کی داستان ختم نہیں ہوئی، رات ختم ہوئی اس لئے اب افسانہ کو مختصر کرتا ہوں [السلام علیکم  
 و علی من لدیکم] آپ پر اور آپ کے پاس والوں پر سلام ہو۔

۶۶

## مکتوب

شیخ عبد اللطیف لشکر خانی کی خدمت میں وعظ و نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله العلی الاعلیٰ لما یجب رینا و یرضی، والصلوة والسلام علی رسولہ محمد  
 المصطفیٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ و علی آلہ واصحابہ البررة المتقی [تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ  
 کے لئے ہیں جو نہایت اعلیٰ شان والا ہے، ایسی تعریفیں جن کو ہمارا رب پسند فرماتا ہے اور ان سے راضی ہوتا ہے اور  
 اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کی شان میں قرآن پاک میں قاب قوسین او ادنیٰ (دو کمانوں کا  
 فاصلہ یا اس سے بھی کم) آیا ہے اور آپ کی آل واصحاب پر جو نہایت نیک و متقی اور پاک ہیں درود و سلام ہو] پس میں  
 تجھ کو رفیق اعلیٰ (اللہ تعالیٰ) اور ہدایت کی پیروی کی طرف دعوت دیتا ہوں، بیشک تجھے تیرے رب  
 کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے اور توجان لے کہ بلاشبہ اس شخص پر عذاب ہوگا جس نے جھوٹ بولا اور  
 حق (تعالیٰ) سے روگردانی کی تو تجھ کو نفس و شیطان اور خواہشات کے ساتھ جنگ کرنی چاہئے پس  
 میں نے تم کو بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا دیا جس میں وہی شخص داخل ہوگا جو بڑا بدبخت ہے، تجھ کو لازم ہے  
 کہ پرہیزگاری اور تقویٰ اختیار کرے اور مسکینوں اور قربت داروں پر خرچ کرے اور عنقریب اس متقی  
 شخص کو اس (آگ) سے بچا لیا جائے گا جو کہ اپنا مال خرچ کرتا ہے تاکہ تزکیہ و پاکیزگی حاصل ہو۔ اور دنیا  
 کی زمین کی طرف آنکھیں دراز نہ کر اور اس شخص کی طرف مائل بھی نہ ہو جو ظالم اور گمراہ ہے اور قبروں میں  
 جانے اور بوسیدہ ہونے، اور حنبت اور اس کی نعمتوں اور دوزخ اور اس کے عذاب کو مت بھول، اور رات  
 کے وقت جبکہ وہ چھا جائے اور دن میں جبکہ وہ روشن ہو جائے غور و فکر کر، اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کی  
 تعمیل میں جا رہی کر اور جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہے ان سے باز رہ، اور اس دن کی  
 شفاعت کبریٰ کے لئے کوشش کر جبکہ کسی مرد و عورت کو مال و اولاد کچھ نفع نہ دیں گے۔ بیشک یہ  
 باتیں اس شخص کے لئے نصیحت ہیں جو ڈرتا ہے، اور ایسے قلب سے جو ہدایت سے پھرا ہوا اور خواہشا  
 میں پھنسا ہوا ہے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف شکایت ہے، کیا وہ نہیں جانتا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے

اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور بیشک وہ نہایت پوشیدہ اور چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے پس اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس نے پستی سے بلندی کی طرف متوجہ ہو کر ترقی کی اور راتوں کی تاریکیوں میں اپنے گناہوں پر رویا اور جان لیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پہنچتا ہے اور بلاشبہ وہ عرش پر بجلی افروز ہے، اور مخلوق میں اُس کی قدرت کی تاثیر کو دیکھ لیا اور یقین کر لیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی مالدار کرنا اور مفلس بنانا ہے اور منہسانا اور رُلانا ہے اور وہی مارتا اور زندہ کرتا ہے اس وقت اپنے نفس سے فٹا ہو گیا اور اپنے رب سے بقا حاصل کر لی پس وہ نہایت قوت والا ہو گیا کہ جس کی نگاہ کو کبھی نہ ہلکی اور نہ اس نے حد سے تجاوز کیا اور جس کو بہت بڑی مصیبت (قیامت) بھی عملیں نہیں کرے گی اور جس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ جس روز کہ انسان اپنے کئے کو یاد کرے گا اور بیشک اس روز اللہ تعالیٰ اس کو قرب و درجات عنایت فرمائے گا جبکہ دیکھنے والوں کے لئے دوزخ ظاہر کی جائے گی پس اس بلا میں پرہیزگار لوگ رغبت کرتے ہیں اور اچھے لوگ محنت صرف کرتے ہیں۔ والسلام علی من اتبع الهدی والترمذی

متابعة المصطفیٰ علیہ علی الصلوات العلیٰ الی یوم الحزاء [اور اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت پر عمل کیا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو لازم پکڑا، ان پر اور ان کی آل پر قیامت تک اعلیٰ درجہ کی رحمتیں ہوں]۔

## مکتوبات

۶۷

خواجہ دینار کے نام، سرور کائنات خیر مخلوقات علیہ علی الصلوٰۃ والسلام کی نعت اور آپ کی اتباع پر ترغیب کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ [سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو] دونوں جہان کی سعادت کی متلح سید کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی مفوض ہے، اگر دوزخ سے نجات مقصود ہے تو وہ بھی سید الارسل صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے وابستہ ہے اور اگر دارالقراری یعنی جنت میں داخل ہونا ہے تو وہ بھی پیشوائے صالحین کے اتباع پر منحصر ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کا حاصل ہونا ہے تو وہ بھی رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ساتھ مشروط ہے، توبہ و زہد و توکل اور دنیا سے قطع تعلق کرنا آپ کی متابعت کے بغیر مقبول نہیں ہے، اور آپ کے توسل کے بغیر اذکار و افکار و اشواق و اذواق کی امید نہیں کی جاسکتی، اینیاب علیہم السلام آپ کے سرچشمہ آب حیات کے ایک پیالہ سے سیراب و مستفی ہیں اور اولیاء اللہ آپ کے بے پایاں سمندر کے ایک گھونٹ پر قانع اور

منتفع ہیں، فرشتے ان کے طفیلی اور آسمان ان کی حویلی ہے، وجود کارشتہ ان کے ساتھ منسلک اور ایجاد کا سلسلہ ان کے ساتھ مربوط اور بوسیت کا ظہور ان کے ساتھ وابستہ ہے، جملہ کائنات ان ہی کے پیچھے ہے اور کائنات کا بنانے والا اللہ تعالیٰ ان کی رضا کا طالب ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے: اذا طلب رضاك يا محمد [اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تیری رضا چاہتا ہوں] بیت

نماند بعضیاں کسے درگرو کہ دارچتیں سیدے پیش رو

[جس کا امام ایسا سردار ہو وہ شخص گناہوں کے بدلہ میں گروی نہ رہے گا] بیت

فان رسول الله نور سينضاء به مهند من سيوف الله مسلول

[پس بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسا نور ہیں کہ جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کی تلوار اور میں سے میان سے نکلی ہوئی ایک ہندی (عمدہ) تلوار ہیں] صلوات اللہ تعالیٰ وتسليماته وتحياته سبحانه عليه وعلى آله وصحبه كلما ذكره الذكرون وكلما غفل عن ذكره الغافلون صلوة تكون لك رضاء وكحفااء [اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں اور سلامتیاں اور توازشات آپ پر اور آپ کی آل و اصحاب پر ہوں جن تک کہ ذکر کرنے والے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہیں اور جن تک ذکر سے غافل ہوگے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل رہیں ایسی رحمتیں جو اس کے لئے رضا کا باعث ہوں اور اس کے حق کی ادائیگی کا ذریعہ ہوں] پس سعادت مند جو اتوں اور ہوشمند طالبوں پر لازم ہے کہ ظاہر و باطن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں کوشش کریں اور جو چیز اس دولت (اتباع رسول) کے منافی ہے اس سے ظاہر اور باطن کی آنکھ بند کر لیں اور یقینی طور پر جان لیں کہ اگر کوئی شخص ہزار ہا فضائل و خوارق رکھتا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں مستی کرتا ہو تو اس شخص کی صحبت و محبت زہرِ قاتل ہے اور جو شخص کہ ان خوارق و فضائل میں سے کچھ بھی نہ رکھتا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ثابت قدم ہو، اس کی صحبت و محبت نفع دینے والی تریاق ہے بیت

مجال است سعدي کہ راه صفا تو ان رفت جز در پے مصطفیٰ

[اے سعدی! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بغیر پیڑگاری کے راستہ پر چلنا محال ہے] علیہ وعلى آله الصلوات والتسليمات والبركات العلیٰ۔

مکتوبات

ایک سوال یہ تھا کہ سَبَقَتْ رَحْمَتِي غَضَبِي کے بموجب چاہئے کہ اہل رحمت اہل غضب سے زیادہ ہوں حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ دوسرا سوال یہ تھا کہ ایک مختصر عمر کا حساب پچاس ہزار سال میں لینا انصاف سے بعید معلوم ہوتا ہے۔ تیسرا سوال یہ تھا کہ جَعَلَ الْقَلَمَ لِي كَمَقْتَدَاكَ مطابق اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو مجبور یا ناپڑے گا۔ چوتھا سوال یہ تھا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے محبوب ہونے کے باوجود حیرت کی خواہش کیوں کی ہے۔ پانچواں سوال یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ لَمْ يَخْلُقْ مُحَمَّدًا اِلَّا لِي كَأَنَّكَ كَرَّمَ كَرْبِي (ہی نہ کرنا) کس معنی میں ہے۔ چھٹا سوال یہ تھا کہ میت کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے تیسرے روز کھانا اور پھول دینے کی کوئی اصلیت ہے یا نہیں۔ ساتواں سوال یہ تھا کہ سیرزادوں کا وراثت کے طور پر اپنے باپ کی جگہ سجادہ نشین ہونا جائز ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

والہ اجمعین۔ آپ کے گرامی نامے نے جو کہ چند سوالات اور دلکش اشعار پر مشتمل تھا مشرف کیا، اپنی ناقص سمجھ کے مطابق ہر سوال کے حل میں کچھ لکھا جاتا ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ سلامت روی کی توفیق عطا فرمائے دلائل

پہلے سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ سَبَقَتْ رَحْمَتِي غَضَبِي [میری رحمت میرے غضب پر سبقت

کھتی ہے] کا مقتضا یہ ہے کہ اہل رحمت (اعداد میں) اہل غضب سے زیادہ ہوں حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ گنہگار انسانوں اور جنوں کی تعداد ان دونوں گروہ (انسانوں اور جنوں) کے نیکوں سے زیادہ ہے اور شرع کے مکلف یہی دو گروہ (انسان اور جن) ہیں، پس رحمت کا سبقت لے جانا کس طرح درست ہو سکتا ہے اور اس پر کیا اثر مرتب ہوتا ہے؟ — جواب: دنیا میں اللہ تعالیٰ جل شانہ

کی رحمت مومن و کافر دونوں کے شامل حال ہے اور آیہ کریمہ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ [اور میری رحمت

ہر چیز کو محیط ہے] اس معنی پر دلالت کرتی ہے، اور کل بروز قیامت اللہ تعالیٰ کی رحمت مومنوں کے ساتھ

مخصوص ہوگی اور کافراں سے محروم ہوں گے آیہ کریمہ فَسَأَلْتَهُمُ الْدِّیْنَ یَتَّقُونَ وَیُؤْتُونَ الزَّكَاةَ،

[پس میں وہ رحمت ان لوگوں کے لئے ضرور لکھوں گا جو مجھ سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں] اس مضمون کی شاہد

ہے اور رحمت کا غضب پر سبقت رکھنا دنیا میں (مومن و کافر سب کو شامل ہے اور آخرت میں

مومنوں کے ساتھ مخصوص ہے، مومنوں کی ایک جماعت جو کہ گناہوں کے کسب کرنے کی وجہ سے غضب الہی

کی مستحق ہو چکی ہوگی ان کو کمال مہربانی اور رحمت سے بخش دیا اور بہشت میں داخل کر دیا جائے گا۔



ان کے بارے میں رحمتِ الہی غضبِ الہی پر سبقت کرے گی۔ اگر غضب پر رحمت کی سبقت نہ ہو تو ہم جیسے گنہگاروں کو دنیا و آخرت میں نجات کی کوئی امید نہ رہے، یہ سبقتِ رحمت ہی کی وجہ سے ہے کہ ہم اس قدر گناہوں کے بوجھ کے باوجود روئے زمین پر چل پھر رہے ہیں اور ہلاک نہیں ہوتے اور قسم قسم کی نعمتوں سے لذت اندوز ہیں اور کل قیامت کے روز نجات کے امیدوار ہیں۔ اور اگر ہم غضب پر سبقتِ رحمت کا مطلب ان لوگوں کی تعداد کے اعتبار سے لیں جن پر رحمت اور غضب ہوا جیسا کہ سائل کا ذہن اس طرف گیلے ہے تو بھی درست ہے کیونکہ اہل رحمت (سے مراد) اہل طاعت انسان و جن و تمام فرشتے ہیں اور اہل غضب (سے مراد) کافر انسان اور جن ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ فرشتوں کی تعداد انسانوں اور جنوں کی تعداد سے کسی گنا زیادہ ہے اور اہل رحمت کو اہل طاعت انسانوں اور جنوں کے ساتھ مخصوص کرنا اور مانا کہ کرام کو ان میں شامل نہ کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ یہ سب امرِ الہی کے ساتھ مامور اور اہل طاعت ہیں لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا آوَاهُمْ لَعْنًا وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ [اللہ تعالیٰ فرشتوں کو جو کچھ حکم دیتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جس چیز کا ان کو امر کیا جاتا ہے وہ اس کی تعمیل کرتے ہیں] اور جو کوئی بھی امرِ الہی کے ساتھ مامور ہے وہ مکلفین میں سے ہے اور مکلفین کا مطلب یہ لینا کہ اس کے افراد میں اہل طاعات اور گنہگار (دونوں) ہوں ناقابلِ تسلیم ہے اور اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی اہل تکلیف کا ان دونوں (انسان و جن) میں حصر (محدود ہونا) مسلم نہیں ہے، بظاہر انسانوں اور جنوں کے علاوہ مختلف اجناس سے اللہ تعالیٰ کے بہت سے بندے ہیں جن میں اہل طاعت بھی ہیں و گنہگار بھی اور وہ اپنے اپنے عمل کی مناسبت سے عذاب و ثواب دیتے جائیں گے جیسا کہ روایات میں آیا ہے اور اہل رحمت کی تعداد کا زیادہ ہونا ان کے اندازے کے مطابق ہوگا۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ [اور میرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا]

دوسرے سوال کا خلاصہ یہ ہوا کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا جب تک وہ دن ختم نہ ہوگا کوئی نبی یا غیر نبی بہشت میں نہیں جائے گا، ایک مختصر دنیاوی زندگی کا حساب پچاس ہزار سال میں لینا بالخصوص مؤمنوں کا حساب انصاف سے بعید و علوم ہوتا ہے۔

جواب: حساب تو بہت تقویری مدت میں ہو جائے گا۔ بدور السافرہ میں لکھا ہے کہ اس (قیامت کے) دن میں اعمال کے حساب کا فیصلہ ایک ساعت کی مقدار میں ہو جائے گا اور روایت کیا گیا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخلوق کے محاسب کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جس طرح اُن کو دن کے ابتدائی حصہ میں رزق دیا جاتا ہے اسی طرح ایک ساعت میں اُن کا حساب کر لیا جائے گا، اور تفسیر قاضی بیضاوی

۱۰ سورۃ آیت۔ ۱۰ سورۃ آیت۔



تفسیر میں لکھتے ہیں "اور روایت کی گئی ہے کہ بلاشبہ اس دن کے نصف حصہ میں حساب سے فراغت ہو جائے گی پس اہل جنت جنت میں اور اہل دوزخ دوزخ میں چلے جائیں گے" اور اس بارے میں احادیث بکثرت ہیں ان میں سے بعض ذکر کی جاتی ہیں: بدور المسافرہ میں لکھا ہے کہ ابن مبارک و طبرانی و ابن حبان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا قیامت کے روز تمام مخلوق کو جمع کیا جائے گا پس کہا جائے گا کہ اس امت کے فقراء کہاں ہیں؟ وہ کھڑے ہو جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ تم نے کیا عمل کیا ہے؟ پس وہ کہیں گے "لے ہمارے رب! تو نے ہمیں آزمائش میں ڈالا تو ہم نے صبر کیا اور تو نے امور کا والی و مختار غیروں کو بنایا" پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے سچ کہا تو وہ دوسرے لوگوں سے ایک زمانہ پہلے بہشت میں داخل کئے جائیں گے اور اہل مال و جاہ پر ابھی حساب کی شدت باقی رہے گی۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اس دن تو مہین کہاں ہوں گے؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ان کے لئے نور کے منبر رکھے جائیں گے؟ ان پر ابر سے سایہ کیا جائے گا اور یہ دن مومنوں پر کسی ضیافت کے دن کی ایک ساعت سے بھی چھوٹا ہوگا۔ اور ابن جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سعید السواف سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ مجھ کو یہ روایت پہنچی ہے کہ بیشک قیامت کا دن مومنین پر چھوٹا کر دیا جائے گا اتنا کہ عصر و مغرب کے درمیانی وقت کا مانند ہوگا اور وہ جنت کے باغات میں قیلولہ کریں گے یہاں تک کہ لوگ حساب سے فارغ ہو جائیں پس اللہ تعالیٰ کے فرمان اصْحَابِ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مِّنْ نَّارٍ وَّ اَحْسَنُ مَقِيلاً (اہل جنت کے لئے اس دن بہترین ٹھکانا ہوگا اور دوپہر کے لئے بہترین آرامگاہ ہوگی) کا یہی مطلب ہے۔ اور قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہونا ہو سکتا ہے کہ کافروں پر اس دن کی شدت کی وجہ سے ہو۔ قاضی بیضاوی نے اللہ تعالیٰ کے قول فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ اَلْفَ سَنَةٍ الْآیۃ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس دن کی درازی یا تو کفار پر اس دن کی شدت کی وجہ سے ہے یا اس دن میں حالات و محاسبات کی کثرت کی وجہ سے ہے یا یہ کہ وہ حقیقت میں ایسا ہی ہے، اور تفسیر الکواشی میں ہے کہ اس دن کی مقدار کافروں پر اس دن کی شدت کی وجہ سے پچاس ہزار سال ہوگی اور وہ مقدار مومن پر فرض نماز کے وقت کے برابر ہوگی اور اسی تفسیر (الکواشی) میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ (ایک دن میں جس کی مقدار تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال ہے) کی تفسیر میں مذکور ہے کہ یا اس کے معنی یہ ہیں کہ (مخلوق کے) تمام اعمال اور منصوبے قیامت کے دن اس کی طرف لوٹیں گے اور اس دن کی مقدار

۱۔ سورہ ۲۵ آیت ۱۲۔ ۲۔ سورہ ۳۲ آیت ۱۷۔

ذہائے شمالی کے مطابق) ایک ہزار سال کے برابر ہوگی۔ پس اس بنا پر پچاس ہزار سال کے برابر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ یہ دن کافروں پر بہت سخت ہوگا یہاں تک کہ پچاس ہزار سال طویل ہوگا اور مومنوں پر آسان ہوگا حتیٰ کہ فرض نماز ادا کرنے کے وقت کی برابر ہوگا۔ اور بدور السافرہ میں ہے کہ احمد والو بوعلیٰ وابن جان اور سمعی نے سند حسن کے ساتھ ابو سعید سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس دن کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے کہ یہ دن کتنا طویل ہوگا؟ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ یہ دن مومن پر سہل ہوگا حتیٰ کہ اس فرض نماز سے بھی سہل ہوگا جو وہ دنیا میں پڑھتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مومنین پر ظہر و عصر کے درمیانی وقفہ کی برابر ہوگا۔ اور اگر اعتراض کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت سے کوئی چیز انصاف کے خلاف اور ظلم نہیں ہے اگر وہ تمام مخلوق کو دوزخ میں بھیج دے تو یہ کوئی ظلم نہیں ہوگا کیونکہ یہ اپنی ملک و ملک میں اس کا تصرف ہے کسی دوسرے کی ملک میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا ظلم ہے اور وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ مطابق طور پر تمام کائنات کا مالک ہے وہ اپنی ملکیت میں جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے اس سے اس کے کسی فعل کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا جاسکتا اور لوگوں سے ان کے افعال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

تیسرے سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث شریف جف القلم بما ہو کاشن [مسلّم ہر ہونے والی چیز کو لکھ کر خشک ہو گیا] کے مطابق یہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقدر کے ہونے امور پر مجبور ہو پس اس طرح کام معطل ہو جائے گا اور نیز کلّ یوم ھوئی شأن [ہر دن وہ ایک نئی شان میں ہے] وَ یَحْوِی اللّٰهُ مَا یَشَاءُ وَ یُنَبِّئُکُمْ [اللہ تعالیٰ جس حکم کو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے] کے پھر کیا معنی ہوں گے؟

(جواب) جانتا چاہئے کہ حق تعالیٰ نے ازل میں مقدر فرما دیا ہے کہ میں اپنے ارادہ و اختیار سے مختلف اوقات میں ایسا ایسا کروں گا۔ تقدیر ازل کے مطابق حق تعالیٰ ہمیشہ اپنے اختیار کے ساتھ کام میں ہے اور بیکار نہیں ہے اور اس پر کوئی جبر نہیں ہے، یہ تقدیر ازل کے اپنے اختیار سے کروں گا اختیار کی تائید کرنے والی ہے اس کے منافی نہیں ہے اور جس کتاب میں محو اثبات (مٹانا اور ثابت رکھنا) ہوتا ہے وہ لوح محفوظ ہے اور اس کا محو اثبات بھی ازل ہی میں مقدر ہو چکا ہے اور قلم خشک ہو چکا ہے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے وَعِدَّةٌ عَلَّمَ الْکِتَابِ [اسی کے پاس کتاب کا علم ہے] اعتراض کی بنیاد اس آیت مبارکہ پر رکھنا غلطی ہے

۱۔ سورت ۵۵ آیت ۲۹۔ ۲۔ سورت ۱۳ آیت ۳۹

قرآن مجید میں وَعِنْدَہَا اُمُّ الْکِتَابِ (اور اسی کے پاس ام الكتاب ہے)۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ قلم کا خشک ہونا ہمارے اعتبار سے ہے کیونکہ ہم زمانہ (وقت) کے گرفتار ہیں اور حق تعالیٰ کہ جس پر زمانہ جاری نہیں ہے ماضی و مستقبل وازل وابد اس تعالیٰ شانہ کے نزدیک آن واحد ہے پس تقدیر وخلق ایک ہی آن میں واقع ہے مقدم و موخر ہونے کی اس بارگاہ میں گنجائش نہیں ہے۔

چوتھے سوال کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقامِ محبوبیت حاصل ہونے کے باوجود مقامِ حیرت کی آرزو کیوں کی ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: رَبِّ زِدْنِي تَحِيْرًا فَيَا رَبِّ لِي مِثْرًا فَيَا رَبِّ لِي مِثْرًا فَيَا رَبِّ لِي مِثْرًا (جواب) جاننا چاہئے کہ حیرت معرفت سے کیا ہے اسے فرمہم باللہ اشدّ تَحِيْرًا فَيَا رَبِّ لِي مِثْرًا فَيَا رَبِّ لِي مِثْرًا فَيَا رَبِّ لِي مِثْرًا (اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ معرفت والا اس کے بارے میں سب سے زیادہ تحیر والا ہوگا) پس زیادتی تحیر کا سوال کرنا زیادتی معرفت کا سوال کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی کوئی انتہا نہیں ہے مجہین و محبوبین سب ہی معرفت کی زیادتی کے طالب ہیں۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ معرفت کا حق ادا ہو سکتا ہے اور معرفت کی کوئی انتہا ہے تو ہو سکتا ہے کہ (زیادتی تحیر کے) اس سوال کے بعد کمال معرفت کے ایسے درجے پر پہنچے ہوں جس کے اوپر اور کسی درجے کا تصور نہیں کیا جاسکتا، یا یہ دعا امت کی تعلیم کے لئے ہو۔

پانچویں سوال کا جواب: میرے مخدوم! کمالِ محبت کا مقنا محب و محبوب کے درمیان سے دوئی کا دور ہو جانا اور بشریت و امکان اور ان دونوں کے احکام سے پوری طرح آزاد ہو جانا ہے کیونکہ جس قدر امکان و بشریت ممکن میں باقی ہے اسی قدر وہ مطلوب کے لئے حجاب ہے اور دوئی سے خالی اور دور ہونا ممکن نہیں ہے چنانچہ شیخ عطارؒ نے فرمایا ہے بیت

نمی بینی کہ شاہے چوں پیمبر نیافت او فقر کل تورنج کم بر

(کیا تو نہیں دیکھتا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسی عظیم مستی کو کمال فقر (انقطاع کلی) حاصل نہیں ہوا اس لئے تو بھی رنجیدہ نہ ہو) اسی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوگا: يَا أَيُّهَا رَبِّ مُحَمَّدٍ لَمْ يَخْلُقْ مُحَمَّدًا (کاش کہ محمدؐ کا رب محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا نہ کرتا) اور نیز فرمایا لا اِحْصَى ثَنَاءَ عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَنْتَ عَلَيَّ نَفْسِكَ [میں تیری ثنا کا احاطہ نہیں کر سکتا تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تو نے اپنی تعریف خود کی ہے] اس لئے کہ جس قدر ممکن و امکان باقی ہے واجب لذاتہ کی کما حقہ ثنا کرنے سے عاجز ہے اور چونکہ معروف میں فنا ہونا ہی معرفت ہے پس

معرفت کا حق حاصل نہیں ہوگا چونکہ فنا کا کمال روئی کا دور ہو جانا ہے جو کہ وجوب ذاتی کو مستلزم ہے اسی لئے (حدیث شریف میں) مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ (ہم نے تجھ کو نہیں پہچانا جیسا کہ تیرے پہچاننے کا حق ہے) وارد ہوا ہے۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونے میں کلام ہے اور (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا) کلینی یا حمیرا (لے عائشہ! مجھ سے بات کر) فرمانا کسی قوی کیفیت و روئے وقت کیونکہ وجود اس برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور اس وقت چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو دوسرے امور میں مشغول رکھے تاکہ اس بارے کچھ دیر کے لئے ہلکا ہو جائے اور تباہی و بربادی میں نہ پڑ جائے حضرت مولوی رومی فرماتے ہیں بیت

این تکلفیائے من در شعر من کلینی یا حمیرائے من است

(میرے اشعار میں جو میرے تکلفات ہیں یہ میرے لئے کلینی یا حمیرا کا مصداق ہیں) منقول ہے کہ حضرت عبداللہ اصطخری سگ بانوں کے ہمراہ سیر و تفریح کے لئے صحرا میں جاتے تھے تاکہ کچھ دیر اپنے وجود کے بارے آرام حاصل کر لیں۔

چھٹے سوال کا حاصل یہ ہے کہ میت کی روح کو (ثواب) پہنچانے کے لئے تیسرے یا

دسویں روز کھانا کھانا اور تیسرے روز پھول دینا کہاں سے ثابت ہے۔ (جواب) میرے مخدوم! کسی رسم اور ریا (دکھاوا) کے بغیر اللہ تعالیٰ کے لئے کھانا کھلانا اور اس کا ثواب میت کو بخشنا بہت اچھی بات اور بڑی عبادت ہے لیکن وقت معین کرنے کی کوئی قابل اعتماد اصل ظاہر نہیں ہوتی اور تیسرے روز ضرور کو پھول دینا بدعت ہے البتہ عورتوں میں سوگ کو ڈور کرنے کے لئے تیسرے روز کوئی خوشبو لانا روایتوں میں آیا ہے کیونکہ میت کی منکوحہ کے علاوہ باقی رشتہ داروں میں سے کسی کو تین دن سے زیادہ سوگ کرنا شرعاً جائز نہیں ہے پس تیسرے روز خوشبو لائیں تاکہ میت کی منکوحہ کے علاوہ باقی عورتیں سوگ ختم کریں۔

ساتویں سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ "آپ نے ان پیر نادوں کے بارے میں پوچھا ہے جو

وراثت کے طور پر باپ کی جگہ سجادہ نشین ہو جاتے ہیں اور لوگوں کو مرید کرتے ہیں" (جواب) میرے مخدوم! ایسے باپ کی جائشینی کے لئے جو کہ مقتدا (پیر) ہو معنوی وراثت ہوتی چاہئے جو کہ معنوی ولادت سے وابستہ ہے جس سے مراد باپ کے کمالات کے ساتھ متحقق ہونا ہے۔ ظاہری ولادت کا نتیجہ ظاہری وراثت ہے جو کہ باپ کے مال و متاع کا حاصل کرنا ہے نہ کہ معنوی وراثت کا حاصل کرنا جو کہ ارشاد و تکمیل ہے پس محض ولادتِ صوری کی وجہ سے ولادتِ معنوی میں دخل دینا خطرناک ہے،

رسمی پیری و مریدی سے کوئی کام نہیں بنتا۔ اور آپ نے لڑکے (زبا بالغ) کے بارے میں جو سوال کیا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی کامل اپنی فراست باطنی سے یہ معلوم کر لے کہ اس بچے سے بالغ ہونے کے بعد اس معاملہ کا انتظام ہو جائے گا اور وہ معنوی وراثت حاصل کر لے گا اور لوگوں کو اس سے بیعت کرادے اور اس بچے کو اپنا جانشین بنادے تو گنجائش ہے، والسلام علیکم (اور آپ پر سلامتی ہو)۔

## مکتوبات

خواجہ مومن جذبی کے نام فنا و عدم اور وجود فنا و وجود عدم کی تحقیق اور ان کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد کمالات انتساب خواجہ محمد مومن جذبی کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ کے مکتوب گرامی کے مطالعہ سے شاداں و سرور ہوا، اُس میں درج تھا کہ حضرت صاحبزادہ کلاں نے مجھ کو ایک بشارت لکھی ہے تو بھی اس بارے میں متوجہ ہو کر کچھ تحریر کر۔ میرے مجدد! جس بارے میں کہ انھوں نے تحریر فرمایا ہے اس امر میں کسی دوسرے کو لکھنے یا توجہ کرنے کی کیا ضرورت ہے، جو شخص کہ قطب الاقطاب (حضرت مجدد الف ثانی) قدس اللہ سبحانہ لہ سرہ الاقدس کی خدمت و صحبت میں صدق دل سے پہنچا ہے، اس قسم کا امر اور دوسرے امور جو کہ آپ نے لکھے اور ان کے صحیح و غیر صحیح ہونے کے بارے میں دریافت فرمایا ہے اس کے حق میں کیا بعید ہیں، آپ خود بھی، حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس) کے مقبولین میں سے ہیں آپ کے بارے میں اس سے بھی زیادہ کی توقع کی جاتی ہے، ہمت کو بلند رکھیں اور اوقات کو (ازکار و اشغال سلسلہ سے) آباد رکھیں، جن بعض چیزوں کے متعلق آج پردہ نہیں اٹھایا گیا ہے امید ہے کہ کو ان کے چہرہ سے پردہ اٹھا دیا جائے، کثرت قبض کے باعث دل تنگ نہ ہوں بطریق کمال بسط و لقاء (مشاہدہ) کا مقام آگے آنے والا ہے، امیدوار ہیں فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (پس بیشک تنگی کے ساتھ کشادگی ہے بیشک تنگی کے ساتھ کشادگی ہے) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک تنگی دو آسانیوں پر ہرگز غالب نہیں ہوگی۔

ان دنوں فنا و عدم کے معنی کی تحقیق اور دونوں میں فرق کے بارے میں ایک توضیح تحریر کی گئی تھی جس کا جاننا اس راستہ کے طالب کے لئے ضروری ہے، چونکہ وہ آپ کے مطلب کے ساتھ ایک طرح کی مناسبت رکھتی ہے (اس لئے) اُس کو بھی اس مکتوب میں درج کر دیا ہے غور سے سنیں :-

عدم جو اس سلسلہ عالیہ کے اکابر کی عبارتوں میں آتا رہتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جو اسم الہی جل سلطانہ عارف کا مبداء تعین ہے اس اسم الہی کی مستی کا پردوں کے پیچھے سے سالک کی قوتِ مدبرکہ پر جذب و محبت کی راہ سے اس طرح وارد ہونا ہے کہ سالک کی مستی اُس کے پہلو میں چھپ جائے اور سالک اپنے آپ کو اور اپنی صفات کو گم کر دے اور نہ پائے۔ اور وجودِ عدم سے مراد اُس مستی (اسم الہی) کے ساتھ متحقق ہونا ہے یعنی (وجودِ عدم سے مراد) رہ جود اور بقا ہے جو کہ عدم پر مرتب ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وجودِ عدم سے مراد حالتِ عدمیہ کے ساتھ متحقق ہونا ہو، یعنی سالک میں صفتِ عدم کا پیدا ہونا اور یہ عدم اور وجودِ عدم پہلے معنی کے لحاظ سے جذبہ کی جہت میں فنا و بقا ہے اس ظہور کو دوام نہیں ہے پس جو فنا و بقا اس پر مرتب ہوگی وہ بھی دائمی نہیں ہوگی اور وجودِ بشریت کی طرف عود کرنے سے محفوظ نہ ہوگی جب تک وہ ظہور کا سن (ہو رہا) ہے سالک کی مستی پوشیدہ ہے اور جب وہ ظہور پوشیدہ ہو جائے گا، بشریت کا وجود لوٹ آئے گا۔ فنائے حقیقی سے مراد عارف پر مطلوب کی مستی کا غالب آنا ہے کہ عارف اپنے اخلاق و اوصاف کو مطلوب کے اخلاق و اوصاف کا پرتو پائے یہاں تک کہ اپنے سب اخلاق و اوصاف کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں پوری طرح حوالہ کر دے اور ہر قسم کے انتسابات سے خالی ہو جائے اور کوئی نسبت بھی اس کی طرف راہ نہ پائے۔ وجودِ فنا اُس بقا سے عبارت ہے جو اس فنا پر مرتب ہوتی ہے اور (سالک) ولادتِ ثانیہ کے ساتھ وہی وجود سے موجود ہو جاتا ہے، اس فنا اور بقا کے لئے دوام لازم ہے اور وجودِ بشریت کی طرف عود کرنے سے محفوظ ہے۔ پہلی صورت میں سالک کا پوشیدہ ہو جانا ہے اور دوسری صورت میں سالک کا نفی ہونا ہے اور ان دونوں میں بہت زیادہ فرق ہے اس لئے کہ چھپی ہوئی چیز کبھی کبھی ظاہر ہو جاتی اور عود کر آتی ہے اور جو چیز نائل ہوگئی وہ عود نہیں کرتی، پہلی قسم کی فنا مقصود نہیں اور ولایت اس سے وابستہ نہیں ہے اور دوسری قسم کی فنا مقصود ہے اور ولایت اس کے ساتھ مشروط ہے، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ طالبِ پہلی قسم کی فنا کو دوسری قسم کی فنا کے ساتھ خلط ملط کر دیتا ہے اور خود کو وجودِ عدم کے ساتھ حقیقی فانی تصور کرتا اور کامل جانتا ہے اور اس کو اُس فرق کی طرف ہدایت حاصل نہیں ہوتی اور یہ مقام بھی منجملہ ان مقامات کے ہے جن میں سالک کا قدم ڈگمگا جاتا ہے، اس حالت میں اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کی عنایت سے ایسا پیر کامل و مکمل ہونا چاہئے جو کہ جذبہ و سلوک دونوں طریقوں سے تربیت پا کر اس راستہ کی انتہا تک پہنچا ہوا ہوتا کہ اس بیچارے بے دست و پا کو اس گرداب سے نجات دلائے اور اس کے نقص کی نشاندہی کرے اور فنائے حقیقی کی طرف رہنمائی کرے۔

اگر کہیں کہ جب مطلوب کی مستی کا ظہور دونوں صورتوں میں ہوتا ہے تو پھر ایک صورت کو



روام کیوں ہوگا اور دوسری صورت کو دوام کیوں نہیں ہوگا اور ایک صورت عارف سے انتسابات کا ازالہ اور ولایت کا اثبات کیوں کرتی ہے اور دوسری صورت ایسا کیوں نہیں کرتی؟ (اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ پہلی صورت میں جس کو کہ عدم سے تعبیر کرتے ہیں طالب ابھی تک مطلوب سے وصل نہیں ہوا اور چونکہ اس کا جذبہ سلوک میں ضم نہیں ہوا اور اس نے مقام قلب سے ترقی نہیں کی اور قلب کے مقلب (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ وصل نہیں ہوا (اس لئے) وہ حجابات درمیان میں رکھتا ہے لیکن جذبہ و محبت کے راستہ سے اندراج النہایت فی البدرایت (ابتدا کے انتہا میں درج ہونے) کے طریق پر مطلوب کا پر تو پر دوں کے پیچھے سے اس کے باطن پر چمکتا ہے اور اس کو اپنے آپ سے بے خود کر دیتا ہے اور چونکہ پردے درمیان میں ہیں اس لئے یہ قنایت دوام قبول نہیں کرتی اور وجود بشریت کی طرف عود کرنے سے محفوظ نہیں ہوتی، اور ظہور پردے کے اندر ہوتا ہے۔ اور نیز چونکہ ظاہر مطلوب کے ظلال میں سے ایک ظل اور اس کے نمونوں میں سے ایک نمونہ ہے نہ کہ عین مطلوب، اور ظل و نمونہ کو اس قدر قوت نہیں ہے کہ سالک کے اوصاف و انتسابات کو سلب کر سکے اور فنا سے حقیقی تک پہنچا سکے پس سالک اس وقت میں اپنے اوصاف و منتسابات سے باہر نہیں ہوتا اور حقیقی فنا تک نہیں پہنچتا، اور ولایت چونکہ جذبہ و سلوک کے مجموعہ کے ساتھ وابستہ ہے نہ کہ محض جذبہ کے ساتھ، اس لئے ولایت کا نام اس پر صادق نہیں آتا اور دوسری صورت میں عارف قلب کے مقام سے نکل کر مقلب قلب (حق تعالیٰ) کے ساتھ جا ملتا ہے اور جذبہ و سلوک کے کام کو انجام تک پہنچا کر مقصود کو بے حجاب اپنی آغوش میں کھینچ لیتا ہے لازمی طور پر اس کے حق میں ظہور دائمی ہے اور عود نہ کور سے محفوظ ہے کیونکہ کوئی پردہ درمیان میں نہیں رہا ہے کہ جس سے محبوب ہونا متصور ہوتا اور چونکہ وہ وجود کمالات جو ممکن کے ساتھ منسوب ہیں مطلوب کے وجود کمالات کے ظلال ہیں کہ جن کو ممکن نے مطاب سے غیبت (پوشیدگی) کے وقت اپنے کمالات سمجھ لیا تھا اور امانت میں خیانت کی تھی اس لئے برابری کا دعویٰ ظاہر کیا تھا اور اصل کے ظہور کے وقت ظل کو محو اور لاشے ہونے اور اصل کے ساتھ مل جانے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے (اس لئے) عارف بھی اس وقت ظلال کو اصل کے حوالہ کر کے اور تمام انتسابات سے خالی ہو کر صحرائے عدم کی طرف اپنا ساہاں لے جائے گا اور حقیقی فنا سے مشرف ہو کر اس فنا و بقا کے ساتھ جو اس پر مترتب ہوتی ہے ولایت کا نام اپنے اوپر درست کرے گا اور یہ عاریتی دید اور اصل کے سپرد کرنا بجلی صفات سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا کمال بجلی ذات کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ ہر مقام کی تکمیل اس مقام سے گذر جانے پر موقوف ہے۔

# مکتوب ۱۳

حافظ محمد شریف کے نام، مطلوب (حق تعالیٰ) کی عظمت اور اسم مبارک اللہ کی بزرگی کے بارے میں تحریر فرمایا۔  
حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ آپ کو کمال کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز فرمائے۔ اے شفقت آثار! مطلوب حقیقی  
چونکہ تصور و فہم سے بالاتر ہے اور فکر و عقل سے ماورائے ہے، اس مقدس بارگاہ میں معرفت عدم معرفت ہے  
اور علم جہل ہے۔ جب وہ جلوہ فرماتا ہے بیچارہ طالب عدم کا رخ کرتا ہے بیت

گیرم کہ بغمخانہ مایا رخسارم کو حوصلہ و طاقت دیدار کہ دار

[میں مانتا ہوں کہ ہمارے غمخانہ دل میں محبوب خوش خرام ہے لیکن اس دیدار کا حوصلہ و طاقت کس کو ہے] پس اس کا طالب  
سوائے اس کے کہ ہجر کے ساتھ قرار پکڑے اور ناامیدی سے آرام حاصل کرے اور کوئی چارہ نہیں رکھتا، بیت

عاشقاں را نصیب از معشوق جز خرابی و جاں گدازی نیست

[عاشقوں کو معشوق سے سوائے خرابی اور جان کو پگھلانے کے اور کچھ نصیب نہیں ہے] اور جو دردِ مویہوب کے بعد  
اگر اس کو علم و شعور میں واپس لے آئے تو وہ مطلوب کو اپنی استعداد اور یافت کے مطابق پائے گا اور اپنے  
حوصلہ و طاقت سے زیادہ بھاگ دوڑ نہیں کرے گا کیونکہ مفید اگرچہ اپنے گمان میں تمام قیود سے آزاد ہو جائے  
وہ پوری طرح آزاد نہیں ہو سکتا پس نایافت (نارسائی) ہر وقت اس کی دامتگبر ہے اور ناامیدی ہمیشہ  
اُس کا تقدیر وقت ہے، بیت

ہمہ صبح وصل جو یاں من و شام ناامیدی کہ سیاہ بخت ہجر شب من سحر ندارد

[تمام لوگ وصل کی صبح کو ڈھونڈتے ہیں (لیکن) میں ہوں اور شام ناامیدی ہے کیونکہ میں ہجر کا مارا ہوا سیاہ بخت  
ہوں اس لئے پھیری رات کی صبح نہیں ہوتی]۔ درد مند عاشق کے لئے آرام نہیں ہے اور وہ کسی قسم کا بھی قرار  
نہیں رکھتا اور دُوری کی آگ سے اس کا سینہ ہمیشہ جلتا رہتا ہے اور وہ جدائی کے غم سے ہمیشہ زخمی جگر  
رہتا ہے۔ جب محبوبوں کے سردار سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دائمی حزن اور متواتر فکر کے ساتھ  
موصوف ہوں پھر دوسروں کا تو ذکر ہی کیا ہے، اور ظلال و اعتبارات کے ساتھ آرام حاصل کرنا اُس پاک ذات  
ساتھ آرام حاصل کرنا نہیں ہے، ذات سے محبت کرنے والا اس (ظلال و اعتبارات) کے ساتھ خوش نہیں ہوتا۔  
اور اُس ذات (جل سلطانہ) کا بزرگ نام لفظ مبارک "اللہ" ہے گویا کہ یہ اپنے مسعی کے عدم دریافت  
(نہ پانے) کی نشاندہی کرتا ہے، معرفہ کا لام چونکہ اللہ کے لام کے ساتھ مل کر اُس میں مدغم اور لاشے ہو گیا ہے

اور وہی اللہ کا لام باقی رہ گیا ہے شاید کہ اس ضمن میں اس طرف اشارہ ہے کہ جب معرفت اس پاک ذات (صل شانہ) کے ساتھ ہستی ہو جاتی ہے اور فانی و مستہلک ہو جاتی ہے تو معروف (حق تعالیٰ) کے سوا بغیر کمی و بیشی کے کچھ باقی نہیں رہتا اور جب معرفت نہ رہی تو عارف بھی عدم سے جا ملا کیونکہ علم کو عالم کے ساتھ اتحاد ہے، اس اسم مبارک (اللہ) کی عظمت ہی ہے کہ اکابر علماء اس میں حیران و متحیر رہ گئے اور اس کی کنہ (حقیقت) تک نہیں پہنچ سکے تو اس کے معنی کی کنہ تک کس طرح پہنچ سکتے ہیں۔ مصرع

چونام این ست نام آور چه باشد

(جب نام یہ ہے تو نام والا کیسا ہوگا) ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ اسم (اللہ) سریانی (زبان کا لفظ) ہے اور ایک دوسری جماعت اس پر ہے کہ یہ عربی نام ہے اور اس کے عربی لفظ ہونے کی صورت میں بعض کے نزدیک یہ لفظ جامد ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مشتق ہے اور اگر مشتق ہے تو یہ تحقیق کے ساتھ معلوم نہیں ہے کہ اس کا مادہ اللہ لام کی فتح (زیر) سے ہے جو کہ عجب کے معنی میں ہے یا آلہ لام کی کسرہ (زیر) سے ہے جس کے معنی تَحْوِیْر کے ہیں یا اَلْهَتْ اِلَى فُلَانٍ سے ہے، ای سکتت الیہ (مجھے فلاں شخص سے سکون حاصل ہوا) یا اَلَّ سے جبکہ وہ کسی ایسے امر سے ڈرا جو اس کو پیش آیا، یا اَلَّ الْفَصِیْلُ سے ہے اِذَا وُلِعَ بِأُمَّہِ [یعنی اونٹنی کا بچہ جو اپنی ماں سے جدا ہو گیا ہے جبکہ وہ اپنی ماں کا والہ و شیفتہ ہو جائے] یا وَلَّہ سے جبکہ متحیر اور محبوط (بدحواس) ہوا، مشتق ہے اور ایک جماعت کہتی ہے کہ اس کی اصل کَاہ ہے مصدر کَاہَ یَلْبَسُ لَبَیْہَا، جبکہ وہ پوشیدہ اور مرتفع (دور) ہو جائے اور بعض علماء اس پر ہیں کہ یہ اسم علیہ ذات ہے اور بعض اس پر ہیں کہ اصل میں یہ صفت ہے جو ذات تعالیٰ پر غالب آگئی ہے اور اسم علم کا حکم اختیار کر لیا ہے جیسا کہ الثریا۔ مختصر یہ ہے کہ اس (اسم) کی بزرگی اور اس کی حقیقت کو نہ پانا اس کے معنی کی بزرگی اور اس کی عدم یافت کی دلیل ہے۔ بیت

اللہ چه لفظ یا چه نام است کو در زبان خاص و عام ست

[اسد کیا اچھا، لفظ یا کیسا (اچھا) نام ہے کہ یہ ہر خاص و عام کے در زبان ہے]



بعض نصیحتوں کے بارے میں جو کہ اس راستہ کے طالب کے لئے لازمی ہیں اور نماز کے کچھ کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّکُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاتِیَ یَوْمًا لَا تَلٰہُ

مِنَ اللّٰهِ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّالٍ يَوْمَئِذٍ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيرٍ ﴿۱﴾ اپنے رب کا حکم مان لو قبل اس کے کہ وہ دلائل آپنیجے جس کے ٹلنے کی کوئی صورت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے، نہ تم کو اس دن کوئی پناہ ملے گی اور نہ تمہارے بارے میں (اللہ تعالیٰ سے) کوئی روک ٹوک کرنے والا ہوگا۔

آپ نے جو مکتوب گرامی برادر مولانا محمد حنیف کے ہمراہ بھیجا تھا اور گوشہ گننامی کے گننام کو یاد کیا تھا اس کے مطالعہ نے بہت زیادہ مسرور کیا۔ اور چونکہ آپ کا یہ خط مطلوب بے مثال کے شوق اور گرمی طلب کی خریدنے والا تھا مزید خوشی کا باعث ہوا۔ یہ کس قدر نعمت ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ ایسے وقت میں جو کہ آخری زمانہ اپنی پاک بارگاہ کا سودا کسی بندے کے سر میں پیدا کرے اور اپنی محبت کی آگ اس کے باطن میں روشن کرے اور اس کو ہجر کے سوز سے سرفراز کرے، اس نعمت عظمیٰ کا شکر بجالانا اور اس بخشش کا احسان ماننا چاہئے اور کرمیت کو مضبوطی سے کس کر رکھنے میں قنید (کیا اور بھی ہے) کہتے ہوئے اس کیفیت کی زیادتی کا متلاشی ہونا چاہئے اور نگاہ انتظار اس بات پر رکھنی چاہئے کہ یہ مذکورہ سودا جنوں کی حد تک پہنچ جائے اور مطلوب کے ماسوا سے بیگانہ کر دے اور فضول کاموں کی کشمکش سے رہائی دے اور محبت کے شعلہ سے انانیت (پسین) کے میتارہ کو جو کہ نفس امارہ کی سرکشی کی بلندی کی وجہ سے قائم ہے پوری طرح جلا دے تاکہ لازوال کمال کے انوار سے نورانیت و ضیاء ظاہر ہو، لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ﴿۱﴾ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو اور زیادہ دوں گا۔

لے سعادت آتار! جب آپ کو ان اکابر کے طریقہ کا شوق حاصل ہوا ہے تو چاہئے کہ اس سلسلہ عالیہ کے شرائط و آداب میں حتی الامکان کوشش کریں اور سنت کا ابتلاء اور بدعت سے کنارہ کشی لازم پکڑیں کہ اس راستہ کا انحصار اسی پر ہے اور اقوال و افعال و اخلاص میں دیندار علماء کے فتویٰ کے مطابق زندگی بسر کریں اور صالحین کے عادات و اطوار کو اپنا شعار بنائیں اور فقرا کو دوست رکھیں اور سونے، کھانے اور بات کرنے میں اعتدال کی حد کو بد نظر رکھیں اور جہان تک ہو سکے صبح بہت سویرے نہج کے وقت لٹھنے کو ترک نہ کریں اور اُس وقت کی نماز و استغفار و گریہ و تیری کو غنیمت جانیں اور نیک لوگوں کی صحبت کی رغبت رکھیں، دین المرادین خلیلہ (آدمی کا دین وہی ہوتا ہے جو اس کے دوست کا ہوتا ہے) (کا مقولہ) آپ نے سنا ہوگا۔ اور جاننا چاہئے کہ آخرت کے طالب کو دنیا ترک کے بغیر چارہ نہیں ہے اگر حقیقی ترک میسر نہ ہو تو حکمی ترک ضروری ہے تاکہ نجات کی امید پیدا ہو۔ اور حکمی ترک سے مراد یہ ہے کہ بڑھنے والے اموال اور چرنے والے جانوروں اور تجارت کے مال میں سے زکوٰۃ جس کی مقدار شرع (حدیث و فقہ) کی کتابوں میں مفصل مذکور ہے اللہ تعالیٰ کا احسان مانتے ہوئے اس کے مصارف میں دیں، اور صلہ رحم، پڑوسی، اور سوال کرنے والے لے سورۃ آیت ۴۰۔ ۴۱۔ سورۃ آیت ۳۔ سورۃ آیت ۳۰۔ سورۃ آیت ۳۱۔

اور قرعہ مانگنے والے کے حق کی رعایت کریں اور مال کو بیجا خرچ نہ کریں اور اس میں فضول خرچی نہ کریں اور اس (مال) کو لہو و لعب، زینتِ خلق اور تفاخر و تکاثر کا ذریعہ نہ بنائیں۔ جب اس پر عمل کیا جائے گا تو مال نقصان و ضرر سے محفوظ رہے گا اور دنیا آخرت کے ساتھ جمع ہو جائے گی بلکہ وہ دنیا نہیں رہے گی۔ اور نیز جانتا چاہئے کہ نماز دین کا ستون ہے اگر اس کو قائم کر لیا تو دین کو قائم کر لیا اور اگر اس کو گرایا تو دین کو گرایا پس چاہئے کہ نماز کو اس کے مستحب اوقات میں اس کے شرائط و آداب کے ساتھ جو کہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں باجماعت ادا کریں اور کوشش کریں کہ تکبیر اولیٰ مل جائے اور پہلی صف میں جگہ پائیں اور ان امور (آداب) میں سے کسی ایک امر کے ترک پر غم و افسوس کیا کریں، کامل نمازی اس (نماز) کے ادا کرتے وقت گویا دنیا سے جو کہ قرب کی دولت سے بہت کم حصہ رکھتی ہے اور جو کچھ حصہ رکھتی ہے وہ بھی قُربِ ظلمی ہے نکل جاتا ہے اور آخرت کے ساتھ جو کہ قربِ اصلی کی جگہ ہے مل جاتا ہے اور جو دولت اس عالم کے ساتھ وابستہ ہے اس سے مناسبت حاصل کر لیتا ہے اور حیرت و فراق کی وادی کے پیاسے اس عالم میں نماز کے صاف و شیریں چشمہ سے مانوس اور سیلاب ہیں اور بارگاہِ جلال و کبریائی کے شیدائی آج اس کی محفلِ عروسی کے سراپوہ میں وصال کی خوشبو سے مدہوش ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس کے اور اس کے رب کے درمیان سے حجابات اٹھا دیئے جاتے ہیں اور جو عین اس کا استقبال کرتی رہتی ہے جب تک کہ ریتھ نہ پھینکے۔ اور اس طریقہ کے کسی کامل و مکمل شیخ کی صحبت میں پہنچے تک (اپنے) اوقات کو تلاوت (قرآن مجید) اور طاعات کے معمولات و اوراد میں جو احادیث کی معتبر کتابوں سے ثابت ہیں بسر کریں، اس قسم کے بعض اوراد و اعمال کے معمولات کو اس فقیر نے جمع کیا ہے غالباً ملام محمد حنیف کے پاس ہوں گے۔ اور اپنے اکثر اوقات کو کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی تکرار کے ساتھ معمور رکھیں کہ یہ باطن کی پاکیزگی کے لئے کامل اثر رکھتا ہے اور اس کلمہ مبارک کی ایک معین تعداد کو ورد بنالیں تو اس کی بھی گنجائش ہے اور طہارت (وضو) کے ساتھ اور بے طہارت (بے وضو یعنی ہر حالت میں) پڑھتے رہیں اور ان اکابر (صوفیائے کرام) کی محبت کو سعادت کا سرمایہ جانیں اور کام بردار اسی پر جائیں سے

داریم ترا ز گنج مقصود نشان گرمانہ رسیدیم تو شاید برسی

(ہم نے تجھ کو گنج مقصود کی نشان دہی کر دی ہے، اگر ہم نہیں پہنچے تو شاید تو پہنچ جائے) سلامتی ہو تم پر اور ان تمام لوگوں پر جنہوں نے ہدایت کی پیروی کی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و علی جمیع الانبیاء والمرسلین والسلامۃ وسائر الصالحین کی پیروی کا التزام کیا۔ آمین۔

## مکتوب ۱۵

میرضیاء الدین حسین کی خدمت میں اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس رشتہ کا سب سے بڑا حجاب طالب کا نفس ہے۔  
 الحمد للہ و سلام علی عباده الذین اصطفیٰ (سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہے) انت الغمامۃ علی شمسک (تو خود ہی) اپنے سورج پر بادل ہے) طالب و مطلوب کے درمیان سب سے بڑا حجاب طالب کا نفس اور اس کا اپنے ارادوں اور تدبیر کے ساتھ مشغول ہونا ہی مصرع  
 در تو یک یک آرزو ابلیس تست

[تیرے اندر کی ایک ایک خواہش تیرا ابلیس (شیطان) ہے] دم نفسک و تعالیٰ [اپنے نفس کو ترک کر اور آجا] مصرع  
 بانا رسیہ نشین و یا خود منشین

[کالے سانپ کے ساتھ بیٹھ کر اپنے نفس کے ساتھ مت بیٹھ] والسلام اولاً و آخراً۔

## مکتوب ۱۶

میر معصوم کے نام، اس بارے میں تحریر فرمایا کہ صوفی کائن بائن ہوتا ہے۔

سَلَامٌ عَلَیْكُمْ طِبْنُمْ فَاَدْخَلُوْهَا خَالِدِیْنَ (تم پر سلامتی ہو اور تم خوش رہو پس اس (جنت) میں ہمیشہ رہنے کے لئے داخل ہو جاؤ) قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ (آپ کہہ دیجئے کہ اللہ نے (اناری) پہلوں کو چھوڑ دیجئے) تو جل و علا کا طالب جب تک ماسوی الشری محبت سے بلکہ اس (ماسوا) کے دیکھنے اور جانتے سے اپنے آپ کو فارغ نہ کرے اعلیٰ مقصد کو حاصل نہیں کر سکتا، الصوفی کائن بائن سی اعتبار سے کہا گیا ہے کیونکہ صوفی صورت اور ظاہر کے اعتبار سے خواہ کتنا ہی مخلوق کے ساتھ ملا ہو لیکن باطن اور معنی کے اعتبار سے سب سے کٹا ہوا اور الگ تھلگ ہے، مختصر یہ کہ ملا ہوا رہ اور پھنسا ہوا نہ رہ۔ والسلام والا کرام۔

## مکتوب ۱۷

ارشاد پناہ میر محمد نعمان قدس سرہ کی خدمت میں، اعمال کی کوتاہیوں کو دیکھنے اور نیتوں کو

متہم رکھنے کے بارے میں اور اپنے بعض مخصوص اذواق و واردات کے بیان اور محبت و محبوبیت  
ذاتیہ کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

خادمانِ میدی و سندی اس دور افتادہ گنہگار کا سلام و دعا قبول فرمائیں، اپنی بے توفیقی  
اور بے حاصلی کے بارے میں کیا بیان کرے، جو کام کہ یا گاہ الہی کی قبولیت کے لائق ہو وہ اس گنہگار کے  
حق میں عقائے زمانہ (ناپید) ہے اور جو عمل کہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدگی کے لائق ہو اس فریب خوردہ سے  
اس کا صادر ہونا دور از کار ہے، اس کے اعمال کا حاصل خود غرضی اور خواہش پرستی ہے اور اس کے روزگار کی  
محفل اپنی تعریف کرنا اور اپنے ظاہر کو آراستہ کرنا ہے، اس کی طاعت خواہش کی اطاعت ہے اور اس کی  
عبادت سمعہ و ریاد سنانے اور دکھانے کے لئے ہے، اس کا کلام نفسانی غرض کے بغیر نہیں ہے اور اس کی  
خاموشی بے وسوسہ شیطانی نہیں ہے، اس کا استغنا بے غرضی (طمع آمیز ہے اور اس کی گوشہ نشینی تکبر انگیز  
ہے، اس کی کوشش آسائشوں اور لذتوں کی تکمیل ہے اور اس کا عزم اپنے ہمسروں پر فوقیت حاصل  
کرنا اور خواہشات کی پیروی ہے، اگرچہ زبان پر استغفار رکھتا ہے لیکن کتنے ہی گناہ اس کے دل میں چھپے  
ہوئے ہیں اور اگرچہ وہ سر کی آنکھ کو حرام جگہوں سے بند کئے ہوئے ہے اس کے باوجود بہت سے ناجرم اس کی  
چشم باطن میں پسندیدہ ہیں، اگر وہ ذکر و ورد میں مشغول ہو تو صاحب الورد ملعون (شیطان) کا مورد  
(جائے نزول) ہے، اور اگر وارد و اذکار کے بغیر ہے تو تارک الورد ملعون (شیطان) کا مصداق ہے۔ مختصر  
یہ کہ دنیا کا طالب اور آخرت کا تارک ہے، اس کا معاملہ اپنے مالک کے ساتھ مکر و استہزا کرنے والے کی طرح ہو بیت  
کس نکند با کس بیگانگان آنچه تو با حضرت حق می کنی

[جیسا معاملہ تو حضرت حق جل و علا کے ساتھ کرتا ہے ایسا معاملہ تو کوئی بیگانوں کے ساتھ بھی نہیں کرتا] بظاہر  
محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور حقیقت میں اس کا معاملہ قرنگی کافر جیسا ہے۔ خیال کرنا چاہئے کہ اس قسم کے  
دعویٰ کی کیا جزا ہوگی اور اس قسم کے معاملہ کا کیا بدلہ ہوگا، دوسرے گنہگاروں کو اس قسم کے سیاہ کار  
کے ساتھ کچھ نسبت نہیں ہے اور معاملہ میں جھوٹ کو دوسرے تمام گناہوں کے ساتھ کیا مساوات ریاضی

عے خوارہ و خود پرست فاسق بودن در کوئے خرابات موافق بودن

بر کام و ہوائے نفس عاشق بودن بہ زانکہ بخرقہ در منافق بودن

[شرابی و خود پرست فاسق ہونا کوئے خرابات سے لگاؤ رکھنا اور خواہشاتِ نفس کے مطالبہ پر فریفتہ ہونا اس سے  
بہتر ہے کہ خرقہ پہنے اور منافق ہوں] اس تکلیف دہی اور نچ رسانی سے مقصود یہ التماس ہے کہ جب عزیزوں  
اور دوستوں نے اس شرمندہ کار کو کمال حسن ظن کی وجہ سے نیک عادتوں والا مانا ہے اور اسے ایک

اعزاز دیا ہے، اب ان (مذکورہ بالا) مسطور کے ملاحظہ کے بعد جب اس فریب خودہ کے کھوٹا ہونے کی حقیقت سے واقعی طور پر اطلاع پالیں گے تو سابقہ خیال کو جو کہ وہ اس بحال کے بارے میں رکھتے ہیں ذہن سے نکال دیں گے اور اس کو مذکورہ بالا عنوان کے ساتھ تصور فرمائیں گے اور اس کی دوستی سے ڈرتے رہیں گے۔ ع

صد مرحلہ بگر نیریدائے اہل جہاں از من  
[اے اہل جہاں مجھ سے سینکڑوں منزل دور جاؤ] چونکہ ایسے لوگوں سے جو کہ اس کے کمال کا گمان رکھتے ہیں اپنا حال چھپانا خیانت میں داخل تھا اس لئے اپنی حقیقت کو جیسا کہ چاہئے بیان کر دیا تاکہ دوست آگاہ رہیں اور بعض دوسرے سادہ دل لوگوں کو آگاہ کر دیں تاکہ کسی کا محض نام سن کر ہی گرویدہ نہ ہو جائیں اور لوگوں کو بھی بھگنے نہ دیں، بیت

شیریں مثلے ست گشتہ مشہور آواز دل خوش ست از دور  
[مثل مشہور ہے دور کے ڈھول سہانے] ورنہ جس شخص کا معاملہ اس حد تک ہو اس کو قلم کا ساز و سامان سنبھالنا اور سخن پر دازی کرنا کہا تک روا ہے۔ قطعہ

گر عاقلے از حدیث خود کم کنے قفلے در گفتگوئے محکم کنے  
ما تم زوہ چند فراہم کنے برگفتہ بگریے و ماتم کنے

[اگر میں کچھ عقلمند ہوں تو اپنی بات مختصر کرتا ہوں، گفتگو میں ایک مضبوط قفل لگاتا ہوں، چند سوگواروں کو جمع کرتا ہوں اور اپنے کلام پر دوتا اور ماتم کرتا ہوں] والسلام علیکم وعلیٰ من بلدیکم۔

فصل باخیر: اس نیاز نامہ کو تحریر کرنے کے بعد دل میں خیال آیا کہ جب اپنے

کھوٹے پن کی حقیقت لکھی ہے اگر حق تعالیٰ جل شانہ کی ان نعمتوں میں سے جو کہ اپنے بارے میں مشاہدہ کی ہیں کچھ حصہ بھی اس مکتوب میں درج نہ کرے تو ایسا نہ ہو کہ ناشکری میں داخل ہو جائے، اس بنا پر  
وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ [اور البتہ اپنے رب کی نعمت کو بیان کر] کے بموجب کچھ ان میں سے بھی اظہار کرتا ہے۔

سے  
سورۃ  
آیہ

میرے مخدوم! اس قدر خرابی و تباہ کاری باوجود (فقیر) اتنا جانتا ہے کہ ابتدا ہی سے اس گروہ کی طینت میں ایک معنی کو پوشیدہ کیا گیا ہے اور ایک (خاص بلا) ودیعت کی گئی ہے کہ وہ معنی اللہ تعالیٰ کے خاص منظور نظر ہیں اور پوشیدہ عنایت اس آن کے بارے میں واقع ہے اس سے زیادہ بیان نہیں کر سکتا اور تفصیل میں نہیں جاسکتا کیونکہ متکلم کو اس کے کہنے کی طاقت اور سننے والے کو اس کے سننے کا ہوش



نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ گذشتہ زمانے میں اس معنی کے ظہور سے پہلے اپنے اندر جذب و کشش معنوی اور عشق و محبت بے کیفی پاتا تھا اس کی طبیعت مخلوق سے بھاگتی تھی اور تنہائی اور صحرا سے رغبت رکھتی تھی اور اپنے آپ سے کہتا تھا، مثنوی

بہ تنہائی چنیں مائل دلم چہیت      وزین تنہا نشستن حاصل چہیت  
[کیا وجہ ہے کہ میرا دل تنہائی کی طرف اس قدر مائل ہو اور اس تنہا بیٹھنے سے مجھ کو کیا حاصل ہے] اور اس محبت کوئی متعلق ظاہر نہیں ہوتا تھا اور نہیں جانتا تھا کہ یہ عشق کس کو چہ کا ہے اور یہ تمام کشش کس طرف سے ہے۔ شعر

- ۱- می دید چشم خود غبارے      در دیدہ ہفتہ خار خارے
- ۲- آہ نہ کہ گرد دامن کیست      واں غنچہ ز خار گلشن کیست
- ۳- در جیب گلشن کہ این خسک ریخت      در چشم دلش کہ این نمک ریخت
- ۴- آتش کہ بسقف خانہ در زد      وہی فتنہ زد دامن کہ سر زد
- ۵- این تلوسہ چہیت در شکبش      جا روئے کہ می دید فریش
- ۶- سوزیت ز عشق در سراو      نیغیست نہاں بگو ہراو
- ۷- از جنبش غمز ہائے خونی      دارد نگرانی درونی
- ۸- جانے بس خیال می داشت      چشمے بردہ شمال می داشت
- ۹- سرمست نظارہ سوسو بود      در رقص نشاط مومبو بود
- ۱۰- ہم دیدہ براہ آرزو باز      ہم گوش تمیش بر آواز
- ۱۱- کز قافلہ رسد صدائے      آواز بروں دہر درائے

[اپنی آنکھ میں ایک غبار دیکھتا تھا، آنکھ میں کانٹے ہی کانٹے پوشیدہ تھے۔ اس بات سے آگاہ نہیں تھا کہ یہ کس کے دامن کی گرد ہے اور یہ غنچہ کس کے گلشن کے کانٹے سے ہے۔ اس کے پھول کے گریبان میں یہ کارٹا کس نے ڈال دیا، اس کے دل کی آنکھ میں یہ نمک کس نے بکھیر دیا۔ گھر کی چھت میں کس نے آگ لگادی، اور یہ فتنہ کس کے دامن سے ظاہر ہوا۔ اس کے صبر میں یہ بیقراری کس کی وجہ سے ہے، کس کا جادو اس کو فریب دیتا ہے۔ اس کے سر میں عشق کا ایک جنون ہے، اس کی ذات میں ایک تلوار چھپی ہوئی ہے، اپنے قاتل غمزوں کی جنبش سے وہ اپنے اندر کی نگرانی رکھتا ہے۔ وہ اپنے خیال میں ایک محبوب رکھتا تھا، نگاہ راہ شمال (دل) پر لگا رکھی تھی۔ ہر سمت نظارہ میں مست تھا، اس کا بال بال خوشی میں رقص کر رہا تھا۔ نگاہیں بھی آرزو کے راستہ پر لگی ہوئی تھیں، اس کی تمنا کے کان آواز پر لگے ہوئے تھے۔ کہ (شاید) کسی قافلہ سے ایک صدا آئے، (اور) کوئی جرس (گھنٹی) آواز دے۔]

مذہبوں تک اسی حالت سے مغلوب رہا اور آزد و کرتا تھا کہ اس عشق کا کوئی متعلق ظہور کرے اور اس شورش و بیقراری کا معشوق معین ظاہر ہو جائے اور اس عشق کو جس قدر نچلے درجے کے (مجازی) معشوقوں سے متعلق کرتا تھا نہ ہوتا تھا، ایک جنون آمیز سودا اور آتش انگیز شوق تھا اور کچھ معلوم نہیں تھا کہ اس جنون کو برا نگینہ کرنے والا کون ہے اور یہ آتش افروزی کس لئے ہے، اپنے کام سے حیران تھا اور اپنی زبان حال سے یہ اشعار کہتا تھا۔ شاعر

- |                                |                              |
|--------------------------------|------------------------------|
| ۱- داروز کہ موبویم آزار        | وزناخن کیست جنبش تار         |
| ۲- تنہا نہ بدل خلد کزاں سوئے   | دارد خلۂ بہر بن موئے         |
| ۳- دردیدہ بمن کہ می زند برق    | وز شعلہ کیست دشنہ برفرق      |
| ۴- از سوز کہ این شرار برخواست  | وز راہ کہ این غبار برخواست   |
| ۵- بر ہر مژہ ام جدا نگار بیست  | در ہر نگہم جدا بہا ریست      |
| ۶- آں کیست کہ در درون سینہ     | بشکست ہزار آہگینہ            |
| ۷- این باد زد امن کہ برخواست   | وین دود ز خرمن کہ برخواست    |
| ۸- این مرغ کہ می پرد بریں بام  | وین بوسہ کہ می دہد بہ پیغام  |
| ۹- این عشق نہ نام از کجا خواست | کز ہر رگ و ریشہ ام بلا خواست |
| ۱۰- آں روز کہ خاک من سرشتند    | سودائے جنون بسر نوشتند       |
| ۱۱- از طرہ بتے فگندہ دام ست    | لیکن نشنا سمش کرام ست        |
| ۱۲- تا عشق کہ شد مساعد من      | واندر کف کیست ساعد من        |
| ۱۳- از خندہ کیست نو بہارم      | وا از ناز کہ خار خارم        |
| ۱۴- این عشق ز عاشقان عجب نیست  | معشوق شناسی از ادب نیست      |
| ۱۵- لے عشق خوش آمدی چنین چست   | دردل بنشین کہ منزل تست       |
| ۱۶- بنشین بنشین نشین از تست    | جان و خرد و دل و تن از تست   |
| ۱۷- روز از تو، شب بہ مرا بس    | تخت از تو و خاک رہ مرا بس    |
| ۱۸- پذیر تحفہ جان و بنشین      | بکشا کر از میان و بنشین      |
| ۱۹- بنشین وز عقل جوش نشان      | وز خون ہوس خروش نشان         |
| ۲۰- از آدنت چو گل شکفتم        | دامن دامن بہار رفتم          |

۲۱۔ گل کرد بہارِ نخم امروز بر گل بنہید نخم امروز

[میرا بال بال کس کی وجہ سے تکلیف میں ہے، اور تار میں جنبش کس کے ناخن سے ہے۔ اس طرف سے صرف دل ہی میں غلش نہیں ہے، بلکہ ہر بال کی جڑ ایک غلش رکھتی ہے۔ میری آنکھ میں بجلی کون چمکانا ہے اور سر پر خنجر کس کے شعلہ سے ہے یہ چنگاری کس کے سوز سے بھڑکی ہے اور یہ غبار کس کے راستے سے اٹھا ہے۔ میری ہر بلک پر ایک الگ معشوق ہے اور میری ہر نگاہ میں جدا بہار ہے۔ وہ کون ہے جس نے سینہ کے اندر ہزار لگینے (دل توڑ دیے ہیں۔ یہ ہوا کس کے دامن سے چلی ہے اور یہ دھواں کس کے خرم سے اٹھا ہے۔ یہ کس کا پرندہ ہے جو اس کو ٹھے پر اڑ رہا ہے اور یہ بوسہ کس کا پیغام دیتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ یہ عشق کہاں سے اٹھا ہے کہ میرے ہر رگ و ریشہ سے تکلیف ظاہر ہے۔ جس روز کہ میری مٹی گوندھی گئی (اسی روز) جنوں کا سودا میرے سر کیلئے لکھ دیا گیا۔ ایک بت (محبوب) کی زلف کا جال ڈالا ہوا ہے لیکن میں اس کو نہیں پہچانتا کہ کون ہے۔ تاکہ یہ معلوم ہوتا کہ کس کا عشق میرا درد گار ہوا ہے، اور میری کلائی کس کے ہاتھ میں ہے۔ میری بہار کی تازگی کس کی سنسے ہے اور میں کس کے ناز سے زخم در زخم ہوں۔ عاشقوں سے یہ عشق کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، معشوق کو پہچانا ادب کی بات نہیں ہے۔ اے عشق! تیرا اس طرح والہانہ آنا مبارک ہے، تو دل میں بیٹھ کہ یہ تیری منزل ہے۔ بیٹھ بیٹھ یہ تیرا اپنا گھر ہے، یہ جان و عقل و دل و تن تیرا ہی ہے۔ دن تیرے لئے ہے اور شب سیاہ میرے لئے کافی ہے، تخت تیرے لئے ہے اور راستہ کی خاک میرے لئے کافی ہے۔ تو جان کو بوجھ قبول کر اور بیٹھ جا، کمر سے ٹمکے کھول دے اور بیٹھ جا۔ تو بیٹھ جا اور عقل سے جوش کو بٹھا دے اور ہوس کے خون سے جوش و خروش کو ٹھنڈا کر دے۔ میں تیرے آنے سے پھول کی مانند کھل گیا ہوں، میں نے دامن بھر بھر کہ بہار سمیٹ لی ہے۔ میرے بخت کی بہار نے آج پھول کھلا دیئے ہیں، آج میرا تخت پھول پر رکھو۔]

اب ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں کہ کئی عینے گزرنے پر اس پوشیدہ معنی کے پر توڑانے کے بعد کامل طور پر ظاہر ہونے سے پہلے معلوم ہوا کہ اس محبت کا متعلق کون تھا اور وہ کشش و جذب کس طرف وابستہ تھی۔ ایک محبوب ظاہر ہوا کمال حسن و خوبصورتی اور بے حد بلندی و پسندیدگی والا کہ اس سے زیادہ حسن و جمال تصور میں نہیں آسکتا بلکہ اس کے مرتبے کی نزاکت ایسی ہے کہ اس بلند بارگاہ پر حسن و جمال کا اطلاق بھی گرائی رکھتا ہے اور اسی طرح ہر کمال و جمال اس بارگاہ سے (پہلے) راہ میں ہر جہاں کہیں بھی کوئی کمال ظاہر ہے اس کو اسی کے کمال کا اثر پایا اور جس طرف بھی حسن و جمال متصور ہے اسی کے حسن و جمال کا نمونہ دیکھا، یقین کے ساتھ جان لیا کہ محبوبیت اسی کو زیب دیتی ہے اور مطلوبیت اسی کو سراوار ہے، سب سے منہ موڑ لیا اور توجہ کی باگ اس کی جانب پھیر لی اور اس کی خدمت (عبادت) کے لئے اچھی طرح کمر ہمت باندھ لی۔ دیکھا کہ باگ موڑنے سے بھی اس منزل کا کوئی راستہ نہیں کھلتا اور یہ خدمت (عبادت) اس مقدس بارگاہ کے لاین نہیں ہے اور کسی کوشش و ہمت کو اس کے فضل کے بغیر

دخل نہیں ہے، اول اس کی عنایت ہونی چاہئے پھر اس کی کشش کی ضرورت ہے باقی سب سچ ہے، ہر چیز ٹھک گیا اور معاملہ کو اس کے سپرد کر دیا، کسی نے کیا خوب کہا ہے، بیت

۸۵  
مرا اگر تو سنِ دل نیست در راہ کمنڈ زلف او ہم نیست کوتاہ

(اگر میرے دل کا گھوڑا راستہ میں نہیں ہے تو کیا ہوا) اس کی زلف کی کمنڈ بھی تو کوتاہ نہیں ہے [اس کے بعد عنایت ازلی آتی ہے اور اپنی ہر بانوں سے اس ناکارہ کو نوازا اور اپنے فضل و کرم کو آگے بڑھا کر اس خال افتادہ کو اپنی مقدس بارگاہ کے پاس جگہ دی۔ اس کو ذہن میں رکھئے (اب) وہ مضمحل معنی اور مستور آن اس پر نور بارگاہ میں بروز و ظہور رکھتا ہے اور نہایت آب و تاب کے ساتھ گلزار امید کے صحن میں دائمی رقص سرو میں ہے، ایک قدم ناز کے ساتھ اٹھاتا ہے اور ایک قدم نیاز کے ساتھ رکھتا ہے، نہایت خوش و خرمی کے ساتھ وصال کی خوشبو سے ہم آغوش ہے اور بندہ ہونے کے باوجود لازوال شراب کا سرمست ہے اور یہ ترانہ گارہا ہے۔ نظم

ہم از دریا ز گرد اے بادِ نور روز کہ من بوئے گلِ خود دارم امروز

درد پیشِ شبِ ازمہ یادم اکنوں کہ من با ہوشِ خود شادم اکنوں

گردول می ر بود از گریہ آ بجم کنوں خوش می برد در بادِ خواہم

(اے بادِ بہار تو بھی دروازہ سے واپس ہو جا، کہ میں آج اپنے پھول کی خوشبو میں نغم ہوں۔ تو اب رات کو مجھے چاند کی یاد نہ دلا، کہ میں اپنے ہوش (چاند جیسا محبوب) کے ساتھ خوش ہوں۔ اگر پہلے وہ رُلا کر میرے آنسو ختم کر دیتا تھا تو میں خوش ہوں کہ اب وہ میری نیند کو بالکل اڑا دیتا ہے۔) اور اگر وہ خود اپنا عاشق ہو جائے تو اُسے زیب دیتا ہے کیونکہ وہ محبوب کا نواز ہوا ہے، اور اگر اپنے حسن کا شیفقہ ہو جائے تو بھی مناسب ہے کیونکہ مطلوب کا منظور نظر ہے۔ اے عزیز! اُس محبوب موصوف کو جو کہ عنبری خوشبو والا ہے اس میلے کچیلے بدن کے ساتھ کیا نسبت ہے اور بلند معنی کو اس جسدِ خالی و پس ماندہ، آوارہ و بیچارہ کے ساتھ جو کہ یار سے جدا رہ گیا ہے اور دشمنوں کے ملک میں گرفتار ہو گیا ہے کیا مساوات ہے، یہ عنصری جسم ہے جو کہ حیرت و حیرت کے جنگل میں پریشان دل اور الجھے ہوئے بالوں کے ساتھ حیران و سرگردان ہے، دُوری و جبرانی کی ہوا ہر شہت سے اس پر طمانچے مارتی ہے اور حجاب کی گرد اس کے پانچوں حواس کو باختہ کئے ہوئے ہے۔

ہم باد زدہ طپا پنچہ بر روئے ہم خاک فشرده پنچہ در روئے

(ہوئے بھی چہرہ پر طپا پنچہ مارا، خاک نے بھی بالوں میں پنچہ جھاڑ دیا) اور کار وادکار سے عاجز رہ کر اور شوق و ہمت سے

ہاتھ جھاڑ کر ترک کر کے بے ذوقی اور افسردگی کے کونے میں گوشہ نشین ہو گیا ہے، اس کی ہمت کی باگ

ہاتھ سے جاتی رہی ہے اور اس کی خدمت کی کمر ٹوٹ چکی ہے، انتہائی جبرانی کے باعث کسی چیز کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا اور نہایت پریشانی کے باعث کسی سے سوال نہیں کر سکتا۔ اگرچہ وہ معنی اس کی ملکیت تھا لیکن اس کو ایک دلبر نے پسند کر لیا ہے اس لئے وہ اس (طالب) سے کئی منزل دوری اختیار کر گیا ہے اور اس کے اور اس کے درمیان بعد مشرقین ہو گیا ہے۔

از بادِ صباد لم چو پوئے تو گرفت  
بگذاشت مرا و جستوئے تو گرفت  
انوں زمین خستہ نمی آرد یار  
بوتے تو گرفتہ بود خستے تو گرفت

[جب میرے دل نے باد صبا سے تیری بویا پی، تو اس نے مجھ کو چھوڑ دیا اور تیری جستو اختیار کر لی، اب وہ مجھ خستہ حال کو یاد تک نہیں کرتا، چونکہ اس نے تیری بویا حاصل کر لی تھی اس لئے تیری خود عادت (بھی اختیار کر لی) وہ اُنس کے تختِ مرصع پر فر و کش، اور یہ جسم خاک تیرہ میں مبتلائے کشمکش، وہ اپنی مراد سے ہمکنار و شاداں، یہ حیرت سے حسرت زدہ ماتم کتاں، یہ اسقدر با آہ و زاری و نیاز، اور وہ بصد استغنا و ناز، یہ ہزار آرزو اس کا راز جو یاں اور وہ بکمال بے نیازی اپنے آپ سے رازگو یاں، یہ پیکرِ سفلی (ادنی و پست جسم)، اس معنیِ علوی سے کہتا ہے

۱- من بے تو بخاکِ رہ خترہ باز  
تو خواب گزریں بہ بستر ناز  
۲- من بے تو ز خون دیدہ گلزار  
تو خندہ زباں بصرین گلزار  
۳- من بے تو بخون کشیدہ داماں  
تورفتہ بنطع گل خراماں  
۴- من بے تو بخاکِ غصہ پامال  
تورقص کتاں ببا ننگِ خلمال  
۵- من بے تو چورشتہ تاب درتاب  
تورشتہ گسل چو درِ نایاب  
۶- من بے تو بسوزِ دل گدازی  
تو عاشقِ خودِ سخن بازی  
۷- من بے تو گرفتہ ترکِ ہستی  
تو کردہ بخویش نازوستی

(میں تیرے بغیر بلکہیں کھولے غبارِ راہ تک رہا ہوں اور تو بستر ناز پر جو خواب ہے، میں تیرے بغیر خونباری چشم سے گلزار ہوں اور تو صحنِ گلشن میں تہہ لگا رہا ہے، تیرے بغیر میرا دل من خون آلود ہے اور تو پھولوں کے فرش پر جو خرام ہے، میں تیرے بغیر رنج کی خاک کے ساتھ پامال ہوں اور تو پازیب کی جھکار کے ساتھ رقص کر رہا ہے۔ میں تیرے بغیر دھاگے کی طرح پیچ دپیچ ہوں اور تو نایاب موتی کی طرح دھاگے سے بے تعلق ہے۔ میں تیرے بغیر دل گدازی کی سوزش میں (مبتلا) ہوں اور تو سخن بازی کے ساتھ خود اپنا عاشق ہے۔ میں نے تیرے بغیر ترکِ ہستی کو اختیار کر لیا ہے اور تو اپنے آپ سے جو نازوستی ہے۔)

تنبیہ لگا لے عزیز! کوئی شخص اس مکتوب کے اول حصے کو اس کے آخری حصے سے متصادم نہ سمجھے اور بظاہر متصادم نہ جائے اس لئے کہ جو چیز ممکن کے ساتھ منسوب ہے چونکہ ممکن بہر حال ممکن ہے (اس لئے) روضن کے قابل ہے (پس) اس بارگاہ (جل و علا) کے لائق کس طرح ہو سکتی ہے، فضل و کرم کا معاملہ جڑا ہے، اگر اس طرح کے دروازے کو نواز دیا جائے تو یہ اس کی کمال بندہ نوازی ہے اور بندہ فی نفسہ اور اس کا عمل وہی ہے جو کہ تحریر ہو چکا ہے۔ اس جل شانہ کا کرم و عنایت اس شخص (بندہ) کے فعل پر موقوف نہیں ہے یا ہم یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ پہلے بیان ہو چکا ہے واردات میں سے ایک وارد (کیفیت) ہے۔ جب یہ وارد (کیفیت) غالب آتا ہے تو اپنے تمام اعمال و طاعات کو لعن و طعن کے قابل سمجھتا ہے حقیقت میں خواہ کچھ بھی ہو اور جو کچھ اس مکتوب کے آخر میں لکھا گیا ہے یہ بھی ایک وارد ہے، اور ایک وارد کو دوسرے وارد کے ساتھ کوئی تضاد و تصادم نہیں ہے، پہلے اس دید (مشاہدہ) سے مغلوب تھا اس کے بعد اس دید (مشاہدہ) کا مغلوب ہو گیا ہے۔ پہلے مشاہدہ کے متعلق کسی بزرگ نے کہا ہے کہ میرے بائیں کندھے کا اعمال لکھنے والا (فرشتہ) ہمیشہ کام میں مشغول ہے اور میرے دائیں کندھے کا لکھنے والا (فرشتہ) میری کوئی نیکی نہیں پاتا جس کو وہ کاغذ پر تحریر کرے، یہ کارخانہ عارف کی نگاہ میں ہے اور پس۔ اور اس دید کا ایک نشان (اصل) ہے اور معاملات اس کے ساتھ وابستہ ہیں کہ جن میں سے ظاہری طور پر کچھ بیان ہو چکے، قاصد جلدی کر رہا ہے اس لئے اس کی تفصیل میں مشغول نہیں ہو سکتا۔ اور دوسری دید (مشاہدہ) کے بارے میں وہی بزرگ دوسرے جگہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بائیں کندھے کے لکھنے والے (فرشتہ) کو نہیں پاتا ہوں اور بائیں نے بھی کلتا یہ سب حانہ یمین [اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ یمین یعنی داہنے ہیں] کے مصداق دائیں کی جنبش اختیار کر لی ہے کیونکہ بائیں عدم کے مقتضیات میں سے ہے اور جب عدم عین و اثر کے ساتھ عارف سے زائل ہو جاتا ہے تو شمال (بایاں) اس کے لئے نہیں رہتا اور تخلق و باخلاق اللہ [اللہ تعالیٰ] کی صفات کے ساتھ متصف ہو جاؤ [کے بموجب شمال (بایاں) یمین (داہنے) کا حکم حاصل کر لیتا ہے۔ اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ اس دید کا ایک نشان (اصل) ہے اور معاملہ اس کے ساتھ وابستہ ہے (اس کے متعلق) جاننا چاہئے کہ جو کچھ اس مقدس بارگاہ کی طرف منسوب ہے وہ سب خیر و کمال ہے، خیر و کمال کے لئے آئینہ چاہئے تاکہ اس کے خیر ہونے کا ظہور اس (آئینہ) کے ذریعہ سے ہو اور آئینہ کسی چیز کے مقابل میں ہی ہوتا ہے اور خیر و کمال کا مقابل شر و نقص ہے اس لئے کہ چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں اور ظاہر ہے کہ آئینہ اپنے آئینہ ہونے میں جس قدر کمال ہوگا اس میں منعکس ہونے والی صورت کا ظہور بھی اتنا ہی زیادہ کمال ہوگا، پس عارف کا اپنے شر کو دیکھنا جس درجہ زیادہ ہوگا اس میں خیر کا ظہور

اسی قدر زیادہ ہوگا کیونکہ ممکن فی نفسہ ہر شے و نقص کا منشاء (اصل) ہے اس لئے کہ اس کی ذات عدم پر ہے۔  
 مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ [تجھ کو جو بھی بھلائی پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو بھی برائی پہنچتی ہے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے۔] اور ظہورِ خیریت کے لئے (اپنے اندر) شکریت کا دیکھنا کافی ہے، من تواضع لله رفعا لله [جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کی اللہ تعالیٰ نے اس کو بلند کیا]۔ مختصر یہ ہے کہ ہر خیر و کمال اور ہر حسن و جمال جو کہ صفحہ کائنات میں ظاہر ہے وہ سب مرتبہ و حجب سے مستفاد و مستعار ہے، ذات ممکن عدم ہے جو کہ کچھ نہیں ہے اور بیچ سے سوائے بیچ کے اور کیا حاصل ہو سکتا ہے

از تست طلسم این خزانہ	من بیچ نیم دریں میانه
از شیشہ تست این مئے ناب	من خاک بلب در آتش و آب
ہم گنج ز تست ہم تو گنجور	من دست ہی نشاندم از دور
معنی تو دہی چنین شکر فم	من جلد کتاب صوت و حر فم
من ذرہ خاک آستانم	تومی طلبی بر آستانم
از موجہ فیض تست این جوش	من ہر بلب نہادہ خاموش
از جوش و خروش خود چہ گویم	این بادہ تویی و من سبویم

[اس خزانہ کا طلسم تجھ سے ہے، میں اس کے درمیان کچھ نہیں ہوں۔ یہ فالص شراب تیرے شیشہ (صراحی) سے ہے میں آگ اور پانی میں خاک بلب ہوں۔ خزانہ بھی تیرا ہی ہے اور خزانہ والا بھی تو ہی ہے، میں نے دور سے خالی ہاتھ جھاڑ توئی مجھے ایسے عجیب و غریب معنی دیتا ہے، میں تو آواز اور حرف کی کتاب کی جلد ہوں۔ شیشہ آستانہ کی خاک کا ایک ذرہ ہوں تو مجھ کو آسمان پر ملاتا ہے۔ یہ جوش تیرے ہی فیض کی موج (لہر) سے ہے، میں ہر بلب خاموش ہوں، میں اپنے جوش و خروش کے متعلق کیا بیان کروں، یہ شراب تو ہی ہے اور میں سبوی (صراحی) ہوں۔]

اور اس پر مکتوب ختم ہوتا ہے۔ ربنا لا تو اخذنا ان نسینا و اخطانا الحمد لله  
 اولاً و آخراً و الصلوٰۃ والسلام الامتان الاکملان علی رسولہ محمد دائماً و سرفداً و علی آلہ  
 الاطہار و اصحابہ الاخیار و علی جمیع الانبیاء والمرسلین و علی ہلائکۃ المقربین و علی اہل الطاعة  
 اجمعین۔ آمین۔ [اے ہمارے رب! اگر ہم سے بھول یا خطا ہوئی ہے تو ہم کو نہ پکڑ، اول و آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد  
 اور تمام و کمال صلوٰۃ و سلام دائمی طور پر اللہ تعالیٰ کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اطہار و  
 اصحاب اخیار اور تمام انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین اور تمام اہل طاعت پر ہو۔ آمین۔]

حاجی اکرمین شیخ حسین آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے امید ہے کہ آپ کی توجیہات بہرہ ور ہوگا  
 این دم کہ تراست بادہ در جوش از خشک لبان مکن فراموش  
 [اس وقت جبکہ تیری شراب جوش میں ہے خشک لبوں کو مت بھلا۔ اسی طرح چاہئے کہ دوسرے دوست بھی آپ  
 کی صحبت سے سیراب ہوتے اور فائدہ حاصل کرتے رہیں، یا یوسی دشمنوں کو نصیب ہو۔  
 از گرمی مجلس ست بس دور توستاقی و اہل بزم مخمور  
 [یہ عاثر مجنس کی گرمی سے بہت دور ہے توستاقی ہے اور اہل محفل مخمور ہیں] والسلام علیکم وعلی سائر من  
 اتبع الہدی [آپ پر اور ہدایت کی پیروی کرنے والے تمام لوگوں پر سلامتی ہو]۔

## مکتوب ۱۸

مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام، ان کے ان خطوط کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ احوال و  
 واقعات پر مشتمل تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَبِیَسْتَعِیْنُ (بِسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰی کے نام سے شروع کرتے ہیں جو کہ رحمن و رحیم ہے  
 اور اسی سے مدد مانگتے ہیں) اکمل اللہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ [اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں کی  
 سلامتی ہو] آپ کے دو پسندیدہ مکتوبات نے یکے بعد دیگرے موصول ہو کر مسرور کیا۔ سرور کائنات علیہ وعلیہ  
 آلم افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات کی (خواب یا مکاشفہ میں) زیارت کرنا رحمت و بشارت ہے اور خوف کے  
 سبب کا پوچھ لینا ہی تسلی دینا اور خوشخبری ہے خواہ زبانی تسلی فرمائیں یا نہ فرمائیں وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمًا  
 لِلْعٰلَمِیْنَ [اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے]۔

آپ نے لکھا تھا کہ "یہ خوف و اندیشہ اور غم اس طرح سے غلبہ پا چکا ہے کہ قوت و بہت کو بالکل  
 سلب کر لیا ہے اور فرض و سنن کی ادائیگی کے علاوہ کسی اور عبارت میں مشغول نہیں ہو سکتا۔ خوف حالت  
 فکر آخرت طاعات کی توفیق میں اضافہ اور نوافل اعمال کی زیادتی کا سبب ہونا چاہئے تھا تو پھر وہ اس میں  
 کمی و نقص کا سبب کیسے ہوگا اگرچہ فی نفسہ یہ خوف و اندیشہ (بھی) عبادات سے ہے اور غفلت و معاصی کا  
 مانع ہے۔ نقل کرتے ہیں کہ عطار شبلی رحمہ اللہ سبحانہ پچالیس سال روتے رہے اور آسمان کی طرف نہ دیکھا  
 لوگوں نے ان کے رونے کا سبب دریافت کیا، فرمایا کہ یہ قبر کے ڈبلاؤ قیامت کے خوف سے ہے، اُس وقت  
 لوگوں نے (ان سے) آسمان کی طرف نہ دیکھنے کا سبب پوچھا، فرمایا کہ گناہ کی شرم کی وجہ سے، میں نے



گناہ بہت کئے ہیں اور مجلسوں میں بہت ہنستا اور قہقہے لگاتا رہا ہوں اس کی شرم کی وجہ سے میں نگاہ  
 اوپر نہیں اٹھاتا ہوں۔ منقول ہے کہ فتح موصلی (رحمہ اللہ) ساٹھ سال تک روتے رہے آپ کے  
 رخسارِ مبارک کا گوشت پست گل گیا تھا، انتقال کے بعد لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ  
 اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے بخش دیا ہے لیکن جس وقت مجھ کو اُپر لے گئے  
 حکیم الہی ہوا کہ اس کو اُپر لاؤ۔ جب مجھے عرش کے نیچے لے گئے تو میں نے سجد کیا لیکن کانپتے اور ڈرتے ہوئے  
 خطاب باری ہوا کہ اے فتح! کیا وجہ ہے کہ تو نے اس قدر گریہ کیا، کیا تو نے مجھے غفار نہیں سمجھا تھا، میں نے  
 سرسجدہ میں رکھ کر عرض کیا اے اللہ! میں تجھ کو غفار جانتا تھا لیکن میں قبر کے ڈر قیامت کی ہیبت اور  
 ملک الموت کی سختی سے روتا تھا کہ اس تنگ قبر میں میرا کیا حال ہوگا۔ حکم ہوا چونکہ تو ڈرتا اور روتا تھا  
 اس لئے میں نے اس رونے کے بدلے میں تجھ کو بخش دیا۔ یہ رونا اور یہ خوف جو کہ آپ کو نصیب ہے بڑی خوشگوار  
 نعمتوں میں سے ہے میمون و مبارک و ترقی بخش اور باطن کو منور کرنے والا ہے، اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کا  
 شکر بجا لائیں اور اس (خوف) کے غلبہ سے دل تنگ نہ ہوں، اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو خوف کسی  
 آدمی میں جمع نہیں ہوتے ایک خوف دنیا میں اور ایک خوف آخرت میں، یعنی اگر آخرت کا خوف دنیا  
 میں نصیب ہو جائے تو آخرت سے بے خوف کر دیتا ہے۔ یہ دیوانگیاں، یہ شورشیں، یہ چیخ پکار، یہ نعرے،  
 یہ رونا اور یہ ذوق و شوق جو کہ اس وقت آپ کو نصیب ہے اور بلا طلب آپ سے ظاہر ہو رہا ہے لوگ  
 متنا کرتے ہیں کہ اس قسم کے وقت کا ایک لمحہ ہی حاصل ہو جائے اور جذب کی قوت سے شوق و جنون غالب  
 آجائے اور ایک ساعت ظاہر و باطن کو ماسوی اللہ سے بیگانہ و بے تعلق کر دے، ہم جیسے سنگدل اور  
 خشک چشم لوگ اس حقیقت سے منزلوں دور ہیں۔ مصرع

هَيْبَةً لِارْيَابِ النَّعِيمِ نَعِيمًا هَيَّا [نعمت والوں کو ان کی نعمتیں مبارک ہوں]

آپ نے لکھا تھا کہ "ایک روز بیٹھا تھا، اس عاجز کے اندر سے ایک جوش اٹھا اور قریب تھا  
 کہ اس عاجز کے اندر سے درد بھری چیخیں نکلیں، پوری کوشش سے اپنے آپ کو چھینے سے باز رکھا  
 اس کی وجہ سے سینہ اور سپلو میں درد پیدا ہو گیا ہے" شکر ادا کریں کہ اس طرح کے جوش و خروش میں  
 جان سلامت رہ گئی (ورنہ) بہت سے صوفیوں نے اس قسم کی حالت میں جان دیدی ہے۔  
 نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم خواص قدس سرہ ایک روز ایک ایسے مجمع کے پاس سے گزرے جو اللہ تعالیٰ  
 کے ذکر میں مشغول تھا، اس جماعت کے ذکر الہی سے حضرت ابراہیم (قدس سرہ) میں فدق و شوق نے  
 ایسا اثر کیا کہ رقص کرنے لگے سات دن رات تک اسی کیفیت میں رہے، جب ہوش میں آئے تو نئے سرے سے

وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کی اور سجدہ میں سر رکھ کر تین بار یا اللہ یا اللہ یا اللہ کہا، سر اٹھایا اور جان دیدی  
عاشق بہ ہوائے دوست بیہوش بود و از یاد محبت خویش مدہوش بود

۹۰

[عاشق دوست کی محبت میں بیہوش ہو جاتا ہے اول اپنے محب کی یاد سے مدہوش ہو جاتا ہے]

آپ نے لکھا تھا کہ تیرے مکتوب میں درج تھا کہ اصل کام محبت ہے بے محبت لوگ کہاں پہنچیں گے،  
اس معنی سے بہت ہی زیادہ رنجیدہ ہے غم و اندوہ میں اس قدر نیچے چلا گیا ہے کہ سر نہیں اٹھا سکتا۔

میرے مخدوم! تعجب ہے کہ میں نے آپ کے بارے میں جبکہ آپ محبت میں منفر د ہیں یہ کلمہ لکھا ہو، جس قدر  
غور کرتا ہوں میرے دل میں نہیں آتا کہ میں نے یہ کلمہ لکھا ہو مگر چونکہ آپ نے لکھا ہے تو ضرور ہو گا۔  
معلوم نہیں کس طرح یہ کلمہ قلم پر آ گیا ہے اور اس سے کیا معنی مراد ہیں بہر حال آپ کے رنج و غم کا باعث ہوا ہے۔

مصراع بلائے درد منداں از درد یواری آید [دردن دہ کی بلا (آزائش) درد یواری آتی ہے]

آپے دل میں کوئی خیال نہ لائیں آپ کی محبت تو ظاہر واضح ہے اس میں کسی کلام کی گنجائش نہیں ہر والسلام علیکم۔

## مکتوب ۱۹

حافظ عبد الرشید کی خدمت میں اپنے پیر و شکر حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکاتیب  
کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَ سَلَامٍ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ [اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر  
سلام ہو] نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث میں آیا ہے کہ جب کوئی شخص مرتا ہے اور اس پر بندوں کے  
حقوق میں سے کوئی حق مثلاً قرض وغیرہ ہوتا ہے تو (فرشتے) اس کی روح کو آسمان کے اوپر نہیں لیجاتے  
اور جب تک اس میت کی جانب سے حقوق کی ادائیگی نہ ہو جائے اس کو اوپر چڑھنے سے روک دیا جاتا ہے  
اور جب حقوق ادا ہو جاتے ہیں تو اس بندش سے نجات پالیتا ہے۔ ہمارے حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس  
بارے میں بہت فکر مند رہتے تھے آخر کار اللہ جل شانہ کے فضل و کرم سے آپ پر اس طرح منکشف فرمایا  
گیا کہ یہ حکم اس شخص کے ساتھ مخصوص ہے جس کی روح کو اس دار دنیا میں ترقی (عروج) واقع  
نہیں ہوا لیکن اگر اللہ تعالیٰ جل شانہ کے فضل سے دار دنیا میں ان تعلقات کے باوجود اس کی روح کو  
ترقی (عروج) ہوئی ہے تو موت کے بعد بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مرضی سے اس کو ترقی (عروج) حاصل ہوگی  
بخلاف اس شخص کے جو کہ (روحانی ترقی سے) محروم اور اس دنیا کا گرفتار رہا، اس کی ترقی وفات کے بعد  
ان تعلقات سے رہائی حاصل کرنے پر موقوف ہے والسلام۔

# مکتوب ۲۰

۹۱

حاجی محمد جان طالقانی کے نام مضمون قلبیہ (دل) کے بعض اسرار کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ السَّلَامُ عَلٰی عِبَادَةِ الدِّیْنِ اَصْطَفٰی (اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرنا پورا)

جو رحمن و رحیم ہے، تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلامتی ہو [مضمون قلبیہ (دل) چونکہ دس اجزا سے مرکب ہو کر اجتماعی ہیئت پیدا کر لیتا ہے اس لئے ان اجزا میں سے ہر ایک کے تزکیہ و تصفیہ اور ان میں متوقع کمالات کے حصول کے بعد ظلیت کی آمیزش کے بغیر اصل کے ظاہر ہونے کی قابلیت پیدا کر لیتا ہے اگرچہ آئینہ میں شے کی صورت و مثال ظاہر ہے نہ کہ اس شے کا عین، جیسا کہ حقیقت جامعہ قلبیہ میں ہے کہ اس کا ظہور ظلی ہے لیکن یہ معاملہ عقل کی نظر سے خارج ہے۔

فریادِ حافظِ ایں ہمہ آثر بہرہ نیست ہم قصہ غریبِ حدیثِ عجیب ہست

[حافظ کی یہ سب فریاد آثر فضول تو نہیں ہے بلکہ یہ ایک نادر قصہ اور عجیب بات ہے] اس مقام پر ظہور کے لفظ کا

استعمال کرنا بھی میدانِ عبارت کی تنگی کی وجہ سے ہے ورنہ وہاں ظہور بھی نہیں ہے۔ پس اس معرفت شریفہ کو

سمجھ لیجئے کہ بیان معرفتوں میں سے ہے جن سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بعض خاص انخاص حضرات کو مخصوص

کیا ہے اس معرفت کی تفصیل جیسی کہ ہونی چاہئے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات جلد دوم

کے اس مکتوب سے جو کہ مولانا محمد صدیق کے نام ہے تلاش کرنی چاہئے۔ یہ کمال جس کا ذکر کیا گیا ہے مقام

قَابِ قَوْسِیْنِ سے تعلق رکھتا ہے، ابھی تو او آؤ آذنی کا معاملہ درپیش ہے اس مقام کے بارے میں کچھ بیان

نہیں کر سکتا میرا سینہ تنگ ہو جاتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی۔ مصرع

قلمِ ایں جا رسید و سر بشکست [قلم بیاتک پہنچا اور اس کی نوک ٹوٹ گئی]

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِیْ لَوْ اَنَّ هَدٰنَا اللّٰهُ حَمْدًا كَثِیْرًا طِیْبًا مَّبَارَكًا فِیْہِ مَبَارَكًا عَلِیْہِ

كَمَا نَحْبِبُ وَ یَرْضٰی وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ عَلٰی جَمِیْعِ اٰخْوَانِہٖ مِنْ اَلْاَنْبِیَاءِ وَ الْمُرْسَلِیْنَ

وَ عَلٰی اٰلِ كُلِّ وَ اَصْحَابِ كُلِّ وَ عَلٰی الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ كَمَا یَنْبَغِیْ لِعُلُوِّ شَأْنِہُمْ وَ یُحْرٰی (اللہ تعالیٰ کا شکر ہے

جس نے ہمیں اس کی طرف ہدایت فرمائی اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے، اللہ تعالیٰ کی بے حد حمد

ایسی حمد جو کہ ہر لحاظ سے طیب و مبارک ہے جیسا کہ وہ چاہتا اور پسند کرتا ہے اور صلوة و سلام حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر

اور آپ کی آل و اصحاب اور تمام انبیاء و مرسلین اور ان کے آل و اصحاب پر اور مقرب فرشتوں پر جیسا کہ ان کی بلند شان کے لائق و متاثر

# مکتوبات

شیخ محمد جان اکبر آبادی کے نام محبت کی خصوصیات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اللّٰهُ تَعَالٰی اَپ کو خود کامل ہونے اور دوسرے کو کامل کرنے کے

درجات پر ترقیات عطا فرمائے اور سنتِ عالیہ کے راستہ پر استقامت و دوام بخشنے۔ آپ کے مکتوبات گرامی

یکے بعد دیگرے موصول ہو کر مسرت در مسرت کا باعث ہوئے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حمد و شکر ہے کہ آپ

خیرو عافیت سے ہیں اور فقراء کی یاد سے فارغ (بے فکر) نہیں ہیں۔ اس گروہ سے محبت کرنے والا اس

گروہ کے ساتھ ہے۔ ایک عزیز نے کہا ہے یا اللہ! مجھ کو اس قوم سے بنا دے یا اس قوم کے دیکھنے والوں میں سے

کرنے کیونکہ میں کسی دوسری قوم سے تعلق کی طاقت نہیں رکھتا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ اس عالی مرتبہ گروہ

کے ساتھ کامل محبت عنایت فرما کر ان کے فیوض و برکات سے کامل حصہ عطا فرمائے اور ان کے پوشیدہ

اسرار و معانی سے سیراب و شاداب کرے۔ محبت کا تعلق ہی ہے جو کہ محبت کرنے والے کو ہمیشہ محبوب

کے ساتھ رکھتا، اس کی صفات کاملہ کے ساتھ متصف کرتا اور طالب کو مطلوب کے رنگ میں رنگ

دیتا ہے، اور عشق کا جوش ہی ہے جو کہ سالک کو بشریت کے وجود سے ہلکا کر دیتا، انانیت (میں پن) اور

سرکشی کے تنگ کوچہ سے رہائی دیتا، اور اس کو اپنے آپ سے بچو کر دیتا ہے اور از خود رفتہ کو اس مقدس

بارگاہ میں جگہ دیتا اور قرب کی منزلوں تک پہنچاتا ہے، بیشک پہلے (ازل) سے ہی ہوتا آیا ہے۔ محبت

ہی ہے جو کہ وجود کا سبب بنی ہے اور جس نے سلسلہ ایجاد کو حرکت دی ہے۔ محبت ہی ظہور و اظہار کا

باعث بنی ہے اور پوشیدہ خزانے کو ظہور کے میدان میں لاتی ہے۔ اول چیز جس نے تعین کو قبول کیا

وہ محبت ہی ہے جو کہ سرور کائنات علیہ و علیٰ آکا الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت ہے۔ اس محبت ہی و آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم رب العالمین (اللہ تعالیٰ) کے حبیب بنے ہیں اور تمام کائناتِ حب کے تقاضے اور

محبت کے جوش سے وجود و ظہور میں آئی ہے۔

گر عشق نبودے و غم عشق نبودے چندیں سخن نغز کہ گفتے کہ شنیدے

(اگر عشق نہ ہوتا اور عشق کا غم نہ ہوتا تو اس قدر نادربا تیں کون کہتا اور کون سنتا)

والسلام۔ امید ہے کہ اس فقیر کو کبھی کبھی دعا کے ساتھ یاد فرمایا کریں گے۔



لوگ اس کو مجنون نہ کہنے لگیں] اور جو شخص ایسا نہ ہو جائے محبت سے بے بہرہ ہے۔ مصرع  
تولی بے تیرا نیست ممکن

[محبوب سے محبت اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک کہ اس کے دشمنوں سے بیزاری نہ کرے] اس مقولہ پر اس جگہ کا رنبد  
ہونا چاہئے نہ کہ صحابہ کبار (رضی اللہ عنہم) کے بارے میں، جیسا کہ بعض لوگوں نے گمان کیا ہے کہ جناب امیر  
(حضرت علی) کرم اللہ وجہہ کی محبت اکابر صحابہ سے تیرا (بیزاری) کے بغیر ممکن نہیں ہے، انہوں نے غلط  
سمجھا ہے کیونکہ دوستی کی شرط دشمنوں سے اظہار بیزاری ہے نہ کہ دوستوں سے بیزاری، اس لئے کہ حق سبحانہ  
و تعالیٰ نے اصحاب کرام کے بارے میں رَحِمًا وَبَيْنَهُمْ (وہ آپس میں بہت مہربان ہیں) ارشاد فرمایا ہے اور رحمان  
رحیم کی جمع ہے جو کہ مبالغہ کا صیغہ ہے پس ضروری ہوا کہ یہ بزرگ حضرات (صحابہ کرام) ایک دوسرے کے  
ساتھ کمال درجہ کی مہربانی کے ساتھ موصوف ہوں اور چونکہ صفت مشبہ ہمیشگی پر دلالت کرتی ہے (اس لئے)  
لازمی ہوا کہ کمال مہربانی کی یہ صفت ان بزرگوں کے درمیان ہمیشگی کے طریقہ پر موجود ہو (اور) ایک دوسرے  
کے بارے میں بغض و کینہ اور حسد و عداوت جو کہ رحم کے منافی ہیں ان سے دائمی طور پر محفوظ رہوں، حدیث شریفہ  
میں آیا ہے: ارحم امتی بامتی ابو بکر (میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابو بکر میں) بھی  
جو شخص سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہو اس سے امت کے حق میں کینہ و عداوت کیونکر تصور کیا جاسکتا ہے۔

اب ہم اصل بات بیان کرتے ہیں جو کہ مذکورہ بالا بیان کی تائید کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں  
محبت کرنا اور اس کے دشمنوں سے عداوت رکھنا سب سے افضل عبادت ہے جیسا کہ روایات میں آیا ہے  
کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا "کیا تو نے کبھی میرے لئے کوئی عمل کیا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام  
نے عرض کیا "یا اللہ! میں نے تیرے لئے نماز پڑھی، روزے رکھے، صدقہ دیا اور تیرا ذکر کیا" پس اللہ عزوجل -  
فرمایا "البتہ نماز تیرے لئے دلیل، روزہ ڈھال، صدقہ سایہ اور ذکر تیرے لئے میرے لئے تو نے کونسا عمل کیا؟  
تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا "یا اللہ! آپ مجھے اُس عمل کی طرف رہنمائی فرمائیں جو آپ کے لئے ہے۔  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے موسیٰ! کیا تو نے میرے کسی دوست سے دوستی کی یا میرے کسی دشمن سے دشمنی رکھی؟  
موسیٰ علیہ السلام نے جان لیا کہ وہ عمل الحب فی اللہ والبغض فی اللہ (کسی سے اللہ تعالیٰ ہی کے  
محبت کرنا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے دشمنی کرنا) ہے۔

جو مکتوب کہ ملا تیمور لایا تھا اس میں درج تھا کہ "ایک رات بیدار ہوا اور نماز نجات الوضو  
کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر نہایت عاجزی کے ساتھ دعا کرتے ہوئے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس  
کی اور فلاں بزرگ کی نسبت خاص حاصل ہونے کی التجا کی، ایک لمحہ بھی نہ گذرا تھا کہ اس اس طرز

ایک نسبت ظاہر ہوئی تقریباً ڈیڑھ گھڑی جوش رہا اس کے بعد آہستہ آہستہ کم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیں کہ دعا کرتے ہی فوراً اس کی قبولیت کا کچھ اثر ظاہر ہوا اور ایک خاص نسبت نے ظہور کیا، لیکن تعجب ہے کہ آپ نے اپنے پیر دستگیر کی نسبت کے ساتھ دوسرے بزرگ کی نسبت کی بھی آرزو کی، باوجودیکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ اگر کسی دوسری جگہ سے کوئی نسبت حاصل ہو تو اس کو بھی اپنے پیری کی طرف منسوب کرنا چاہئے اور اپنی توجہ کے قبلہ کو منتشر نہیں کرنا چاہئے، شاید کہ اس سے آپ کی مراد حضرت عالی مجدد الف ثانی (قدس سرہ) کی نسبت خاص اور اس بزرگ کی وہ نسبت ہو جو کہ حضرت عالی (قدس سرہ) سے اُس کو پہنچی ہے، پس اس تقدیر پر دونوں نسبتیں ہمارے حضرت (قدس سرہ) ہی کی ہوں گی۔

اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ ”دوستوں اور رشتہ داروں اپنے گھروں پر لے جانے کی تکلیف کی جس کی وجہ سے وہ حلاوت ولزت باقی نہیں رہی۔“ بوقت ملاقات بھی آپ اس بات کا اظہار کر رہے تھے اور پوچھ رہے تھے کہ اس بارے میں کیا کرنا چاہئے۔ میرے مخدوم! دعوت کو قبول کرنا خود سنت ہے، سنت کو بجالانے سے حلاوت میں فتور کس طرح واقع ہو سکتا ہے، لیکن اس (دعوت کو قبول کرنے) کے لئے شرائط ہیں جو کہ شرع کی کتابوں میں مذکور ہیں، مثلاً یہ کہ کھانا ریا و سمعہ (دکھانے اور ستانے) کے لئے نہ ہو، حلال طریقے سے کمایا گیا ہو، اُس مجلس میں لہو و لعب نہ ہوں، عام دعوت نہ ہو، اور اسی قسم کی اور بھی شرائط ہیں، اگر دعوت میں یہ تمام شرائط پائی جائیں اور سنت قائم کرنے کی نیت سے قبول کر لی جائے اور کھانا کھانا اور خصوصیت منظور نہ ہو تو امید ہے کہ ایسی دعوت کا کھانا کھانے سے باطن کی نسبت میں کوئی فتور واقع نہیں ہوگا۔ روایت میں آیا ہے کہ ولیمہ کی دعوت میں سنت قائم کرنے کی نیت سے حاضر ہونا چاہئے، کھانا کھانے کی نیت سے حاضر نہ ہو۔ اور حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس نے کسی شخص کو کسی نیت کے بغیر کھانے کی دعوت دی تو اس پر خطا (گناہ) لکھی جلتے گی، اگر اس شخص نے اس دعوت کو قبول کر لیا تو اس پر دو خطائیں (گناہ) لکھی جائیں گی اور اگر شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہوگی تو اس دعوت کا قبول کرنا مسنون نہ ہوگا۔ کیا ضرورت ہے کہ اس کو قبول کر کے اپنے باطن کی حلاوت میں خلل ڈالے۔

آپ نے لکھا تھا کہ ”اس جگہ کے دوست اس نسبت سے جو کہ آپ نے اس سفر میں غنایت قربانی تھی بہرہ ور ہوئے ہیں“ کیا تعجب ہے، وللارض من کاس الکرام نصیب (بزرگوں کے پیالہ سے زمین کیلئے بھی حصہ ہوتا ہے)۔ شیخ عوض نے اس احقر سے متعلق جو بشارات والے واقعات دیکھے ہیں اور آنسور عالم صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر مشائخ سے جو عنایات و توجہات دیکھی اور سنی ہیں جو ملا تیمور اور ملا میر نوروز کے

خطوط میں درج تمہیں امیدوار ہوا اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شکر بجالایا۔ اور آپ نے جو کیفیات ایک جوان کے بارے میں اور جو دوسرے جوان کے بارے میں لکھی تھیں وہ اچھی اور بلند ہیں، لے اللہ ہمارے دینی بھائیوں میں اضافہ فرما۔

۱۵۶

آپ نے اپنے فرزند جگر گوشہ کے انتقال کے بارے میں تحریر کیا تھا انا للہ وانا الیہ راجعون [بیشک ہم سب اللہ تعالیٰ کے ہیں اور ہم سب اس کی طرف لوٹ جانا ہے] اللہ تعالیٰ نعم البدل عنایت فرمائے اور قصائے الہی پر صبر و رضا عطا فرمائے۔ فانما المحروم من حرمة الثواب [پس بیشک محروم وہ شخص ہے جو ثواب سے محروم رہے] حدیث شریف میں آیا ہے میں مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے تعجب میں ہوں کہ جب اس کو کوئی خیر (بھلائی) حاصل ہوتی ہے تو وہ اپنے رب کی حمد کرتا اور اس کا شکر ادا کرتا ہے اور جب اس کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا اور صبر کرتا ہے، مومن کو ہر چیز میں اچھا بدلہ دیا جاتا ہے حتیٰ کہ اس لقمہ پر بھی اجر دیا جاتا ہے جس کو وہ اپنی عورت کے منہ کی طرف بڑھاتا ہے والسلا علیکم وعلیٰ من لدیکم تم پر اور تمہارے پاس والوں پر سلامتی ہو۔

## مکتوب ۲۳

جاناں بیگم کے نام، اقسام توحید اور اس کے ہر مرتبہ کے متعلقہ معارف کو توضیح و اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے اس کی شرح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً لله العظیم ومصلياً علی رسولہ الکریم (اللہ تعالیٰ جل شانہ کی حمد کرتے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوة و سلام بھیجتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو کہ رحمن و رحیم ہے)۔ اللہ تعالیٰ مخدومہ، محترمہ، مشفقہ، بکرہ کی ذات بابرکات کو اپنی بے انتہا عنایات میں شامل فرما کر مقامات قرب میں ترقی عطا فرمائے۔

ازہر چہ می رود سخن دوست خوشتر است [دوست کی جو بات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے] لے آپ غور سے سنیں، توحید دو قسم کی ہے: توحید عوام اور توحید خواص۔ توحید عوام کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے مضمون کی تصدیق اور کافروں کے باطل معبودوں کی نفی کرنا اور معبود پر حق کا اثبات کرنا ہے حالانکہ (اس توحید میں) حق تعالیٰ جل و علا کو اس کے ماسوا کے ساتھ محبت و گرفتاری اور دید و دانش میں شریک کرنا اور نفسِ امارہ کا جو کہ اس کی فطرت میں ودیعت ہے انکار و تزعاج

۱۵۷



پایا جاتا ہے۔ اور توجیدِ خواص میں تصدیقِ مذکور کے باوصفِ دو درجے ہیں، پہلا درجہ دل کو ماسویٰ اللہ کی محبت و گرفتاری اور اس کی دید و دانش سے خالی کر دینا ہے۔

توجید عرفِ صوفی صاحبِ سیر تخلصِ دل از توجہ اوست بغیر

[صاحبِ سیر صوفی کے نزدیک توجید (کے معنی) دل کو غیر اللہ کی طرف توجہ کرنے سے خالی کر دینا ہے] اس کی توضیح یہ ہے کہ جب سالک رشید ذکر و فکر پر پوراومت کرتا ہے اور لہو و لعب اور ہر اس چیز سے جو کہ توجہ و انہماک کے منافی ہے روگردانی کرتا ہے اور عنایتِ ازلی طالب کے شامل حال ہوتی ہے بتدریج سلطانِ ذکر اس کے باطن پر اس حد تک غلبہ پالیتا ہے کہ باطن کا ذکر و وام حاصل کر لیتا ہے اور یاد کر کے تکلف سے نجات دیدیتا ہے اور ظاہر کی غفلت باطن میں سرایت نہیں کرتی اس کا ظاہر خواہ کسی چیز میں مشغول ہو غافل ہو یا حاضر، بیدار ہو یا نیند میں، باطن ہمیشہ ذکر و حضور میں رہتا ہے، خلوت و جلوت (تنہائی و مجلس) اس کے باطن میں یکساں ہے۔

از بروں در میانِ بازارم و ز دروں خلوتے ست بیارم

[میں باہر سے (ظاہر کے اعتبار سے) بازار میں ہوں اور اندر سے (باطن کے اعتبار سے) یار کے ساتھ تنہائی میں ہوں] اور جب باطن دائمی حضور و آگاہی سے متصف ہو جائے تو ماسویٰ کی محبت و گرفتاری کو آہستہ آہستہ زائل کر دے گا، اس کا علمی و حسی تعلق اللہ تعالیٰ کے ماسویٰ سے جو کہ علمِ حصولی سے تعلق رکھتا ہے ٹوٹ جائے گا، یہاں تک کہ ماسویٰ کو بھلا دینا اور غیر اللہ سے پوری طرح قطع تعلق کر لیتا حاصل ہو جائیگا اس درجے تک کہ اگر ماسوا کو تکلف کے ساتھ بھی یاد کرے تو اس کو یاد نہ آئے اور اس کے دل میں اس کا خیال نہ گذرے اس وقت اس بھول کے واسطے سے جو کہ دل کو ماسویٰ سے حاصل ہوتی ہے نہ وہ دنیا کی خوشی سے سرور ہوتا ہے اور نہ اس کی غم خواری سے رنجور، اس حالت کو فنائے قلبی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ کمالاتِ ولایت میں سے پہلا کمال ہے۔ جاننا چاہئے کہ اس کمال میں اگر جب باطن کو دوامِ حضور حاصل ہو اور وہ ماسویٰ کی گرفتاری سے رہائی حاصل کر چکے ہے لیکن اس کا نفسِ حاضر اور علمِ حضوری اپنی جگہ پر موجود ہے اور اس کی مناعت اور اتانیت قائم ہے۔

خواص کی توجید کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ نفسِ حاضر اور اس کا اپنا علمِ حضوری بھی زائل ہونا شروع ہو جاتا ہے اور اتانیت، ہمسری اور شرکت کے دعویٰ میں خلل پیدا ہو جاتا ہے اور وہ خود کو انا سے تعبیر نہیں کر سکتا کیونکہ اتانیت و خودی اس سے زائل ہو چکی ہے، اس وقت اگر توجہ و حضور ہے تو از خود بخود ہے کیونکہ عارف کا کوئی نام و نشان باقی نہیں رہا ہے اور اس کے یہ معنی نہیں کہ عارف

۹۷ اس وقت عین حق ہو گیا اور اس سبحانہ و تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ایک ہو گیا ہے۔ انا الحق کہتا اس مقام تک نہ پہنچنے کی وجہ سے ہے اس لئے کہ فنا و نیستی اور انا کے زائل ہونے کی صورت میں انا الحق کہنا کوئی معنی نہیں رکھتا اور وہ سبحانی زبان سے نہیں نکال سکتا ہے

خیال کج مبرایں جا و بشناس کسے کو در خدا گم شد خدا نیست

(اس جگہ کج خیالی مت کر اور پہچان لے (کہ جو شخص خدا میں گم ہو گیا وہ خدا نہیں ہے)۔ اس حالت کو فنا سے نفس کہتے ہیں؛ فنا کی حقیقت اس مقام میں حاصل ہوتی ہے۔ پہلی فنا کا حاصل باطن کے آئینہ کو ماسول کے نقوش اور غیر اللہ کی صورتوں کے حصول سے خالی کرنا ہے خواہ وہ ماسویٰ اللہ آفاق (universe) سے متعلق ہوں یا نفس سے (self) سے ہوں، یہ کمال تجلی افعال کے ساتھ وابستہ ہے اور دوسری فنا جو کہ عارف کے علم حضوری کی نفی کے ساتھ اس کی اپنی نفی ہو جانا ہے تجلی صفات کے ساتھ وابستہ ہے اور اس کا کمال تجلی ذات کے ساتھ مربوط ہے۔ یہ ہے اہل اللہ کی سیر و سلوک کا خلاصہ اور اہل کمال کے حال کا نسخہ، ابھی اس میں گفتگو کرنے کی بہت گنجائش ہے۔

## مکتوبات ۲۲

مرزا امان اللہ برہان پوری کے نام، ان کے خطوط کے جواب میں جو کہ ان کے اور ان کے دوستوں کے حالات و اشواق اور واقعات پر مشتمل تھے تحریر فرمایا اور اس میں ہر مقام کے متعلق معارف کا ذکر اور حقیقت کعبہ معظمہ کا بیان و حدیثی مع اللہ وقت کی تشریح اور حقیقت سرور کائنات علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی دوسرے حقائق پر فضیلت بیان فرمائی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً للہ العظیم ومصلياً علی رسولہ الکریم (اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے ہوئے میں اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو کہ رحمن و رحیم ہے)۔ برادر میر ضیاء الدین حسین نے برادر عزیز سید اللہ تعالیٰ سبحانہ من الزلل والافات (اللہ تعالیٰ اس کو تمانا لغزشوں اور آفتوں سے سلامت رکھے) کا گرامی نامہ قابل قدر تخائف کے ہمراہ پہنچا کر مسرور کیا، حق سبحانہ و تعالیٰ فیوض کے دروازوں کو ہمیشہ کھلا رکھے اور اپنی عنایات و الطاف کے ساتھ سر بلند کرے، اور جو کچھ آپ نے مولانا ابوالمظفر تبیرہ شیخ علم اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ کے بارے میں دیکھا ہے کہ گویا حضرت ایشان (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) ان کی طرف متوجہ ہوئے وہ اس لباس سے جو کہ وہ رکھتے تھے

عرباں ہو گئے اور ان کو دوسرا لباس پہنایا گیا اور حضرت عالی (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) نے فرمایا کہ ان کے ورق کو پلٹ دیا گیا ہے، اور دوسرے واقعہ میں حضرت نے فرمایا کہ ہم نے ان کو اپنے ساتھ لے لیا ہے، اس کے بعد سے ان کا معاملہ دوسرا ہو گیا ہے۔ بہت مبارک ہے، امید ہے کہ حضرت عالی (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) کی خاص نسبت سے وافر حصہ حاصل کرینگے اور ان عنایات سے جو کہ اس واقعہ میں آپ کے متعلق ظاہر ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شکر بجالائیں کہ یہ بشارت عظمیٰ ہے اور جو کچھ آپ نے عجز و عدم ادراک کے غلبہ کے بارے میں اظہار فرمایا تھا اور لکھا تھا کہ دوسری حالت اس کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتی (یہ حالت) سب سے الگ ہے۔ بیشک جو نسبت کہ ویراہ الویرا سے تعلق رکھتی ہے وہ تمام نسبتوں سے الگ ہے اس کے ادراک سے عاجز ہونے کے سوا اور کیا نصیب ہو سکتا ہے۔ جو واقعات کہ محمد شاہ نے دیکھے ہیں وہ واضح ہیں، بظاہر وہ قطبِ وقت کے ساتھ بڑی مناسبت رکھتا ہے اور اس کے انوار و برکات سے امیدوار ہے، حق سبحانہ و تعالیٰ قوت سے فعل میں لائے، واقعات بشارت ہیں، ہمارے بزرگوں نے ان پر اعتمادِ کُلّی نہیں رکھا ہے جو کچھ بیداری میں پیش آئے وہ اس شخص کی ملکیت ہے۔

جو غلام آفتاب ہمہ ز آفتاب گویم      نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم  
[چونکہ میں آفتاب کا غلام ہوں اس لئے سب کچھ آفتاب ہی سے کہتا ہوں میں شبوں اور نہ شب پرست ہوں جو خواب کی بات کہوں]  
اور وہ واقعہ کہ جس میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام حضرات نے آپ کو کعبہ معظمہ کے اوپر لے لیا اور کعبہ کی دیوار کے پورا کرنے کا امر فرمایا اور فرمایا (یہ کام) تجھ سے متعلق ہے اور تکمیل کے بعد ان حضرات فرمایا کہ جامہ (غلافِ کعبہ) بھی تو ہی پہنا۔ آپ حضرات کی امداد کعبہ معظمہ کو جامہ مبارک (غلاف) پہنایا، اس کے بعد سب حضرات نے مبارکباد دیکر مصافحہ کیا، بہت اعلیٰ ہے، اس سے کعبہ معظمہ کے ساتھ کامل مناسبت معلوم ہوتی ہے، حق سبحانہ و تعالیٰ اس کی حقیقت سے کچھ حصہ عطا فرمائے حقیقت کعبہ حقائق مخلوقات و حقیقت واجبی صل سلطانہ کے درمیان جو کہ مرتباً حدیث ذات تعالیٰ و تقدس ہے بزرخ ہے کیونکہ کعبہ مخلوق کا مسجد الیہ ہے (اسی لئے) اس کی حقیقت تمام مخلوق کے حقائق سے ضرور ممتاز ہونی چاہئے۔ چونکہ مسجد ذاتِ حق سبحانہ ہے (اس لئے) کعبہ کی خلقت بھی اسی مقدس بارگاہ سے ہونی چاہئے۔ ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی) قدس سرہ اللہ تعالیٰ بسرہ الاقدس نے اس مکتوب گرامی میں جو کہ مکتوبات کی تینوں جلدوں میں سے کسی میں شامل نہیں ہے لکھا ہے کہ "حقیقت کعبہ ذاتِ اجبی تعالیٰ ہے اس لئے کہ مسجد حقیقت میں وہی مقدس مرتبہ ہے۔ ہذا جاننا چاہئے کہ مسجد اگرچہ ذاتِ بیچون ہے

لیکن اعتبار مسجودیت کو اس کے ساتھ ملحوظ رکھا گیا ہے اس لئے قرینہ احدیت ذات سے جو کہ نسبتوں اور اعتبارات سے پاک ہے نیچے کے درجے میں ہوگا اور پیدو دانش و گرفتاری میں متمیز ہو جائے گا۔

اور آپ نے دوسرے واقعہ میں لکھا تھا کہ ”حضرت ایشان (قدس سرہ) فقیر کے سر کو اٹھا کر فقیر کی پیشانی کا بوسہ دیکر فرماتے ہیں کہ خبردار ہو جا۔ فقیر دیکھتا ہے کہ تمام عالم کی توجہ تواہ آفاقی ہو یا انفسی پوری طرح فقیر کی طرف ہے چنانچہ اگر وہ اس توجہ سے محروم رہ جائیں تو سب لاشے (معدوم) ہو جائیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ فقیر کا حلیہ بعینہ حضرت عالی کا حلیہ ہے اور یہ حالت واضح طور پر دیکھتا ہے، حیرت بہت بڑھ گئی کہ یہ کون دیکھتا ہے اور کس حیر کا شاہد کرتا ہے، حضرت فرماتے ہیں حقیقت میں دونوں ایک ہی ہیں جیسا کہ نظر آرہا ہے میرے محروم! جو کچھ آپ نے واقعہ میں دیکھا ہے اگر خارج میں ایسا ہو تو یہ قطب لاقطاب کا مقام ہے اور تمام عالم کا اس طرح پر توجہ کرنا اس سے تعلق رکھتا ہے، اس کا لب لباب یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مرید صادق قافی الشیخ ہونے کی وجہ سے شیخ کی مخصوص حالت کو اپنے اندر محسوس کرتا ہے اور شیخ کے ساتھ اتحاد پیدا کر لینے کے وقت اپنے آئینے میں شیخ کے کمالات کو مطالعہ کرتا ہے۔ قطبیت کے وہ معنی جن کے ساتھ اس کا شیخ متصف ہے اگر وہ اس وقت اپنے اندر پائے تو کیا تعجب ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ قطب کے معاون و مددگار اس معنی کو اپنے اندر شاہدہ کرتے ہیں اگرچہ اصالت کے طور پر یہ خدمت قطب کے ساتھ وابستہ ہے لیکن اس کی تبعیت و طفیل سے اس کے مددگار بھی اس خدمت میں اس کے شریک ہوتے ہیں جیسا کہ عالم مجاز میں یہ حقیقت وزرا اور سلاطین میں ثابت ہے، بادشاہ کی طرف سے وزارت کا منصب ایک شخص کے لئے ہوتا ہے لیکن اس کے ارکان سلطنت بھی اسی کی طرح مخلوق کا مرجع (جائے رجوع) ہیں۔

جاننا چاہئے کہ ایک جماعت خواب و واقعہ میں اپنے آپ کو بادشاہ یا قطب وقت دیکھتی ہے اور بیداری میں ان میں سے کسی کے لئے بیداری (ثابت نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بادشاہت یا قطبیت کی صفت ان میں موجود ہے لیکن ضعیف ہے اس قابل نہیں ہے کہ عالم شہادت میں ظہور پائے، اس کے بعد یہ دو حال سے خالی نہیں ہے، اگر اس صفت قوت حاصل کر لی اور اس قابل ہو گیا کہ عالم شہادت میں ظاہر ہو جائے تو وہ شخص اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی قدرت سے عالم شہادت میں بادشاہ ہو جاتا ہے اور قطب بھی بن جاتا ہے اور اگر اس قدر قوت پیدا نہ کی تو اسی مثالی ظہور کے ساتھ جو کہ بہت ہی ضعیف ظہور ہے کفایت کرتا ہے اور بقدر قوت ظہور پاتا ہے، وہ واقعات بھی اسی قسم کے ہیں جو کہ اس راستہ کے طالبان دیکھتے ہیں اور خود کو بلند مقامات میں پاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ ارباب ولایت کے مناصب پر فائز ہو گئے ہیں،

ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی) قدس اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کے اصحاب میں سے ایک شخص نے حضرت کی خدمت میں عرضداشت پیش کی کہ قطب الاقطاب ہونے کی بشارت جو کہ عالم غیب سے آتی ہے اس کی کوئی اصلیت ہو یا نہیں؟ حضرت عالی (قدس سرہ) نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ ”یہ مقام قطبیت کے کمالات کے حصول کی بشارت ہے نہ کہ منصب قطبیت کے حصول کی جو کہ علم کے ساتھ مشروط ہے کیونکہ صاحب منصب کو اس کا علم ہوتا ہے انتہی کلامہ الشریف۔ آپ نے اس واقعہ کے ذیل میں لکھا تھا کہ بہت سے حقایق و معارف ظاہر ہوتے اور گذر جاتے ہیں اور ہر ایک کی حقیقت پر اطلاع دیتے ہیں اگر اس میں سے ذرا بھی ظاہر ہو جائے (تو) نظام عالم میں خلل آجائے۔“

قلم اپن جا رسید و سرت شکست [قلم بیاتک پہنچا اور اس کی نوک ٹوٹ گئی]۔  
 بیشک خاص بندوں پر ایسی چیزیں ظاہر ہوتی ہیں جو عوام کے حوصلہ و ہمت سے باہر ہیں ان کا عوام سے چھپانا ضروری ہے اگر وہ ظاہر ہو جائیں تو فتنہ و فساد کا سبب بن جائیں اور بعض امور اس قسم کے ہیں کہ خواص سے بھی ان کا چھپانا ضروری ہے کیونکہ وہ امور بعض خاص بزرگوں کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں مگر اجازت سے بیان کر سکتے ہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ ”جو کچھ اس ذرہ بمقدار پر گذرتا ہے اس کو کس زبان سے بیان کرے جو کچھ قول و فعل سے صادر ہوتا ہے دیکھتا ہے کہ تمام صفات قولی و فعلی و حسی و حرکتی پوشیدہ اور علانیہ سب کسی دوسری جگہ سے ہیں اس ہیکل و پیکر (جسم و صورت) کو اس کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے یہ قالب جدا ہے اور اس کا درک (پانا) بھی قالب سے جدا ہے اور اس کا اور تمام عالم کا عدم ہونا ظاہر ہے اور آنکھ اس معنی کے حاصل کرتے ہیں اندھی ہے“ شاید کہ آپ نے قالب و پیکر سے انسان کے ظاہر و باطن کا مجموعہ مراد لیا ہو نہ کہ صرف ظاہر جیسا کہ قالب سے عام طور پر یہی متبادر ہوتا ہے کیونکہ یہ صفات حقیقت میں باطن کے ساتھ قائم ہیں نہ کہ ظاہر کے ساتھ اور جب عارف اپنی ذات کے عدم ہونے پر دانا و مینا ہو جاتا ہے اور حالت فنا کے ساتھ موصوف ہو جاتا ہے تو باطن کو بھی ظاہر کی طرح صفات سے خالی پانا ہے اور عدم صرف اور جماد محض خیال کرتا ہے اور ادراک و شعور کو دونوں (ظاہر و باطن) سے سلوب (نہی کیا ہوا) دیکھتا ہے بلکہ حقیقت میں فنا و بقا باطن کی صفات میں سے ہے اور بس، عارف کا ظاہر ہمیشہ بشریت کی صفات پر (قائم) رہتا ہے اور اس نے دو بینی (دو دیکھنے) سے رہائی نہیں پائی ہے اور توحید کے ساتھ وابستہ نہیں ہوا ہے باطن قرب کے درجات میں ہے اور ظاہر اس سے منزلوں دور ہے، ظاہر کے حق میں کمال یہ ہے کہ وہ باطن کے حالات پر اطلاع پالے احوال خاص باطن کے لئے ہیں اور اگر سالک

اربابِ علم میں سے پہلو احوال کا علم ظاہر کے لئے ہے اور جب ظاہر اس کے علم سے خالی ہوگا تو ہمیشہ رنج و اضطراب میں رہے گا یہاں تک کہ جو مقدر ہے وہ پورا ہو جائے۔

آپ نے لکھا تھا کہ صبح کی قرض نماز میں ایک وارد (کیفیت) پیش آیا جو کہ کسی اور وقت میں نہیں تھا، خیال میں ایسا ظاہر کیا گیا کہ یہ وہ حالت ہے کہ جس کے بارے میں آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لی مع اللہ وقت (الحديث) [میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہے] فرما کر خبر دی تھی اور ایسا بتایا گیا ہے کہ یہ حالت و نسبت آنسرور علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے جو کہ مقرب فرشتے اور نبی مرسل کی حالت و درجہ سے اوپر ہے کہ اس جگہ اسم کا اطلاق بھی نہیں کیا جاسکتا اور اس دولت کا حاصل ہونا اولوالعزم پیغمبر کے ساتھ مخصوص ہے اور وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل سے ہے امت میں سے جس کو بھی اس دولت سے نوازتے ہیں اس نعمت کا ایک لقمہ مل جاتا ہے الی آخرہ۔

میرے مخدوم اجازت ہے کہ امت کے بعض کامل افراد کو اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس خاص دولت سے تبعیت وراثت کے طریقہ پر حصہ مل جائے کیونکہ خاص خادم اپنے مالک کے پس خوردہ سے امیدوار ہیں لیکن کبھی یہ معاملہ حقیقت کے طریق پر ہوتا ہے اور کبھی نفل کے صل کے ساتھ مشابہ ہونے کے طریق پر ہوتا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ لی مع اللہ وقت کا بھید یہ ہے کہ آنسرور علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت تمام موجودات ممکنہ کے حقائق پر فوقیت رکھتی ہے خواہ وہ انبیاء مرسلین کے حقائق ہوں یا ملائکہ مقربین کے حقائق، نیز وہ حقیقت بمنزلہ کل ہے اور دوسرے تمام حقائق اس کے اجزا کے مانند ہیں، پہلی چیز جو غیب کی کمین گاہ سے ظہور کے میدان میں آئی اور صادر ہوئی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت ہے اور مرتبہ لائقین کا سب سے پہلا تعین بھی وہی حقیقت محمدیہ ہے جو کہ تعین جتنی ہے وجود و ایجاد سب محبت ہی کی فروع ہیں اور کتنا سنا اور محب و محبوب بھی اسی کا ثمرہ ہیں کیونکہ حب ہی ہے جس نے غیب الغیب کے قفل کو کھولا ہے اور وجود و ایجاد کے کارخانہ کو پھیلا یا ہے اور پوشیدہ خزانے کو ظہور دیا ہے اور محبت ہی کا جوش ہے جس نے محبوب کے اسرار کو روشن و ظاہر بنایا اور عشق ہی کی آواز ہے جس نے کہ اس کے جمال و کمال کو پوشیدگی کے پردے سے نکالا، اگر یہ عشق نہ ہوتا تو جمال لازوال سے پردہ کون کھولتا اور اس کے کمال کی شہرت دنیا اور اہل دنیا کے کانوں تک کون پہنچاتا ہے

گر عشق نبودے و غم عشق نبودے چندیں سخن نغز کہ گفتے کہ شنودے

(اگر عشق اور اس کا غم نہ ہوتا تو اسقدر نادریا میں کون کہتا اور کون سنتا) یہاں سے معلوم ہوا کہ محسن خوب بے پردہ ہونا چاہتا ہے اور جمال چھپنے کا خیال نہیں رکھتا ہے

پری روتابِ مستوری ندارد چو در بندی ز روزن سر بر آرد  
 [پری چہرہ چھپنے کی تاب نہیں رکھتا، اگر تو دروازہ بند کرے گا تو وہ روزن (سوراخ) سے سر نکال لے گا۔]  
 کیونکہ حسن کے لئے عشق لازمی ہے اور جمال کے لئے محبت دامنگیر ہے۔

ہر کجا حسن می نماید روئے می تہد سر بسجده عشق آں سوئے

[جہاں بھی حسن جاوہ تما ہوتا ہے عشق اس طرف سر بسجده ہو جاتا ہے]

اب ہم اصل بات کی طرف رجوع کرتے اور کہتے ہیں کہ اس بیان سے ثابت ہوا کہ جو قرب آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کو ذاتِ اقدس تعالیٰ کے ساتھ ہے وہ کسی دوسری حقیقت کو نہیں ہے اس لئے  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت ممتاز ہو گا اور کسی پیغمبر اور فرشتہ کو اس وقت میں گنجائش نہ ہوگی، ہاں  
 اگر کسی کی حقیقت کو اس حقیقتِ الحقائق کے ساتھ طفیلی ہونے یا تبعیت کے طور پر کچھ الحاق اور انطباق  
 حاصل ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ طفیلی ہو کر اس دولت میں شریک ہو جائے لیکن چونکہ اصالت و تبعیت کا  
 فرق ہمیشہ باقی و قائم رہے گا اس لئے ہر لحاظ سے شریک ہونے کی نفی کی گئی ہے، بلکہ اگر شرکت ہی تو وہ صورت  
 شرکت ہے اور حقیقت میں کچھ شرکت نہیں ہے۔ خادم کو مخدوم کے ساتھ کیا شرکت اور طفیلی کو اصل کے  
 ساتھ کیا مساوات، اور یہ الحاق و اتحاد حقیقت بعض کامل ترین افراد میں ثابت ہے اور چونکہ اس حقیقتِ الحقائق  
 کیلئے مراتبِ تنزلات میں ظلال و تمثیلات کے ظہورات ہیں (اس لئے) جب کوئی سالک ان ظلال میں سے  
 کسی ظل میں پہنچتا ہے اور ظل اور اصل میں تمیز نہیں کر سکتا تو وہ خیال کرتا ہے کہ اس حقیقت کو پہنچ گیا ہے  
 اور اس خاص وقت میں شریک ہو گیا ہے (حالانکہ) ایسا نہیں ہے یہ ظل کے اصل کے ساتھ مشتبہ ہونے کی  
 قسم ہے۔

سوال، لی مع اللہ کے مقام کا ظل بھی آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خصوصیت  
 رکھتا ہے اور کسی دوسرے کو آپ کے ساتھ شرکت نہیں ہے پس جو شخص کہ اس مقام کے ظل کو پہنچ جائے تو  
 اس شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص مقام میں حقیقی طور پر شریک ہو جانا چاہئے۔ ہم اس کے جواب  
 میں کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت تمام انبیائے کرام و ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام  
 پر اس مقام کی اصل کے اعتبار سے ہے جو کہ قرب کے تمام مقامات سے اوپر ہے نہ کہ اس مقام کے ظل کے  
 اعتبار سے، اس لئے کہ یہ توقیت وہاں مفقود ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ انبیاء و ملائکہ کے مقامات کے اصول اس  
 ظل سے اوپر ہوں اگرچہ ان کے مقامات کے ظلال اس ظل سے نیچے ہوں۔ اگر کہا جائے کہ اس ظل کا ان ظلال پر  
 فوقیت رکھنا بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسروں پر فضیلت کے باعث ہے (جو جواب میں) ہم کہتے ہیں

کہ اس ظل کی ان ظلال پر فوقیت دوسروں کے اصول کی اس ظل پر فوقیت کے باوجود جزئی فضیلت کا موجب ہے نہ کہ کلی فضیلت کا جو کہ بحث سے خارج ہے کیونکہ ہر شخص اپنے مقام کی خصوصیت کے اعتبار سے دوسروں پر فضیلت رکھتا ہے لیکن یہ فضیلت جزئی ہے، اگرچہ ایک جزئی فضیلت اور دوسری جزئی فضیلت میں بھی فرق ہے کیونکہ یہ ظل تمام ظلال پر فوقیت رکھتا ہے اور ان سب کا جامع ہے، اس کے باوجود اصول پر نظر کرتے ہوئے یہ فضیلت جزئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جوئی مع اللہ وقت فرمایا ہے وہ اصل کے اعتبار سے فرمایا ہے جو کہ تمام مقامات پر فوقیت رکھتی ہے، ظل کے اعتبار سے نہیں فرمایا کیونکہ فوقیت وہاں نہیں ہے پس سالک جو کہ ظل کے مقامات میں شرکت کا گمان پیدا کر لیتا ہے (یہ ظل کے اصل کے ساتھ مشتبہ ہونے کی قسم سے ہوگا۔

سوال: ان اکابر میں سے ہر ایک کی حقیقت دوسرے کی حقیقت سے ممتاز ہے اور کسی شخص کو اصالت کے طور پر کسی دوسرے کی حقیقت میں شرکت نہیں ہے، پس ہر کسی کا وقت ممتاز ہوگا اور اس کے خاص وقت میں کسی دوسرے کو کوئی دخل نہ ہوگا پس ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ کوئی خصوصیت ہوگی کہ جس کے اعتبار سے آپ نے لی مع اللہ وقت فرمایا۔ ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہر کسی کے خاص وقت میں اگرچہ دوسروں کی شخصی شرکت نہیں پائی جاتی لیکن نوعی شرکت موجود ہے جو کہ مماثلت کا سبب ہے کیونکہ ہر حقیقت دوسری حقیقت کے ساتھ کچھ نہ کچھ اشتراک ہے اور تمام حقائق حقیقۃ الحقائق میں درج ہیں اور حقیقۃ الحقائق کو دوسرے تمام حقائق کے ساتھ کچھ بھی اشتراک نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے اس کو ان کے ساتھ شرکت نوعی ہوتی جس سے مماثلت ثابت ہوتی۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص وقت میں دوسروں کو نہ نوعی شرکت ہے اور نہ شخصی شرکت۔ ایک دوسرا جواب یہ ہے کہ حقیقت آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقۃ الحقائق پر وہ کل اور دوسروں کے حقائق اس کے اجزاء کے درجے میں ہیں اور یہ مسلم ہے کہ جو کمال جزو کے لئے ثابت ہے وہ کل کے لئے بھی ثابت ہے، لیکن اس کے برعکس ثابت نہیں ہے، پس دوسروں کے کمالات میں ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شرکت ثابت ہوگئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (مخصوص) کمال میں دوسروں کو شرکت نہیں ہوگی اور حدیث "لی مع اللہ وقت" صادق و ثابت ہوگی۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ جن لوگوں کے حقائق اسمائے کلی کی جزئیات ہیں یا ان اسماء کی جزئیات کی جزئیات ہیں ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ان میں شرکت ہے اس لئے کہ جو شخص جزو کے جزو سے موسوم ہو وہ صاحب اسم جزئی کے دائرہ کے تحت ہے اور یہی نسبت صاحب اسم جزئی کو صاحب اسم کلی کے ساتھ ہے پس سمجھ لیجئے۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ اس قسم کی عبارت سے فوری طور پر ذہن



اس طرف جاتا ہے کہ صاحبِ عبارت کے وقت کو دوسروں کے وقت پر فوقیت اور عدم مماثلت و مشارکت ہے، اس عبارت کے صدور میں خصوصیت محض کافی نہیں ہے پس اس عبارت کا مصدر (محل صدور) آن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے نہ کہ کوئی اور کیونکہ (اس میں) فوقیت و عدم مماثلت مشارکت منقور ہے اگرچہ خصوصیت ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ ”میں ایک روز حلقہ میں بیٹھا تھا دیکھتا ہوں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، حکم ہے کہ آج تیرے عقد کا دن ہے، میں حق سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ تیرا عقد کرتا ہوں، اس وقت فقیر ایک ایسی حالت ہے کہ جس کو بیان نہیں کر سکتا، فرمایا کہ ہم نے دنیا اور آخرت کو تیرے ہر میں دیدیا الخ“ جانتا چاہئے کہ حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ عقد مراد شاید اللہ تعالیٰ کے اس اسم کے ساتھ عقد ہو جو اس شخص کا مبداء تعین ہے یا اس اسم کے اصول کے ساتھ (عقد مراد ہو) جو کہ شیون و اعتبارات ذاتیہ پر ختم ہوتے ہیں اور عقد مراد اسم یا اس اسم کے اصول تک وصول اور اس اسم کا وصول اس کے ساتھ فنا و بقا کا حصول ہے کہ ولایت اور اسلام حقیقی کا حاصل ہونا اس پر موقوف ہے، چنانچہ شیخ شرف الدین یحییٰ میری قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ جب تک تو اپنی ماں سے جفتی نہ کرے مسلمان نہیں ہوگا یعنی جب تک تو اس اسم کے ساتھ جو کہ تیرا مبداء تعین ہے متحقق نہیں ہوگا مسلمان نہیں ہوگا مختصر یہ ہے کہ جب تک معاملہ اصول کے ساتھ یا اصول اصول کے ساتھ ہے فنا و بقا اور حصول و تحقق کی نسبت کا حاصل ہونا متصور ہے اور جب کام اصول سے اوپر چلا جاتا ہے اور اصول ظل کی مانند راستہ میں رہ جاتے ہیں اور معاملہ ذاتِ غیب تعالیٰ سے جا پڑتا ہے تو مذکورہ بالا نسبتوں میں سے کچھ بھی وہاں متصور نہیں ہوگا۔ آیہ مبارکہ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ (اس نے کسی کو نہیں جنا ہے اور نہ وہ کسی سے جنا گیا اور نہ اس کی مثل کوئی ہے) اسی مقام کا پتہ دیتی ہے۔

لا وھوزاں سرائے روز بہی بازگشتند جیب و کیسہ ہی

(لا اور ھو اس بارگاہِ قدس سے اس حال میں واپس لوٹتے ہیں کہ جیب اور کیسہ خالی ہوتی ہے) اور یہ جو فرمایا ہے کہ دنیا و آخرت کو تیرے ہر میں دیا گیا ہے یعنی جو کچھ کہ اسم کے ساتھ مناسبت لکھا ہے اور اس اسم کی جامعیت کے لائق ہے جیسا کہ ہمارے حضرت (مجدد الفیثانی قدس سرہ) نے لکھا ہے کہ ہر شخص کی بہشت اس اسم الہی (جل شانہ) کے ظہور سے عبارت ہے جو اس شخص کا مبداء تعین ہے اور اس اسم نے اشجار و انہار اور حور و قصو کے لباس میں ظہور فرمایا ہے، اسکا الہی (جل شانہ) کی بلندی پستی اور جامعیت عدم جامعیت میں تفاوت فرق کے مطابق جنت کے درجات میں بھی تفاوت فرق ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ مراد آن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقد ہو کیونکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شریعتوں اور احکام الہی جل و علا کے مظہر میں تو یہ عقد شریعت کے ساتھ ہوگا خواہ ظاہر شریعت کے ساتھ ہو یا ظاہر و باطن دونوں کے ساتھ ہو اور عقد سے کنایہ احکام شریعیہ کے ساتھ آراستہ ہونا اور سنن پسندیدہ کے ساتھ مزین ہونا ہے اور شریعت کا باطن حقیقی اسلام ہے اور اس کے ساتھ متصف ہونا اولیاء اللہ کے قدموں کا انتہائی مقام ہے، اور ہو سکتا ہے کہ عقد سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کے ساتھ وابستگی ہو جو کہ حقیقتہً الحقائق ہے جیسا کہ اس کی تفصیل اوپر بیان ہو چکی ہے۔

آپ نے دوسری جگہ لکھا تھا کہ ”اس حالت میں ظاہر کیا گیا کہ یہ مقام لاتعین ہے“ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ جہاں تک بیرونی و سلوک ہے تمام ترقی و عروج مراتب تعینات میں ہے، مراتب تعینات کے اوپر قدم رکھنے کی جگہ نہیں ہے اگرچہ عروج کے وقت بلا تعین ظاہر ہو حقیقت میں تعین کے پردے کے بغیر نہیں ہے، لاتعین محض میں قدم رکھنا و عروج کے ساتھ متحقق ہونا ہے جو کہ محال ہے، ہاں اس بارگاہ میں نظری وصول شاید محال نہ ہو۔

آپ نے قبر کا معاملہ منکشف ہونے کے بارے میں تحریر کیا تھا اور لکھا تھا کہ ”قبر میں میری ایسی حالت ہے جو کہ تحریر و تقریر میں نہیں آسکتی شرح و بیان سے باہر ہے اس کا وقت و حال دوسرا ہے جو کہ اس عالم کے مانند نہیں ہے اس مقام میں سرور و حضور اس عالم سے ہے کہ عالم دنیا کو مطلق اس کا تصوّر اور خبر نہیں ہے“ بیشک قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے جو شخص مر گیا پس اس کی قیامت قائم ہوگی جو معاملہ آخرت سے تعلق رکھتا ہے اس کا آغاز قبر سے ہوتا ہے، قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے، تمام دنیا ظالی ظہورات اور مثالی نمونوں کا مقام ہے۔ لایسٹنی علیلا و لا یروی عطشاناً (کسی علیل کو شفا نہیں بخشتے اور کسی پیاسے کو سیراب نہیں کرتے) میں اسی کا پتہ دیا گیا ہے، نہ طالب صادق کو اس سے سیری حاصل ہے اور نہ پیاسے کو سیرابی ہے: کَسْرَابٍ بِفِئِیْحَةٍ یَحْسَبُهُ الظَّمَانُ مَاءً (اس سراب) وہ جگہ جس پر پانی ہونے کا دھوکا ہوتا ہے) کی طرح جو جیل میدان میں ہے جس کو پیاسا سمجھتا ہے کہ پانی ہے۔ (یہ دنیا) کھیتی اور کام کرنے کا مقام ہے اور طاعت و عبادت کی جگہ ہے۔ (یہ دنیا) آخرت کے لئے کھیتی ہونے سے زیادہ نہیں ہے کہ آخرت ہی ظہور اصل کا محل ہے اور بطریق کمال لقا (دیدار الہی) کا مقام ہے اور اس (آخرت) کا معاملہ برزخ صغریٰ سے شروع ہوتا ہے جو کہ قبر ہے۔ مَنْ کَانَ یَرْجُو الْإِقَاءَ اللّٰهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللّٰهِ لَآتٍ (جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا امیدوار ہے پس اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا وقت آنے والا ہے) پس قبر کا معاملہ دنیا کے معاملات کی مانند نہیں ہے اگرچہ برزخ ہے لیکن وہاں اس مقام (آخرت) کے معاملات غالب ہیں، ہاں تہاڑی

۲۲۹  
۲۳۰  
۲۳۱  
۲۳۲  
۲۳۳  
۲۳۴  
۲۳۵  
۲۳۶  
۲۳۷  
۲۳۸  
۲۳۹  
۲۴۰  
۲۴۱  
۲۴۲  
۲۴۳  
۲۴۴  
۲۴۵  
۲۴۶  
۲۴۷  
۲۴۸  
۲۴۹  
۲۵۰

جو کہ دنیا میں اصل کا نشان رکھتی ہے اور ظلی ظہورات سے اعراض کرنے والی ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ بندہ اور حق سبحانہ و تعالیٰ کے درمیان جو پردہ ہے وہ نماز میں اٹھا دیا جاتا ہے اور حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں پر سجدہ کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ سے اس حالت کو طلب کرنا اور اس کی رغبت کرنا چاہئے۔ نماز صورت کے اعتبار سے اگرچہ دنیا سے ہے لیکن حقیقت میں آخرت سے ہے اس لئے کہ یہ مومن کی معراج ہے اور جو چیز کہ آخرت سے تعلق رکھتی ہے (یعنی دیدارِ الہی) وہ اس میں کچھ حصہ دلا دیتی ہے (یعنی دنیا میں مشاہدہ کرا دیتی ہے)۔

میرے مخدوم! آپ کا ایک خط اس خط کے بعد کہ جس کو کہ میر ضیاء الدین حسین لایا تھا پہنچا اس خط میں لکھا ہوا تھا کہ ان دنوں میں ایسے حالات گذر رہے ہیں کہ (یہ بندہ) ان کے لکھنے اور بیان کرنے سے عاجز ہے۔ اکثر نماز میں ایسی حالت پیش آتی ہے کہ شرح و بیان سے باہر اور کیفیت سے ماوراء ہے عجیب و غریب امور و اسرار وارد ہوتے ہیں الی آخرہ۔ (بیشک) فرض نماز ان کمالات میں جو کہ اوپر بیان ہو چکے ہیں تمام نمازوں سے ممتاز ہے، قربِ قرائن کو قربِ نوافل سے کیا نسبت، ان کمالات کی ابتدا میں نوافل کے ساتھ لذت بخشے ہیں اور انتہا میں یہ حالت (قرب) فرض نمازوں پر موقوف ہے اور اس (نماز) کے باہر گویا معطل اور سیکار ہے، حدیث شریف ارحنی یا بلال (لے بلال) مجھ کو نماز کے ساتھ راحت پہنچا) گویا اس کمال کا پتہ دیتی ہے، کیونکہ قرائن ہی ہیں جو کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت (اذان) سے وابستہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی راحت کو اس میں فرمایا۔ نوافل کا دائرہ وسیع ہے حضرت بلالؓ کی دعوت (اذان) کے ساتھ قید اور ان کے بلاوے پر موقوف نہیں ہیں، ان کی زیبائش و آرائش قرائن کے لئے ہے جو کہ بے نشان کا کچھ پتہ و نشان رکھتے اور مطلوب کی کچھ خبر لاتے ہیں۔

دعا: بیچ از گریہ نام گراں مہ در کنار آید [اگر وہ چاند محبوب، میری آغوش میں آجائے تو میری زبان سے صلح ہو جائے] جانا چاہئے کہ وہ آداب و نوافل جو کہ قرائن کو مکمل اور پورا کرنے والے ہیں وہ قرائن میں ہی شمار کئے جاتے ہیں ان کی رعایت جس قدر زیادہ کی جائے گی فرض کا نتیجہ اسی قدر زیادہ اچھا نکلے گا بلکہ ٹوکہ سنتوں میں بھی یہ نسبت اثر کرتی ہے کہ گویا وہ قرائن کو مکمل کرنے والی ہیں اور یہ اس مکتوب کا اخیر جو چاہئے، الحمد للہ اولاً و آخراً [اول و آخر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے] والصلوة والسلام علی رسولہ محمد والہ و آلہ و سلم و مداد علی جمیع الانبیاء والمرسلین و علی الملائکة المقربین و سائر الصالحین اجمعین۔ آمین۔

# مکتوب ۲۵

مرزا عبید اللہ بیگ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ہر خطہ کے لئے ایک خاص حکم ہے اور ہر سرزمین کا ایک مخصوص فیض ہے۔

حمد و صلوة و تبلیغ دعوات کے بعد جناب برادر عزیز مرزا عبید اللہ بیگ کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ کا مکتوب گرامی جو مبضیاء الدین حسین کے ہمراہ بھیجا تھا پہنچا چونکہ اعلیٰ درجہ کے احوال و اذواق پر مشتمل تھا معنوی لذات بخش، اللہ تعالیٰ ہمیشہ ترقیات پر فائز رکھے اور سنتِ عالیہ کے اتباع پر استقامت عطا فرمائے۔ فعل الحکیمہ تعالیٰ لا یخلوا عن حکمتہ (حکیم اللہ تعالیٰ کا فعل اس کی حکمت سے خالی نہیں ہوتا)۔ صوبہ دکن کی طرف جانے میں بظاہر کوئی حکمت ہوگی، ہر زمین کے فیوض مختلف اور ہر شہر کی خاصیت الگ اور ہر ہستی کے ساتھ معاملہ جدا ہے، بصیرت والے لوگ ہر قطعہ زمین سے مخصوص فیض حاصل کرتے ہیں اور ہر سرزمین سے کوئی کمال اخذ کرتے ہیں۔ ہمارے حضرت قدس اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس اس زمانہ میں جبکہ سلطان وقت کے ہمراہ شہر لاہور میں تشریف رکھتے تھے شروع کے ایک دو مہینے حاجی سوائی کے کوچہ میں خواجہ قاسم کی پرانی حویلی میں اقامت پذیر تھے وہاں بشمارا سرار و معارف کہ جن میں سے اکثر اشیاء کے فنا و عدمیت کے کمالات اور عارف کے عدم محض کے ساتھ مل جانے سے تعلق رکھتے ہیں فائض ہوتے تھے اور آپ بیان فرماتے تھے۔ اور وہ مکتوب جس کا عنوان "هل آتی علی الانسان حین من الدھر لہ یکن شیئاً مذکوراً ہے دیگر چند مکتوبات کے ساتھ جو اس مکتوب کے آس پاس ہیں وہیں تحریر کیا گیا ہے۔ چونکہ وہ حویلی بہت پرانی تھی دوسری حویلی میں جو کہ کوچہ نلا میں تھی منتقل ہو گئے قبل اس کے کہ اس حویلی میں نقل ہوں اپنے فرمایا کہ اس جگہ میں وہ اسرار و معارف فائز ہوں گے جو کمالات بقا کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ۔ (چنانچہ وہاں منتقل ہونے کے بعد ایسا ہی ہوا اور کمالات بقا سے متعلق اسرار اور مقام بقا کی باریکیاں ظاہر کی گئیں، اور وہ مکتوب جس میں یہ عبارت درج ہے "برعکس مرایاے دیگر بتشخص اور امتیت خود را و احمی نماید ہم من ہم سے قیامت می کنی سعدی بدیں شیریں سخن گفتن مسلم نیست طوطی را بدور انت شکر خانی"۔

۱۔ مکتوبات حضرت مجدد دفر سوم مکتوب ۵۳۔ ۲۔ سورہ ۷۶۔ ۳۔ عبارت حضرت مجدد کے مکتوبات دفر سوم کے مکتوب ۶۲ سے لی گئی ہے۔ مکتوبات معصومیہ میں یہ عبارت اس طرح ہے "برعکس مرایاے دیگر بکلیت خود را و احمی نماید ہم من ہم سے"

[دوسرے مظاہر کے برعکس اس کے تشخص و تعین میں اپنی مرانیت یعنی آئینہ بننے کو ظاہر کرتا ہے، سمجھا جس نے سمجھا۔  
و کا ترجمہ ہے) اے سعدی! تو اس قسم کی شیریں باتیں کہہ کر قیامت برپا کرتا ہے تیرے ذہن نے میں طوطی کا شیریں بیان ہونا  
مسلم و منظور نہیں ہے] دوسرے چند مکتوب کے ساتھ جو کہ اس مکتوب کے آس پاس ہیں وہیں تحریر کیا  
گیا ہے، دوستوں سے دعا اور غائبانہ توجہ کی امید کی جاتی ہے۔ والسلام

## مکتوب ۲۶

حاجی حسین کے نام مرتبہ جمع کے بیان میں جو کہ کفر حقیقی ہے اور اس سے اوپر کے مقام کو جو کہ  
اسلام حقیقی ہے حاصل کرنے پر زغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى۔ آپ کا پسندیدہ مکتوب موصول ہو کر مسرت  
حاصل ہوئی، آپ نے وہ اذواق و مواجید جو کہ سکر کے جوش اور محبت کے غلبہ کے باعث پیش آئے  
ہیں تحریر فرمائے تھے واضح ہوئے وہ بہت خوب اور مبارک ہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کے ذوق و شوق  
کو زیادہ کرے، عشق کی کشش ہے کہ جس نے صفات لطیفہ و کثیفہ اور رذیلہ و شریفہ کو یکساں دکھایا ہے  
اور سکر محبت (نشہ محبت) ہے جس نے اسلام و کفر کو برابر کر دیا ہے اور برائی اور بری چیزوں کو ٹکا ہونے  
سے چھپا دیا ہے، یہ وہ پھول ہیں جو کہ (مقام) جمع کی انجمن سے کھلے ہیں اور یہ حیرت و عدمیت  
عین الیقین سے آئی ہے جو کہ فنا و بے شعوری کا مقام ہے، یہ اچھی اور سنجیدہ چیزیں ہیں لیکن اس  
مقام میں ٹھہرنا اچھا نہیں ہے، فنا اپنی ذات میں اگر چہ کمال ہے لیکن یہ دوسرے کمالات کا زینہ  
ہے اور مقامات قرب میں عروج کے لئے شرط ہے۔

بیچ کس راتا نگرود او فنا نیست رہ در بار گاد کیر یا

[جنگ کوئی شخص فنا نہ ہو جائے اس کیلئے بارگاہ الہی میں باریابی نہیں ہے۔] جمع سے فرق بعد الجمع کے مقام  
میں آنا چاہئے، عین الیقین سے حق الیقین تک اور فنا سے بقا تک ترقی کرنی چاہئے اور عدم سے وجود  
تک اور جہل سے علم تک پہنچنا چاہئے تاکہ حسن اسلام ظاہر ہو جائے اور کفر و فسق کی برائی نمایاں ہو جائے  
ایہ کریمہ ولکن اللہ حبیب الیکم الایمان وزینتہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر  
والفسوق والعصیان اولئک هم المرشدون فضلا من اللہ ونعمۃ [اور سورہ بقرہ  
لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایمان کو محبوب و پسندیدہ بنا دیا ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں زینت

بخشی ہے اور تمہارے لئے کفر و فسوق و عصیان کو ناپسند کر دیا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل و نعمت سے ہلاکت پانے والے ہیں۔] اس معنی کی تائید کرتی ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ منبع ایک ہی ہے بیشک سب کچھ اسی (اللہ) جل و علا کا بتایا اور پیدا کیا ہوا لیکن حق تعالیٰ اپنی بعض مصنوعات و مخلوقات کو پسند کیا ہے اور اس کو حسن (اچھا) قرار دیا ہے اور بعض دوسری چیزوں کو پسند نہیں کیا اور ان کو قبیح (برا) قرار دیا ہے۔ عارف کامل جو اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متخلق (متصف) ہے اس معرفت سے گزرنے کے بعد جو کہ آپ نے لکھی تھی ایسا، محسوس کرتا ہے اور حسن شرعی کو حسن (اچھا) اور قبیح شرعی کو قبیح (برا) دیکھتا ہے۔ اللہم ارف حقایق الاشیاء کما ہی وخلصنا عن الاشتغال بالملامہی [اے اللہ! ہمیں اشیا کی حقیقت جیسی کہ وہ ہیں دکھا دے اور ہم کو لوہو و لعب میں مشغول ہونے سے بچا] والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔ [آپ پر اور آپ کے پاس والوں پر سلامتی ہو]۔

## مکتوب ۲۷

شاہ نعمت اللہ قادری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ممکن کی ذات عدم ہے اور اس کا حسن و جمال عاریتی (مستعار) ہے۔

حامد اللہ العظیم و مصلیا علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد [بعد و صلوة کے بعد] یہ

حقیر اگرچہ ظاہری طور پر حاضری کے شرف سے دور اور صحبت کے حصول سے محروم ہے لیکن اہل اللہ کے خاکساری کی نسبت رکھتا ہے اور حضور و غیبت میں (سامنے اور پیٹھ پیچھے) ان کا حلقہ بگوش ہے۔

امیدوار ہے کہ کبھی کبھی اس ناکارہ کو اپنے معطر دل کے گوشہ میں یاد فرما کر باطنی فیوض و برکات و نوازاں اور خاص عنایات سے کچھ حصہ عطا فرماتے رہیں گے۔ قلیل سرمایہ والا فقیر احتیاج کے علاوہ کیا اظہار

کر سکتا ہے اور سوال کرنے کے سوا کیا بیان کر سکتا ہے، کیا کرے کہ اس کا فقر ذاتی اور اس کا فاقہ دائمی ہے اس کا حصہ مطلوب حقیقی سے انتہا لاک (مٹ جانا) ہے اور اس بلند بارگاہ سے اس کا نصیب اضمحلا

رہنیت ہو جاتا ہے، پس اس کے کمال سے کیا پائے اور اس کے حسن و جمال کو کس طرح تلاش کرے، اس (بے نایب) کی ذات عدم ہے اور اس کا ہونا نہ ہونا ہے، خیر و کمال اس کے حق میں عاریتی ہے اور اس

حسن و جمال انعکاسی ہے اس عاریتی کمال اور انعکاسی جمال کے باوجود اپنے آپ کو خیر و کامل گنا

کیا ہے اور اس بے بنیاد نمود پر طویل بنیاد قائم کی ہے، اگر رحمت دستگیری نہ فرمائے اور کرم خود آگے بڑھ کر امداد نہ کرے تو حسرت ہی ہے، کمال اس کے حق میں کمال کا نفی ہونا ہے اور خود کو اچھا نہ سمجھنا، ہی اچھائی ہے، کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

معشوق اگرچہ گشت ہم خانہ ما ویران ترا ز اول است ویرانہ ما  
[اگرچہ معشوق ہمارا سمجھا نہ ہو گیا ہے (لیکن اب) ہمارا ویرانہ پہلے سے بھی زیادہ ویران ہے] اگر خیر و کمال کی نسبت اپنی طرف کرے تو خائن ہوگا اور اصل کے ساتھ برابری کا دعویٰ پیدا کرے گا مگر یہ کہ عدم (فنائیت) کے بعد اس کو موجود کیا جائے اور دوسری ولادت کے ساتھ پیدا کیا جائے تو اس وقت (ایسا ہو سکتا ہے کیونکہ) بادشاہوں کی بخششیں اور ہدیے بادشاہوں کی سواریاں ہی اٹھا سکتی ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم اور آپ کی آل اطہار علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے وسیلہ سے ہم جیسے دو رافتادوں کو ان معانی کی ہم عطا فرمائے اور آپ جیسے شہبازوں کے طفیل میں اس سرچشمہ سے ایک گھونٹ نصیب فرمائے۔

## مکتوب ۲۸

شیخ محمد علیم جلال آبادی کے نام ان کے اور ان کے دوستوں کے احوال کی وضاحت میں جو ان کے عریضے میں درج تھے تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى۔ برادر عزیز شیخ محمد علیم کا گرامی نامہ موصول ہو کر باعث مسرت ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "خطرہ قلبی اس طور پر دور ہو گیا ہے کہ تکلف کے ساتھ بھی خطرہ نہیں گذرتا۔" میرے مخدوم! یہ معاملہ فناء قلبی سے تعبیر کیا گیا ہے اور پہلا کمال ہے اور دوسرے کمالات کے لئے شرط ہے۔ اوپر آپ نے لکھا تھا کہ "اپنی رضا و اختیار کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا و اختیار میں گم پاتا ہوں۔" یہ دید (دیکھنا) بھی فنا کے شعبوں میں سے ہے، جب یہ معاملہ انجام کو پہنچ جاتا ہے اس طرح پر کہ کوئی مراد اس کے سینہ کی وسعت میں نہیں رہتی اور ارادے بھی مرادوں کی طرح عدم کے صحرا کو اپنا سامان لے جاتے ہیں (یعنی فنا ہو جاتے ہیں) اس کے بعد وہ فنا سے بقا کے مقام میں آتا ہے تو اس وقت اس کو صاحب ارادہ بنا دیتے ہیں اور اپنے پاس سے ارادہ عطا فرماتے ہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ "حق تعالیٰ عز اسمہ کا کرم و عنایت بہت زیادہ مشاہدہ ہوتا ہے اس سے پہلے کچھ عرصہ تک اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا اور اپنی صفات کو اللہ تعالیٰ کی صفات کا منظر جانتا تھا

اب معلوم ہوتا ہے کہ میں کچھ نہیں ہوں اور سب اسی سے ہے الی آخرہ۔ یہ معاملہ بقا کے ساتھ وابستہ ہے لیکن جو کچھ آپ پہلے جانتے تھے وہ قاب قوسین سے مشابہت رکھتا تھا اور جو کچھ اب معلوم ہوتا ہے وہ اودنی سے مناسبت رکھتا ہے، حق سبحانہ و تعالیٰ اودنی کی حقیقت سے کچھ حصہ عطا فرمائے اس لئے کہ جو کچھ آپ نے لکھا ہے اندراج (اندراج التہایت فی البدایت) کے طریق پر ظاہر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں کہ قلتِ صحبت کے باوجود آپ پر اس قسم کے واردات ہونے لگے ہیں۔

اور آپ نے اپنے دوستوں کے احوال کے بارے میں لکھا تھا کہ اس قدر قلبی ذکر اور یادداشت رکھتے ہیں، شاید آپ نے یادداشت سے قلب کی دوام آگاہی مراد لی ہے نہ کہ وہ یادداشت جس کے بارے میں ہمارے حضرت قدسنا اللہ سبحانہ و تعالیٰ بسرہ نے اپنے بعض مکاتیب میں لکھا ہے جو کہ کامل مشیوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور یہ جو آپ نے ملایا محمد کے بارے میں لکھا تھا کہ اس کے قلب سے خطرہ اس حد تک دور ہو گیا ہے کہ تکلف سے بھی نہیں آتا اور وہ کہتا ہے کہ میں اپنے قلب میں آفتاب کے ذرات کی مانند دیکھتا ہوں جو کہ جوش مارتے ہیں، اکثر اوقات اپنے آپ کو گم پاتا ہوں اور اپنے قلب کو کبھی اس قدر وسیع پاتا ہوں کہ اگر دنیا و باقیہا کو اس میں سمودیں تو سما جائے الہ۔ میرے مخدوم! اس طرح پر قلبی خطرہ کا دور ہونا اسمائی و صفائی انوار کے ظہور کے بغیر نہیں ہوتا جب تک نور انھیں نہ پائے رہائی نہ پائے گا۔ دل میں ذرات آفتاب کی مانند مشاہدہ کرنا اس راستہ کی کیفیات سے ہے اور قلب کا وسیع پانا بھی اسی سے ہے اس لئے کہ اس عالم کا ان انوار کے مقابلہ میں کوئی شمار نہیں ہے، اس دوست کا ایسا دیکھنا اس کی بلند فطرتی اور وسعت استعداد کی خبر دیتا ہے حقیقی علم اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی کو ہے، اگر یہ دوست کچھ عرصہ یہاں گزارے اور سرمد کی سیر کرے تو بظاہر حاصل نہ ہوگا۔ دیگر یہ کہ اس سے پہلے فقیر نے ملاحسن علی کے خط میں لکھا تھا کہ جس تعداد کی آپ کو اجازت دی گئی تھی اس سے دو چند کی اجازت ہر اب لکھا جاتا ہے کہ چار گنی تعداد کو طریقہ سکھائیں۔ والسلام

## مکتوب

میرزا عبید اللہ بیگ کے نام، ان لوگوں کے رد میں تحریر فرمایا جنہوں نے کہ صوفیہ کرام کے طریقہ کو ترک تعرض جانا ہے اور اسقاطِ عمل اور دیگر مفاسد کے قائل ہوئے ہیں، اس میں ان احادیث کا ذکر بھی ہے جو امر معروف و نہی منکر کے فرض ہونے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اور ان احادیث کا ذکر بھی ہے جو جہاد کے فضائل میں ہیں۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَتَمَّیْعِدٍ  
 [سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ اور آپ کی تمام آل و  
 اصحاب پر درود و سلام ہو] میرے مخدوم! اہل زمانہ میں یہ بات مشہور اور شائع ہو گئی ہے کہ صوفیائے کرام  
 کا مسلک مخلوق کے حال سے تعرض نہ کرنا اور کسی کے ساتھ برائے ہونا ہے (یعنی کسی کو برا نہ جانے) چونکہ یہ بات  
 واقع کے خلاف اور بہت سی برائیوں پر مشتمل ہے اس لئے (اس فقیر کے) جی میں آیا کہ اس بارے میں کچھ  
 لکھے اور اس کی برائیوں کو ظاہر کرے، اور اس سلسلہ میں جو حدیثیں امر معروف و نہی منکر اور حجت فی اللہ  
 و بغض فی اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت اور مجاہدین کے مراتب اور شہداء کے درجات کی بلندی  
 متعلق آئی ہیں بیان کر دے اور صوفیائے کرام کی بعض تحریروں کو بھی جو اس مقام سے مناسبت  
 رکھتی ہیں اور شریعت عالیہ کے راستہ پر استقامت کی خبر دیتی ہیں اور اس جماعت کی تردید کرتی ہیں  
 جو اپنے آپ کو اس گروہ کے ساتھ منسوب کرتے ہیں اور شریعت حقہ کے دائرہ سے سرتابی کرتے ہیں،  
 درج کر کے دوستوں کو ارسال کرے اور لغزش سے حفاظت اور خیر کی توفیق اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے  
 میرے مکرم! جو شخص کہ (صوفیائے کرام کے متعلق) اس بات کا معتقد ہے معلوم نہیں کہ صوفیہ  
 سے اس کی مراد کونسی جماعت ہے۔ ہمارے پیروں کا طریقہ جو کہ نقشبندی مشائخ ہیں خود سنت کا اتباع  
 اور بدعت سے اجتناب ہے جیسا کہ ان کی کتابوں اور رسالوں سے ظاہر و نمایاں ہے اور امر معروف  
 نہی منکر و بغض فی اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسلمہ سنتوں میں سے  
 ہیں بلکہ انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کے فرائض و واجبات میں سے ہیں۔ پس امر معروف کا  
 ترک کرنا (درحقیقت) اس طریقہ عالیہ کو ترک کرنا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ہمارا  
 طریقہ مضبوط حلقہ ہے جو کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کے  
 دامن کو پکڑنا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کی اقتدا کرنا ہے۔ اس طریقہ میں تھوڑے عمل سے  
 بہت زیادہ کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں اور جو شخص ہمارے اس طریقہ سے روگردانی کرتا ہے اس کے لئے  
 بہت بڑا خطرہ ہے۔ اگر صوفیائے کرام کا طریقہ ترک تعرض ہوتا تو حضرت خواجہ نقشبند نے جو کہ صوفیوں  
 کے سردار اور اس طریقہ عالیہ کے بانی ہیں اپنے پیر حضرت امیر کلال سے جو کہ ادب کے مقام پر تھے اور  
 عدم تعرض کے زیادہ حقدار تھے ذکر چہرے کے بارے میں جو کہ حضرت امیر کلال قدس سرہ کا طریقہ تھا  
 امر معروف کیوں کیا اور علمائے بخارا کو جمع کر کے ان کے پاس کیوں لے گئے اور انہوں نے جذبہ مسلمانی  
 اور کمالِ حقانیت کی خوبی کی بنا پر حضرت خواجہ (بہاؤ الدین) نقشبند قدس سرہ کی بات کو قبول کر لیا اور

ذکر میں جہر کرنے کو ترک کر دیا جیسا کہ منقول ہے اور سلف و صاحب استقامت صوفیہ و مشائخ کا طریقہ بھی یہی تھا۔ صوفیائے کرام نے جو یہ تمام کتابیں سلوک و ریاضت اور وعظ و نصیحت میں لکھی ہیں اور مہلکات (ہلاک کرنے والی چیزوں) و منجیات (نجات دلانے والی چیزوں) کی نشاندہی کی ہے، یہ امر معروف و نہی منکر ہے یا کوئی اور چیز؟ اور یہ تعرض ہے یا ترک تعرض؟

حضرت خواجہ معین الدین چشتی (قدس سرہ) اپنے پیروں سے نقل کرتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ دوستی (محبت الہی) کا راستہ چونکہ تاریک اور باریک ہے (اس لئے) تجھے چاہئے کہ مخلوق کو نصیحت کرے اور ان کو (خیرات سے) ڈرائے۔

شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ جو کہ وحدۃ الوجود والوں کے پیشوا ہیں انھوں نے اپنے وقت کے ان صوفیوں کو جو سماع اور رقاصی کرنے کے طریقے پر کار بند تھے کیوں روکا اور اس کے ترک پر کیوں دلالت کی ان میں سے بعض لوگ شیخ کے کہنے پر باز آگئے اور اپنے طریقے کو چھوڑ دیا اور بعض (اگرچہ) باز نہیں آئے لیکن انھوں نے بھی اپنے نقص و تصور کا اعتراف کیا جیسا کہ شیخ نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے۔

غوث صمدانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے اپنے بعض رسائل میں امر معروف و نہی منکر کے بارے میں ایک تفصیلی باب تحریر فرمایا ہے (جس میں) اس کے دقائق بیان فرمائے ہیں اور اس عظیم الشان کام (امر معروف و نہی منکر) کے بارے میں بہت احتیاط ملحوظ رکھی ہے، اسی (رسالہ) میں لکھتے ہیں "پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ اس پر برائی سے روکتا ہے یعنی عدم قدرت کے وقت نہی عن المنکر واجب نہیں ہے تو کیا انکار یعنی برائی سے روکتا اس وقت جائز ہے جبکہ اس کو اپنی جان پر خوف کا ظن غالب ہو؟ تو یہ بہت نزدیک جائز ہے اور اگر وہ شخص اہل عزیمت اور اہل صبر میں سے ہے تو افضل ہے پس وہ (یعنی ایسے موقع پر نہی عن المنکر کرنا) اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کفار کے ساتھ جہاد کرنے کی مانند ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت نعمان علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا ہے: وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ اور نیکوں کا حکم کر اور برائیوں سے منع کر اور اس سلسلے میں تجھ کو جو مصیبت پہنچے اس پر صبر کر، بیشک یہ عزیمت کے کاموں میں سے ہے (خاص کر جبکہ ظالم بادشاہ کے سامنے امر معروف و نہی منکر) یا کلمہ کفر کے اظہار کی بجائے اظہار ایمان کے لئے ہو اس لئے کہ فقہاء اس پر متفق ہیں اور بلاشبہ اور ان کے درمیان ان دو موقعوں کے علاوہ باقی مواقع میں اختلاف ہے۔

انصاف کرنا چاہئے کہ اگر ان بزرگوں کا مشرب جو کہ اہل ولایت کے پیشوا اور صوفیوں کے

مقدرات تھے ترک تفریح ہوتا تو پھر وہ امر معروف (و نہی منکر) میں اس قدر مبالغہ کیوں کرتے اور نیز حضرت شیخ (عبد القادر جیلانی قدس سرہ) نے فرمایا ہے کہ ”امر معروف و نہی منکر“ دو قسم پر ہے پس جو چیز کتاب (قرآن مجید) و سنت (حدیث شریف) اور عقل کے موافق ہو وہ معروف ہے اور جو چیز ان کے مخالف ہو وہ منکر ہے، پھر ان کی دو قسمیں ہیں ان میں سے ایک ظاہر ہے جس کو عوام و خواص سب ہی جانتے پہچانتے ہیں اور وہ مثلاً پانچ وقت کی نمازوں اور ماہ رمضان کے روزوں اور زکوٰۃ اور حج وغیرہ کا واجب ہونا ہے اور منکرات میں سے مثلاً زنا، شراب نوشی، چوری، رہزنی، سود اور غصب وغیرہ کا حرام ہونا ہے پس اس قسم کے متعلق امر معروف و نہی منکر کرنا عوام پر بھی اسی طرح واجب ہے جیسا کہ خواص علماء پر واجب ہے اور دوسری قسم وہ امور ہیں جن کو صرف خواص ہی جانتے ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کے متعلق کس قسم کا اعتقاد جائز ہے اور کس قسم کا اعتقاد جائز نہیں ہے۔ پس اس کے متعلق امر معروف و نہی منکر کرنا علماء کے ساتھ مخصوص ہے، پھر اگر علماء میں سے کسی نے عوام میں سے کسی کو اس کی خبر دی تو یہ اس کے لئے جائز ہے اور (خود) اس عامی شخص پر بھی بشرط قدرت اس کا امر معروف و نہی منکر کرنا واجب ہو جائے گا۔ فضیل بن عیاضؒ نے جو کہ اکابر صوفیہ میں سے ہیں فرمایا ”جو شخص کسی بدعتی سے محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو رائیگاں کر دیتا ہے اور ایمان کا نور اس کے دل سے نکال لیتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کے بارے میں جان لیا کہ وہ بدعتی سے بغض رکھتا ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ وہ اسے بخش دے گا اگرچہ اس کا عمل تھوڑا ہو اور جب تو کسی بدعتی کو راستہ میں دیکھے تو تو دو سہرا راستہ اختیار کر۔ اور حضرت فضیل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ میں نے سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ جو شخص کسی بدعتی کے جنازہ کے ساتھ چلا وہ واپس آنے تک اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں رہے گا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (بدعتی پر) لعنت فرمائی ہے پس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے دین میں کوئی نئی بات پیدا کی یا دین میں نئی بات نکالنے والے کسی (بدعتی شخص) کو پناہ دی تو اس شخص پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور اس شخص سے نہ کوئی صرف قبول کیا جائے گا اور نہ عدل۔ صرف سے فریضہ اور عدل سے نافرمانی مراد ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے، اے عائشہ رضی اللہ عنہا، اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنََهُمْ وَاَوْشِيْعًا [بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے کر دیا اور وہ گروہ درگروہ تھے] یہ لوگ اہل بدعت اور خواہشات کی پیروی کرنے والے ہیں، ان کے لئے توبہ نہیں ہے میرا ان سے کوئی تعلق نہیں، اور نہ ان کا مجھ سے کوئی تعلق ہے۔ (طیالسی عن عمر)

اگر صوفیہ کا مشرب ترک تعرض ہوتا تو اکابر صوفیہ میں سے ایک بزرگ یہ کیوں فرماتے کہ صوفیہ کا جو دن نقار میں نہ گزرے وہ اسے اچھا نہ جانیں۔ شیخ الاسلام نے کہا ہے کہ صوفیوں کی نقار کن مکن ہے (یعنی ہر کام کے متعلق یہ سوچے کہ یہ کام کرنا چاہئے یا نہیں کرنا چاہئے) پس خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ جس روز صوفی باہم امر معروف و نہی منکر نہ کریں اور مستی بریں وہ دن اچھا نہیں ہے۔ خوب غور کرنا چاہئے، جو لوگ کہ عدم تعرض کے قائل ہیں وہ آخرت کے عذاب و ثواب اور ان سخت و عیدوں پر ایمان رکھتے ہیں یا نہیں جو کہ برے اعمال کے بارے میں قرآن مجید اور صحیح حدیثوں میں آئی ہیں، اگر ایمان رکھتے ہیں تو پھر وہ کسی بد نصیب کو بہت بڑی تباہی سے کیوں نہیں نکالتے اور سخت عذاب سے نجات کا راستہ اس کو کیوں نہیں دکھاتے۔ اگر کسی نابینا کے راستے میں کوئی کنواں یا کوئی سانپ ہو، یا کوئی شخص کسی اور دنیاوی ہلاکت میں گرفتار ہو تو ظاہر ہے کہ یہ لوگ اس کو آگاہ کریں گے اور اس کو راہ نجات دکھائیں گے اور اس کے حال سے تعرض کریں گے۔ آخرت کی ہلاکت پر جو کہ سب سے زیادہ شدید اور سب سے زیادہ باقی رہتے والی ہے کیوں متنبہ نہیں کرتے اور نجات کا راستہ کیوں نہیں دکھاتے۔ یقینی بات ہے کہ وہ لوگ (آخرت پر) ایمان نہیں رکھتے اور قیامت و حشر و نشر اور جو کچھ اس میں ہے اس کے معتقد نہیں ہیں، اللہ سبحانہ تعالیٰ ہم کو ان کے برے اعتقاد سے بچائے۔

۱۱۲ اگر مخلوق سے ترک تعرض کرنا اللہ تعالیٰ جل شانہ کو پسند ہوتا تو اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو کیوں مبعوث فرماتا اور شریعتیں کیوں جاری کرتا اور دین اسلام کی طرف کیوں بلاتا اور اسلام کے علاوہ دوسرے ادیان کو باطل کیوں قرار دیتا اور سابقہ امتوں میں جس نے ان بزرگوں (انبیاء کرام) کی دعوت کو قبول نہیں کیا ان کو طرح طرح کے عذاب میں گرفتار کر کے ان کو ہلاک و ختم کیوں کرتا (بلکہ) چاہئے تھا کہ مخلوق کو ان کے حال پر چھوڑ دیتا اور کچھ تعرض نہ کرنا اور منکروں کو کسی چیز پر عذاب نہ دیتا اور ہلاک نہ کرتا اور نیز اس صورت میں جہاد کو کس لئے فرض کرتا جو کہ مسلمانوں اور کفار دونوں کے ایذا و قتل پر مشتمل ہے اور جہاد و مجاہدین اور شہدائے فی سبیل اللہ کے جو فضائل و درجات نصوہں قطعہ سے ثابت ہیں جیسا کہ ان میں سے بعض کا بیان آگے آئے گا وہ فضائل و درجات کیوں ہوں کہ وہ ناحق لوگوں سے تعرض کرتے ہیں اور ایذا پہنچاتے ہیں، اور نیز نفس انسانی جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مخلوق میں سے ہے اس کے ساتھ لڑائی اور دشمنی کا حکم کیوں دیا اور اس کے ساتھ جہاد کرنے کو جہاد اکبر کیوں فرمایا اور اپنے قرب کو اس کے ساتھ جہاد کرنے سے مشروط کیوں کیا، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تو اپنے نفس سے دشمنی کر کیونکہ بلاشبہ یہ میری دشمنی و مخالفت کے ساتھ کھڑا ہے، چاہئے تھا کہ

کہ اس کو بھی اس کی حالت پر چھوڑ دیا جاتا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے دشمنوں سے انتقام لے، وَاللّٰهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ اور اللہ تعالیٰ غالب اور انتقام لینے والا ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے) اپنی کامل رحمت سے انبیاء کرام کو اصالتاً اور اولیاء اللہ کو ان کی متابعت کے ساتھ اپنی طرف بلانے کے لئے بھیجا اور ان کی زبانی عذاب و ثواب کی خبری اور مخالفوں پر رحمت قائم کی اور ان کے عذر کی زبان بند کر دی، لِيَلْذَلَّكَ يَكُوْنُ لِلنَّاسِ عَلٰى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ تاکہ رسولوں کو بھیجنے کے بعد لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ پر ہرگز کوئی حجت باقی نہ رہے۔ اس عظیم الشان کارخانے کے ساتھ چشم پوشی کرنے اور خواب غفلت برتنے سے یہ عذاب رفع نہیں ہوگا اور کوئی شخص اس کو دفع نہیں کر سکے گا۔ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَّا اَلِهٖ مِنْ دَافِعٍ (بیشک تیرے رب کا عذاب ضرور واقع ہوگا کوئی چیز اس کو دور کرنے والی نہیں ہے)، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو براہ راست ہدایت دیدیتا اور دارالسلام (جنت) میں بھیج دیتا۔ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ اَجْمَعِيْنَ (اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دیدیتا) لیکن اللہ تعالیٰ کے ازلی ارادے نے ایسا ہی چاہا اور اس کی حکمت لازوال نے اسی طرح کا اقتضا کیا۔ وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (اور لیکن میرا یہ قول حق ہے کہ میں جنوں اور انسانوں سے جہنم کو ضرور بھروں گا) مولائے برحق جہنم سے کسی کو پوچھنے کی گنجائش نہیں ہے کہ اس نے ایسا کیوں کیا اور ایسا کیوں نہیں کیا۔ لَا يُسْئَلُ عَنْهَا فِعْلٌ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ (اللہ تعالیٰ سے اس کے کسی بھی فعل کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا اور ان (لوگوں) سے پوچھا جائے گا۔

کراہرہ آنکہ از بیم او کشاید زباں جز بہ تسلیم او

[کس کی جرات ہے کہ اس کے خوف کی وجہ سے تسلیم کے سوا کسی اور بات کے لئے زبان کھولے] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ هٰذِهِ سَبِيْلِيْ اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمِنۡ اَتَّبَعَنِ (آپ کہہ دیجئے یہی میرا راستہ ہے میں اللہ تعالیٰ کی طرف اس طرح پر دعوت دیتا ہوں کہ میں اور میرا اتباع کرنے والے واضح دلیل پر ہیں) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنے والے اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے اور امر معروف کرنے میں آپ کے ساتھ شریک ہیں اور جو شخص کہ امر معروف کا نازک ہے وہ آپ کا پیرو نہیں ہے۔ انصاف کرنا چاہئے اگر فاسق اور کافر لوگ اللہ تعالیٰ کے مبغوض اور دشمن نہ ہوتے تو بغض فی اللہ (اللہ تعالیٰ کے لئے کسی سے بغض رکھنا) دین کے واجبات میں سے اور افضل نیکیوں اور دین کو مکمل کرنے والی چیزوں میں سے نہ ہوتا اور ولایت اور رضا و قرب الہی کے حصول کا ذریعہ نہ بنتا۔

حضرت عمر بن الجموح سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بتدہ اس وقت تک صریح ایمان کا حق ادا نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کا یہ حال نہ ہو جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے محبت کرے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بغض کرے، پس جب اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے محبت کی اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے بغض کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی ولایت کا مستحق ہو گیا، اس کو امام احمد رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ اور ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کیلئے محبت کی اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بغض کیا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے دیا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے منع کیا تو بیشک اس نے ایمان کی تکمیل کر لی، اس کو امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ اور ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے افضل عمل اللہ تعالیٰ کے لئے محبت رکھنا اور اللہ تعالیٰ کے لئے بغض رکھنا ہے، اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ایمان کے بارے میں سوال کیا، آپ نے فرمایا وہ یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرے اور اللہ تعالیٰ کے لئے بغض رکھے اور اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رکھے، انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اور کیا؟ آپ نے فرمایا اور یہ کہ تو لوگوں کے لئے اس چیز کو پسند کرے جس کو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور ان کے لئے اس چیز کو ناپسند کرے جس کو تو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے، اس کو امام احمد رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ اور تیر حدیث شریف میں آیا ہے کہ اہل معاصی کے ساتھ بغض رکھ کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو اور ان لوگوں سے انقباض اور ترش روئی کے ساتھ بلو اور ان کے ساتھ ناراضگی و غصہ کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی طلب کرو اور ان سے دوری اختیار کر کے اللہ عزوجل کا قرب حاصل کرو، اس کو ابن شاہین اور بیہی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور الکثر النحی میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ کیا تو نے کبھی میرے لئے کوئی عمل کیا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے اللہ! میں نے آپ کے لئے نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، صدقے دیئے اور آپ ذکر کیا، پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا البتہ نماز میرے لئے محبت ہے اور روزہ ڈھال ہے اور صدقہ سایہ ہے اور ذکر نور ہے تو پھر تو نے میرے لئے کونسا عمل کیا؟ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ! آپ مجھے اس عمل کی طرف رہنمائی فرمائیں جو آپ کے لئے ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! کیا تو نے میرے کسی دوست سے دوستی کی اور میرے کسی دشمن سے دشمنی کی۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے جان لیا

۱۰ مشکوٰۃ کتاب الایمان الفصل الثالث -

کہ بیشک وہ عمل الحب فی اللہ والبغض فی اللہ (اللہ تعالیٰ ہی کے لئے محبت اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے دشمنی کرنا) ہے۔ اور حضرت فضیل قدس سرہ سے اس بارے میں نقل اور گزر چکی ہے اور حق یہ ہے کہ محبوب کے دوستوں سے محبت اور اس کے دشمنوں سے دشمنی کرنا محبت کے لوازم میں سے ہے۔ سچا عاشق ان دوستوں میں اختیار نہیں رکھتا اور کسب و عمل کا محتاج نہیں ہے جیسا کہ دوسرے اعمال میں محتاج ہے (اس شخص کے نزدیک) دوست کے دوست کس قدر اچھے نظر آتے ہیں اور اس کے دشمن کس طرح کے بُرے اور خراب لگتے ہیں، یہ معنی مجازی دنیا میں ظاہر و نمایاں ہیں، جس شخص کے ساتھ دوستی کا دعویٰ کرے جب تک اس کے دشمنوں سے بیزاری کا اظہار نہ کرے مقبول نہیں ہے اور وہ اسے منافق سے زیادہ نہیں سمجھتا۔ شیخ الاسلام نے کہا کہ میں ابوالحسن شمعون سے خوش نہیں ہوں کیونکہ وہ میرے استاد حصری کو رنج پہنچاتا تھا اور جو شخص تیرے پیر کو رنج پہنچائے اور تو اس سے ناراض نہ ہو تو گناہ تجھ سے بہتر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا الْقَوْمِ هَٰؤُلَاءِ مَنَا بَرَاءٌ وَإِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كُفْرًا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحَدَّثَا** [بیشک تمہارے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں میں اسوہ حسنہ (نیک نمونہ) ہے جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو بے تعلق ہیں، ہم تمہیں نہیں مانتے اور تمہارے اور تمہارے درمیان اس وقت تک دشمنی اور بغض ہمیشہ کے لئے پیدا ہو گیا جب تک کہ تم خدائے واحد پر ایمان نہ لے آؤ] اور نیز فرمایا: **لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ يَوْمَ الْآخِرَةِ** [بیشک ان لوگوں میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت کا اعتقاد رکھتا ہے] پس ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ طالب حق جل شانہ کے لئے یہ بیزاری اور بغض و عداوت ضروری و لازمی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ** ان لوگوں سے دوستی مت کرو جن پر اللہ تعالیٰ کا غصہ و غضب ہے [اور دوسری جگہ ارشاد ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ إِلَىٰ قَوْلِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ فَقَدْ ضَلَّتْ سَوَاءَ السَّبِيلِ**] ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے محبت کرنا اگر اسی کا موجب ہے اور مقصود تک پہنچنے کی کوئی راہ نہیں رکھتا اور نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ**

۱۱۶ سورۃ آیت ۱۱۶ سورۃ آیت ۱۱۶ سورۃ آیت ۱۱۶ سورۃ آیت ۱۱۶

۱۱۶ سورۃ آیت ۱۱۶ سورۃ آیت ۱۱۶

[اے نبی! کفار و منافقین سے جہاد کرو اور ان پر سختی کر] اور نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَوَيْلٌ لَّكَ مِنَ الْغَايِبِ** اور نیز فرمایا: **وَلَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ** اور نیز فرمایا: **وَأَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ** تو نہیں پائے گا کسی ایسی قوم کو جو اللہ و اس کے رسول سے دشمنی کرے اور ان کے باپ دادا ہوں یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ والے ہوں اور نیز فرمایا: **وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ** اور اگر وہ اللہ پر اور نبی پر اور اس پر جو اس نبی پر نازل کیا گیا ایمان رکھتے ہوتے تو ان (کفار) کو دوست نہ بناتے۔

توئی بے تبری نیست ممکن

[دوست بنانا اس کے دشمنوں سے بیزاری ظاہر کئے بغیر ممکن نہیں ہے] اس جگہ صادق آتا ہے نہ کہ اصحاب کرام کے بارے میں جیسا کہ رافضیوں نے گمان کیا ہے اس لئے کہ تبری دشمنوں سے ہونا چاہئے نہ کہ دوستوں سے۔ جو جماعت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے شرف سے مشرف ہے وہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت و دوستی کے ساتھ موصوف ہیں ان کی سختی اور شدت کفار کے ساتھ تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رَحِيمَاءُ بَيْنَهُمْ** وہ کافروں پر نہایت سخت اور آپس میں نہایت مہربان ہیں۔ اگر یہ کہیں کہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کے مظاہر اور آئینے ہیں، کمالات الہی کا مظہر ہونے کے علاوہ ان کی کوئی اور حیثیت نہیں ہے جیسا کہ وحدۃ الوجود والوں کا مسلک ہے، پس سب کو محبت کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے اور کسی شخص کے ساتھ برا نہیں ہونا چاہئے، جیسا کہ کہا گیا ہے

پس بدے مطلق نباشد در جہاں [پس دنیا میں برا ہرگز کوئی نہ ہوگا]

ہم کہتے ہیں کہ کفار کے ساتھ عداوت رکھنا، ان کے ساتھ دوستی نہ کرنا اور ان کے ساتھ سختی اور جہاد کرنا دلائل قطعیہ سے ثابت ہو چکا ہے جس میں شک و شبہ کی ہرگز کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ لوگ بذات خود خواہ کیسے ہی ہوں نصوص کی پیروی کرنا ہم پر فرض اور لازمی ہے، ہم کو نص سے کام ہے نہ کہ نص (نصوص الحکم) سے، کل کو (قیامت کے روز) نجات نص سے وابستہ ہے نہ کہ نص سے۔ خواب و خیال اور کشوف و الہامات نص کے برابر نہیں ہو سکتے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ جو شخص مغلوب الحال ہے اسے (بھی) چاہئے کہ اپنے آپ کو کوشش کے ساتھ نصوص کا پیرو بنائے اور نصوص پر عمل کرے اگرچہ اس کے کشف و وجدان کے خلاف ہی ہو، اور ہمیشہ التجا اور تضرع و زاری کرتا رہے کہ معاملہ کی حقیقت جیسا کہ

۱۵ سورہ آیت ۵۲ سورہ آیت ۲۲ ۵۳ سورہ آیت ۸۱ ۵۴ سورہ آیت ۲۹



وہ ہے منکشف ہو جائے اور اس کی بصیرت کی آنکھ میں انبیاء عظام و صحابہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قدموں کی خاک کا سرمہ لگا ہوا ہو۔

اس کا رد دولت مست کنوں تا کرا دہند [بہ نصیب کی بات ہو دیکھے اب کس کو عنایت کرتے ہیں]۔

یہ ہم یہ کہتے ہیں کہ جو جماعت وحدۃ الوجود کا مشرب رکھتی ہے وہ لوگ وجود کے لئے چند مراتب ثابت کرتے ہیں اور ہر مرتبہ کے احکام کو دوسرے مرتبہ کے احکام سے جدا قرار دیتے ہیں اور کثرت کے احکام کو جن پر کہ روشن شریعت کی بنیاد ہے ترک نہیں کرتے اور اس کے رفع (ترک) کو الحاد اور زندقہ شمار کرتے ہیں۔  
گر حفظ مراتب نہ کنی زندقہ [اگر تو حفظ مراتب نہیں کرے گا تو زندقہ ہو جائے گا]

پس امر معروف (نیکی کا حکم کرنا) اور اہل فسق و کفر کے ساتھ دشمنی رکھنا کثرت کے احکام میں سے ہے اس کو رفع کرنا بھی دوسرے تمام احکام شرعیہ کے رفع کی طرح الحاد و زندقہ ہے اور اگرچہ وہ لوگ بدی مطلق کی نفی کرتے ہیں لیکن بدی نسبتی کو ثابت کرتے ہیں۔

بدی نسبت باشد آترا ہم بدیاں [اس کو بھی جان لے کہ برا ہمیشہ نسبت کے ساتھ ہوتا ہے] اور کسی چیز کے برا ہونے اور اس سے پرہیز کرنے کے لئے بدی نسبتی کا ہونا ہی کافی ہے۔ وحدۃ الوجود کے ماننے والے زہر سے پرہیز کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی، اس سے روکتے ہیں اور سانپ و بچھو کو مار ڈالتے ہیں اور لوگوں کو ان سے ڈراتے ہیں اور اپنے پیروی کرنے والوں اور معتقدوں سے راضی ہیں اور اپنے مخالفوں اور نہ ماننے والوں سے ناراض ہوتے ہیں۔ مولوی روم قدس سرہ جو کہ صوفیائے وحدۃ الوجود کے سرداروں میں سے ہیں فرماتے ہیں۔

فرماتے ہیں۔

۱۱۵

منکراہی حرف این دم در نظر شد مثل سرنگوں اندر سفر

[اس بات کا انکار کرنے والا شخص اس وقت ایسا دکھائی دیا کہ وہ دوزخ میں اوندھا پڑا ہوا ہے]۔ اور وہ لوگ لذت کھاتے، شیریں پانی، نفیس چیزوں، خوش آوازی، توشیوا اور دلکش مناظر اور حسین صورتوں سے ان اضرار کی بہ نسبت زیادہ رغبت رکھتے اور لذت حاصل کرتے ہیں اور دوسروں کے مقابلے میں اپنے ہم مشربوں کے حالات کی رعایت و حمایت زیادہ کرتے ہیں اور مقامات ہلاکت سے کنارہ کشی کرتے ہیں اور حتی الامکان اپنے فائدے کی چیزوں کو قبول کرتے اور نقصان دہ چیزوں سے خود کو حتی الوسع دور رکھتے ہیں اور تدبیر معاش و تربیت اولاد سے فارغ نہیں ہیں اور صلاح و مشورہ کو ترک نہیں کرتے اور اپنی عورتوں کو پردے میں رکھتے ہیں اور یہ گوارا نہیں کرنے کہ کوئی نامحرم ان کے گرد پھلے اور دست درازی کرے اور اپنے بچوں کو بری صحبت سے دور رکھتے ہیں اور ظلم و زیادتی کرنے والے کو سزا دیتے ہیں اور مریضوں کو نامتناہ

غذا سے پرہیز کرتے ہیں، یہ سب کچھ احکام کثرت کی رعایت ہے یا کوئی اور چیز پس کمپنی دنیا کے کاموں میں ان احکام کی رعایت کرنا اگرچہ ان کا ترک کرنا مباح ہے، اور آخرت کے کاموں میں ان احکام کی رعایت نہ کرنا حالانکہ اللہ تعالیٰ اہل سلطانہ کا حکم ان کے بجالانے کے لئے وارد ہو چکا ہے اور وحدۃ الوجود کے حیلہ سے سر کو حلقہ بندگی سے باہر نکالنا عجیب انصاف ہے اور عقل و رواندیش کے قاعدے سے بعید ہے اور اس کا منشا (اصل) اللہ تعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری و تعمیل نہ کرنا اور ظہور نبوت کا اعتقاد نہ رکھنا اور قیامت اور اس کے عذاب و ثواب کا انکار کرنا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس سے بچائے۔ (آمین)

اہل وحدۃ الوجود میں جو حضرات مستقیم الاحوال (درست احوال والے) ہیں ان کی پابندی شریعت اور دین میں سختگی کے قصے و واقعات مشہور و ماثور ہیں اور محتاج تحریر نہیں ہیں۔ ہمارے حضرت عالی (مجدد ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس یہ تمام احتیاط جو کہ وہ وضو و طہارت و نماز اور اس کے آداب میں برتتے تھے فرماتے تھے کہ یہ سب احتیاط میں نے اپنے والد بزرگوار کے عمل سے اخذ کی ہے (محض) کتابوں سے اس قسم کا عمل حاصل ہونا مشکل ہے اور ان کے والد بزرگوار جو اس فقیر کے دادا تھے باوجودیکہ وحدۃ الوجود کا مشرب رکھتے تھے اور فصوص الحکم (مصنف شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ) کے ماہر و عالم تھے، ان کی پابندی شریعت بھی کمال درجہ کی تھی جیسا کہ مشہور ہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے یہ احتیاط اپنے پیر شیخ رکن الدین قدس سرہ کے عمل سے اخذ کی ہے جو کہ سلسلہ چشتیہ کے بزرگ تھے وہ بھی توحید و جودی کا مشرب رکھنے کے باوجود شریعت کی کامل پابندی کے ساتھ موصوف تھے اور حضرت شیخ نے اعمال میں یہ احتیاط اپنے شیخ و والد بزرگوار شیخ عبدالقدوس (گنگوہی) قدس سرہ سے حاصل کی تھی اور وہ وحدۃ الوجود کے مشرب میں بہت بلند مرتبہ رکھتے تھے اور ہمیشہ مغلوب الحال رہتے تھے اس کے باوجود پابندی شریعت اور ظاہری احتیاط میں بھی فرد کامل تھے حضرت خواجہ احرار (قدس سرہ) جو کہ نقشبندیہ کے چراغ ہیں باوجودیکہ وہ توحید و جودی کے مشرب کی طرف مائل تھے شریعت کی پابندی اور اس کی ترویج میں بڑے ثابت قدم تھے، فرماتے تھے اگر میں پیری مریدی کروں تو کسی شخص کو بھی پیری مریدی کرنے کی مجال نہ رہے لیکن مجھ کو ترویج دین کے لئے (اس دنیا میں) لایا گیا ہے نہ کہ پیری مریدی کے لئے۔ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ علم حدیث میں صاحب اسناد تھے اور علم فقہ میں اجتناب کا درجہ رکھتے تھے آپ نے فرمایا ہے کہ بعض مشائخ نے حدیث حاسبوا قبل ان تمحاسبوا (قبل اس کے کہ تمہارا محاسب کیا جائے خودی اپنا محاسب کر لیا کرو) کے مطابق اپنے دن رات کے اعمال کا محاسب اختیار کیا ہے، میں محاسب میں ان سے بڑھ گیا ہوں اور میں نے اعمال کے محاسب کے ساتھ خطرات کا محاسب بھی شامل کر لیا ہے سلطان العارفین (حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ) و سید الطائف (حضرت جنید بغدادی قدس سرہ) جو گویا کہ

اس مشرب کے بانی تھے سزا یا احکام شریعت کے ساتھ آراستہ تھے نقل کرتے ہیں کہ جب بائزید (سبطانی قدس سرہ) نماز ادا کرتے تھے تو ہیبتِ الہی و تعظیم شریعت کی وجہ سے ان کے سینہ کی ہڈیوں سے چٹخنے کی آواز نکلتی تھی اور لوگ سنتے تھے۔ عوارف میں حضرت جنید (بغدادی) قدس سرہ سے منقول ہے کہ انھوں نے ایک شخص سے کہا جس نے معرفت کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ اہل معرفتِ الہی اللہ تعالیٰ کی طرف نیکی اور تقویٰ کے دروازے سے حرکات کے ترک تک پہنچ جاتے ہیں، پس جنید (قدس سرہ) نے فرمایا بلاشبہ یہ اس جماعت کا قول ہے جو اعمال کے ساقط کرنے کی باتیں کرتے ہیں اور یہ میرے نزدیک بہت بڑی غلطی ہے جو شخص چوری اور زنا کرتا ہے اس کی حالت اس شخص سے بہتر ہے جو ایسی بات کہتا ہے، اور بیشک عارف باللہ لوگ اللہ تعالیٰ سے اعمال کو اخذ کرتے ہیں اور ان اعمال میں اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اگر میں ہزار سال زندہ رہوں تو میں نیک اعمال میں سے ذرہ بھر بھی کم نہ کروں سوائے اس صورت کے کہ میرے اور ان (اعمال صالحہ) کے درمیان کوئی عذر حاصل ہو جائے اور بیشک میری معرفت میں ان کی بڑی تاکید ہے اور میرے حال کو بہت قوی دینے والے ہیں۔ منقول ہے کہ منصور صاحب (قدس سرہ) اس سب دعویٰ (انا الحق) کے باوجود روزانہ دن رات میں ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے اور جس روز انھیں سولی دی گئی اس کی شب میں پانصد رکعت نماز ادا کی تھی۔ طبقات میں مذکور کامل مشائخ میں سے ایک بزرگ نے فرمایا کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھو اور اگرچہ ایک مادہ بکری سے ہو۔ اگر وہ الوجود والوں کا مشرب تعرض و آزارِ خلق کا ترک ہونا تو مولانا عبدالرحمن جامی (قدس سرہ) جو کہ اربابِ وحدۃ وجود کے کابلیں اور ان کے محققین میں سے ہیں (اپنی) کتاب سلسلۃ الذہب میں اس جماعت کا رد کیوں کرتے اور ایک طویل مثنوی ان لوگوں کی تشبیہ میں کیوں لکھتے، مثنوی کا عنوان اس عبارت کے ساتھ لکھا ہے "ان لوگوں کی مذمت میں جنھوں نے اپنے مذہب کی بنیاد کو کم آزاری پر رکھا ہے اور اباحت و اتحاد کے گرداب میں جا پڑے ہیں" مثنوی

۱۲۰

- |    |                          |                             |
|----|--------------------------|-----------------------------|
| ۱۔ | ترک آزار کردن اے خواجہ   | دفتر کفر راست دیا چہ        |
| ۲۔ | منکر آدبہ پیش او معروف   | شد بمنکر عمان او معروف      |
| ۳۔ | نفس محنت گزیر و راحت جوے | دردش در رہ اباحت روے        |
| ۴۔ | شدیکے پیش او حرام و حلال | می نہ اندیشد از نکال و وبال |
| ۵۔ | می شود مرتکب مناہی را    | می فتد در عقب ملاہی را      |
| ۶۔ | گاہ لا قدر زندہ ب تجرید  | گہ گزافد ز مشرب توجید       |

سلہ عوارف المعارف علی ہامش الاجار جلد ۲ ص ۸۵۷

- ۷- نیست لاف و گزاف او عاری  
۸- مذہبش جمع فضہ و ذہب ست  
۹- از علامات عقل و دین عاری  
۱۰- نہ از احوال سابقہ عبرت  
۱۱- نسبت خود کند بدرویشاں  
۱۲- ہر کہ درویش از او بود بیزار  
۱۳- نیست درویشی آنکہ زندقہ است  
۱۴- اصطلاحات عارفان از بر  
۱۵- دلش از سر کار واقف نہ  
۱۶- بچو جوڑی ہی نماید نغز  
۱۷- کردہ و ہم و خیال ناپاکاں  
۱۸- لفظ پاک معنیش گرگین  
۱۹- نافہ نکشادہ مشک افشانہ

[۱۷] خواجہ آزار کا ترک کرنا کفر کے دفتر کی تہید ہے، منکر اس کے نزدیک معروف ہو گیا ہے اس کی باگ منکر کی طرف پھر گئی ہے، اس راحت کا محنت گزین نفس اباحت کی جانب گامزن ہے، اس کے نزدیک حرام اور حلال سب برابر ہے وہ عذاب اور وبال سے کچھ نہیں سوچتا، وہ ممنوعات کا مرتکب ہوتا ہے وہ فضولیات کے سچے پڑتا ہے، کبھی وہ تجرید کے مذہب کی ڈینگ ہانکتا ہے اور کبھی توحید کے مشرب کی شخی مارتا ہے، اس کی لاف و گزاف خالی از علت نہیں لیکن اگر تو اچھی طرح غور کرے تو دیکھے گا کہ اس کا مذہب سونا اور چاندی جمع کرنا ہے اس کا مشرب انگوری شراب پیتا ہے وہ عقل و دین کی علامات سے خالی ہے اس کا مذہب کم آزاری میں محدود ہے، اس کو نہ احوال سابقہ سے عبرت ہے اور نہ احوال لاحقہ کی خبر ہے، وہ اپنے آپ کو درویشوں سے منسوب کرتا ہے اور ان سے ارادت کا دم بھرتا ہے۔ خود درویش ہے وہ اس شخص سے بیزار ہوتا ہے درویش کا یہ کردار کب ہوتا ہے، یہ درویشی نہیں ہے بلکہ زندقہ ہے اور یہ جمعیت نہیں ہے بلکہ تفرقہ ہے، اس نے عارفوں کی اصطلاحات زبانی یاد کی ہوتی ہیں اور وہ ان کو فریبان کرتا ہے، اس کا دل حقیقت کار سے واقف نہیں ہے اس کو معرفت تو ہوتی ہے لیکن وہ عارف نہیں ہے، وہ خالی اخروٹ کی طرح ہے جو دیکھنے میں تو اچھا لگتا ہے لیکن جب تو اس کو توڑے تو اس میں مغز نہ پائے گا، اس نے بد باطن لوگوں کی قیاس آرائیوں کو نیک طینت لوگوں کی عباراتوں میں شامل کر دیا ہے، اس کے الفاظ پاک اور اس کے معنی ناپاک ہیں

چین کا ناقہ ہے اور اس کے اندر گوبر بھرا ہے، وہ ناقہ کو کھولے بغیر (لفاظی کا) مشک بکھیر رہا ہے اور اگر وہ ناقہ کھولے تو جہان میں بدبو پھیل جائے [

اور عوارف میں ہے کہ جب حضرت سہیل (قدس سرہ) سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو یہ کہتا ہے کہ میں دروازے کی مانند ہوں جب تک مجھے حرکت نہیں دی جاتی میں حرکت نہیں کرتا۔ انھوں نے کہا کہ دو شخصوں میں سے ایک کے سوا اور کوئی شخص یہ بات نہیں کہتا (یعنی) یا صدیق کہتا ہے یا زندیق، اس لئے کہ صدیق یہ (زند کو) بات اصول کو قائم رکھتے ہوئے اور بندگی کی حدود کی رعایت رکھتے ہوئے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ایشیا کا قیام اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اور زندیق یہ بات ایشیا کو اللہ تعالیٰ پر حوالہ کرنے اور ملامت کو اپنی ذات سے ساقط کرنے اور دین اور اس کی رسوم سے آزاد ہونے کے لئے کہتا ہے۔

عجیب معاملہ ہے کہ جن لوگوں نے کم آزاری اور صلح کل کا مشرب اختیار کیا ہوا ہے ان میں ایک جماعت تمام فرقوں یعنی کافروں، یہودیوں، جوگیوں، برہمنوں، بلحدوں، زندیقیوں اور اہل نبیوں وغیرہ کے ساتھ اچھا سلوک کرتی ہر وہ ایک دوسرے کے ساتھ صلح میل جول اور محبت رکھتے ہیں سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرنے والے لوگوں کے جو کہ اہل سنت جماعت اور فرقہ ناجیہ ہیں اور جن کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو میرے طریقہ پر اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہیں کہ ان سے یہ لوگ بغض و عداوت رکھتے ہیں، ان کی صلح غیروں کے ساتھ ہے اور ان (مسلمانوں) کی ابتدا و آزار کے درپے ہیں اور ان کی بربادی چاہتے ہیں۔ یہ عجیب صلح کل ہے کہ محدلوں (مسلمانوں) کے ساتھ کہ جن کا پیشوا رحمتہ للعالمین ہے بغض و عداوت ہو اور غیر محلوں (غیر مسلموں) کے ساتھ کہ جن سے بغض رکھنا نصوص قرآنی سے ثابت ہے محبت و دوستی ہو، بیشک الکفر ملت واحده (کفر سب کا سب ایک ہی ملت ہے) اچھی طرح غور کر لیں۔ اگر مخلوق سے ترک تعرض قابل تعریف ہوتا تو امر معروف و نہی منکر دین مبین کے واجبات میں سے نہ ہوتے اور حق سبحانہ و تعالیٰ اس امت کو اس جلیل القدر امر کے بجالانے کے باعث خیر امت نہ فرماتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ** [تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے نکالی گئی، تم معروف کا حکم کرتے ہو اور منکر سے روکتے ہو] اور دوسری جگہ فرماتا ہے: **أَلَا مَرُوفٌ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ** [وہ معروف کا حکم کرنے والے

سے عارف المعارف علی ہامش الاجابہ جلد ۲ ص ۱۲ سورۃ آیت ۱۱۳ سورۃ آیت ۱۱۲

اور منکر سے روکنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے جبرود کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اور نیز فرمایا الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ [مومن مرد اور مومن عورتیں بعض بعض کے دوست ہیں، وہ معروف کا حکم کرتے ہیں اور منکر سے روکتے ہیں] اور تمام انبیاء کرام اور ہمارے نبی کریم علیہم الصلوٰۃ والسلام و صحابہ و تابعین و تبع تابعین اور تمام سلف صالحین نے کس قدر کوششیں امر معروف و نہی منکر کے بحال لانے میں کی ہیں اور کس قدر تکلیفیں اس کام کی انجام دی ہیں اٹھائی ہیں (کسی) عبت کا کیلئے یہ تمام کوششیں کرنا اور تکلیفیں اٹھانا محض حماقت ہوتا ہے اگر ترک تعرض مستحسن (اچھا کام) ہوتا تو کسی منکر شرعی (برائی) کے دل سے بُرا جاننے کو ایمان کا سب سے ضعیف درجہ کیوں فرماتے، جیسا کہ صحیح حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی منکر (خلاف شرع کام) کو دیکھے تو اس کو چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے اس کو روک دے، پس اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے اس کو منع کرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو اپنے دل سے اس کو بُرا جانے اور یہ ایمان کا سب سے ضعیف درجہ ہے اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور کسی شہر و بستی میں امر معروف ترک کرنے والے کو اس شہر و بستی والوں کے ساتھ عذاب میں کیوں داخل کیا جاتا اور اس بستی کے ساتھ اس کو بھی تباہ و برباد کیوں کیا جاتا جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ عزوجل نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ فلاں شہر کو اس کے باشندوں کے ساتھ پلٹ دے تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ! ان لوگوں میں نیرافلاں بندہ بھی ہے جس نے پلک جھپکنے (ایک لمحہ) تک بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اس بستی کو اس شخص پر اور ان لوگوں پر پلٹ دے کیونکہ بلاشبہ اس شخص کا چہرہ ہرگز ایک لمحہ کے لئے بھی ان کے بُرے افعال پر متغیر نہیں ہوا۔ اس کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔

اگر کہاجائے کہ آیہ کریمہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا تَبِخُوا عَلَيْكُمْ إِذَا هَتَدْتُمْ بِالْآيَةِ [اے ایمان والو! تمہارے اوپر تمہاری اپنی ذات کی ذمہ داری ہے اگر تم نے ہدایت پالی ہے تو جو شخص گمراہ ہو اس کا ضرر تم کو کچھ نہیں پہنچے گا] امر معروف و نہی منکر کے ترک پر دلالت کرتی ہے۔ (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ یہ (دلیل) ناقابل قبول ہے کیونکہ اھتدا کا لفظ جو اس آیہ کریمہ میں آیا ہے اس کے معنی امر معروف و نہی منکر کو بھی شامل ہیں جیسا کہ مفسرین نے اس کو لکھا ہے یعنی جب تم اعمال صالحہ

لہ سورۃ آیت ۱۰۵ سورۃ آت

بجالانے رہا اور امر معروف و نہی منکر کرتے رہو تو دوسروں کی گمراہی تمہارے لئے کوئی نقصان نہیں رکھتی، اور اس آیت کا شانِ نزول بھی اسی معنی کی تائید کرتا ہے کہ جب مسلمان ذلیل کفار کے انکار و عدم اطاعت سے دل تنگ ہوئے تو حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس آیہ کریمہ سے تسلی دی، یعنی جب تم نے اپنی طرف سے نہی منکر کر دیا اور سیدھے راستہ پر رہنمائی کر دی اور کفر و کشتی سے ان کو ڈرا دیا تو اس کے بعد ان لوگوں کا کفر تم کو کوئی ضرر نہیں پہنچائے گا، اور جنہوں نے اس آیہ کریمہ کے ظاہری معنی لئے انہوں نے کہا ہے کہ یہ آیت امر معروف کی آیت سے منسوخ ہو گئی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے اپنے خطبہ میں کہا اے لوگو! تم یہ آیت یا ایہا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم پر غصے ہو پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ بیشک جب لوگ کسی منکر (برائی) کو دیکھیں اور اس کو دور نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب ان سب پر عام کر دے (اس کو ابن ماجہ و ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے)۔ اور ابو داؤد کی روایت میں ہے جب لوگ کسی کو ظلم کرتے دیکھیں اور اسے نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب عام کر دے اور اسی کی دوسری روایت میں ہے کوئی قوم ایسی نہیں ہے کہ جس میں گناہ کے کام کئے جاتے ہوں اور وہ ان کے رکنے پر قادر ہوتے ہوئے بھی ان گناہوں کو نہ روکے مگر یہ کہ قریب ہے اللہ تعالیٰ ان پر اپنا عذاب عام کر دے، اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد عَلَیْكُمْ اَنْفُسُكُمْ لَا یَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ کے بارے میں ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قسم خدا کی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ نیکی کا امر کرو اور برائی سے روکو یہاں تک کہ (لے مخاطب) جب تو دیکھے کہ لوگوں میں سخیل پر عمل ہو رہا ہے اور خواہش نفس کی پیروی کی جاتی ہے اور دنیا کو (آخرت پر) ترجیح دی جاتی ہے اور ہر صاحب رائے اپنی ہی رائے کو پسند کرتا ہے اور تو کوئی ایسا (ناگوار) امر دیکھے جس سے تجھے مفر نہ ہو تو ان صورتوں میں تجھ پر اپنی ذات کی ذمہ داری ہے اور عوام کو ان کے حال پر چھوڑ دے، بیشک تمہارے بعد ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ جس نے ان ایام میں صبر کیا تو اس نے گویا کہ ہاتھ میں انگار لیا، اس زمانے میں (احکام دین پر) عمل کرنے والے کے لئے اس جیسا عمل کرنے والے پچاس اشخاص کے عمل کے برابر اجر ہوگا، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ان میں سے پچاس آدمیوں کے اجر کی برابر؟ آپ نے فرمایا، تم میں سے پچاس آدمیوں کے اجر کے برابر۔ رواہ الترمذی ابن ماجہ۔

اگر کہا جائے کہ امر معروف (تبلیغ) اور جہاد فی سبیل اللہ انبیائے کرام علیہم وعلیٰ اتباعہم الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ ہے اور اولیاء اللہ کا طریقہ ترک تعرض اور ترک امر معروف ہے جیسا کہ اس وقت کے بعض لوگ کہتے ہیں تو ہم (اس کے جواب میں) کہتے ہیں کہ ان امور کا وجوب و فرضیت اور ان کے بجالانے کی فضیلت اور ان کے

نرک پر وعید نصوص سے ثابت ہو چکی ہے اور فرضیت اور وعدہ وعید تمام لوگوں کے لئے ہوتے ہیں یہ خصوصیت نہیں ہوتی کہ بعض کے لئے ہوں اور بعض کے لئے نہ ہوں، خواص و عوام اور انبیاء و اولیاء قرآن کے بحالانے میں برابر ہیں، اور سب وعدہ وعید میں داخل ہیں، یا یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ نجات کا حاصل ہونا اور کمال کے درجات تک پہنچنا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت سے وابستہ ہے، اولیاء اللہ نے ولایت و محبت و معرفت اور قرب الہی سے جو کچھ بھی حاصل کیا ہے وہ سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت اور ان کے طفیل میں پایا ہے اللہ تعالیٰ تک رسائی کی راہ انہی بزرگوں کے اتباع پر موقوف ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو (اس کی بدولت اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا)۔ اس (انبیاء علیہم السلام کی راہ) کے سوا جو بھی راستہ ہے وہ گمراہی کی طرف جاتا ہے اور شیاطین کا راستہ ہے، آیت کریمہ فَمَا ذَا ابْعَدَا الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلَہُ (حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور ہے ہی کیا) اس معنی پر دلیل ثانی ہے اور اِنَّ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهِ (اور بیشک یہ میرا راستہ ہی سیدھا ہے پس اسی پر چلو اور (اس کے علاوہ) دوسرے راستوں پر مت چلو کہ وہ تم کو اس (اللہ کے راستہ سے جدا کریں گے) اس دعویٰ پر شاہد عدل ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچا پھر فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے پھر اس کے دائیں بائیں چند اور خطوط کھینچے اور فرمایا کہ یہ شیاطین کے راستے ہیں ان میں سے ہر راستہ پر شیطان ہے جو اس (راستہ) کی طرف بلا لے اور یہ آیت تلاوت فرمائی اِنَّ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ الْاٰیۃ اس کو امام احمد و نسائی و دارمی نے روایت کیا ہے پس جو شخص چاہے کہ انبیاء علیہم السلام کی پیروی کے بغیر راہ حق جل و علا میں داخل ہو اور کمال تک پہنچے وہ گمراہی کے سوا کچھ حاصل نہ کرے گا اور اگر وہ کچھ حاصل کر بھی لے گا تو وہ استدراج ہو گا کہ جس کا نتیجہ آخرت میں خسارہ محرومی ہے وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہو گا)۔

محال ست سعدی کہ راہ صفا توں رفت جز در پئے مصطفیٰ

[اے سعدی! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بغیر راہ صفا پر چلنا محال ہے]

حضرت جنید بغدادی قدس سرہ جو کہ صوفیوں کے سردار اور سید الطائفہ ہیں فرماتے ہیں جس شخص نے

۱۔ سورت آیت ۳۱۔ ۲۔ سورت آیت ۳۲۔ ۳۔ سورت آیت ۳۳۔ ۴۔ سورت آیت ۳۴۔ ۵۔ سورت آیت ۳۵۔



قرآن مجید یاد نہیں کیا اور حدیث نہیں لکھی ہمارے اس مسلک میں اس کی اقتدا نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ ۱۲۴  
 بیشک ہمارا یہ عمل کتاب اور سنت (حدیث) کے ساتھ وابستہ ہے۔ نقل کرتے ہیں کہ ایک درویش نے حضرت  
 خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ سے پوچھا کہ شیطان کو اس راہ کے چلنے والوں پر کچھ قابو ہوگا حضرت خواجہ  
 نے فرمایا کہ اس راہ کا چلنے والا جو شخص فنائے نفس کی سرحد تک نہیں پہنچا ہے جب وہ غصہ میں ہوگا تو  
 شیطان اس پر قابو پالے گا لیکن اس راہ کا چلنے والا جو شخص فنائے نفس حاصل کر چکا ہو اس کو غصہ  
 نہیں آتا (بلکہ) غیرت (حمیت) ہوتی ہے، جہاں کہیں غیرت ہوتی ہے شیطان بھاگ جاتا ہے، اور اس قسم  
 کی صفت اس شخص کے لئے مسلم ہوگی جو کہ اپنا رخ راہ حق کی طرف رکھتا ہو اور اللہ تعالیٰ عزوجل کی کتاب  
 اپنے داہنے ہاتھ میں لے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو بائیں ہاتھ میں لے اور ان دو انوار  
 کے درمیان راہ طے کرے، حضرت خواجہ احرار (قدس سرہ) سے منقول ہے وہ فرماتے تھے کہ اگر تمام احوال و  
 مواجید (کیفیات و جد) ہم کو دے دیے جائیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کے ساتھ  
 آراستہ نہ کریں تو ہم اس کو خرابی کے سوا اور کچھ نہ جانیں گے اور اگر تمام خرابیاں ہم میں جمع کر دی جائیں اور  
 ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کے ساتھ نواز دیا جائے تو ہمیں خوف نہیں ہے۔

انصاف کرنا چاہئے (جبکہ) نبوت ختم ہو چکی ہے اور وحی کا زمانہ منقطع ہو چکا ہے اور دین کامل ہو گیا  
 ہے اور نعمت مکمل ہو چکی ہے (تو) آج کوئی شخص کس دلیل اور کس سند سے ایسے محکم دین کو برطرف  
 کر سکتا ہے اور محض اپنے خواب و خیال سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متفقہ کلمہ کو جو کہ قطعی وحی  
 اور اللہ تعالیٰ کے خبر دینے کے ساتھ ثابت ہو چکا اور یقین کے درجے کو پہنچ چکا ہے (کس طرح) نظر انداز  
 کر سکتا ہے، عقل دورانہش سے کام لیتا چاہئے اور خواب و خیال کے ساتھ دھوکا نہیں کھانا چاہئے اور  
 شیاطین کے راستوں سے رو رہنا چاہئے اور سنت عالیہ کے سیدھے راستہ کو ترک نہیں کرنا چاہئے، انبیاء  
 علیہم السلام کا اتباع ہی نجات دینے والا اور برکت کا پھل دینے والا ہے اور اس کے سوا سب کچھ خطرہ ہی  
 خطرہ ہے فالخذ کل الحذر (پس پوری طرح بچنا چاہئے)۔

نجات قطعی کے راستہ کو چھوڑ کر خطرہ کی راہ اختیار کرنا، ملعون شیاطین کے جال میں پھنسنا اور  
 اپنے آپ کو دائمی ہلاکت میں ڈال دینا عقل سے بہت ہی دور ہے جو وجود و حال اور خواب و خیال برحق  
 پیغمبروں کے برخلاف ہو وہ کسراپ بقیعة یحسبہ الظمان ماء (اس کی حیثیت اس سراب کی سی ہے)  
 جو چیل میدان میں ہو جسے پیاسا پانی سمجھتا ہے [کے مصداق ہے، جب معاملہ اللہ تعالیٰ سے پڑے گا اور قبر و  
 قیامت درپیش ہوں گی تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے علاوہ جو کہ وحی سے ثابت شدہ ہے

۱۲۴

کوئی چیز کچھ فائدہ نہیں دے گی اور نہ ہی اس وقت کچھ مدد کریگی، ہاں اگر احوال میں ابجد اور کثوف و الہامات اس (یعنی انبیاء علیہم السلام کی) متابعت کے ساتھ جمع ہو جائیں تو نورِ عالی نور ہے، اور جب (سالک) اس کے کمال کو پہنچ جائے تو معاملہ شریعت کی صورت سے شریعت کی حقیقت تک پہنچ جاتا ہے جیسا کہ (یہ کمال) صحابہ کرام و سلفِ صالحین اور مستقیم الاحوال مشائخ کو حاصل تھا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور آپ کو یہ انتہائی درجہ نصیب فرمائے۔ (آمین)

پس ثابت ہوا کہ قربِ الہی جل شانہ کے درجات کو پہنچنے کی راہ شریعت کے طریقے میں منحصر ہے جس پر پیغمبر خدا علیہ السلام خود چلے اور دعوتِ دی اور جس کے لئے آپ مامور ہوئے خواہ وہ قربِ نبوت ہو یا قربِ ولایت (درجاتِ قرب کو) پہنچنے والے خواہ انبیاء علیہم السلام ہوں یا اولیائے کرام، آیہ کریمہ قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعِيَ

[آپ کہہ دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ تعالیٰ کی طرف اس طرح پر دعوت دیتا ہوں کہ میں اور میرا اتباع کرنے والے واضح دلیل پر ہیں اور آیت کریمہ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا) بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں، اس راستہ کے سوا اور جو بھی راستہ ہے مگر اسی کی طرف جانا ہے اور مطلوب حقیقی سے ہٹا ہوا ہے کل طریقہ ردتہ الشریعہ فی زندقہ] ہر وہ طریقہ جس کو شریعت رد کرے زندقہ ہے [آیہ کریمہ وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ الْآیہ اور آیہ کریمہ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ] اور آیہ کریمہ وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ الْآیہ اور حدیث خط لنا الحدیث اور حدیث کل بد عن صلواتہ اور (بیت سی) دوسری حدیثیں اسی معنی کی شاہد ہیں اور یہ جو بعض اکابر کی عبارتوں میں آیا ہے کہ جو راستے اللہ تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں پہنچانے والے ہیں وہ دونوں ایک راستہ وہ ہے جو قربِ ولایت سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا راستہ وہ ہے جو قربِ نبوت سے متعلق ہے (یہ بات) اس تحقیق سے (کہ شریعت کا راستہ ہی اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہی) خلاف نہیں ہے اس لئے کہ یہ دونوں راستے شریعتِ عالیہ کے دائرے میں داخل ہیں اور یہ دونوں قربِ انبیاء علیہم السلام کی متابعت و ابستہ ہیں جو کہ صراطِ مستقیم ہیں جو شخص احکامِ شریعت کی بجا آوری اور انبیاء علیہم السلام کی پیروی کے بغیر ان دونوں قرب میں سے کسی ایک قرب تک پہنچا جائے گا وہ اپنے مطلب کو نہیں پہنچے گا، گمراہ ہو جائے گا اور محروم و نامراد رہے گا۔ اسی طرح یہ جو مشہور ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف (پہنچانے والے) راستے مخلوقات کے سانسوں کی تعداد کے مطابق ہیں یہ (بھی) درست ہے اس لئے کہ ہر نفل کو اپنے اصل کی طرف شاہراہ ہے اور ہر مخلوق کا عینِ ثابتہ جدا ہے، اور جس مسئلہ کی وضاحت ہم کر رہے ہیں وہ اس کے خلاف نہیں ہے اس لئے کہ یہ تمام راستے وصول کے حق میں احکامِ شریعت کے

۱۔ سورۃ آیت ۱۸ ۲۔ سورۃ آیت ۳ ۳۔ سورۃ آیت ۱۵ ۴۔ سورۃ آیت ۳۲ ۵۔ سورۃ آیت ۸۵ -

بجالانے کے ساتھ مشروط ہیں جو شخص کہ شریعتِ عالیہ کے دائرے سے باہر نکل کر ان راستوں میں سے کسی راستے سے (اللہ تعالیٰ تک) آنا چاہے تو وہ راستہ ہی میں رہ جائے گا اور مطلب کو نہیں پہنچے گا بلکہ گمراہ ہو جائے گا پس ان تمام راستوں کا منشا (اصل) شریعت ہی ہوئی اور یہ طریقے متعدد ہونے کے باوجود <sup>۱۲۶</sup> ایک ہی طریقے (یعنی شریعت) کی طرف لوٹ گئے، ایک طریق کہنا اس کے منشا کے اعتبار سے ہے اور متعدد طریقے کہنا ناشی کے اعتبار سے ہے اور دو طریقے کہنا طرقِ کلیہ کے اعتبار سے ہے اور بہت سے طریقے کہنا طرقِ جزئیہ کے اعتبار سے ہے۔ معارج الہدایہ میں ہے بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ خالق کی طرف (بیجانے والے) راستے مخلوقات کے سانسوں کی تعداد کے مطابق ہیں لیکن وہ سب شریعتِ عظمیٰ کے دائرہ میں درج و شامل و داخل اور ڈھلے ہوئے ہیں جو کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہے اور یہ سب طریقے شریعت کے درخت کے تنے، جڑوں، شاخوں، رگوں اور ٹہنیوں، پتوں، پھولوں اور کلیوں کی طرح ہیں اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ شریعت کے علاوہ کوئی اور چیزیں ہیں اور اس کے مخالف امور ہیں، قسم ہے اُس ذات کی جس نے جان کو پیدا کیا اور دانہ کو شق کیا (بچھاڑا) روشن دلیل اور خالص شریعتِ عالیہ کے علاوہ گمراہی اور اندھے پن کی بنیاد کے سوا اور کچھ نہیں ہے پس حق کے محکم راستے اور اللہ تعالیٰ کے صراطِ مستقیم کے بعد شیطان مردود و جیم و ملعون کے راستوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے: فَمَا ذَا ابَعَدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالَةُ (پس حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کچھ نہیں ہے) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَأَنْتَ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّوْكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (اور بے شک یہی میرا راستہ سیدھا ہے سوا اس پر چلو اور (دوسرے) راستوں پر مت چلو کہ وہ تم کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھسکا کر جدا کر دیں گے، یہ ہے جس کا فقدان تم کو حکم دیا ہے تاکہ تم پر میرا رب جانِ عارف میں ہے کہ متصوفین کی ایک جماعت جو اپنے آپ کو ملامتیہ کہتے ہیں اور وہ صوفیوں جیسا لباس پہنتے ہیں تاکہ اس کے ساتھ اپنے آپ کو صوفیوں کی طرف منسوب کریں اور ان میں صوفیوں کی کوئی بات بھی نہیں ہوتی بلکہ وہ دھوکے اور غلطی میں مبتلا ہیں کبھی وہ اپنے بچاؤ کے لئے صوفیہ کے لباس کی آڑ لیتے ہیں اور کبھی صوفیت کے دعویٰ کے لئے پہنتے ہیں اور اہل اباحت کے طریقوں پر چلتے ہیں اور وہ گمان کرتے ہیں کہ ان کے دل سب سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف لگے ہوئے ہیں اور یہی ان کے نزدیک مراد کا پالینا ہے اور (ان کے نزدیک) شریعت کے ظاہری اعمال کو بجا لانا عوام کا اور ان لوگوں کا مرتبہ ہے جن کی سمجھ میں فتور ہے اور جو تقلید کے طور پر اقتدا کی تنگی میں گھرے ہوئے ہیں اور یہ (ان کا خیال) عین الحادو

۱۲۶ سورہ آیت ۳۲ ۵۲ سورہ آیت ۱۵۴ ۳۳ عوارف علی ہامش الاجبار جلد ۲ صفحہ ۲۵

زندقہ اور اللہ تعالیٰ سے دُوری ہے۔ وکل حقیقتاً ردّها الشریعة قہی زندقتہ اور ہر وہ حقیقت جس کو شریعت رد کر دے (زندقہ ہے) اور ان قریب خوردہ لوگوں کی جہالت ہے (کہ وہ کہتے ہیں) کہ بلاشبہ شریعت عبودیت کا حق ہے اور حقیقت عبودیت کی حقیقت ہے حالانکہ جو شخص اہل حقیقت میں سے ہو جاتا ہے وہ عبودیت کے حقوق (یعنی شریعت) کے ساتھ مقید ہو جاتا ہے اور اس سے کچھ اور امور و زیادات کا مطالبہ بھی کیا جاتا ہے جن کا کسی ایسے شخص سے مطالبہ نہیں کیا جاتا جو اس مقام تک پہنچا ہو، نہ یہ کہ وہ مکلف ہونے کا حلقہ اپنی گردن سے نکال دے (مکلف نہ رہے) اور اس کے باطن میں کجی اور انحراف کا فتور پیدا ہو جائے۔

آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیثیں امر معروف و نہی منکر اور جہاد فی سبیل اللہ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں وہ بیان کی جاتی ہیں اچھی طرح مطالعہ کریں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر ضرور کرتے رہنا چاہئے یا پھر یقیناً قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیجے پھر تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو گے اور تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور عرس بن عمیرہ الکندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب زمین میں (یعنی کسی جگہ) گناہ کا کام کیا جائے تو جو شخص اس جگہ موجود ہو اور وہ اس کو مکروہ جانتا ہو اور ایک روایت ہے کہ وہ اس کو برا جانتا ہو تو وہ ایسا ہے گویا کہ وہ اس جگہ موجود نہیں ہے اور جو شخص وہاں موجود نہیں ہے لیکن اس گناہ کو پسند کرتا ہو تو گویا کہ وہ وہاں موجود ہے، اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ اور عدی بن عدی الکندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ہمارے ایک غلام نے ہم سے حدیث بیان کی کہ اس نے میرے دادا سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کے عمل سے عام لوگوں کو عذاب نہیں دے گا مگر یہ کہ وہ کسی برائی کو اپنے سامنے ہوتا ہو اور دیکھیں اور اس کو روکنے پر قادر ہوں اور اس کو نہ روکیں پس جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ عام و خاص سب کو عذاب دیگا اس کو شرح السنہ میں روایت کیا ہے۔ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہو گئے ان کے علمائے ان کو منع کیا پس وہ باز نہ آئے پھر وہ علما ان کی مجلسوں میں بیٹھنے لگے اور ان کے ساتھ مل کر کھانے پینے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کی وجہ سے بعض کو سزا دی، اور حضرت داؤد و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زبان پر ان کو لعنت کی یہ اس لئے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور خدا تعالیٰ سے تجاوز کرتے تھے، راوی نے کہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بیٹھ گئے اور آپ تکبہ (ٹیک) لگائے ہوئے تھے پس آپ نے فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم عذاب سے نجات نہیں پاؤ گے یہاں تک کہ تم ظالموں اور فاسقوں کو گناہوں سے روکو جیسا کہ روکنے کا حق ہے، اور اگر منع نہ کر سکو تو ان کے ساتھ کھانا پینا اور اٹھنا بیٹھنا ترک کر دو، اس کو تیزی اور ابداؤ دینے روایت کیا ہے، اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا حق یہ ہے کہ خدا کی قسم اتم کو چاہئے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے رہو اور ظالم کے ہاتھ پکڑتے رہو اور اس کو برائی سے منع اور (زبان سے) حق پر آمادہ کرتے رہو، اور اگر اتنا بھی نہ کر سکو تو ترک تعلقات کر کے ان کو حق کے سامنے جھکنے پر مجبور کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تم میں سے بعض کے دلوں کو بعض کے ساتھ ملادے گا یعنی تم بھی ظالموں اور فاسقوں میں شامل ہو جاؤ گے پھر وہ (اللہ تعالیٰ) تم پر اسی طرح لعنت کرے گا جیسا کہ اُن (بنی اسرائیل) پر لعنت کی (یعنی ان دو باتوں میں سے ایک بات ضرور واقع ہوگی، یا تم امر معروف و نہی منکر کرتے رہو اور نہ ملنے والوں سے ترک تعلقات کرو ورنہ لعنت خداوندی کے مستحق ہو گے) اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب تو میری امت کے لوگوں کو دیکھے کہ وہ ظالم سے کہتے ہوئے ڈریں کہ تو ظالم ہے تو ان کی صحبت ترک کرے (اوسط طرانی) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کو آخری زمانے میں ان کے حکمرانوں سے سختیاں پہنچیں گی ان سے کوئی شخص نہیں بچ سکے گا مگر وہ بچے گا جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو پچھایا ہو گا اور اس نے اپنی زبان اپنے ہاتھ اور اپنے دل سے اس پر جہاد کیا ہو گا پس وہ شخص ہے جس کے لئے دنیا و آخرت کی سعادتوں نے سبقت کی اور وہ شخص بچے گا جس نے اللہ کے دین کو پچھایا اور اس کی تصدیق کی (یعنی زبان و دل سے جہاد کیا نہ کہ ہاتھ سے پس اس کا درجہ پہلے سے کم ہے) اور وہ شخص بچے گا جس نے اللہ کے دین کو پچھایا لیکن اس پر خاموش رہا (یعنی اس نے صرف لہلہ کا جہاد کیا) پس اگر کسی شخص کو حق پر عمل کرتے ہوئے دیکھتا ہے اس لئے اس سے محبت کرتا ہے اور اگر کسی شخص کو حق کے خلاف عمل کرتے ہوئے دیکھتا ہے اس لئے اس سے بغض رکھتا ہے تو یہ شخص اس پوشیدہ محبت و بغض کے باعث نجات پائے گا (اس کا درجہ دوسرے سے بھی کم ہے) اس کو بیوقوفی نے روایت کیا ہے۔ اور حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ کوئی ایسا نبی نہیں ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کسی امت میں بھیجا ہو مگر یہ کہ اس کی امت میں سے اس کے حواری (مددگار) و اصحاب ہوتے تھے وہ اُس نبی کی سنت کو اختیار کرتے تھے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے تھے پھر ان کے بعد ان کے خلیفہ ہوتے جو ایسی باتیں کہتے تھے جن پر وہ خود عمل نہیں کرتے تھے اور ایسے کام کرتے تھے جن کا ان کو حکم نہیں دیا گیا تھا پس جس نے ان کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جہاد کیا تو وہ مؤمن ہے اور جس نے ان کے ساتھ اپنی زبان سے جہاد کیا وہ بھی مؤمن ہے اور جس نے ان کے علاوہ رائی کے دانہ کی برابر بھی ایمان نہیں ہے اس کو امام مسلم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے جب کوئی گناہ پوشیدہ طور پر کیا جائے تو وہ صرف اپنے کرنے والے کو ضرر پہنچائے گا اس کے سوا کسی دوسرے کو نہیں، اور جب علانیہ گناہ کیا جائے اور اس کو نہ روکا جائے تو عام عذاب آئے گا (طیالسی عن ابن عمر و ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما)۔

اور یہ بھی حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو بھیجا ہے کہ اگر تم ظالموں اور فاسقوں کو روکو گے تو میں تم سے بعض کے دلوں کو بعض کے ساتھ ملادے گا یعنی تم بھی ظالموں اور فاسقوں میں شامل ہو جاؤ گے پھر وہ (اللہ تعالیٰ) تم پر اسی طرح لعنت کرے گا جیسا کہ اُن (بنی اسرائیل) پر لعنت کی (یعنی ان دو باتوں میں سے ایک بات ضرور واقع ہوگی، یا تم امر معروف و نہی منکر کرتے رہو اور نہ ملنے والوں سے ترک تعلقات کرو ورنہ لعنت خداوندی کے مستحق ہو گے) اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب تو میری امت کے لوگوں کو دیکھے کہ وہ ظالم سے کہتے ہوئے ڈریں کہ تو ظالم ہے تو ان کی صحبت ترک کرے (اوسط طرانی) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کو آخری زمانے میں ان کے حکمرانوں سے سختیاں پہنچیں گی ان سے کوئی شخص نہیں بچ سکے گا مگر وہ بچے گا جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو پچھایا ہو گا اور اس نے اپنی زبان اپنے ہاتھ اور اپنے دل سے اس پر جہاد کیا ہو گا پس وہ شخص ہے جس کے لئے دنیا و آخرت کی سعادتوں نے سبقت کی اور وہ شخص بچے گا جس نے اللہ کے دین کو پچھایا اور اس کی تصدیق کی (یعنی زبان و دل سے جہاد کیا نہ کہ ہاتھ سے پس اس کا درجہ پہلے سے کم ہے) اور وہ شخص بچے گا جس نے اللہ کے دین کو پچھایا لیکن اس پر خاموش رہا (یعنی اس نے صرف لہلہ کا جہاد کیا) پس اگر کسی شخص کو حق پر عمل کرتے ہوئے دیکھتا ہے اس لئے اس سے محبت کرتا ہے اور اگر کسی شخص کو حق کے خلاف عمل کرتے ہوئے دیکھتا ہے اس لئے اس سے بغض رکھتا ہے تو یہ شخص اس پوشیدہ محبت و بغض کے باعث نجات پائے گا (اس کا درجہ دوسرے سے بھی کم ہے) اس کو بیوقوفی نے روایت کیا ہے۔ اور حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ کوئی ایسا نبی نہیں ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کسی امت میں بھیجا ہو مگر یہ کہ اس کی امت میں سے اس کے حواری (مددگار) و اصحاب ہوتے تھے وہ اُس نبی کی سنت کو اختیار کرتے تھے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے تھے پھر ان کے بعد ان کے خلیفہ ہوتے جو ایسی باتیں کہتے تھے جن پر وہ خود عمل نہیں کرتے تھے اور ایسے کام کرتے تھے جن کا ان کو حکم نہیں دیا گیا تھا پس جس نے ان کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جہاد کیا تو وہ مؤمن ہے اور جس نے ان کے ساتھ اپنی زبان سے جہاد کیا وہ بھی مؤمن ہے اور جس نے ان کے علاوہ رائی کے دانہ کی برابر بھی ایمان نہیں ہے اس کو امام مسلم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے جب کوئی گناہ پوشیدہ طور پر کیا جائے تو وہ صرف اپنے کرنے والے کو ضرر پہنچائے گا اس کے سوا کسی دوسرے کو نہیں، اور جب علانیہ گناہ کیا جائے اور اس کو نہ روکا جائے تو عام عذاب آئے گا (طیالسی عن ابن عمر و ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما)۔

اس کو بدل دے عذیب عن ابی امامۃ۔ اور یہ بھی حدیث شریف میں ہے کہ تم پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس وقت تک واجب ہے جتنک تمہیں یہ ڈرنہ ہو کہ تم بھی اسی میں مبتلا ہو جاؤ جس کے مثل سے تم منع کرتے ہو پس جب تم کو اس کا خوف ہو تو پھر تمہارے لئے خاموش رہنا حلال و جائز ہے، ابو نعیم والدیلی عن مسور۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کیا میں تم کو ان قوموں کی بابت خبر تیروں جو تہ ابیا ہیں اور نہ شہدا اور قیامت کے روز ان پر انبیا اور شہدا ان کے منازل کی وجہ سے رشک کریں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیر کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے اس حال میں کہ پچانے جائیں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کا اور اللہ تعالیٰ کو اس کے بندوں کا دوست بناتے ہوں گے وہ زمین پر نصیحت کرتے ہوئے چلیں گے، آپ سے عرض کیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کا دوست کیسے بناتے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا وہ لوگوں کو اس چیز کا امر کریں گے جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور اس چیز سے منع کریں گے جس کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے پس اگر وہ ان کی اطاعت کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو دوست رکھے گا۔ ہب ابن سعد

النقاش فی معجمہ وابن النجار عن انس رضی اللہ عنہ۔ نیز حدیث شریف میں ہے جب میری امت میں گناہ گھم کھلا ہونے لگیں تو اللہ تعالیٰ اپنا عذاب ان لوگوں پر عام کر دیتا ہے، آپ سے عرض کیا گیا کیا ان لوگوں میں اُس وقت نیک لوگ نہیں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں لیکن ان کو بھی وہی عذاب پہنچے گا جو لوگوں کو پہنچے گا پھر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت و رضوان کی طرف ہو جائیں گے حم طب عن ام سلمہ۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ سب سے بُری قوم وہ ہے جو شبہات کی آڑ لیکر محرمات کو حلال قرار دیتی ہے اور سب سے بُری قوم وہ ہے جو نیکی کا حکم نہیں کرتی اور بُرائی سے نہیں روکتی۔ (ابو الشیم عن ابن مسعود) اور نیز حدیث شریف میں ہے جس شخص نے صاحب بدعت کو مرعوب کیا اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن و ایمان سے بھر دے گا اور جس شخص نے صاحب بدعت کو چہر کا اللہ تعالیٰ اس کو فزع اکبر (قیامت کے دن کی گھبراہٹ) سے امن میں رکھے گا اور جس نے صاحب بدعت کی اہانت کی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک درجہ بلند فرمائے گا اور جس شخص نے صاحب بدعت سے ملاقات کے وقت خندہ پیشانی کے ساتھ تواضع کی تو اس نے شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کی۔ (ابن عساکر عن ابن عمر) اور ایک روایت میں آیا ہے جس شخص نے صاحب بدعت سے اس کے ساتھ بغض رکھتے ہوئے روگردانی کی اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن و ایمان سے بھر دے گا اور جس شخص نے صاحب بدعت کو چہر کا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے امن دے گا اور جس نے صاحب بدعت کی اہانت کی اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں سو درجہ بلند کرے گا اور جس نے صاحب بدعت کو سلام کیا یا اس سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کی اور اس چیز کے ساتھ جو

اس کو خوش کرے اس کا استقبال کیا تو بالضرور اس نے اس چیز کی اہانت کی جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتری ہے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اپنی زبان سے حق کو بلند کیا تو اس کے لئے اس کا اجر جاری ہوگا حتیٰ کہ وہ شخص قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا پس اللہ تعالیٰ اس کو پورا پورا ثواب عطا فرمائے گا۔ (سہو بجل عن انس) اور نیز حدیث شریف میں ہے جو شخص کسی مظلوم کے ساتھ چلا یہاں تک کہ وہ اس کے لئے اس کا حق ثابت کرے اللہ تعالیٰ اس روز اس کے دونوں قدموں کو ثابت رکھے گا جس روز لوگوں کے قدم رنگائیں گے۔ (ابو الشیخ و ابو نعیم عن ابن عمر) اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے بالضرور میری امت کے کچھ لوگ گناہوں میں اپنی سُستی اور نہی عن المنکر سے باز رہنے کی وجہ سے حالانکہ وہ اس کی قدرت رکھتے ہوں گے اپنی قبروں سے بندوں اور خنزروں (سوروں) کی صورت میں نکلیں گے (ابو نعیم عن عبدالرحمن ابن عوف) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اخیر زمانہ میں ایک قوم ہوگی، وہ لوگ بادشاہ کے پاس حاضر کئے جائیں گے تو ان کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف حکم دیا جائے گا اور وہ اس کو منع نہیں کریں گے پس ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی۔ (ابو نعیم والدیلی عن ابن مسعود)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کسی مؤمن شخص کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے دیکھے اور وہ اس کو منع نہ کرے، (الحکیم عن حسین بن علی رضی اللہ عنہما) اور نیز حدیث شریف میں ہے سب سے افضل جہاد ظالم بادشاہ یا ظالم حاکم کے سامنے کلمہ عدل کہنا ہے (خطاب عن ابی سعید) اور نیز حدیث شریف میں ہے سب سے افضل عمل اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنا ہے (اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے) اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بغض (دشمنی) رکھنا ہے۔ اور زہرہ بنت ابی لہب سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! لوگوں میں سب سے اچھا آدمی کون ہے؟ آپ نے فرمایا جان میں پروردگار عزوجل سے سب سے زیادہ ڈرنے والا اور ان میں سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا اور ان میں سب سے زیادہ نیکی کا حکم کرنے والا اور ان میں سب سے زیادہ برائی سے رکنے والا، (اس کو ابو الشیخ اور بیہقی نے روایت کیا ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ اپنے کہنے والوں کی شفاعت کرتا رہے گا یہاں تک کہ ان سے عذاب اور سزا کو دور کر دیا جائے جب تک کہ وہ لوگ اس کے حق کو ہلکا نہ کریں، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کے حق کو ہلکا کرنا کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ جب علانیہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا کام کیا جائے اور وہ اُس سے منع نہ کریں اور اس برائی کو نہ مٹائیں (اس کو اصفہانی نے روایت کیا ہے) اور ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی اچھی عادت کی

وصیت فرمائی مجھے وصیت فرمائی کہ میں اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروں اور مجھے وصیت فرمائی کہ میں حق بات ہی کہوں اگرچہ وہ تلخ ہو (اس کو ابن جان نے روایت کیا ہے) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم سنتے تھے کہ قیامت کے روز ایک شخص کسی شخص سے جھگڑا کرے گا حالانکہ وہ شخص اس کو پہچانتا نہیں ہوگا تو وہ اس کو کہے گا تو مجھ سے کیوں جھگڑتا ہے حالانکہ میرے اور تیرے درمیان کوئی جان پہچان نہیں ہے پس وہ کہے گا تو مجھے غلطی اور بُرائی پر دیکھتا تھا اور مجھے منع نہیں کرتا تھا (اس کو زین نے ذکر کیا ہے)۔

### فضیلتِ جہاد :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت میں سو درجے ایسے ہیں

جن کو اللہ تعالیٰ نے فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں کے لئے تیار فرمایا ہے ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان و زمین کے درمیان ہے (اس کو بخاری نے روایت کیا ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کی مثال روزہ دار قیام کرنے والے اللہ تعالیٰ کی آیات کو تلاوت کرنے والے عبادت گزار کی سی ہے جو کہ نماز و روزہ نافذ نہ کرے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنے والا اپنے گھر واپس آجائے (متفق علیہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر اس بات کا خیال نہ ہوتا کہ بہت سے مومنوں کے

دل اس بات سے خوش نہیں ہوں گے کہ وہ مجھ سے پیچھے اور جبار ہیں اور میں ایسی سواری نہیں پاتا ہوں جس پر ان کو سوار کروں تو میں کسی لشکر سے جو کہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہو پیچھے نہ رہتا، اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے البتہ میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں (متفق علیہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک دن سجد اسلام کی پہرہ داری کرنا دنیا سے اور ہر اس چیز سے جو دنیا میں ہے بہتر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک صبح یا ایک شام کو جانا دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے (متفق علیہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں کسی بندے کے دونوں قدم غبار آلود ہو جائیں پھر ان کو آگ بھی مس کرے (رواہ البخاری) اور نیز حدیث شریف میں ہے کافر اور اس کا قاتل (دونوں) ہرگز روزخ میں اکٹھے نہیں ہوں گے (رواہ مسلم) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بہشت میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جو دنیا کی طرف واپس آنا پسند کرے اور یہ کہ اس کے لئے زمین (دنیا) میں دلچسپی کی کوئی چیز ہو مگر شہید یا سب سے بڑی (اور ثواب) کی وجہ سے جو وہ (بہشت میں) دیکھتا ہے آرزو کرے گا کہ وہ دنیا میں لوٹ آئے اور دس بار (یعنی بکثرت اللہ تعالیٰ کی راہ میں) قتل کیا جائے (متفق علیہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دو شخصوں کی طرف ہنستا یعنی رضا اور رحمت کے ساتھ متوجہ



ہوتا ہے جن میں سے ایک شخص نے دوسرے کو قتل کیا ہوگا اور وہ دونوں بہشت میں داخل ہوں گے، یہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قاتل کرتا ہے پس قتل کر دیا جاتا ہے (اور وہ بہشت میں داخل ہوتا ہے) پھر اللہ تعالیٰ قاتل کو (کفر سے) توبہ نصیب کرتا ہے (وہ ایمان لے آتا ہے) پھر وہ شہید کر دیا جاتا ہے (پس وہ بھی بہشت میں داخل ہو جاتا ہے) (متفق علیہ)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص صدق دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو شہدا کے مراتب پر پہنچا دیتا ہے اگرچہ وہ اپنے بستر پر ہی مرے (رواہ مسلم) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص مرا اور اس نے جہاد نہ کیا اور نہ ہی اس کے دل میں جہاد کا خیال تک گذرا وہ ایک قسم کے نفاق پر مرا (رواہ مسلم)۔ اور نیز روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ایک شخص غنیمت حاصل کرنے کے لئے جہاد کرتا ہے اور ایک شخص ذکر (شہرت) کے لئے لڑتا ہے اور ایک شخص اس لئے لڑتا ہے کہ اس کا مرتبہ دیکھا جائے (شجاعت دکھانے یعنی ریلے کے لئے لڑتا ہے) پس ان میں سے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لڑنے والا (مجاہد فی سبیل اللہ) کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو شخص اس لئے لڑے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ <sup>۱۳۱</sup> (دین) بلند ہو تو وہ (مجاہد فی سبیل اللہ) ہے (متفق علیہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ ہر میت کا عمل موت پر ختم ہو جاتا ہے (یعنی اس کا عمل اس کی زندگی تک ہے مرنے کے بعد اس عمل میں اضافہ نہیں ہوتا) سوائے اس شخص کے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں سرحد اسلام کی چوکیداری کرتے ہوئے مرا پس بیشک اس کے واسطے اس کا عمل قیامت کے روز تک بڑھایا جاتا ہے اور وہ قبر کے فتنہ سے محفوظ رہتا ہے (رواہ الترمذی و ابوداؤد والدارمی) اور نیز ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اونٹنی کی فواق (پہلی) اور دوسری دفعہ دودھ دینے کا درمیانی وقفہ کی مقدار اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑا تو بلاشبہ اس کے لئے بہشت واجب ہوگی اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں (دشمن کے ہتھیار سے) زخمی کیا گیا یا (کسی غیر دشمن سے) رنج و غم پہنچا گیا پس وہ زخم قیامت کے روز اس سے بہت زیادہ ہو کر آئے گا جتنا کہ دنیا میں تھا اس کا زنگ زعفران کا اور اس کی بومشک کی ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جس شخص کے پھوڑا نکلا تو اس پھوڑے یا پھوڑے والے پر شہیدوں کی مہر ہوگی (رواہ الترمذی و ابوداؤد والنسائی)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے خوف سے رو یا وہ روزخ کی آگ میں داخل نہیں ہوگا یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس آئے (یعنی ایسا ہونا محال ہے) اور کسی بندہ پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں غبار اور روزخ کا دھواں جمع نہیں ہوں گے۔ (یعنی اس شخص کو روزخ کا دھواں نہیں پہنچے گا) (رواہ الترمذی) اور نسائی نے ایک اور روایت میں یہ زیادہ کیا کہ کسی مسلمان کے دونوں تھنوں کے بیچ ہرگز کبھی بھی (راہ خدا کا غبار اور روزخ کا دھواں جمع

نہیں ہوگا) اور اسی (نسائی ہی) کی ایک روایت میں ہے کہ کسی بندے کے پیٹ میں کبھی بھی (راہِ خدا کا بخار اور روزِ خ کا دھواں جمع نہیں ہوگا) اور کسی بندے کے دل میں بخل اور ایمان (کامل) کبھی بھی جمع نہیں ہوں گے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ دو آنکھیں ایسی ہیں جن کو روزِ خ کی آگ کبھی مس نہیں کرے گی، ایک وہ آنکھ جو خوفِ خدا سے رونی ہو اور دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں (مجاہدین کی) نگہبانی کرتے ہوئے رات گزاری ہو (رواہ الترمذی) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں (کفر کی سرحد پر) ایک دن کی پرہ داری کرنا اس کے علاوہ دوسرے مقامات میں ہزار روز سے افضل ہے (رواہ الترمذی والنسائی)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ (نماز کے اعمال میں سے کونسا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا طویل قیام کرنا عرض کیا گیا کہ کونسا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا فقیر کا کوشش کرنا (یعنی فقیر کا فقر و احتیاج کے باوجود صدقہ دینا)، عرض کیا گیا کہ کونسی ہجرت افضل ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس شخص کی ہجرت جس نے وہ چیزیں ترک کر دیں جو اللہ تعالیٰ نے اس پر حرام کی ہیں، عرض کیا گیا کہ کونسا جہاد افضل ہے؟ آپ نے فرمایا اس شخص کا جہاد جو اپنے مال اور جان کے ساتھ مشرکین سے جہاد کرے، عرض کیا گیا کہ کونسا قتل (شہادت) اشرف ہے؟ آپ نے فرمایا اس شخص کا جس کا خون بہایا جائے اور اس کے گھوڑے کی کوئی کٹی جائیں (یعنی وہ خود بھی مارا جائے اور اس کا گھوڑا بھی) (رواہ ابوداؤد) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ شہید کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ خصلتیں ہیں اول دفعہ (پہلے قطرہ خون کے گرنے) میں اس کی بخشش کر دی جاتی ہے اور (جان نکلنے کے وقت) جنت میں اُس کا ٹھکانا رکھا دیا جاتا ہے اور وہ عذابِ قبر سے محفوظ رہتا ہے، اور بڑی گھبراہٹ (قیامت) سے امن میں ہوگا اور اس کے سر پر وقار کا تلج رکھا جائے گا جس کا ایک یا قوت دینا و باقیہا سے بہتر ہوگا اور جو روزِ عجز میں سے بہتر بیویاں اس کے نکاح میں دی جائیں گی اور اس کے رشتہ داروں میں سے بہتر آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جائے گی (رواہ الترمذی وابن ماجہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے جہاد کے اثر (زخم یا بخاریا تکلیف پانا یا خرچ کرنا وغیرہ علامت) کے بغیر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس شخص (کے دین) میں نقصان ہوگا (رواہ ابوداؤد الترمذی وابن ماجہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ شہید قتل کا دکھ نہیں پانا لگتا جتنا کہ تم میں سے کوئی شخص چیونٹی کے کاٹے کا دکھ پاتا ہے (رواہ الترمذی والنسائی والدارمی) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں ہے ایک تو آنسوؤں کا وہ قطرہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے نکلے ایک قطرہ اس خون کا

جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہایا جائے اور دونشانوں میں سے ایک نشان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں (یعنی جہاد میں زخم یا بخار وغیرہ) ہے اور ایک نشان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے کسی فرض (نماز و حج وغیرہ) کے ادا کرنے میں پڑتا ہے (یعنی سردی میں وضو کرنے سے ہاتھ پاؤں پھٹ جانا یا گھٹنے و پیشانی کا نشان وغیرہ) یا روزہ دار کے منہ کی بو یا سفر حج کا بخار وغیرہ) (اس کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن غریبہ) اور ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک لشکر میں نکلے پس ایک شخص ایک غار کے پاس سے گذرا جس میں کچھ پانی اور سبزی ترکاری تھی پس اس کے جی میں آیا کہ اس غار میں ٹھہرے اور دنیا سے الگ تھلاگ ہو جائے پس اُس نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک میں دین یہودیت یا نصرانیت کے ساتھ نہیں بھیجا گیا ہوں اور لیکن میں دین حقیقت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں جو کہ آسان ہے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے البتہ صبح کے وقت (یعنی دن کے ابتدائی حصہ) یا شام کے وقت (یعنی آخری حصہ میں) اللہ کی راہ میں نکلتا دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے اور البتہ تم میں سے کسی ایک کا صف میں کھڑا ہونا اس کی ساٹھ برس کی نماز سے بہتر ہے (رواہ احمد)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ مومن دنیا میں تین طرح کے ہیں ایک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر وہ شک و شبہ میں نہیں پڑے اور انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ راہِ خدا میں جہاد کیا (یہ اعلیٰ مرتبہ والے ہیں) اور (دوسرا) وہ جس سے لوگ اپنے مالوں اور جانوں پر امن میں ہیں (یعنی اگرچہ اس نے کسی کو نفع نہیں پہنچایا لیکن کسی کو ضرر بھی نہیں پہنچایا) پھر (تیسرا) وہ شخص ہے جو طمع پر جھانکتا ہے (یعنی اس کو طمع کا خیال آتا ہے) تو وہ اُس (طمع) کو اللہ عزوجل کے لئے چھوڑ دیتا ہے (یہ ادنیٰ قسم ہے اس کے بعد اور بھی اقسام ہیں لیکن وہ اعتبار کے لائق نہیں) (رواہ احمد)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ بھیجے اور خود اپنے گھر میں رہے تو اس کے لئے ہر درہم کے بدلے سات سو درہم ہیں اور جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں بذاتِ خود جہاد کیا اور جہاد میں خرچ کیا تو اس کے لئے ہر درہم کے بدلے سات لاکھ درہم ہیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: **وَاللّٰهُ يُضْعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ** [اور اللہ تعالیٰ جس شخص کے لئے چاہتا ہے ثواب کو کئی گنا زیادہ کر دیتا ہے] (رواہ ابن ماجہ) اور فضالہ بن عبید سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے عمر بن الخطاب سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ تمہید چار طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ شخص جو کہ کامل ایمان والا مومن ہے اُس نے (خدا نے تعالیٰ کے) دشمن کا سامنا کیا پس اس نے اللہ تعالیٰ کو سچ کر دکھایا یا بہانہ تک کہ

و قتل کیا گیا پس یہ وہ شخص ہے کہ اس کی طرف سے مندی مدتیہ کی وجہ سے بقیت کے دن کو بھی نہیں  
 اس طرح انھیں گے اولیٰ کہہ کر آپ نے اپنا سر اوپر اٹھایا ہر شکہ آپ کی ٹوٹی ہوئی سخت نغما  
 سے بچنے لگی نے کہا پس میں نہیں جانتا کہ اس (نغما) نے مندی کی تو میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے  
 کی تو پنی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اور انہوں نے اس شخص کو کامل ایمان والا مومن سے جس نے  
 دشمن سے اس طرح پر ملاقات کی کہ بزدلی کی وجہ سے وہ اس کو ہر ہر منہ سے کہتے چھوٹے  
 میں (یعنی بزدلی سے اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے) اس کی طرف ایک ایسا تیرا یا جس کی سمت یہ اس کا رہنے  
 والا معلوم نہیں ہے اس تیرے اس کو مار ڈالا تو اس شخص کو سے درجے میں ہے و مدتیہ سے وہ مومن شخص ہے  
 جس نے کچھ اچھے اور کچھ بُرے طے عمل کئے اس نے دشمن کا سامنا کیا پس اس نے اتنا کوچ کر دکھایا یہاں تک  
 کہ وہ مارا گیا پس یہ شخص تیسرے درجے میں ہے اور چوتھا وہ مومن شخص ہے جس نے اپنی جان پر صرف کیا  
 (یعنی بہت گناہ کئے) اس نے دشمن کا سامنا کیا پس اس نے اتنا کوچ کر دکھایا یہاں تک کہ وہ مارا گیا پس یہ  
 شخص چوتھے درجے میں ہے (اس کو تیزی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے) اور نیز حدیث شریفہ  
 میں ہے کہ جہاد میں مارے جانے والے لوگ تین طرح کے ہیں ایک وہ مومن (کامل) کہ جس نے اپنی جان و مال  
 کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا پس جس وقت وہ دشمن کے مقابل آیا تو اس سے لڑا یہاں تک کہ  
 مارا گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں فرمایا کہ یہ جہاد کی مشقوں پر صبر کے ساتھ  
 آزمائش کیا ہوا شہید ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے خیمہ میں اس کے عرش کے نیچے ہوگا اور انبیائے کرام اس سے درجہ  
 نبوت کی وجہ سے ہی زیادہ قرب الہی میں ہوں گے اور (دوسرا) وہ مومن شخص ہے جس نے کچھ اچھے کچھ بُرے  
 طے عمل کئے اس نے اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا جب وہ دشمن کے مقابل آیا  
 تو اس سے لڑا یہاں تک کہ مارا گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں فرمایا کہ یہ شہادت  
 پاک کرنے والی ہے جس نے اس کے گناہوں اور خطاؤں کو مٹا دیا بیشک تلوارِ نفاق کو بہت اچھی طرح  
 مٹانے والی ہے اور یہ شخص ہمیشہ میں جس دوازے سے چلے گا داخل کیا جائے گا اور تیسرا شخص (ناقص) ہے  
 جس نے اپنی جان و مال سے جہاد کیا پس جس وقت وہ دشمن کے سامنے آیا تو اس سے لڑا یہاں تک کہ  
 مارا گیا پس یہ شخص دوزخ میں ہوگا (اس لئے کہ) بیشک تلوارِ نفاق کو نہیں مٹاتی (رواہ الدارمی) اور ابن عثیم  
 سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے جنازہ (کی نماز پڑھنے) کے لئے تشریف لے گئے  
 پس جب جنازہ رکھا گیا تو (حضرت) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اس پر  
 نماز پڑھیں اس لئے کہ تحقیق یہ شخص فاجر (فاسق) تھا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف

متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم میں سے کسی نے اسی کو کبھی اسلام کے کام پر دیکھا تھا؟ تو ایک شخص نے کہا کہ ہاں  
یا رسول اللہ! اس نے ایک رات اللہ تعالیٰ کی راہ میں نگہبانی کی تھی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر  
تماز پڑھی اور (دفن کے وقت) اس پر مٹی ڈالی اور فرمایا کہ تیرے ساتھی گمان کرتے ہیں کہ بیشک تو روزخوں میں سے  
ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ تو جنتیوں میں سے ہے، اور فرمایا اے عمر! تحقیق تجھ سے لوگوں کے اعمال  
کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا، لیکن تجھ سے فطرت (تیرے دین) کے متعلق پوچھا جائے گا (اس کو بہت ہی  
شعب الایمان میں روایت کیا ہے)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وفد میں ہیں غازی، حاجی  
اور عمدہ کرنے والا (رواہ النسائی) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ سمندر کے کنارے پہلے ایک رات اللہ تعالیٰ  
کی راہ میں نگہبانی کرنا کسی آدمی کے اپنے اہل و عیال میں رہ کر ایسے ایک ہزار سال کے روزے رکھنے اور راتوں کو  
تماز میں قیام کرنے سے افضل ہے کہ جس کا ایک سال تین سو دن کا اور دن ہزار سال کا ہو (رواہ ابن ماجہ)  
اور نیز حدیث شریف میں ہے سمندر میں ایک غزوہ (اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنا) خشکی میں دس غزوات کی مانند  
ہے اور جس شخص کو سمندر میں (غزوہ کے لئے سفر کرتے وقت) دورانِ مسر لا حق ہوتا ہے وہ (خشکی میں) اللہ تعالیٰ  
کی راہ میں (قتل ہو کر) اپنے خون میں لت پت ہونے والے کی مانند ہے (اس کو ابن ماجہ نے ام الدرداء سے  
روایت کیا ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ سمندر کا ایک شہید خشکی کے دو شہیدوں کی مانند ہے اور  
دو لہروں کے درمیان شہید ہونے والا دنیا (کی زندگی) کو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں گزارنے والے کی مانند ہے اور بیشک  
اللہ تعالیٰ نے ملک الموت (موت کے فرشتے) کو رو صی قبض کرنے کے لئے مقرر فرمایا ہے سوائے سمندر کے  
شہید کے کہ ان کی ارواح کو قبض کرنا وہ خود اپنے ذمہ لیتا ہے اور خشکی کے شہید کے قرض کے علاوہ اور  
تمام گناہ بخش دیتا ہے اور سمندر کے شہید کے تمام گناہ اور قرض (بھی) بخش دیتا ہے (رواہ ابن ماجہ)  
اور ابی امامہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر <sup>۱۳۳</sup>  
ہوا اور عرض کیا کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس نے جہاد کیا اور اس سے وہ اجرا و شہرت  
(دونوں) طلب کرتا ہے اس کے لئے کیا چیز ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس کے لئے کچھ نہیں ہے، پس اس شخص  
نے اس بات کو تین بار دہرایا زہر بار آپ) فرماتے رہے اس کے لئے کچھ نہیں ہے پھر فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ  
سوائے اس عمل کے جو اس کے لئے قائل ہو اور جس سے اس کی ذات ہی مطلوب ہو اور کسی عمل کو قبول نہیں  
کرتا (اس کو احمد و نسائی نے روایت کیا) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک سرحدی حفاظتی چوکوں

سے یہاں تک کی فضیلت جہاد کی احادیث مشکوٰۃ شریف کے کتاب الجہاد میں بھی ہیں سہ جمع الفوائد الجزء الثانی ص ۱۵  
کتاب الجہاد سہ الملحہ جلد ۴ ص ۳۰۳ کتاب الجہاد وغزوات الباب الثالث وجمع الفوائد جلد دوم ص ۱۸۔

میں (پہرہ دار کا) نماز پڑھتا (ثواب میں دوسری جگہ کی) پانچ سو نمازوں کے برابر ہے اور ان (حفاظتی چوکیوں) میں ایک درہم و دنیا خرچ کرنا ان کے علاوہ اور جگہوں میں سات سو دنیا خرچ کرنے سے افضل ہے (رواہ البیہقی) اور ابوالشیخ وغیرہ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ سرحدی چوکیوں میں نگہبانی کرتے ہوئے نماز پڑھتا (دوسرے مقامات کی) بیس لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور اس روایت میں نکارت ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کی آنکھ دوزخ کی آگ کو نہیں دیکھے گی (ایک) وہ آنکھ جس سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں نگہبانی کی ہو، اور (دوسری) وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی ہو، اور (تیسری) وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے رُکے رہی ہو (رواہ الطبرانی) اور نیز حدیث شریف میں ہے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ) کیا میں تم کو لیلۃ القدر سے افضل رات کی خبر دوں (اور یہ وہ رات ہے جس میں) کوئی نگہبانی کرنے والا ایسی خوف کی سز میں میں نگہبانی کرے کہ جہاں سے شاید وہ اپنے اہل و عیال کی طرف تہ لوٹے (اس کو حاکم نے روایت کیا اور کہا کہ یہ بخاری کی شرط پر صحیح ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے روز ہر آنکھ رونے والی ہوگی سوائے اُس آنکھ کے جو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بند رہی ہو اور سوائے اُس آنکھ کے جس سے اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے مکھی کے سر کی مانند (آنسو) نکلا (رواہ الاصبہانی)۔ اور نیز حدیث میں ہے کہ جس شخص نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مدد کی یا کسی قرضدار کی اس کی تنگی کی حالت میں مدد کی یا کسی مکاتبہ غلام کو آزاد کرنے میں اس کی مدد کی اس کو اللہ تعالیٰ اس روز اپنے سایہ میں رکھے گا جس روز اس (اللہ تعالیٰ) کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا (رواہ احمد و البیہقی) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے کسی غازی کے سر پر سایہ کیا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس پر سایہ فرمائے گا اور جس نے غازی کے لئے جہاد سامان مہیا کیا تو اسے اس (غازی) کے اجر کے برابر اجر ہوگا اور جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے مسجد بنائی تاکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا (رواہ ابن جان فی صحیحہ البیہقی) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے (یعنی خالص اللہ تعالیٰ کے لئے) اور اس کے وعدہ (یعنی ثواب عظیم) کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے ایک گھر باندھا پس تحقیق اس گھوڑے کی سیری و میرانی (پیٹ بھر کر کھلانا پلانا) اور اس کی لید اور بیٹیاب (ثواب) کی صورت میں ہو کر قیامت کے دن اس کے (اعمال کے ساتھ) میزان میں تولے جائیں گے یعنی نیکیاں (رواہ البخاری وغیرہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اس شخص کے لئے سعادت ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی

سلف المشکوٰۃ کتاب الجہاد باب اعداد آتہ الجہاد۔

راہ میں جہاد کرتے ہوئے کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا پس بیشک اس کے لئے ہر کلمہ کے بدلے ستر ہزار نیکیاں ہیں ان میں سے ہر نیکی دس گنا ہوگی مع اس اضافہ کے جو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے الحدیث (رواہ الطبرانی) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ میری مسجد میں ایک نماز پڑھنا (دوسری عام مساجد کی) دس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور مسجدی چوکی کی سرزمین میں ایک نماز پڑھنا بیس لاکھ نمازوں کے برابر ہے الحدیث (رواہ ابوالشخ و ابن حبان) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک تیر بھینکا خواہ وہ ٹھکانے پر نہ پہنچا ہو یا پہنچ گیا ہو اس کے لئے بنی اسماعیل میں سے چار آدمی آزاد کرنے کا ثواب ملے گا (رواہ البزار) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کسی شخص کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں صف کے اندر کھڑا ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے (اس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ بخاری کی شرط پر صحیح ہے)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ دو ساعتیں ایسی ہیں جن میں دعا کرنے والے کی دعا رد نہیں کی جاتی، ایک وہ ساعت جبکہ نمازیں قائم کی جاتی ہیں اور دوسری وہ ساعت جبکہ (دعا کرنے والا) اللہ تعالیٰ کی راہ میں (لڑائی کی) صف کے اندر ہو (رواہ ابن حبان)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) بیشک میں کسی (نیکی کے) موقف (جائے قیام) میں کھڑا ہوتا ہوں (اور اس سے) اللہ کی ذات (رضامندی) چاہتا ہوں اور میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ میرا (یہ) موقف دیکھا جائے (تو میرے اس عمل کا کیا حکم ہے) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کچھ جواب نہ دیا یہاں تک کہ یہ آیت اتری: **فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُتِرْ لِكَيْفِ عِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا** (پس جو کوئی اپنے رب سے ملنے کی امید رکھتا ہے تو اس کو چاہئے کہ عمل صالح کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے) (اس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ تحقیق قیامت کے روز سب سے پہلا شخص جس کے خلاف فیصلہ کیا جائے گا ایک شخص ہوگا جو شہید کیا گیا ہوگا پس اس کو لایا جائے گا پھر اس کو اس کی نعمت سے متعارف کیا جائے گا پس وہ اس کو پہچان لے گا پھر اس سے (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا کہ تو نے اس (دنیا) میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں نے تیری راہ میں قتال کیا یہاں تک کہ میں شہید ہو گیا (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا و لیکن تو نے اس لئے قتال کیا تا کہ کہا جائے کہ یہ بہادر شخص ہے پس البتہ (کچھ کو) یہ بہادر کہا گیا پھر اس کے لئے حکم دیا جائے گا پس اس کو منہ کے بل (اوندھا کر کے) گھسیٹ کر لے جایا جائے گا

لہ جمع الفوائد جلد دوم ص ۹ عن عمران بن حصین للکبیر الاوسط والبزار۔ ۵ سورۃ آیت ۱۱

حتیٰ کہ آگ میں ڈال دیا جائے گا الحدیث (رواہ مسلم والحافظ والنسائی والترندی وابن خزیمہ فی صحیحہ)۔  
 اور نیز حدیث شریف میں ہے جو شخص میرے ساتھ غزوہ (جنگ) میں شامل ہونے سے محروم رہا اس کو ستمند  
 میں (جنگ) کرنا چاہئے (رواہ الطبرانی) اور نیز حدیث شریف میں ہے شہدائین قسم کے ہیں ایک وہ  
 شخص جو کہ اپنی جان و مال کے ساتھ (ثواب کی نیت سے) اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلا اس کا یہ ارادہ  
 نہیں ہے کہ قتال کرے اور نہ سیکہ وہ قتل کر دیا جائے لیکن وہ مسلمانوں کی جماعت کو بڑھاتا ہے پس اگر  
 وہ مر گیا یا قتل کر دیا گیا تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اس کو عذاب قبر سے نجات  
 دی جائے گی اور قیامت کی گھبراہٹ سے امن میں رہے گا اور حور عین کے ساتھ اس کی شادی کر دی جائے گی  
 اور اس کو عزت کا لباس پہنایا جائے گا اور اس کے سر پر وقار اور ہمیشگی کا تاج رکھا جائے گا، اور دوسرا وہ  
 شخص جو کہ اپنی جان و مال کے ساتھ ثواب کی نیت سے نکلا اس کا ارادہ ہے کہ قتال کرے اور وہ قتل  
 نہ کیا جائے پھر اگر وہ مر گیا یا قتل کر دیا گیا تو اس کی نشست اللہ تعالیٰ کے سامنے حضرت ابراہیم خلیل الرحمن  
 (علیہ السلام) کے ہمراہ ہوگی وہ ایک عمدہ مقام میں قریب ولے بادشاہ کے پاس ہوگا اور تیسرا وہ شخص  
 جو اپنی جان و مال کے ساتھ ثواب کی نیت سے نکلا اس کا ارادہ ہے کہ وہ قتال کرے اور قتل کر دیا جائے  
 پھر اگر وہ مر گیا یا قتل کر دیا گیا تو وہ قیامت کے روز اپنی تلوار میان سے نکال کر بلند کئے ہوئے اور اس کو  
 اپنے کندھے پر رکھے ہوئے آئے گا جبکہ لوگ گھٹنوں کے بل جھکے ہوں گے (تیسری قسم کے شہدائین کے  
 دیکھو! ہمارے لئے جگہ کشادہ کر دو کیونکہ بیشک ہم نے اپنے اموال و خون اللہ تبارک و تعالیٰ کی راہ  
 میں خرچ کئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے  
 اگر وہ یہ بات ابراہیم خلیل اللہ یا کسی اور نبی کے لئے بھی کہیں تو وہ نبی ان کے لازمی حق کی وجہ سے جو وہ  
 دیکھتا ہے ان کے لئے راستہ سے ہٹ جائے، یہاں تک کہ وہ عرش کے نیچے تور کے منبروں کے پاس حاضر  
 ہوں گے پس ان پر بیٹھ جائیں گے (اور) دیکھیں گے کہ (دوسرے) لوگوں کے درمیان کس طرح فیصلہ کیا  
 جاتا ہے، وہ نہ موت کا غم پائیں گے اور نہ ہی بزرخ میں بکدر ہوں گے اور کوئی پیچ و پکار ان کو خوفزدہ نہیں  
 کرے گی اور حساب و میزان اور صراط ان کو غمزدہ نہیں کرے گا وہ دیکھیں گے کہ لوگوں کے درمیان کس طرح  
 فیصلہ کیا جاتا ہے اور وہ جس چیز کا سوال کریں گے وہ ان کو دے دی جائے گی اور جس چیز کے بارے میں وہ  
 شفاعت کریں گے ان کی شفاعت قبول کی جائے گی جنت کی جس چیز کو وہ پسند کریں گے وہ ان کو دیدی  
 جائے گی اور جنت میں وہ جہاں چاہیں گے ان کو رکھا جائے گا (رواہ البزار والبیہقی والاصفہانی) اور  
 نعیم بن عمار سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ



کوئی ہے یا افضل ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ لوگ کہ اگر وہ (لڑائی کی) صف میں دشمن کے مقابل ہوں تو اپنے منہ کسی اور طرف نہیں پھرتے یہاں تک کہ وہ قتل کر دیے جاتے ہیں وہ جنت کے بلند بالا خانوں میں چلے جائیں گے اور ان کا رب ان کی طرف ہنسنے کا (ان سے خوش ہو جائے گا) اور جب تیرا رب کسی بندے کی طرف دیکھتا ہے (خوش ہوتا ہے) تو اس پر کوئی حساب نہیں ہوتا (اس کو احمد و ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کیا میں تم کو سب سے زیادہ فیاض کی خبر نہ دوں اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ فیاض ہے اور میں اولادِ آدم میں سب سے زیادہ فیاض ہوں اور میرے بعد ان میں سب سے زیادہ فیاض وہ شخص ہے جس نے علم سیکھا پھر اپنے علم کو پھیلایا وہ قیامت کے روز ایک امت (کی حیثیت) سے اٹھایا جائے گا اور وہ شخص ہے جس نے اپنی جان کے ساتھ اللہ عزوجل کیلئے جہاد کیا یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا (رواہ ابو یعلیٰ و البیهقی)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے تین شخص ہیں جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور ان سے اظہارِ مسرت کرتا اور خوش ہوتا ہے۔ ایک وہ شخص ہے کہ جب (دشمن کا) کوئی گروہ سامنے آتا ہے تو وہ یہ نفسِ نفیس اللہ تعالیٰ کے لئے قتال کرتا ہے پس یا وہ قتل کر دیا جاتا ہے اور یا اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے اور اس کو کفایت کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے اس بندے کی طرف دیکھو کہ اس نے اپنے نفس پر کس طرح صبر کیا۔ اور (دوسرا) وہ شخص ہے جس کی ایک خوبصورت بیوی ہے اور اس کا نرم خوبصورت بستر ہے پس وہ رات کو قیام (عبادت) کرتا ہے اور اپنی شہوت کو چھوڑ دیتا ہے اور مجھ کو یاد کرتا ہے اور اگر وہ چاہتا تو سو جاتا، اور (تیسرا) وہ شخص ہے کہ جب وہ سفر میں ہو اور اس کے ساتھ اور سوار بھی ہوں پس وہ سب جاگتے ہوں پھر وہ سب سو جاتیں پھر وہ شخص سویرے سے جاگ اٹھے خواہ وہ خوشی سے ہو یا ناخوشی سے۔ (رواہ الطبرانی باسناد حسن)۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں وَ نَفَخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ (اور صور پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب کے سب بیہوش ہو کر گر پڑیں گے سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ چاہے) دریافت فرمایا کہ وہ کون لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ وہ بیہوش ہوں انھوں نے فرمایا کہ وہ شہدار ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ اپنی تلواریں لٹکائے ہوئے اس کے عرش کے ارد گرد ہوں گے پس ان کے پاس محشر کے فرشتے اچھی نسل کی تیز رفتار اونٹنیاں لائیں گے جن کا رنگ یا قوت جیسا خوشنما ہوگا جن کی مہاریں سفید موتیوں کی ہوں گی ان کے

اور پرہیزگاری کے کجاوے ہوں گے جن پر باریک اور موٹے ریشم کے پردے ہوں گے ان کی زمین کی گدیاں نرم ریشم کی ہوں گی ان کے قدم لوگوں کی نظروں کی درازی تک پڑیں گے وہ جنت میں گھوڑوں چلیں گے وہ طویل سیر و تفریح کے وقت کہیں گے کہ ہمیں لے چلو تاکہ ہم دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے لیے کیا کیسے فیصلہ فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی طرف ہنسے گا اور حب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی طرف میدانِ حشر میں ہنسے تو اس پر کوئی حساب نہیں (رواہ ابن ابی الدنیا)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو قوم بھی جہاد ترک کر دیتی ہے اللہ تعالیٰ ان کے لئے عذاب کو عام کر دیتا ہے (اس کو طبرانی نے اچھی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے تین قسم کے لوگ ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ ہنست ہے ایک شخص جبکہ وہ رات کو نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور ایک جماعت جبکہ وہ نماز میں صفت بناتی ہے اور ایک جماعت جبکہ دشمن کے ساتھ قتال کرتے ہوئے صفت بناتی ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ تم پر ہر امیر کے ہمراہ جہاد کرنا واجب ہے خواہ وہ امیر نیک ہو یا فاجر ہو اور اگرچہ وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو (یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے (یہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں چلا تو قیامت کے روز اس شخص کے لئے اس غبار کی مانند جو اس کو اس سفر میں پیچھے گا مشک حاصل ہوگی (ایضاً عن انس) اور نیز حدیث شریف میں ہے جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تلوار میان سے نکالی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کی (ابن مردویہ عن ابی ہریرہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جس شخص کے سر میں درد ہو اسے اس سے ثواب کی امید رکھی تو اس کے اس سے پہلے کے گناہ بخش دیئے جائیں گے (طبع عن بن عمر) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے دشمن کے ہاتھوں سے کسی قیدی کو چھڑایا تو وہ قیدی میں ہوں (طبع عن ابن عباس) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ چند ساعتیں اللہ کی راہ میں لگانا پچاس حج کرنے سے بہتر ہے (یہ ابن عمر سے روایت ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ تلواریں جنت کی کنجیاں ہیں (ابو بکر بن عساکر عن زید) تلوار شہادت کے لئے کافی ہے (عن سلمہ بن المحقق) تلواریں مجاہدوں کی چادریں ہیں (فرعن ابی ایوب المحالی فی امالیہ عن زید بن ثابت)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) کیا میں تم کو مرتبے کے اعتبار سے سب سے بہتر شخص کی خبر نہ دوں (یہ) وہ شخص (ہے) جس نے اپنے گھوڑے کی باگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پکڑی یہاں تک کہ وہ قتل کر دیا گیا یا مر گیا، کیا میں تم کو اس شخص کی خبر نہ دوں جو اس سے ملتا ہوا ہے (یہ) وہ شخص (ہے) جو کسی گھائی میں تنہائی اختیار

کے ہوئے ہے وہ نماز ادا کرتا ہے اور زکوٰۃ دیتا ہے اور گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں (تک عن ابی ہریرہ) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اسلام کے تین درجے ہیں سفلی (نچلا درجہ) علیا (بلند درجہ) غرقہ (بالا خانہ) پس البتہ سفلی (نچلا درجہ) وہ اسلام ہے جس میں عام مسلمان داخل ہوں گے اور ان میں سے جب کسی سے پوچھا جائے گا تو وہ کہے گا کہ میں مسلمان ہوں اور البتہ علیا (اعلیٰ درجہ) پس ان کے اعمال کا افضل ہونا ہے، بعض مسلمان بعض سے افضل ہوتے ہیں اور البتہ بلند بالا خانہ پس وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے اس کو وہی شخص حاصل کرتا ہے جو ان میں افضل ہو، (طب عن فضالہ بن عبید) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ یا ایک ساعت بیمار ہوا تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور اس کے لئے ایک لاکھ غلاموں کو آزاد کرنے کا اجر لکھا جاتا ہے جن میں سے ہر غلام کی قیمت ایک لاکھ ہو (ابن زنجوی نے اہل حجاز میں سے کسی آدمی سے مرسل روایت کیا ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ البتہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں <sup>۱۳۸</sup> کھڑا ہونا خواہ وہ اس میں تلوار بھی نہ کھینچے اور نیزہ بھی نہ مارے اور نیزہ بھی نہ چلائے ساٹھ سال کی ایسی عبادت سے افضل ہے جس میں ایک پلک جھپکتے تک بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کی ہو (ابن التجار عن ابن عمر) اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جہاد ہمیشہ خوشگوار اور نروقتا رہے گا جب تک کہ آسمان سے بارش برتی رہے گی اور زمین سے نباتات اگتی رہے گی یہاں تک کہ مشرق کی طرف سے ایسی نسل پیدا ہوگی جو یہ کہیں گے کہ نہ جہاد ہے اور نہ سرحد کی نگہبانی ہے وہ لوگ دوزخ کی آگ کا ایندھن ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن کی پہرہاری ایک ہزار غلام آزاد کرنے اور تمام اہل زمین کے صدقہ کرنے سے افضل ہے (ابن عساکر نے اس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اس کو ضعیف کہا ہے) اور نیز حدیث شریف میں ہے (جہاد کے لئے پالے ہوئے گھوڑے پر خرچ کرنا ایسا ہے جیسا کہ صدقہ کے ساتھ ہاتھ کھول دینا کہ اس کو کبھی نہ روکے (یعنی ہمیشہ صدقہ کرتے رہنے کی مانند ہے) اور ان گھوڑوں کا پیشاب اور ان کی لید قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک پاکیزہ مشک کی مانند ہوگی (ابن سعید طب عن برید بن عبد اللہ)۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے جو شخص سمندر (کے سفر) میں ایک دن بیمار ہوا تو یہ (بیمار ہونا) ایسے ایک ہزار غلام آزاد کرنے سے افضل ہے جن کو وہ قیامت تک ساز و سامان دیتا اور ان کے اوپر خرچ کرتا ہے (حدیث (کل عن علی) حل

❖ ❖ ❖

❖ ❖

❖

# مکتوب ۳

سیادت و افادت دستگاہ میرک شیخ کی خدمت میں آیہ کریمہ مَاعِنْدَكَ كَمْ يَنْقَدُ وَمَاعِنْدَ اللَّهِ  
باقی کے اسرار کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ آپ کی ذاتِ پابریکات کو اپنی غایات میں شامل فرما کر باطنی جذباتِ اِردات کے ساتھ  
سر بلند رکھے۔ ع

ازہر حیمی رود سخن دو مست خوشترست  
[دست کی جو بات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے۔]  
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَاعِنْدَكَ كَمْ يَنْقَدُ وَمَاعِنْدَ اللَّهِ باقی [جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہونے والا ہے اور جو کچھ  
اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے] یہ آیت مبارکہ قرب کے مراتب کی جامع اور اہل اللہ کے سیر و سلوک  
کے نسخہ کا حامل ہے کلمہ ما جو کہ اس آیت کریمہ کے شروع میں ہے اس کا عموم تمام مراتبِ نفی کو شامل ہے  
اور اس آیت کریمہ کے رموز کے ساتھ متحقق ہونا ماسوا کے نام و نشان کو (بالکل) مٹا دیتا اور کامل فنا تک پہنچاتا  
ہے جو کہ ولایت کارکنِ اعظم ہے اور مَاعِنْدَ اللَّهِ باقی اثبات کے مراتب کا جامع ہے اور بقا کے لئے جو کہ  
قیا پر مبنی ہے ایک رمز (اشارہ) اور ولایت کا دوسرا رکن ہے، اور ولایت کے مراتب میں تفاوت ان ہر دو  
رکن کے حصول میں سالکین کے قدموں کے تفاوت کے اعتبار سے ہے، کوئی شخص ان دونوں ارکان میں حسب  
راسخ قدم رکھتا ہوگا اتنا ہی کمالاتِ ولایت میں کامل ہوگا، سالکین میں سے ہر شخص ان دونوں کمالات  
کے حاصل کرنے میں بقدر ہیئت و استعداد ہاتھ پاؤں مارتا ہے، کون صاحبِ دولت (صاحبِ استعداد) ہے  
جو اس آیت کریمہ کے اسرار کے بحرِ دہا میں غوطہ زنی کر کے ان دونوں کمالات کے جواہرِ نفیسہ سے کامل حصہ  
حاصل کرتا ہے اور مراتبِ نفی (درجاتِ فنا) کو طے کر کے اثبات کے بلند درجات سے کچھ حصہ پاتا ہے۔

سعادتِ ہاست اندر پردہ غیب ننگہ کن تا کر اریزند در حیب

[پردہ غیب میں بہت سی سعادتیں ہیں، دیکھے کس (خوش نصیب) کی حیب میں ڈالتے ہیں] کے  
اللہ تعالیٰ نبی کریم اور آپ کی آلِ اجماع علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلاماتُ التَّحِيَّاتُ الْبِرَّكَاتُ طویل ہم جیسے رویوں کو رموز  
ساتھ قدرِ ایمان نصیب فرمائے اور اس سرچشمہ سے ایک گھونٹ عطا کرے۔

# مکتوبات

ایک اہل زمانہ کے نام اس کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا جس میں اس نے درویشوں کے حال سے تعریف کیا تھا آپ نے لکھا تھا "اپنی عمر میں ہرگز کبھی اس ذلت کے ساتھ زندگی نہیں گذاری جیسی کہ اب گذار رہا ہوں" میرے مخدوم! جب کوئی عاجز بندہ اپنے ہی جیسے کسی بندے کی خوشامد کرتا ہے اور منت سماجت اختیار کرتا ہے تو وہ اسی کا مستحق ہے کہ ذلت و خواری اٹھائے وہ غنی مطلق (اللہ تعالیٰ) کی بارگاہ کا کیوں رخ نہیں کرتا اور زوہاں (زاری و التجا کیوں نہیں کرتا) اس بات کی مستحق وہی ذات ہے اور مشکلات کو وہی حل کرتا ہے اور بس، رزق کی فراخی و تنگی بھی اسی کی طرف سے ہے نہ کہ اس کے علاوہ کسی اور کی طرف سے؛ وَإِنَّ يَمَسُّكَ اللَّهُ بِصَبْرٍ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِيدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۗ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ اور اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو کوئی تکلیف لگا دے تو اس کے سوا اور کوئی اس تکلیف کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تیرے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو کوئی رد کرنے والا نہیں ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو بھلائی دینا چاہتا ہے دیر بتا ہے۔

آپ نے لکھا تھا "فقرو درویشی تنہا ہی ذکر نہیں ہے الی آخرہ" میرے مخدوم! یہ بات اس شخص کو لکھیں جو فقر و درویشی کا دعویٰ رکھتا ہو، یہ فقیر اپنے آپ کو فقر و درویشی کی حقیقت سے منزلوں دور جانتا ہے، لوگ جو کچھ کہیں اس سے بھی زیادہ برا ہے اور جو عیب کہ ثابت کریں اس سے بھی زیادہ عیب ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "مسلمانی کی غرض و غایت نرمی و مہربانی سے پیش آتا ہے الی آخرہ" ہر ایک مسلمان اپنی حسب استطاعت ان امور میں کوشش کرتا ہے لیکن جس چیز میں اس شخص کی طاقت نہیں ہے معذور ہے اور یہ ناکارہ اپنے آپ کو مسلمانی کے کمال اور اس کی حقیقت سے بہت ہی دور جانتا ہے جو کچھ آپ لکھتے ہیں درست ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ اہل اللہ کے ساتھ ارباب غرض کی صحبت مقاصد دنیا کے حصول کیلئے یا آخرت کے فائدے کے لئے ہے مہر دست وقت کی پونجی دنیاوی قواعد کا حاصل کرنا ہے اور آخرت کا معاملہ بقدر اعمال و افعال پیدا کرنے والے (اللہ تعالیٰ) کے ہاتھ میں ہے۔ میرے مخدوم! جو شخص اہل اللہ کے ساتھ صرف دنیا کے لئے صحبت رکھتا ہے اور اس کو آخرت ملحوظ نہیں ہوتی وہ ان (اہل اللہ) کی برکتوں سے مطلقاً محروم ہے اور دنیا و آخرت کا خسارہ ہی اس کی زندگی کا نصیب ہے، یہ بعینہ ایسا ہے جیسے کوئی آخرت کے عمل کے عوض دنیا طلب کرے پس وہ محروم اور خسارے میں ہے جیسا کہ قرآن مجید اور

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو چکا ہے، یہ بات اس بات کی مانند ہے جو ابوالفضل یاقینی سے نقل کی گئی ہے کہ وہ کہتا تھا ”دنیا نقد ہے اور آخرت ادھار، کسی شخص نے بھی نقد کو ادھار کے بدلہ میں نہیں بچا ہے۔“ بیشک آخرت کا معاملہ بقدر اعمال پیدا کرنے والے کے ساتھ ہے لیکن اعمال میں خلاص اور ان کا حسن قبول اہل اللہ کی صحبت سے (حاصل ہوتا) ہے۔ اخلاص کے بغیر عمل بے روح جسم کی مانند ہے جو قابل قبول نہیں ہے، اہل اللہ کی صحبت ہی ہے جو وجود کے نابنے کو معرفت کی کیمیا سے خالص سونا بنا دیتی ہے اور شیطان کے لکر اور نفس امارہ کی شرارت سے رہائی ان ہی بزرگوں کی صحبت سے متوقع ہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کے درجات قرب اور اس کی معرفت کو پہنچتا جو کہ انسان کی پیدائش کا مقصد ہے ان اکابر کے باطن سے مطلوب ہے اور جو معاملہ کہ اعمال و افعال سے باور ہے ان ہی کے ذریعہ سے حاصل کیا جاتا ہے، نجس و حقیر دنیا کیا چیز ہے کہ جن کے لالچ میں کوئی شخص اہل اللہ کے ساتھ صحبت رکھے اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کسی بادشاہ کے ساتھ اس کے فضلہ کی طمع میں مصاحبت رکھے اگر ایسا ہو تو صوفیوں کا راستہ اور ان کے ارشاد و ہدایت کا طریقہ اولیٰ حق (اللہ تعالیٰ) کی طلب میں ان کامیڈانوں اور جنگلوں کو قطع کرنا جو کہ بزرگوں نے کیا ہے سب بیکار ہوگا، کوئی شخص فضل (الہی) کے بغیر (محض) اپنے عمل سے کسی مقام پر نہیں پہنچا ہے جس عمل کے درمیان عامل کا وجود آجائے اس کو دائرہ اعتبار سے خارج جانیں اور عامل کے وجود کا درمیان سے اٹھ جانا درویشوں کی صحبت میں (ہی) ہے، جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ نہ صرف یہ کہ صوفیائے کرام کی صحبت کے فوائد اور ان کے باطنی ارشاد سے انکار ہے بلکہ ان اکابر صوفیہ کا انکار ہے جو کہ صاحب ارشاد ہوئے ہیں، آپ کے گمان میں اہل اللہ کے ساتھ ارادت رکھنا اور ان کی صحبت میں رہنا صرف اس ذلیل دنیا کے لئے ہے اور اکابر میں سے جو شخص کہ اپنے پیرومرشد کی خدمت میں رہا، اس کا مطمح نظر دنیاوی مقاصد رہا ہے اور بس — — — ذَلِك مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ (بیان کا مبلغ علم ہے) اللہ تعالیٰ ہمیں اس اعتقاد سے بچائے، آخرت کا معاملہ بقدر اعمال و افعال خالق (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ ہے اور اہل اللہ کی صحبت اہل دنیا کی صحبت کی مانند نہیں جو دنیاوی فوائد حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے۔



یار محمد کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عمر سلطانہ کی بارگاہ میں ترک کے بغیر خالص دین مطلوب ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اللّٰهُ تَعَالٰی اِسْمِ جِیْسے ناپختہ عاشقوں کے لئے فائدہ کاموں کی گرفتاری سے نجات عطا فرما کر اپنی طلب و محبت میں یکجہت و یکسو کرے، اللّٰهُ تَعَالٰی کا ارشاد ہے: اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ (آگاہ رہو اللّٰهُ تَعَالٰی کے لئے خالص دین ہی ہے) اللّٰهُ تَعَالٰی جل و علا کی بارگاہ میں بلا شرکتِ غیرے خالص دین ہی منظور ہے اور یاسوی کے تعلق سے سلا مت دل مطلوب ہے: اِذْ جَاءَ رَبُّكَ یَقْلِبُ سَلِیْمًا (جبکہ وہ اپنے رب کے پاس قلبِ سلیم کے ساتھ آیا) جو دل کہ ماسوا کا مسکن ہے بارگاہِ کبریا میں دلیل و بے ہرمان اور انوارِ الہی سے خالی ہے۔ ع

درخانہ دو مہمان نگیند [ایک گھر میں دو مہمان نہیں سماتے]

(ماسوا سے) باطن کے تخلیہ کی فکر اہم امور میں سے ہے کیونکہ مہمان گھر کو خالی چاہتا ہے اور ہمارے حوصلہ کے مطابق اس سے بہتر مہمانی نہیں ہے انا عندنا منکسرۃ القلوب [میں شکستہ دل والوں کے پاس ہوں] (یہ حدیث قدسی ہے) عالم مجاز کے برعکس عالم حقیقت میں دل کا شکستہ ہونا اس کی سلامتی کا سبب ہی مرادوں کے نہ پانے اور یاسوی کی گنجائش سے جتنے در زیادہ شکستہ ہوگا اللّٰهُ تَعَالٰی کے انوار کے ظہور کیلئے اسی قدر زیادہ سالم ہوگا۔ والسلام علیکم

## مکتوب ۳۳

حاجی محمد افغان کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ کامیابی کا مدار شیخ کامل کی محبت اور روشن سنت کی پیروی میں ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ جو خوا کہ برادرِ عزیز و ارشد میاں حاجی محمد نے بھیجا تھا موصول ہو کہ باعثِ مسرت ہوا، آپ نے اپنے اور اپنے مریدوں کے لئے توجہات کی درخواست کی تھی کبھی کبھی توجہ کی جاتی ہے، انشاء اللّٰهُ تَعَالٰی مرید بھی توجہ کی جائے گی، لیکن جان لیں کہ کامیابی کا مدار باطنی رابطہ پر ہے جو مرید کی اپنے پیر سے محبت، عقیدت اس کا گرویدہ ہونے اور اس کے سامنے تسلیمِ خم کرنے سے عبارت ہے، یہ رابطہ جس قدر قوی ہوگا اس (پیر) کے باطن سے فیوض و برکات اسی قدر زیادہ اخذ کرے گا، کامل و مکمل قطب کے باطن سے فیوض و برکات اخذ کرنے کے لئے محض محبت اور باطنی رابطہ کا ہونا کافی ہے اگرچہ توجہ نہ بھی ہو، اور محبت و رابطہ باطنی کے بغیر محض توجہ بہت کم اثر کرتی ہے، توجہ کی تاثیر کے لئے توجہ حاصل کرنے والے میں صلاحیت قبولِ ضروری ہے یہاں جو توجہ کہ رابطہ مذکورہ کے ساتھ جمع ہو جائے وہ تو اعلیٰ توجہ ہوگی (غرض کہ) کامیابی کا مدار رابطہ کی قوت اور رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے اتباع پر ہے

اگر ان دو باتوں میں رسوخ (پختگی) رکھتا ہے تو کچھ غم نہیں ہر انجام کار اس کو رائیگاں نہ جانے دیا جائے گا اور اکابر کے کمالات سے محروم نہ کیا جائے گا اور اگر ان دونوں چیزوں میں سے کسی ایک میں خلل آ گیا تو خطرہ ہی خطرہ ہے اگرچہ بہت زیادہ ریاضت کرے، والسلام

## مکتوب ۳۴

حافظ عبدالکریم کے نام، حیاتِ دنیوی و حیاتِ برزخِ صغریٰ کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمایا۔  
الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ، جو حیات کہ عالمِ دنیوی سے تعلق رکھتی ہے جس اور حرکت دو چیزوں کا مطالبہ کرتی ہے اور جو زندگی عالمِ برزخ سے متعلق ہے محض حس ہے بغیر اس کے کہ اس کے ساتھ کوئی حرکت ہو، حق سبحانہ و تعالیٰ حکیم مطلق ہے اُس نے ہر مقام کے مطابق ایک زندگی عطا کی ہے برزخ میں حس کے بغیر چارہ نہیں ہے تاکہ الم اور لذت ظاہر ہو اور حرکت کی (وہاں) کچھ ضرورت نہیں ہے عالمِ دنیوی و اخروی کے خلاف کہ وہاں (حس و حرکت) دونوں درکار ہیں پس سمجھ لیجئے۔ والسلام

## مکتوب ۳۵

جامع العلوم شیخ بدرالدین سلطان پوری کے نام اس بیان میں کہ قربِ ولایت میں فائے علم و ارادت درکار ہے اور قربِ نبوت میں ان اوصاف کی فائز کار نہیں ہے اور اس شبہ کے حل میں جو اس تحقیق پر وارد ہوتا ہے تحریر فرمایا۔

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا بِالْمَاعَلَيْتُنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ [تیری ذات پاک ہے ہم کو اسی قدر علم ہے جتنا تو نے ہمیں دیا ہے بیشک تو ہی علیم و حکیم ہے] ع

سورۃ  
آیہ ۳۱

ازہر چہ می رود سخن دوست تو شتر است [دوست کی جو بات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے] میرے مخدوم! قربِ ولایت میں پوری کوشش سالک کے ارادے کی صفت کے زائل کرنے میں کرتے ہیں اور فائے ارادہ کو ولایت کی شرط جانتے ہیں اور قربِ نبوت میں اس صفت کے برے متعلق کا زائل ہونا مطلوب ہے اور یہ صفت جو کہ فی نفسہا صفاتِ کاملہ میں سے ہے اپنے اصل حال پر رہتی ہے اور اس کا زوال مطلوب نہیں ہے اور اسی طرح قربِ ولایت میں انیاء کے علم کا زوال مطلوب ہے اس لئے کہ ماسوا کا

(۱) اس مکتوب میں یہ جملہ کئی جگہ آیا ہے غالباً اس سے برے ارادے اور اس کے متعلقات کا دور ہونا مراد ہے



نسیان (بھول جانا) کہ فتاویٰ سے عبارت ہے ولایت کے لئے شرط ہے اور قرب نبوت میں اشیاء کے ساتھ <sup>۱۲۳</sup> گرفتاری کا زوال مطلوب ہے اور علم جو کہ فی نفسہ کمال کی صفت ہے اس کا زوال مطلوب اور لازمی نہیں ہے۔

سوال: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو کہ اصالتاً قرب نبوت سے متحقق ہیں قرب ولایت ان کو بھی ہر وقت حاصل ہے پس چاہئے کہ ان کو دونوں قسم کے قرب کے حصول کے اعتبار سے ارادہ علم ہر دو صفت کا زوال اور ان ہر دو صفت کا قیام ایک ہی وقت میں حاصل ہو لہذا یہ ممکن نہیں ہے اور لوازم کی نفی ملزومات کی نفی کی دلیل ہے پس یہ دونوں قرب ایک وقت میں جمع نہیں ہوتے اور یہ (ان دونوں کا ایک وقت میں جمع ہونا) خلاف اصول و خلاف واقع ہے۔ ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ قرب نبوت میں دونوں صفتوں کے باقی رہنے کی شرط کو تسلیم کرنے کی صورت میں جو قرب ولایت کہ قرب نبوت کے بغیر ہوتا ہے وہ قائم علم ارادہ کے ساتھ مشروط ہے اور جب یہ قرب قرب نبوت کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے تو شرط و مشروط ہونا ممنوع ہے جیسا کہ اس کی تحقیق عنقریب آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ ولایت کے دو جزو ہیں فنا اور بقا، فنا میں ان دونوں صفتوں (علم و ارادہ) کا زوال ہو اور بقا میں عارف کو ایک ارادہ اپنے پاس سے عطا فرماتے ہیں اور صاحب ارادہ بناتے ہیں اور اسی طرح بقا میں اگر زائل شدہ علوم عود کر آئیں تو اس کی گنجائش ہے پس قرب ولایت والا (عارف) بقا کی حالت میں قرب نبوت کے ساتھ متحقق ہو سکتا ہے اور وہ دونوں قربوں کا جامع ہوگا۔ یہ جواب مخدوش ہے اس لئے کہ یہ جمع و تحقق اس شخص کے حق میں ہے جو کہ قرب ولایت کے راستہ سے قرب نبوت تک عروج کرے اور ولایت کی فنا و بقا کو حاصل کر کے مقام نبوت کے کمالات تک پہنچے اور اس قسم کا وصول کیا ہے۔ لیکن جو شخص کہ قرب نبوت کے راستہ سے واصل ہوا ہے جیسا کہ اس دولت نامہ و اصلین اسی راستہ سے پہنچے ہیں اس کے حق میں ان دونوں قرب کا جمع ہونا مشکل ہے اس لئے کہ ان دونوں صفتوں کے ساتھ بقا کا حصول ان دونوں کی فنا کے ساتھ مشروط ہے اور قرب نبوت کے راستہ میں یہ دونوں صفتیں لازمی نہیں ہیں اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ صفت ارادہ کا فنا ہونا قرب ولایت میں مقصود اول اور بالاصالتہ شرط نہیں ہے، اصل مقصود ارادہ کے بڑے متعلق کا رفع ہونا ہے اور چونکہ ولایت کے مقام میں ارادہ کے بڑے متعلق کا رفع ہونا ارادہ کے رفع ہوئے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتا اس لئے <sup>۱۲۴</sup> ارادہ کے رفع اور اس کی فنا میں کوشش کرتے ہیں تاکہ اس کا بڑا متعلق رفع ہو جائے کیونکہ جب اصل ارادہ نہیں ہوگا تو اچھائی اور برائی سے اس کا تعلق صورت پذیر نہیں ہوگا: ثبت الجدار اولاً ثم انقش

(پہلے دیوار قائم کر اس کے بعد اس پر نقش و نگار بنا)۔ اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ مقام ولایت میں بڑے متعلق کا رفع ہونا ارادہ کے رفع کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتا یہ اس لئے ہے کہ قرب ولایت ظلی قرب ہے اور اس مقام میں گرفتار ہونا ظل کے ساتھ گرفتار ہونا ہے اور ظلی قرب کو اس قدر قوت نہیں ہے کہ صفت ارادہ کے ہوتے ہوئے اس کے بڑے متعلق کو رفع کر سکے اس لئے ارادہ کے رفع میں کوشش کرتے ہیں تاکہ اس کے بڑے متعلق کا رفع ہونا سہولت کے ساتھ صورت پذیر ہو جائے اور قرب نبوت میں قرب اصلی ہے اور اصل کے ساتھ گرفتاری ہے اور قرب اصل اور اس کے ساتھ گرفتاری کو ایسی قوت ہوتی ہے کہ صفت ارادہ کے ہوتے ہوئے اس کے بڑے متعلق کو رفع کر سکتا ہے اسی لئے ارادہ کے رفع میں کوشش نہیں کرتے کیونکہ اس کے رفع سے جو مقصود تھا وہ بہت اچھے طریقہ پر حاصل ہو گیا ہے اور ارادہ فی نفسہ صفت کاملہ ہے اگر اس میں نقص اور بُرائی دخل پاتی ہے تو وہ اس کے متعلق کے ذریعہ آتی ہے اور جب اس کا بڑا متعلق دور ہو گیا تو حسن و کمال کے سوا اس میں کچھ نہیں رہا اور اس (ارادہ) کا باقی رہنا مطلوب بن گیا۔ اولیٰ طرح ہم صفت علم کے بارے میں کہتے ہیں کہ قرب ولایت میں زوال علم سے مقصود اول اشیا کے ساتھ گرفتاری کا زوال ہے اور چونکہ اس قرب میں اشیا کی گرفتاری کا زوال اشیا کے علم کے زوال کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتا اس لئے کہ قرب ظلی اور ظل کے ساتھ گرفتاری کو اتنی قوت نہیں ہے کہ اشیا کے علم کا وجود اشیا کے ساتھ گرفتاری کو زائل کر سکے اس لئے علم کے زوال میں کوشش کرتے ہیں اور اشیا کے نسیان (بھول جانے) کی طلب کرتے ہیں تاکہ ان کے ساتھ گرفتاری نہ رہے اور قرب نبوت میں اصل کے ساتھ گرفتاری ہے اور اصل کے ساتھ گرفتاری قوی ہے ہو سکتا ہے کہ اشیا کے علم کے باوجود اشیا کی محبت و گرفتاری کو زائل کر دے اس لئے علم کے زوال میں کوشش نہیں کرنے کیونکہ یہ صفت کمال ہے بلکہ اس کی بقا مطلوب ہے اور علم کے زوال سے جو کچھ مقصود ہے وہ اس قرب میں حاصل ہو چکا ہوتا ہے۔ ایک جواب تو یہ ہے اور ہم اصل سوال کا دوسرا جواب بتاتے ہیں کہ دونوں صفتوں (ارادہ و علم) کے زوال کا شرط ہونا ولایت صغریٰ میں ہے جو کہ اولیاء اللہ کی ولایت ہے اور یہ ظلی ولایت ہے اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والبرکات کی ولایت، ولایت کبریٰ ہے جو کہ اصلی ولایت ہے اور اس ولایت میں ان دونوں صفتوں کے زوال کا شرط ہونا ثابت نہیں ہوا ہے۔



شمس الدین خوشیگی کے نام گناہ کے ظاہر و باطن کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اللّٰهُ تَعَالٰی کا ارشاد ہے: وَذَرُوا ظَاهِرَ الْاَثَمِ وَبَاطِنَهُ [ظاہری و باطنی گناہ کو ترک کر دو] چونکہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ظاہری و باطنی نعمتوں سے نوازا ہے جیسا کہ فرمایا ہے: وَاسْبَغْ عَلَیْكُمْ نِعْمَةً ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً [اور اس نے اپنی ظاہری و باطنی نعمتوں کو تم پر پورا کر دیا ہے] اس لئے گناہ کے ظاہر و باطن کے ترک کے ساتھ مکلف کیا ہے تاکہ لوگ ان آہستہ دونوں قسم کے گناہوں میں سے کسی ایک کے مرتکب ہو کر کفرانِ نعمت نہ کریں اور ہر دو طرح کے گناہ ترک کر کے ظاہر و باطن کا شکر بجا لائیں، ہو سکتا ہے کہ ظاہری گناہ سے مراد وہ ہو جس کو علمائے ظاہر نے بیان کیا ہے یعنی حرام و مکروہ کا ارتکاب، اور باطنی گناہ سے مراد باطن کی توجہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف رکھنا اور یا سوی اللہ کے ساتھ محبت و گرفتاری ہے، جو دل کہ غیر اللہ کا گرفتار ہے اس سے خیر (بھلائی) کی کیا توقع ہے جو روح کہ یا سوی اللہ کی طرف مائل ہے بارگاہِ کبریٰ میں ذلیل و خوار اور بے سرو سامان ہے، اہل اللہ کے نزدیک دل کی سلامتی اہم امور میں سے ہے اور روح کی نجات مقصد اول ہے: اِذْ جَاءَ رَبَّهٖ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ [جبکہ وہ (ابراہیم) اپنے رب کے پاس قلبِ سلیم کے ساتھ آیا] اللہ تعالیٰ کی معرفت کا حاصل ہونا اور قرب کے درجات تک پہنچنا سب یا سوی اللہ کی محبت اور دید و دانش سے دل کے قطع تعلق پر موقوف ہے ایک دل میں دو محبتیں جمع نہیں ہوتیں۔

درخانہ دو مہمان ننگیند [ایک گھر میں دو مہمان نہیں سمانے]

اس بارگاہ میں خالص دین مطلوب ہے جس میں شرکت کی گنجائش نہ ہو: اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ [اگاہ رہو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص دین ہی ہے] والسلام

## مکتوب ۳

غلام محمد افغان کے نام، اس بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ ذکر مقصود اولیٰ تمہیں ہے اور جس عمل پر دوام نہ ہو وہ اعتبار کے لائق نہیں ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اللّٰهُ تَعَالٰی شریعت منورہ اور سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے راستہ پر قائم رکھ کر قرب کے درجات میں ترقیات عطا فرمائے۔ مکتوب عزیز موصول ہو کر باعث مسرت ہوا آپ نے لکھا تھا کہ "اس محتاج دعا کو بعض اوقات اپنی فائیت کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے اس وقت کبھی ذکر قلبی ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا" میرے مخدوم! ذکر مقصود اولیٰ تمہیں ہے اس سے غرض مذکور

(ذات حق) میں فنا ہونا ہے اور جب فنا فی المذکور جو کہ مقاصد میں سے ہے حاصل ہوگئی اگرچہ ذکر نہ بھی ہو، پس فنا کی حالت میں جو کماستہلاک اور بے شعوری کا وقت ہے اگر ذکر کو نہ پائیں تو کوئی نقص نہیں ہے مستہلاک (فنایت والا شخص) اگر ذکر کے باوجود ذکر کا احساس نہ کرے تو اس کی گنجائش ہے بلکہ فنا کی بعض اقسام میں ذکر کا زائل ہونا شرط اور لازمی امر ہے۔

۱۳۶ میرے مخدوم! اگر ذکر قلبی سے دل کی حرکت و جنبش مراد لی جائے تو اس کی ہمیشگی قطعی ضروری نہیں ہے نہ فنا کی حالت میں اور نہ حالت فنا کے بغیر جو چیز کہ دائمی و لازمی ہے وہ دل کی توجہ اور حضور قلبی ہے خواہ حرکت ہو یا نہ ہو۔ آپ نے فنا کی اور کوئی علامت تحریر نہیں کی تاکہ معلوم ہو جائے کہ کس قسم کی فنا حاصل ہو رہی ہے، فنائے جذبہ یا فنائے سلوک، فنائے جسدی یا فنائے لطائف، فنائے قلب یا فنائے نفس، ہر ایک کے لئے آثار و علامات ہیں اور فنا میں معتبر وہ ہے جو دوام قبول کرے (ہمیشہ رہے) اور جو دوام نہیں رکھتی وہ معتبر نہیں ہے سوائے فنائے جذبہ کے۔ والسلام

## مکتوب ۳۸

رفعت بیگ کے نام ان امور کو بجالانے کی ترغیب میں تحریر فرمایا جو اس راہ کے طالب کیلئے ضروری ہیں  
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہوں) برادر عزیز میری رفعت بیگ آپ تعلقات کی پستی سے حقائق کی بلندی پر فائز ہوں اور ظاہر کی تنگی سے باطن کی وسعت کی طرف مائل ہوں، چند روزہ زندگی کو کہ جس کی بدولت ہمیشہ کالک حاصل ہوتا ہے فضولیات میں صرف نہ کریں اور حضرت بیچون حقیقی (اللہ تعالیٰ) جل مجدہ کی پاک بارگاہ کی طرف متوجہ رہنے کو ترک نہ کریں۔

دائم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ کار می دار نہفتہ چشم دل جانب یار  
[ ہمیشہ ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر کام میں دل کی آنکھ کو پوشیدہ طور پر یاری کی جانب رکھنا تاریک راتوں کو اذکار کی پابندی کے ساتھ روشن رکھیں، صبح کے وقت کے رونے اور استغفار کرنے کو غنیمت جانیں، عمر کا بہترین حصہ ہاتھ سے جا رہا ہے اور کام کا نہانا انجام کو پہنچ رہا ہے ہم کس غدر سے آج کا کام کل پر ڈالیں کیونکہ ہر آج کا کل نہیں ہے اصل کی فکر کرنی چاہئے اور ظل سے اصل کی طرف جانا چاہئے، فِیْضِ وَالِیِّ اللّٰهِ (پس اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑو)۔

دادیم ترا زنج مقصود نشان گریانہ رسیدیم تو شاید برسی  
[ ہم نے تجھ کو مقصود کے خزانے کی نشاندہی کر دی، اگر ہم نہیں پہنچے تو شاید تو ہی پہنچ جائے ] والسلام

# مکتوب ۳۹

ملاحسن علی نام اس شبہ کو دور کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا جو انہوں نے میرزا عبید اللہ کے نام تحریر کردہ مکتوب پر کیا تھا۔

الحمد للہ وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ! آپ نے لکھا تھا کہ فلاں مکتوب سے جو کہ عرفان شہاد عبید اللہ بیگ کے نام لکھا گیا تھا بہرہ مند ہوا، اس کے بعد آپ نے لکھا تھا کہ اگر کوئی شخص اس جگہ یہ کہے کہ یہ فرق و امتیاز مقام شریعت میں ہے اور جو لوگ کہ سب کو یکساں جانتے ہیں تو یہ مقام طریقت کے لحاظ سے ہے جیسا کہ کسی دوسرے رسالہ میں دیکھا گیا کہ جو شخص شریعت میں ہے اس کا کام خلقت کا رد و قبول ہے جب وہ اہل طریقت میں سے ہو گیا تو مخلوق پر رد و اعتراض نہیں کرتا، طریقت میں سراسر صلح اور سب کے ساتھ دوستی ہے بخلاف شریعت کے کہ وہاں دشمنوں کے ساتھ جنگ اور دوستوں کے ساتھ صلح ہے پس جس بزرگ سے بھی کسی شخص کے حال پر نظر کرتے ہوئے رد و اعتراض کی بات واقع ہوئی ہے وہ شریعت کے غلبے سے ہوگی نہ کہ طریقت کے غلبے سے، اس سوال کے جواب کی استدعا کرتا ہے۔

میرے مخدوم! اس سوال کا جواب برادر عبید اللہ بیگ کے مکتوب سے حاصل ہو جانا بظاہر اچھی طرح غور نہیں کیا گیا ہے اس کے باوجود ہم جواب میں کہتے ہیں کہ اگر مقام طریقت میں سب کو یکساں دیکھنے اور امتیاز نہ کرنے سے سائل کی مراد ذوق و حال کے طریق پر ایک طرح کا وجدان ہے جو کہ اختیار سے باہر ہے تو مسلم ہے اس لئے کہ اس دید والا شخص مقام جمع میں مستہلک اور مرتبہ وحدت میں مستغرق ہے اور مستہلک کو اچھے اور بُرے میں تمیز کرنا منفقور ہے اور وہ سب کو صراطِ مستقیم پر دیکھتا ہے لیکن چونکہ مقبول ہے اس لئے بغزش سے محفوظ ہے اور وہ احکام بندگی کی فرو گذاشت سے مامون ہے، اس کا باطن مستہلک (فانی) ہے اور اس کا ظاہر احکام شریعت کے ساتھ آراستہ ہے، یہ (مذکورہ) مراد ہمارے (مکتوب کے) بیان کے ساتھ کوئی مخالفت و تضاد نہیں رکھتی اور اس کے بارے میں سوال کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ اہل طریقت شریعت حقہ کے دائرے سے باہر آچکے اور تکالیف شرعیہ سے آزاد ہو چکے ہیں اور بندگی کے حلقہ سے سربا ہر نکال چکے ہیں تو یہ ناقابل قبول و ناقابل سماعت ہے اور اس کا معتقد محدود و نزدیک ہے آسمانی (خداوندی) احکام تمام لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں بعض اشخاص کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتے اور عوام و خواص احکام شرعیہ کے بجالانے میں برابر ہیں، اہل شریعت و اہل طریقت و اہل حقیقت کو فریق کے

بجائے اور محرمات سے پرہیز کرنے سے چارہ نہیں ہے اور کوئی شخص بھی واجبات کے ترک اور ممتوعات کے ارتکاب میں کسی طرح معذور نہیں ہے پس آپ نے اس رسالہ میں جو یہ دیکھا ہے کہ جو شخص شریعت میں ہے اس کا کام مخلوق کو رد و قبول کرنا ہے اور جب وہ اہل طریقت میں سے ہو گیا تو مخلوق پر رد و اعتراض نہیں کرتا الا یہ کہ کیونکہ ہر شخص احکام شرعیہ کا پابند ہے اور کوئی شخص اس دائرے سے باہر نہیں ہے کہ (شریعت کے بغیر) اہل طریقت میں سے ہو جائے اور اچھے اور بُرے کے ساتھ دوستی اور صلح پیدا کرے اور مخلوق پر رد و اعتراض کا ترک اختیار کرے، حق سبحانہ و تعالیٰ اس قدر رحمت اور مہربانی کے باوجود ذلیل کفار کے ساتھ تبرا اور عداوت کا اظہار فرماتا ہے اور مسلمانوں کو ان کے ساتھ عداوت و سختی و بعض اوقات قاتل کا امر کرتا ہے، یہ عجیب مسلمان ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ عزوجل کے اس قسم کے دشمنوں کے ساتھ اس کے فرمان کے برخلاف صلح رکھے اور اظہار دوستی کرے، اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے قرب و ولایت کا دعویٰ کرے، ولایت و قرب اسلام کی فرع ہے حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ يَتَّوَلَّهُمْ فَبِئْسَ مَا يَدْعُونَ وَمَنْ يَتَّوَلَّهُمْ فَبِئْسَ مَا يَدْعُونَ وَمَنْ يَتَّوَلَّهُمْ فَبِئْسَ مَا يَدْعُونَ وَمَنْ يَتَّوَلَّهُمْ فَبِئْسَ مَا يَدْعُونَ (اور اگر وہ اللہ پر اور نبی پر اور اس چیز پر جو اس کی طرف اتاری گئی ہے ایمان لائے ہوتے تو ان (کفار) کو اپنا دوست نہ بناتے) مختصر یہ ہے کہ اہل حال اپنے حال میں معذور ہے اور اس حال کے مطابق عمل کرنے میں مجبور ہے لیکن اس رسالہ کی عبارت کو شہود و حال پر محمول کرنا چاہئے پس بیشک سُکر والوں کے کلام کی تاویل کی جاتی ہے۔ جانتا چاہئے کہ یہ حال جو کہ اچھائی اور بُرائی کے درمیان تیز کوٹھانے والا ہے یہ طریق ولایت میں بھی نقص ہے کمال یہ ہے کہ سُکرے صحو میں آئے اور جمع سے فرق بعد الجمع کی طرف اور کفر سے اسلام کی طرف مائل ہو جائے۔ والسلام علیکم

## مکتوب

رفعت بیگ کے نام طبیعت کے طور پر تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى

مصلحت دیدن آنت کہ یاران ہمہ کار بگزارند و سمرطہ یارے گیرند

(میں مصلحت اس میں دیکھتا ہوں کہ دوست سب کام چھوڑیں اور ایک دوست کی زلف کے

خیال میں محو ہو جائیں)۔ اے شفقت کے آثار والے! عمر عزیز گذری جا رہی ہے اور مقررہ ساعت قریب آرہی ہے

اس طرح زندگی بسر کریں کہ وقت عزیز باطن کی اصلاح میں گزرے اور دل کی تعمیر میں صرف ہو جو کہ مولیٰ تعالیٰ کی نظرِ عنایت کا مقام ہے، قبر و قیامت کے لئے تیاری میں کوشش کریں، اندھیری راتوں کو اذکار کی پابندی کے ساتھ متور کریں، صبح کے رونے اور استغفار کرنے کو غنیمت جانیں، دن رات میں ایک دو وقت تنہائی کے لئے مقرر کرنے چاہئیں کہ کوئی شخص اس وقت میں دخل انداز نہ ہو اور کلمہ لا الہ الا اللہ سے اپنے مقاصد اور ارادوں کی نفی کریں تاکہ دل کی وسعت میں حق سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کوئی مراد و مقصود نہ رہے۔  
 ایں کار دولت است کنول تا کراد ہند (یضیب کی بات ہو دیکھے اب کس کو عنایت کرتے ہیں) والسلام اولاً و آخراً

## مکتوبات

ملا محمد شریف کابلی کے نام، اس بارے میں تحریر فرمایا کہ میرے لئے اپنے پیر کو راضی رکھنا ضروری ہے۔  
 الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفے: برادر گرامی مولانا محمد شریف کا خط موصول ہو کر باعث مسرت ہوا، اللہ تعالیٰ شریعتِ عالیہ اور سنتِ منورہ کے راستہ پر استقامت عطا فرمائے اور مشائخ کی محبت اور عقیدت پر جو کہ اعلیٰ مقاصد تک پہنچنے کے لئے وسیلہ ہیں، ہمیشگی اور نجاتی عنایت فرمائے۔ آپ نے لکھا تھا کہ جو چیز آپ کے دل کی تکلیف کا باعث ہوئی ہے وہ بندہ سے واقع نہیں ہوئی ہے، کابل کے دوستوں نے بعض اغراض کے تحت کچھ باتیں پہنچا کر آپ کو رنجیدہ کر دیا ہے، میرے مخدوم کابل کے لوگوں میں سے کسی نے آپ کی جانب سے کوئی ایسی بات نہیں پہنچائی جو فقیر کے دل کو رنج پہنچانے کا باعث ہو، اور فقیر کا دل کسی وجہ سے بھی آپ سے آزرہ نہیں ہے سوائے مولانا محمد صدیق کی رنجیدگی کی وجہ کے، کہ جس کا دورہ ہونا مولانا کی رنجیدگی کے دور ہونے سے وابستہ ہے، اس کے علاوہ فقیر کو آپ کی نسبت سے کسی بھی طرح کی رنجیدگی نہیں ہے، جس شخص نے بھی آپ کو اس کے خلاف کوئی بات پہنچائی ہے خلافِ حقیقت ہے، آپ اس جانب سے خاطر جمع رکھیں اور آپ کے لئے مولانا محمد صدیق کو راضی کرنا لازمی ہے، بہر حال مشارالہ (مولانا موصوف) کو خود راضی کریں تاکہ تمام پیروں کا باطن آپ سے راضی ہو جائے اور فیوض کے دروازے کھل جائیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

## مکتوبات

ملا محمد و فلکے نام اس خط کے جواب میں جو انھوں نے معیشت کی تنگی کے بارے میں لکھا تھا اور فقر کے فضائل کی احادیث کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى۔ برادر م مولانا محمد وفا کا مکتوب مرغوب جو کہ محبت کی خبر اور ذوق و شوق کا پتہ دینے والا تھا پہنچ کر باعث مسرت ہوا، امید ہے کہ (آئندہ بھی) اسی طریق پر حالات لکھتے رہیں گے کیونکہ یہ غالباً نہ توجہ کا ذریعہ ہے، فقر سے دل تنگ نہ ہوں اور معیشت کی تنگی سے گرائی محسوس نہ کریں۔  
 اللہ یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر (اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو فراخ کر دیتا ہے اور جس کیلئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے)۔ حق تعالیٰ جل و علا کے طالبین کو چاہئے کہ اس کے ہر فعل سے خوش و خرم رہیں بلکہ لذت حاصل کریں جو کچھ محبوب حقیقی کی جانب سے آتا ہے وہ محبوب ہے خواہ رنج و الم ہو یا انعام، نعمت ہو یا نعمت (عقاب)۔

مے تلخ است جور گلزاراں کہ ہر چندش خوری باشد گواراں  
 [حسینوں کا جور و ستم تلخ شراب ہے کہ اسے جتنا پیا جائے خوشگوار لگتی ہے] ظاہری تنگیوں کے وقت باطنی کشادگی و فراخی دو چند ہونی چاہئے کہ ظاہر کی خرابی باطن کی تروتازگی کا سبب ہے (تو پھر وہ باطن سے بے توجہی کا سبب کیسے ہوگی اور عجیب و غریب احوال جو اس سے پہلے پیش آتے تھے اب کیوں پیش نہیں آتے، اب کیا آفت آگئی ہے، کیا مولائے حقیقی جل شانہ کی محبت و دوستی و وسعت و فراخی کے وقت پر ہی موقوف ہے جو تنگی کے زمانے میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے قطع تعلق کر لیا جائے۔ گذشتہ حالت کے برخلاف کلی طور پر حق جل و علا کی جانب آجائیں اور ظاہر و باطن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی طرف متوجہ ہو جائیں اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی طلب سے ہرگز غافل نہ ہوں، آپ کیسے اچھے احوال بیان کرتے تھے افسوس ہے کہ آپ اپنی استعداد کی لطافت کو خاک میں ملارہے ہیں اور نفیس جوہرات کے بدلے چند ٹھیکریوں پر اکتفا کر رہے ہیں۔ پس اس شخص پر نہایت افسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اعراض کیا اور اس شخص پر حسرت ہے جس نے حدود اللہ سے تجاوز کیا، دنیوی مال و متاع کی کمی آخرت کے حساب کی سہولت کا سبب ہے، پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے دو چیزیں ہیں جن کو ابن آدم (انسان) ناپسند کرتا ہے وہ موت کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ موت اس کے لئے آرزائش سے بہتر ہے اور وہ مال کی کمی کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ مال کی قلت حساب کی سہولت کا سبب ہے، دنیا کی مصیبتیں مراتبِ آخرت کا وسیلہ ہیں اور اس (دنیا) کی نعمتیں اس (آخرت) کے نقصان کا سبب ہیں۔ حدیث شریف میں ہے دنیا کی شیرینی (لذت) آخرت کی تلخی ہے اور دنیا کی تلخی آخرت کی شیرینی (لذت) ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے قیامت کے روز لوگوں میں سب سے زیادہ بھوکا وہ شخص ہوگا جو دنیا میں سب سے زیادہ پیٹ بھرا ہوگا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے اُف دنیا اور اس کی آرزائشیں کسی ہیں کہ اس کے حلال کا (بھی) حساب ہوگا اور اس کا حرام تو عذاب ہے ہی۔



اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص بھی چاہتا ہے کہ دنیا میں اس کا درجہ بلند کر دیا جائے پھر اس کا درجہ بلند کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کا ایک درجہ کم کر دیتا ہے جو اس درجہ سے زیادہ بڑا اور بلند ہوتا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ سونے اور چاندی کے لئے ہلاکت ہے، آپ سے دریافت کیا گیا تو پھر ہم کیا چیز ذخیرہ کریں، آپ نے فرمایا ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل اور ایسی ہیوی جو آخرت کے لئے تیری مددگار ہو، جان لیں کہ جو شخص پوری ہمت و کوشش کے ساتھ آخرت کے کام میں متوجہ ہوگا اور اپنی پوری توجہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف رکھے گا حق تعالیٰ اپنے کرم سے اس کے دینی اور دنیاوی امور کے لئے کافی ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے اپنی تمام فکروں کو ایک ہی فکر یعنی آخرت کی فکر بنا لیا تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام فکروں کے لئے کافی ہوگا اور جس شخص نے احوال دنیا سے مختلف فکریں (اپنی جان کو) لگائیں تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ ان (فکروں) کی کس وادی میں ہلاک ہوا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے جس شخص نے اس حال میں صبح کی کہ دنیا اس کی سب سے بڑی فکر ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے کسی چیز (یعنی ذمہ داری) میں نہیں ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرا پس وہ اللہ تعالیٰ سے کسی چیز (یعنی ذمہ داری) میں نہیں ہے اور جو شخص مسلمانوں کے لئے اہتمام نہیں کرتا تو وہ ان میں سے نہیں ہے، آپ نے تنگی معاش دور ہونے کے لئے صبح کی نماز کے بعد بعض آیتوں کے پڑھنے کی اجازت مانگی تھی میرے مخدوم اگر اس تنگی کے دور کرنے میں نیت اچھی ہے تو کیا حرج ہو پڑھ لیا کریں۔

## مکتوب ۲۳

خواجہ عبدالصمد کابلی کے نام حصول قرب الہی جل شانہ کے ذرائع کے بیان میں تخریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً للہ العظیم ومصلياً على رسولہ الکریم اما بعد روزمرہ کے امور لائق شکر ہیں، اللہ تعالیٰ سے آپ کی خیر و عافیت، شریعت عالیہ اور سنت متورہ کے راستہ پر استقامت، موانعات کا دور ہونا اور خفائق کے ساتھ آراستگی کی دعا کی گئی ہے۔ آپ کے گرامی نامہ کی وصولیابی نے مسرور کیا، ذوق طلب کے بارے میں جو کچھ درج کیا ہوا تھا واضح ہوا، اللہ تعالیٰ اس گرمی شوق کو اور زیادہ کرے اور اس کے شعلے کو باطن میں اور بظہر کائے ناکہ دنیاوی تعلقات سے پاک کرے اور خفائق الہی جل و علا کحاثہ متحقق و آراستہ کرے اور اس نعمت کے حصول کے اسباب میں سے ذکر پر ہمیشگی، مخلوق سے کم آمیزی، لایعنی باتوں میں کسی اور مشلخ کی محبت کا راسخ ہونا ہے۔ والسلام

# مکتوبات

محمد صادق بخاری کے نام صراطِ مستقیم پر ہدایت کی توضیح میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين والداجمعين - حق سبحانه وتعالى

کے بندہ کو صراطِ مستقیم کی ہدایت کرنے سے مراد یہ ہے کہ جو تنگی بھی اُس کے سینے میں ہو اُس کو دور کر دے اور

اس کے سینے میں کوئی تنگی بھی کسی طرح سے نہ رہے اور اوامر کے بحالنے اور نواہی سے باز رہنے میں پوری

سہولت حاصل ہو جائے اور اس کی مرضی حق سبحانہ و تعالیٰ کی قضا و قدر کے اس حد تک تابع ہو جائے کہ اگر ایک

دنیا ناراض ہو جائے یا اس کو سخت مصیبتوں اور شدید رنج و غم میں مبتلا کر دیا جائے تو ان امور سے اس کے

باطن میں کوئی کدورت پیدا نہ ہو، ان امور کو بالکل درست اور نہایت مناسب دیکھے اور پوری خوشی و رغبت

کے ساتھ ان چیزوں سے راضی ہو جائے بلکہ جو بلا و مصیبت بھی پیش آئے اس کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے

شمار کرے اور اس کے شکر میں کوشش کرے اور نیز خناس (شیطان) کا وسوسہ جو اس کے سینے میں قائم تھا اور

وہاں (اپنا) آشیانہ رکھتا تھا دور ہو جائے اور وہاں سے اس کے ٹھکانے کو ویران کر دیا جائے۔ جب اس

اعلیٰ درجہ کی بزرگی اور بہت بڑی سعادت کے ساتھ عارفِ کامل کو نواز دیا جاتا ہے تو وہ اللہ جل شانہ کی

ہدایت کے ساتھ ہدایت یافتہ ہو جاتا ہے اور صراطِ مستقیم پالیتا ہے اور شرح صدر بھی اسی ہدایت پانے سے

عبارت ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: **فَمَنْ شَرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ**

**لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ شَرِدِ اللَّهُ أَنْ يَضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيْقًا حَرَجًا كَأَنْتُمْ أَصْعَدْتُمِ السَّمَاءَ**

[پس جس شخص کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اسے راہِ راست دکھائے اس کے سینے کو (قبول) اسلام کیلئے کھول دیتا ہے

اور جس کو چاہتا ہے کہ گمراہ کرے اس کے سینے کو تنگ اور بھنچا ہوا کر دیتا ہے گویا اس کو آسمان میں چڑھنا پڑتا ہے] اور نیز

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَلَوْ أَنَا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنْ اقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ أَوْ ائْتُوا مِنْ دِيَارِكُمْ مَا فَعَلُوهُ إِلَّا**

**قَلِيلٌ مِّنْهُمْ وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَشَدَّ تَبِيئًا وَإِذْ آلُ ثَمُودَ لَمِنَ**

**لَدُنَّا آجْرًا عَظِيمًا وَهَدَيْنَاهُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا** [اور اگر ہم ان کو حکم دیتے کہ تم اپنے تئیں ہلاک کر لو یا اپنے گھوڑوں

سے نکل جاؤ تو ان میں سے چند آدمیوں کے سوا (ہمارے) اس حکم کی تعمیل نہ کرتے اور جو کچھ ان کو نصیحت کی جاتی ہے

اگر اس کی تعمیل کرتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا اور اس کی وجہ سے (دین پر بھی) مضبوطی کے ساتھ جمے رہتے اور اس صورت میں ہم

ان کو ضرور اپنی طرف سے بہت (اچھا) بدلہ دیتے اور ان کو سیدھی راہ پر (سچی) ضرور لگا دیتے۔] والسلام علی من اتبع الهدی۔

سورۃ

سورۃ

## مکتوب ۲۵

شاہ خواجہ کی طرف اپنے حضرت پیر دستگیر رضی اللہ عنہ کے بعض مکاشفات کے بیان میں تحریر فرمایا۔  
 بسم اللہ حامداً ومصلياً، ہمارے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ ”ایک دفعہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے غضب کا دائرہ ظاہر ہوا اور اس دائرہ میں سیر واقع ہوئی، اللہ تعالیٰ کے صفاتی و ذاتی غضب کے اقسام اور اس جل سلاط کے طرح طرح کے انتقامات اس مقام میں مطالعہ کئے گئے اور یہ سیر بہت طویل ہوئی، اس کے بعد میں نے دیکھا کہ اس دائرہ سے باہر آ گیا اور اس مقام میں سیر واقع ہوئی جو اس مقام سے اور زیادہ بلند تھا، میں اس مقام کے طے کرنے کے درپے ہوا جب میں نے ملاحظہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ سیر اللہ تعالیٰ جل شانہ کی شان استغنا میں ہے اللہ تعالیٰ کے ذاتی و صفاتی استغنا کی اقسام اس مقام میں نظر آئیں اور عجیب و غریب امور اس مقام میں دیکھے گئے اس کے بعد اس مقام سے اوپر سیر واقع ہوئی اور معلوم ہوا کہ یہ اس (اللہ تعالیٰ و تقدس کی رحمت و رافت کا مقام ہے اس مقام میں جمال صرف کا ظہور ہے کہ جس کے ساتھ جلال کی کچھ بھی آمیزش نہیں ہے اور غضب انتقام و استغنا کا کوئی رنگ اس جگہ نہیں پایا گیا اور جب قدر میں نے جستجو کی عفو درگزر و رحمت و مغفرت کے سوا کچھ نہیں پایا گیا اور ان تینوں مقامات میں سے ہر ایک میں مختلف مقامات ظاہر ہوئے اس کے بعد اس مقام سے اوپر چہاں تک اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے چاہا سیر واقع ہوئی۔ ہمارے حضرت عالی قدس سرہ العزیز نے دو شخصوں کے بارے میں فرمایا کہ آپ کو غضب کے دائرہ سے باہر کر دیا گیا ہے۔ فوق (ترقی) کے منتظر ہیں۔ والسلام

## مکتوب ۲۶

میرغل کے نام، سنت منورہ کے اتبع پر ترغیب دینے اور شیخ کی محبت پر خوشی کے بارے میں تحریر فرمایا۔  
 الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، برادر گرامی میرغل! ان دور افتادہ فقرا کی جانب سے عافیت کے انجام والا سلام قبول فرمائیں، اگر چاہے سے ظاہری ملاقات حاصل نہیں ہے لیکن باطنی نسبت و کشش اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ دو محبت آمیز کلمے لکھے جائیں۔ میرے مخدوم! جب آپ نے فقر کے ساتھ اخلاص کا رابطہ (تعلق) قائم کر لیا ہے فقر کے طریق کی رعایت کرتے ہوئے اس کی نگاہداشت و لحاظ ضروری ہے  
 لہ ان دو شخصوں سے ملنا غالباً حضرت خواجہ محمد سعید خواجہ محمد معصوم قدس سرہما ہوں گے۔ (مترجم)

شریعت عالیہ اور سنت متورہ کی پیروی ہاتھ سے نہیں دینی چاہئے اور حضرت یحییٰ (اللہ تعالیٰ) کی بارگاہ میں  
نیستی کی صفت کے ساتھ ہمیشہ متوجہ رہنے کو غنیمت جاننا چاہئے  
[یہ نصیب کی بات ہر دیکھنے اب کس کو عنایت کرتے ہیں] والسلام

## مکتوب

حقائق آگاہ مولانا محمد حنیف کے نام طالبانِ طریقت کو سلوک طے کرانے کے طریقے اور مراتبِ کمال  
اور ان کے متعلقہ معارف کی توضیح کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوة اور دعا و سلام کے بعد برادرِ عزیز کی خدمت میں عرض ہے کہ طالبانِ طریقت کو  
راہِ سلوک طے کرانے کے طریقے کا مختصر بیان اور کمال الکمال کی توضیح اپنی فہم قاصر کے مطابق تحریر کرتا ہوں  
غور سے سنیں: لا الہ الا اللہ کلمہ توحید ہے اور توحید کے معنی (یعنی) قدیم لذاتہ کو غیر قدیم لذاتہ سے جدا  
کرنا ہے اور اس کے کئی درجات و مراتب ہیں: پہلا مرتبہ کلمہ توحید کو دل کی تصدیق کے ساتھ زبان سے ادا  
کرنا ہے اور یہ مرتبہ عام مومنین کا ہے اور تمام زاہد و عابد اور علما جو کہ منازلِ سلوک طے نہیں کر رہے ہیں اور  
سیرالی اللہ کی وسعتوں میں داخل نہیں ہوئے وہ سب اس مرتبہ میں شامل ہیں۔ دوسرا مرتبہ اہل سلوک کے  
ساتھ مخصوص ہے جو کہ مراتب و جویب کی طرف متوجہ ہیں اور سیرالی اللہ میں داخل ہو چکے ہیں لیکن اس کی  
تکمیل کو نہیں پہنچے، اس جماعت نے چونکہ یقین کر لیا ہے کہ مطلوب تک پہنچنا ایہ کریمہ آلا اللہ الدین  
الخالص (آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کیلئے فالص دین ہی ہے) کے بموجب تعلقات کو منقطع اور ماسوی اللہ سے  
رہائی حاصل کے بغیر ممکن نہیں ہے وہ ایہ مبارکہ ماجعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ  
[اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کے لئے اس کے جوف (سینہ) میں دو قلب نہیں بنائے] کے مطابق ایک دل میں اللہ تعالیٰ  
کی محبت ماسوی اللہ کے ساتھ جمع نہیں ہوتی اس لئے پوری ہمت و کوشش سے قلب کے تعلقات کو منقطع  
کرنے کے درپے ہیں اور مجاہدات یا محض اللہ تعالیٰ اجل شانہ کے جذب و کشش کے ساتھ وہ لوگ چاہتے ہیں  
کہ اس (قلب) کا علمی یا حسی تعلق غیر اللہ سے ٹوٹ جائے اور نیز اس کلمہ سلیبہ کی مدد سے اپنے باطن کی وسعت  
کو لمحہ بہ لمحہ ان تعلقات سے پاک کرتے ہیں یہاں تک کہ مقررہ وقت آجائے

تا بجا روبرو لا زوبی راہ کے رسی درسرائے الا اللہ

[جب تک تورا سستہ کو لا کی جھاڑو سے صاف نہیں کرے گا الا اللہ کی سرتے میں کب پہنچے گا۔]

سہ یعنی یہاں تک کہ باطن ماسوی اللہ سے بے تعلق ہو جائے (مترجم)

تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ ماسوا کو بھول جائے اور غیر اللہ کے علمی و حسی تعلق سے رہائی حاصل کر لے اور قدیم کو حادث سے علم و محبت کی رو سے جدا کرے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ حضوری اس درجہ تک دل کا ملکہ (قدرت) ہو جائے کہ اگر کوشش سے بھی ماسوا کو یاد کرے تو اس کو یاد نہ آئے اور اگر بالفرض حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر اس قلب والے کو دیدی جائے تو بھی ہرگز اس کے دل میں غیر اللہ کا خطرہ نہ آئے، اس حالت کو فنائے قلب سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ (سیرالی اللہ کی تکمیل سے وابستہ اور واجب تعالیٰ (اللہ تعالیٰ) کے افعال کے ساتھ واصل ہونے کا نتیجہ ہے۔ چوتھا مرتبہ وجود اور تمام صفات سے جو کہ نفس حاضر کے وجود کی تابع ہیں تمام تعلقات کی نفی کرنا ہے اس کی وضاحت یہ ہے کہ وجود اور اس کے تابع کمالات واجب تعالیٰ و تقدیر (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ مخصوص ہیں، اگر ممکن میں ظاہر ہیں تو اسی بارگاہِ قدس سے مستفاد و مستعار ہیں اور جو کچھ اس (ممكن) کا ذاتی ہے وہ عدم ہے کما اس نے کمالات کے انعکاس کے واسطے سے ایک طرح کا ظہور پیدا کر لیا ہے اور دوسرے عبادات سے متمیز ہو گیا ہے اور ممکن نے اس نمود بے بود کے ساتھ اپنے آپ کو کامل اور خیر کا بعد تصور کر کے شرکت و ہمسری کا دعویٰ ظاہر کیا ہے اور اپنی طرف متوجہ ہے اور اصل سے روگردانی کر لی ہے اور جب (اللہ تعالیٰ) اپنے فضل سے صاحب استعداد سالک کو اپنے قرب سے نوازنا چاہتے ہیں تو اس کو یہ معرفت عطا فرماتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے آپ سے روگردانی کرنا اور اس پاک بارگاہ کی طرف متوجہ ہو جائے اور نیز اس مبارک کلمہ کی تکرار سے ہر لحظہ عاریتی کمالات کو اصل کے حوالہ کرنا ہے تاکہ شرکِ خفی و دعوتے ہمسری سے رہائی حاصل کر لے، امانت میں خیانت کرنے والا نہ بنے اور بعد ازاں کہ اس نے حادث کو قدیم کے مخصوص کمالات میں شریک کر دیا تھا قدیم کو حادث سے جدا کرے، کسی نے کیا خوب کہا ہے

وصافی خود بر غم حاسد تاکہ      ترویج چنین متاع کا سد تاکہ  
تو معدوم خیالی ہستی از تو      باشد فاسد خیالی فاسد تاکہ

[تو حاسد کے خلاف مرضی اپنی تعریف کبتک کر لے گا، تو ایسی کھوٹی پونجی کو کبتک رواج دیگا، تو معدوم ہے، تیری طرف سے اپنی ہستی کا تخمیل ایک خیال فاسد ہے تو یہ خیال فاسد کبتک کرتا رہے گا۔] — پانچواں مرتبہ افراد (انقطاع) کی حقیقت ہے اور نفی کرنے سے نفی ہو جانے کی طرف آنا ہے اور طریقت (کے ذریعہ) سے حقیقت سے ملنا ہے اور عاریتی کمالات کو اصل کے ساتھ ملحق دیکھنا کہ خود کو جو کہ ان کمالات کا آئینہ تھا معدوم پانا اور بے حس و حرکت جماد تصور کرنا ہے، اس کمال کو فنائے نفس سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ تجلی صفات کا نتیجہ ہے۔ چھٹا مرتبہ یہ ہے کہ عدم کو جو کہ کمالات کا آئینہ تھا کمالات کے اصل کے ساتھ مل جانے کے بعد عدم مطلق کے ساتھ لاحق بائے، اس مرتبہ میں نفس حاضر کا کمال درجہ کا زوال ظاہر ہوتا ہے کہ نہ وجود کا حکم رہتا ہے اور

بہتر ہے نہ عدم کا اثر، لَا تَبْقَىٰ وَلا تَدْرُ [نہ اس کو باقی رکھے گا اور نہ چھوڑے گا] یہ کمال یا اگرچہ تجلی صفات کا انتہا (انتہائی درجہ) ہے لیکن اس کا حصول تجلی ذات کے پرتو کے بغیر نہیں ہے اس لئے کہ ہر مقام کی تکمیل اس سے اوپر کے مقام کے پرتو کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی۔

جاننا چاہئے کہ فنائے نفس میں (سالکین کے) اقدام میں بہت تفاوت ہے دیکھئے کون خوش نصیب ہے جو اس کی حقیقت کو پہنچتا ہے، اگرچہ بہت سے لوگ اس معنی کا وہم و گمان کرتے ہیں اور مراقبہ میں اس کے سمندروں سے کوئی موتی حاصل کر لیتے ہیں اور شوق و محبت کے غلبہ میں یا اندراج الہیاء فی البدایت کے طریق پر یا کامل مکمل پیر کے پرتو سے تھوڑی سی رہائی اور بخودی حاصل ہو جانے کو بہت جانتے ہیں لیکن وہ شخص جو اس رہائی سے طاقت بشریہ کے مطابق پوری طرح متحقق ہو چکا ہو (ایسے لوگ) بہت تھوڑے ہوتے ہیں، اور جب تک اس رہائی و قیامت کی حقیقت کو نہ پہنچے اپنی الوہیت کے ثابت کرنے کی پوری طرح نجات نہیں پاتا اور کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے تکرار سے اپنی الوہیت کا اثبات کرتا ہے جو کہ (اس میں) اپنے اندر کمال کی صفات ثابت کرنے کے ذریعے سے آئی تھی اگرچہ اچانا اور زیادہ طور پر ہو یا بعض لطائف کے لئے ہو اور بعض کے لئے نہ ہو، یا کچھ اثبات ہو جبکہ وہ پوری طرح فنا نہ ہو اور بالکل رہائی حاصل نہ کر لے بیان کرتے ہیں کہ ایک بزرگ کو جنگل میں ایک شواہگھانی پیش آئی، اس بزرگ نے تندر کی کہ اگر میں اس مشکل سے نجات پا جاؤں تو حق جل و علا کو ہرگز یاد نہیں کروں گا، القصہ اس نے نجات پائی اور شہر میں آ گیا اور خوب سیر ہو کر کھایا اور مر گیا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ وہ اپنی تدریس سچا تھا اس لئے کہ اگر وہ زندہ رہتا یا دکرنا اور نہ کرنا دونوں مشکل تھا اور شیخ الاسلام نے کہا کہ اس نے جو یہ تدریسی تھی کہ ہرگز اس کو یاد نہیں کروں گا اپنی یاد کی شرم کی وجہ سے کہا تھا کیونکہ اس شخص کا یاد کرنا کسی طرح بھی اس پاک بارگاہ کے لائق نہ ہوتا، اس کا ذکر اسی کی طرف لوثتا ہے۔ حضرت شیخ محی الدین قدس سرہ آیت کریمہ وَإِنَّ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا بِسَبِّهِ مُحَمَّدٌ [اور ہر چیز اس کی حمد کے ساتھ اس کی پلکی بیان کرتی ہے] کی توضیح میں فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ بجزہ کی ضمیر شی (چیز) کی طرف راجع ہو یعنی کوئی چیز نہیں ہے مگر یہ کہ وہ اپنی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اس لئے کہ اس کی تسبیح اسی کی طرف لوثتی ہے اور مرتبہ تقدس و منزہ (ذات پاک باری تعالیٰ) کے لائق نہیں ہے۔

تو جان لے کہ چونکہ اشخاص عالم اسما و صفات کے ظلال ہیں اللہ تعالیٰ جل شانہ کے ہر اسم کے کتنے ہی ظلال درمیان میں ہیں تب نوبت اس شخص تک پہنچتی ہے پس فنا و بقا کی ترقی کے وقت جو اسم کہ سالک کا مبدأ تعین ہے اس کے ظلال میں سے کسی ظل کے ساتھ حصول سیر ہوگا اور منتبہات (تعلقات) کو

اس اسم کے جو کہ ظلال میں سے ایک ظل ہے حوالہ کر کے اس اسم کے اوصاف کے ساتھ متحقق ہو جائے گا کیونکہ ہر اسم اسما و صفات کا جامع ہے، اس اسم کے ساتھ متحقق ہو جانے کے بعد جب وہ فوق کی طرف متوجہ ہوگا تو اوپر کے ظل کے ساتھ جو کہ اس اسم کی اصل ہے اس اسم ہی کی طرح متحقق ہو جائے گا اور اسے تختائی (نیچے والے) اسم کو چھوڑ کر فوقانی (اوپر والے) اسم کے ساتھ جو کہ اس کی اصل ہے جائے گا اور اسی طرح دوسری اصل سے تیسری اصل کے ساتھ اور تیسری سے چوتھی کے ساتھ اور چوتھی سے پانچویں کے ساتھ اور پانچویں سے چھٹی اور ساتویں اور چہاتک اللہ تعالیٰ چاہے بقا حاصل کر لے گا دیکھئے کون صاحب نصیب ظلال کے ان تمام مراتب سے گذر کر اصل اسم کے ساتھ وصل ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ میں سات سال تک مولانا عارف قدس سرہ کے ہمراہ اس کوشش میں رہا کہ اصل سے آگاہی حاصل کروں تین بار حجاز کے سفر پر گیا، اگر میں وہاں مولانا کی مانند یا ان کے مقامات کا کچھ بھی منظر کسی کو یا لیتا تو ہرگز واپس نہ لوٹتا۔

جاننا چاہئے کہ اسم کے ظلال میں وصول اور اس کے مراتب میں سیر کو ولایت صغریٰ سے تعبیر کرتے ہیں جو کہ اولیاء کی ولایت ہے اور اسما و صفات کے اصول میں سیر ولایت کبریٰ کے ساتھ وابستہ ہے جو کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت ہے اور یہ دونوں ولایتیں اسم الظاہر سے تعلق رکھتی ہیں اور اس اسم سے گذرنے کے بعد اسم الباطن ہے جو کہ ملا باعلیٰ (فرشتوں) کی ولایت ہے اور اسم الظاہر و اسم الباطن کا فرق حضرت قطب المتحققین ہمارے مرشد قدسنا اللہ سبحانہ بسوا الاقدس کے مکتوبات قدسی آیات میں مذکور ہے <sup>۱۵۷</sup> مختصر یہ ہے کہ اسم الظاہر ایک اسم ہے کہ جس میں ذات بالکل ملحوظ نہیں ہے اور اسم الباطن میں اسم کے پردہ میں ذات ملحوظ ہے پس مثلاً علم میں سیر ہونا اسم الظاہر میں سیر ہے اور علم میں سیر ہونا اسم الباطن میں سیر ہے اور اسم الباطن سے گذرنے کے بعد عروج کی جانب میں انبیاء و مرسلین علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مراتب فرق کے مطابق کمالات نبوت پیش آتے ہیں اور ان کمالات کا حاصل ہونا اصالتاً تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کہتے ہیں اور تبعیت و وراثت کے طور پر جسے چاہیں نوازیں، یہ ہے خلاصہ مطلب۔ اور یہ جو اوپر درجہ ذیل کے نفس کے بارے میں کہا گیا ہے اجمال و کلیہ کے اعتبار سے تھا اور نہ ہر اسم میں فنا کا حاصل ہونا جو کہ ظلال و اصول کے مراتب میں لکھا گیا ہے مراتب توحید میں سے ایک مرتبہ ہے۔

ساتواں مرتبہ ذات تعالیٰ و تقدس کہ صفات و اسما تعالیٰ و تقدس سے جدا کرتا ہے کیونکہ ذات سے محبت کرنے والا صفات کی شرکت کو گوارا نہیں کرتا اگرچہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اس کی صفات کا جدا ہونا متصور نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کسی وقت اور کسی حال میں بھی صفات سے الگ نہیں ہے لیکن المراد ہے آپ حضرت امیر کلال کے خلیفہ میں آپ کا مولود و ذریعہ قدس دیکھ کر ان پر جو بخارا سے نو فرسخ شرعی کے فاصلہ پر نہرو کیس کے کنارے واقع ہے (رسخات عرب ص ۱۷۷)

مع من احب [ آدمی اس کے ساتھ ہے جس کو وہ محبت کرنا ہی کے مقصدا کے مطابق ذات (سالک) کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ایک ایسی معیت ہے کہ صفات میں سے وہاں کچھ بھی ملحوظ نہیں ہے پس ذات کا صفات سے الگ ہونا دید و محبت میں ہے جس کا (ثمرہ) معیت مذکورہ ہے اور بس، نہ کہ خارج اور نفس الامر میں سے

ومن بعد هذا ما يصدق صفاته وما كتبه احظي لذي به واجمل

[اور اس کے بعد وہ مقام ہے جس کی صفات کا بیان بہت مشکل ہے اور وہ مقام ہے جس کا چھپانا اس کے نزدیک زیادہ مناسب (بہتر ہے)۔] — تنبیہ: اور جب معاملہ ظلال و اصول کے مراتب سے اوپر چلا جاتا ہے اور اصل کو بھی ظل کی طرح چھوڑ دیتا ہے اور کمال بلندی اور عدم تمیز کی وجہ سے حیرت و جہل تک پہنچ جاتا ہے تو جو معاملہ کلمہ طیبہ کے ساتھ وابستہ تھا تکمیل کو پہنچ جاتا ہے اور اس مقام میں اس کلمہ کی تکرار کوئی فائدہ نہیں دیتی، اس مقام میں ترقی درجات کے فرق کے مطابق نماز اور تلاوت قرآن مجید سے ہوتی ہے۔ ہمارے حضرت قدس اللہ سرہ الاقدس سے سنا گیا ہے کہ اس وقت میں اگر کلمہ طیبہ کا تکرار اس لحاظ سے کیا جائے کہ یہ بھی قرآن مجید کا لفظ ہے اور ابتداء نعوذ سے (اعوذ باللہ) پڑھ کر کی جائے تو قرآن مجید کی تلاوت کا ثمرہ اور اس کا فائدہ دیتا ہے لیکن ایسے مکتوب کا اخیر ہے: اول و آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ ہمیشہ صلوة و سلام ہو اور آپ کی آل کرام و اصحاب عظام پر اور تمام انبیاء و المرسلین و ملائکہ و صالحین پر بھی صلوة و سلام ہو۔

## مکتوب

میر محمد خانی کے نام ذکر کے التزام پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

میرے مخدوم! مولیٰ اجل و علا (اللہ تعالیٰ) کی نظر کا مقام دل ہے، دل کو پاکیزہ رکھنا چاہئے اور حق تعالیٰ شانہ کے نظر کے مقام کو مخلوق کے نظر کے مقام سے کم درجہ کا نہیں بنانا چاہئے اور زیب و زینت میں (اس سے) کم تر نہیں رکھنا چاہئے، دل کی پاکیزگی ذکر سے وابستہ ہے ذکر و فکر پر ہمیشگی کریں، باطن کے سبق کو عزیز جانیں، نیستی کے وصف کے ساتھ اس پاک بارگاہ کی جانب ہمیشہ متوجہ رہنے کو سب سے زیادہ لذیذ نعمتوں میں شمار کریں، اس بلند بارگاہ کی گرفتاری کو عزیمت والے کاموں میں سے تصور کریں۔

ہر چیز عشقِ خدائے احسن است۔ مگر شکر خوردن بود جان کندن است

[خدائے تعالیٰ کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے اگرچہ شکرِ ثمائی کا کھانا ہی کیوں نہ ہو وہ بھی جان لیوا ہے]

والسلام



## مکتوب ۴۹

بزرگ میر محمد خانی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ فانی لذات کی تکمیل کے امراض کا علاج اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی تعمیل کی دوا میں ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کو دونوں جہان کے مقاصد کے حصول کے ساتھ سر بلند رکھے، فانی لذتوں اور آسائشوں کا علاج احکام شرعیہ کے بحال لانے اور اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی تعمیل پر موقوف ہے، اگر یہ تعمیل ارشاد اور فرمانبرداری درمیان میں نہ ہو تو وہ لذتیں مفسد و ناپسندیدہ ہیں اور ان کا نتیجہ ناراضگی و عقوبات ہے۔ حقیقی کامیابی لذات کی تکمیل کے حتی الامکان ترک کرنے میں ہے اور جو شخص کہ (ان کا) ارتکاب کرتا ہے اور ان کا علاج بھی کرتا رہتا ہے وہ بھی ان کی مضرت سے محفوظ ہے پس اس شخص پر افسوس ہے جو ان لذتوں کا مرتکب ہے اور ان کی صلاوت پر فریفتہ ہے اور اوامر و نواہی کی تلخی سے ان کا علاج نہیں کرتا اور حقیر چیزوں میں منہمک ہے اور اپنے آپ کو سر بلند نہیں کرتا پس اس پر حسرت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کیا اور خواہشات کی پیروی کی اور دنیاوی زندگی کو ترجیح دی اور خیر و البقی (یعنی آخرت) سے روگردانی کی، کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہا ہے اور بیشک آخرت متقیوں کے لئے ہے پس جب بہت بڑی ہلاکت (قیامت) آئے گی اس روز انسان اپنی کوشش و کمائی کو یاد کرے گا اور اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس نے اپنے رب کی طرف عروج کیا اور مخلوق کی طرف متوجہ نہیں ہوا اور اپنی دونوں آنکھوں کو دنیاوی زندگی کی روشنی پر نہیں لگایا اور اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہشات سے روکا اور اپنے اہل و عیال کو نماز کا امر کیا اور ان سب امور پر قائم رہا پس اس کے لئے خوشخبری اور بشارت ہے، اور اس شخص پر سلام ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اختیار کی۔

## مکتوب ۵۰

شیخ اسد اللہ افغان کے نام ان سوالوں کے جواب میں تحریر فرمایا جو انہوں نے تحریر کئے تھے۔  
 اول یہ کہ توجید کو دوام حاصل ہے یا نہیں، دوم یہ کہ سیر انفسی حاصل ہونے کے بعد سیر آفاتی کے لئے ریاضت کرے یا نہ کرے، سوم یہ کہ حواشی فضل میں یا معارف چہارم یہ کہ فانی الشیخ ہو یا غیر فانی اللہ

ہونا ممکن ہے یا نہیں، پنجم یہ کہ طالبین کے لئے یہ جو مقرر ہے کہ ہر گھڑی نہی منزل ہونی چاہئے یہ باطنی محبت کے باعث ہی یا ظاہری طاعات کے باعث، یا کثوف کے یا فاقا و نفا کے بارے میں ہے اگر آخری بات مراد ہے تو فاقی کی ترقی کس معنی سے ہر ششم یہ کہ جب مرید کی حالت اس درجہ کی ہو جائے کہ جب وہ چاہے مرشد کی صورت ظاہر ہو جائے تو کیا اس کو لازم ہے کہ حضور میں آئے یا نہیں، ہفتم یہ کہ جب سالک کا وقت خلوت اور انجمن میں یکساں ہو جائے تو وہ خلوت میں بیٹھے یا نہیں، ہشتم یہ کہ ارواح کا شہود (مشاہدہ ہونا) مراقبہ میں بہتر ہے یا معائنہ میں۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى: برادر عزیز شیخ اسد اللہ کے مکتوب نے پہنچ کر مسرور کیا (اس میں) چند سوالات درج تھے ان کے حل میں (اپنی) فہم قاصر کے مطابق لکھتا ہوں غور سے نہیں۔ آپ نے پوچھا تھا کہ "مسعودیگ فرماتے ہیں۔

رفت مسعودیگ جملہ صفات بشر او کہ ہمہ ذات بود باز ہماں ذات شد

(مسعودیگ سے تمام بشری صفات دور ہو گئیں وہ جو کہ ذات تھا پھر وہی ذات ہو گیا) جس شخص کو یہ حالت پیش آجائے تو کیا وہ ہمیشہ اسی میں رہتا ہے یا کبھی کبھی (ایسا) ہوتا ہے؟۔ جان لیں کہ بعض طالبین کو (یہ کیفیت) کبھی کبھی حاصل ہوتی ہے اور بعض کے لئے یہ حالت دائمی ہے، کامل اہل اللہ کے نزدیک معتبر وہی حالت ہے جو کہ دائمی ہو خواہ یہ حالت ہو یا کوئی اور حالت ہو، اور جو دائمی نہیں ہے وہ کچھ زیادہ معتبر نہیں ہے مگر یہ کما س حالت سے ترقی حاصل ہو جائے اور زیادہ اوپر چلا جائے۔ جانتا چاہئے کہ اس حالت کا منشا (جائے پیدائش) سکر کاغلبہ اور محبت کی زیادتی جس نے سالک کی بصیرت کی آنکھ سے تیز کو اٹھا دیا اور ممکن کو عین واجب تعالیٰ بنا دیا ہے، یہ معاملہ سالک کے شہود (مشاہدہ) میں ہے اور بس، حقیقت کا بدل جانا محال ہے۔

توانوشوی ولیک گر جہد کئی جائے برسی کز تو توئی بر خیزد

(تو وہ تو نہیں ہو جائے گا، لیکن اگر تو کوشش کرے تو ایسے مقام پر پہنچ جائے گا کہ تجھ سے تیرا ہونا جانا رہے گا) اس راستہ میں توجید شہودی درکار ہے توجید وجودی کچھ درکار نہیں ہے، چاہئے کہ سالک کا مشہود و معلوم و مطلوب ذاتِ احدیت تعالیٰ کے سوا کچھ نہ ہو تاکہ فنا ظاہر ہو جائے و بدونہ خرد الاعتقاد (اور اس کے علاوہ سب بیکار ہے) اور دوسری بات آپ نے یہ پوچھی تھی کہ جس شخص کو سیرِ آفاقی کے بغیر سیرِ انفسی حاصل ہو جائے وہ سیرِ آفاقی کے لئے محنت کرے یا نہ کرے؟۔ آپ جان لیں کہ سیرِ انفسی کے کمال کو مطلوب تک پہنچنا قرار دیتے ہیں اور سیرِ آفاقی کو مطالب (مقاصد) میں سے شمار نہیں کرتے پس جو شخص کہ مطلوب سے واصل ہو گیا غیر مطلوب کے لئے محنت کیوں کرے اور منزل پر پہنچنے کے بعد راستہ کی ہوس کیوں کرے۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ

جس شخص کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہے اس کو سلوک جذبہ کے ضمن میں حاصل ہو جاتا ہے اور سیر آفاقی سیر انفسی کے ضمن میں میسر ہو جاتی ہے کیونکہ جذبہ کو سیر انفسی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور سلوک کو مراد سیر آفاقی ہے۔ نیز آپ نے پوچھا تھا کہ "خوارق افضل ہیں یا معارف اور اگر معارف افضل ہیں تو تمام فاسق و فاجر معارف کہتے اور بیان کرتے ہیں اور خوارق اس قسم سے نہیں ہے۔ آپ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کے معارف خوارق عادات اور مخلوقات میں سے غائب چیزوں کے کشف سے افضل ہیں کیونکہ معارف واجب تعالیٰ و تقدس تعالیٰ (اللہ تعالیٰ) کی ذات و صفات کے اسرار کا کشف ہے اور خوارق مخلوقات کے حالات کا کشف ہے، پس یہاں تک کہ خالق و مخلوق میں فرق ہے معارف و خوارق میں بھی ویسا ہی فرق تصور کرنا چاہئے کیونکہ پہلے (معارف) اللہ کا تعلق خالق تعالیٰ شانہ کے ساتھ ہے اور دوسرے (خوارق) کا تعلق مخلوق کے ساتھ ہے اور نیز صریح معارف ان کے بیان کے کمال میں داخل اور اس کی زیادتی کا سبب ہیں اور خوارق ایسے نہیں ہیں اور کوئی انسانی کمال ان سے وابستہ نہیں ہے صرف اتنا ہے کہ بعض کا بلین کو حاصل ہوتے ہیں اور نیز اہل اللہ میں ایک کو دوسرے کی فضیلت معارف الہی جل سلطانہ کی وجہ سے اور ذات و صفات تعالیٰ و تقدس کے اسرار منکشف ہونے کے ساتھ ہے نہ کہ کشف و کرامات کے ساتھ، اگر خوارق عادات معارف الہی سے افضل ہوتے تو جو گیوں اور جانوروں پر ہوں جو کہ ریاضتوں کے ذریعہ سے خوارق کا اظہار کرتے ہیں (ان) کا اہل اللہ سے افضل ہونا چاہئے۔ معارف جو کہ معارف میں مضبوط قدم رکھتے ہیں اور خوارق کے اظہار کی طرف التفات نہیں فرماتے اور خالق تعالیٰ و تقدس تعالیٰ کی جانب توجہ رکھنے کے باوجود مخلوق کے احوال کے کشف کی طرف توجہ کرنے میں اپنا تنزل سمجھتے ہیں۔ آپ نے یہ عجیب عامیانہ سوال کیا ہے، خوارق عادات کمال قرب الہی کی کچھ بھی دلیل نہیں ہیں کیونکہ اہل باطل کو بھی حاصل حاصل ہیں، ان کا مدار بھوکا رہنے اور ریاضت پر ہے قرب و معرفت کے ساتھ ان کا کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔ کشف و کرامات کا طالب ماسوا کا طالب اور اس کا گرفتار قرب و معرفت سے بے نصیب ہے۔

۱۶۱

زابلین لعین بے سعادت	شود پیدا ہزاراں خرق عادت
گہے از در آید گاہ از بام	گہے در دل نشیند گہ در اندام
رہا کن تریات و شط و طامات	خیال نور و اسباب کرامات
کرامات تو اندر حق پرستی است	جزاں کبر و ریا و عجب و مستی است

طور

یہاں بطور لعین ابلیس سے ہزاروں خرق عادت ظاہر ہوتی ہیں، کبھی وہ دروازے سے داخل ہوتا ہے کبھی چھت سے، کبھی وہ زمین میں بیٹھتا ہے اور کبھی جسم میں یلغویات خلاف شرع کلمات، شیخی کی باتیں، نور کے خیالات اور کرامات کے اسباب رک کر دے، تیری کرامات حق پرستی میں ہیں، اس کے ماسوا تکبر و ریا و عجب اور خود پیروی ہے۔

یعنی مرتبہ انسانی کا کمال فنا و نیستی میں ہے اور طاعت و عبادت اور سلوک و ریاضت سے غرض دراصل یہ ہے کہ سالک اپنی ذات کے عدم ہونے پر دانا و بیتا ہو جائے اور جان لے کہ ہستی اور اس کے متعلقات اصالت کے طور پر مرتبہ و حجبِ تعالیٰ و تقدس کا خاصہ ہے اور حجب وہ (سالک) چاہتا ہے کہ کرامت و خرق عادت کا اظہار کرے اور عوام کو اپنا معتقد بنائے اور اپنے آپ کو اس کے ذریعہ تمام مخلوق پر ممتاز کرے تو لازماً ریاضت کے لئے تکبر و عجب و ہستی کا موجب ہو گا اور وہ شخص عبادت و سلوک و ریاضت کے فائدے سے بے بہرہ و محروم ہو جائے گا اور (یہ بات) راہِ معرفت کے لئے رکاوٹ ہوگی، نعوذ باللہ سبحانہ من ذلک (ہم اتر اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں)۔

سلطان وقت شیخ ابو سعید ابوالخیر (قدس سرہ) سے لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص پانی کے اوپر چلتا ہے آپ نے فرمایا آسان بات ہے ایک پرندہ اور ایک چڑیا بھی پانی پر چلتی ہے، لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص ہوا میں اڑتا ہے، آپ نے فرمایا ایک چیل اور ایک مکھی بھی ہوا میں اڑتی ہے، لوگوں نے کہا فلاں شخص ایک لفظ میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں پہنچ جاتا ہے آپ نے کہا شیطان بھی ایک سانس میں مشرق سے مغرب تک چلا جاتا ہے اس قسم کی چیزوں کی کچھ زیادہ وقعت نہیں ہے، مرد وہ ہے جو کہ مخلوق کے درمیان بیٹھے، لیکن یہ نجات الہی کرے، شادی کرے، خلقت کے ساتھ مل جل کر رہے اور ایک لفظ (بھی) اللہ تعالیٰ عزوجل سے غافل نہ ہو۔

حضرت شیخ الشیوخ (شہاب الدین سہروردی قدس سرہ) عوارف میں خوارق و کرامات کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں کہ ان سب خوارق و کرامات کا مرتبہ قلب کو ذکر کے ساتھ آلاستہ کرنے اور ذکر ذات کے وجود کے مرتبہ سے بہت نیچے ہے۔ شیخ الاسلام ہروی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اہل معرفت کی فراست یہ ہے کہ ان لوگوں کو جو حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ کے اہل ہیں ان لوگوں سے جو اس کے اہل نہیں ہیں تمیز کریں اور ان لوگوں کو جو حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں مشغول رہتے ہیں اور مقام جمع میں پہنچ چکے ہیں اور ریاضت، بھوکا رہنے، خلوت اور تصفیہ باطن والے ایسے لوگوں کی فراست جو کہ مرتبہ ولایت کے نہیں پہنچے ہیں صورتوں کا کشف اور غائب چیزوں کی خبر دینا ہے ان کا کشف اور خبر دینا مخلوقات کے سلسلے خاص ہے کیونکہ یہ جماعت حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ سے محروم ہے، اور اہل معرفت کی مشغولیت چونکہ واردات الہی جل و علا کے معارف کے ساتھ ہے اس لئے ان کا خبر دینا بھی اسی بارگاہ سے متعلق ہے اور ان کا کشف اہل علم چونکہ اس مقدس بارگاہ سے بیگانہ ہیں اور ان کے دل دنیا کی طرف مائل ہیں اس لئے صورتوں کا کشف ہونا اور غائب و پوشیدہ چیزوں کی خبر دینا ان کے نزدیک بہت بڑی بات ہے اور اس (صورتوں کے کشف) کے اہل کو اہل اللہ جانتے ہیں اور حق جل شانہ کے مقربین میں شمار کرتے ہیں اور اہل حقیقت کے کشف سرور کو

رتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہ کے متعلق جو کچھ یہ (بزرگ) خبر دیتے ہیں اس کا یقین نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ اگر یہ اہل حق ہیں تو مخلوقات کے احوال کی خبر کیوں نہیں دیتے اور جبکہ یہ لوگ مخلوقات کے احوال کے کشف پر قادر نہیں ہیں تو ان امور کے کشف پر جو ان سے بزرگ ہیں کس طرح قادر ہوں گے اور کیونکر اہل معرفت ہیں سے ہوں گے اور (وہ لوگ) اس فاسد قیاس کے ساتھ اہل اللہ کو جھٹلاتے ہیں، وہ نہیں جانتے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ جو اہتمام و غیرت ان حضرات کے بارے میں رکھتا ہے (اس کی وجہ سے) اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ یہ حضرات مخلوق کے حالات کے درپے اور ان میں مشغول ہوں اور غیر اللہ کی طرف متوجہ ہوں اور اگر وہ مخلوق کے احوال کے درپے ہوں تو وہ اس بلند مرتبہ کے لائق نہیں ہوں گے پس اہل حق مخلوق سے وابستگی کے لائق نہیں ہیں جیسا کہ اہل خلق حق تعالیٰ (سے وابستگی) کے لائق نہیں ہیں، اگر اہل حقیقت صورتوں کے کشف کی طرف ادنیٰ سی توجہ بھی کریں تو دوسروں سے زیادہ بہتر حاصل کر لیں، اور چونکہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے نزدیک اہل صفا و ریاضت کی فراست کچھ وقعت نہیں رکھتی اسی لئے مسلمان و یہود و نصاریٰ اور تمام جماعتیں اس میں شرکت رکھتی ہیں اور (یہ چیزیں) اہل اللہ کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتیں۔ یہاں تک شیخ الاسلام کے کلام کا خلاصہ ہے۔

ہاں بعض اولیاء اللہ کو بعض حکمتوں اور مصلحتوں کی بنا پر خوارق کے اظہار کا حکم کرتے اور اجازت دیتے ہیں، تعجب ہزار تعجب کہ آپ نے خوارق کی معارف کے ساتھ کیا نسبت تصور کی ہے کہ اس قسم کے ساقط (گھٹیا) سوال کی جرأت کی ہے جن معارف الہی کو ان کی (اہمیت نہ رکھنے والے بیان کرتے ہیں ان سے معارف کی شان میں کوئی کمی نہیں آتی اور اس پر حجت درست ہو جاتی ہے، اس کی مثال ایسی ہے کہ قیمتی موتی خسیس کناس (کینہہ خاکروب) کے ہاتھ لگ جائے تو اس موتی کی جو بہت و نفاست ہیں کوئی نقص نہیں آتا پس وہ اشکال بھی دور ہو گیا جو آپ نے لکھا تھا کہ معارف کو فاسق و فاجر بھی بیان کرتے ہیں اور خوارق کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ مقدمہ مشترک الالزام ہے (یعنی معارف و خوارق دونوں پر لازم آتا ہے) خوارق میں بھی اہل حق و اہل باطل دونوں شریک ہیں پس آپ کا یہ کہنا کہ خوارق اس قسم سے نہیں ہیں درست نہیں ہے، اور نیز میں کہتا ہوں کہ گفتگو معارف و اسرار الہی کے کشف کے بارے میں ہے کہ اہل اللہ جس کے ساتھ ممتاز ہیں اگر کوئی بطل (جھوٹا مدعی) تقلید کی بنا پر معارف بیان کرے نہ کہ کشف و حال کی بنا پر تو وہ بحث سے خارج ہے اور اگر یہ کہیں کہ بہت سے بطل (جھوٹے مدعی) معارف الہی میں کشف و حال کا دعویٰ کرتے ہیں اور توجید و احاطہ و سر بیان ذاتی (ذات کا سراپت کر جانا) بندوبست کشف بیان کرتے ہیں تو ہم جواب میں کہتے ہیں کہ ان کے دعویٰ کو تسلیم کرنے کی صورت میں کہ یہ معارف جن کو

یہ جھوٹے لوگ بیان کرتے ہیں معارفِ الہی کہاں سے ہوں گے اور اس توحید و سر بیان و احاطہ میں ان کا مشہد  
حق تعالیٰ کی ذات اور اس کی شیون ذاتیہ کیسے ہوں گی، شیطان کے مکر و فریب ہمارے اور تمہارے احاطہ  
سے باہر ہیں کوئی شخص کیا جانے کہ وہ (شیطان) کن راستوں سے اپنے ماتنے والوں کے پاس آتا ہے اور  
باطل چیزوں کو حقانیت کے عنوان سے دکھاتا ہے اور غیر حق کو حق جتلاتا ہے اور اس (غیر حق) کے احاطہ و  
سر بیان کو حق کا احاطہ و سر بیان سمجھاتا ہے، تعالیٰ اللہ عن ذلك علواً کبیراً (اللہ تعالیٰ کی شان ان باتوں  
سے بہت بلند اور برتر ہے)۔ غیب الغیب کے راستہ میں ذرات میں سے ہرزہ انا الحق (میں خدا ہوں) کی آواز  
لگاتا ہے اور اس (راستہ کا) ہر خس و خاشاک اپنی عبادت کی طرف بلاتا ہے بد نصیبی ہی اگر رحمتِ (الہی) کی  
دشگیری نہ فرماتے اور ان مہلک گرد آلودوں سے باہر نہ نکالے۔ ہمارے حضرت عالی قدس اللہ سبحانہ بصر اللہ  
نے لکھا ہے کہ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ سالک پر عالم ارواح کا انکشاف ہوتا ہے اور وہ اس کی لطافت  
بچپنی کی وجہ سے اس کو ذات حق تعالیٰ جانتا ہے اور اس کے احاطہ و سر بیان کو کہ اجسام کے ساتھ ہے  
حق تعالیٰ کا احاطہ و سر بیان دیکھتا ہے اور کثرت کے آئینوں میں اس کے شہود کو کثرت میں وحدت کا  
شہود تصور کرتا ہے اور اس راہ کے سالکوں کے لئے یہ ایک بڑے مغالطہ کا مقام ہے۔ مشائخ متقدمین  
میں سے ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ میں نے تیس سال تک روح کو خدا سمجھ کر پرستش کی ہے۔ اور  
حضرت (مجدد الف ثانی) قدس سرہ کے مکتوبات قدسی آیات میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ مشائخ وقت  
میں سے ایک بزرگ نے حضرت (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کو پیغام بھیجا اور اپنے احوال بیان کئے کہ  
فنا اور محویت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ اگر میں زمین کی طرف نگاہ کرتا ہوں تو زمین کو نہیں پاتا  
اور اگر آسمان کی جانب نظر ڈالتا ہوں تو اس کو بھی نہیں پاتا اور اسی طرح عرش و کرسی و بہشت و  
دوزخ کا بھی وجود نہیں پاتا اور اپنے آپ کو بھی نہیں پاتا ہوں اور جس شخص کے پاس جاتا ہوں اس کو  
بھی نہیں پاتا ہوں اور حق تعالیٰ شانہ کے وجود کی کوئی انتہا نہیں ہے اس کی نہایت کو کسی شخص نے  
نہیں پایا ہے الی آخر ما قال۔ اور نیز لکھا تھا کہ میں اس کو کام کی انتہا جانتا ہوں اور مشائخ نے بھی  
یہیں تک بات کی ہے اگر آپ بھی اس معنی کو نہایت جانتے ہیں تو بہتر ہے اور اگر اس کے علاوہ کسی دوسری  
چیز کو نہایت کہتے ہیں تو مجھے اطلاع دیں تاکہ طلب حق کے لئے آپ کے پاس آجاؤں۔ حضرت عالی قدس سرہ  
نے اس کے جواب میں لکھا کہ اس حالت والے (سالک) نے قلب کے چوتھے حصہ کو طے کیا ہے اور نیز حضرت  
(قدس سرہ) نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کی یہ فنا و محویت عنصر موافق ہے جو کہ ذرات میں سے ہرزہ کو محیط ہے

اور اس شخص کا مشہور ہونا اور کچھ نہیں ہے اور اس نے اسی کو خدائے بے تہایت جان لیا اور تعالیٰ اللہ  
 عن ذلك (اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے)۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ یہ توحید کشف و حال کے عنوان سے ظاہر  
 ہوئی ہے اور حقیقت میں کشف و حال نہیں ہوتا بلکہ خیال کے غلبہ سے پیدا ہوتا ہے اور بہت زیادہ  
 غور و فکر کرنے کی وجہ سے یہ معنی قوت متجملہ میں منقش ہو جاتا ہے جیسا کہ ہمارے حضرت قدسنا اللہ  
 سرہ الاقدس نے توحید شہودی و وجودی کی تحقیق والے مکتوب میں لکھا ہے کہ ”توحید و وجودی کا نشا  
 تہ جائے پیدائش) ایک جماعت کے لئے مراقبات کی مشق کی کثرت اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے معنی  
 کا لاموجود الا اللہ سمجھتا ہے، اس قسم کی توحید کا ظہور حلیہ و غور و فکر اور خیال پکانے کے بعد خیال  
 کی وجہ سے ہوتا ہے کہ معنی توحید کی کثرت مشق سے یہ معرفت قوت متجملہ میں منقش ہو جاتی ہے  
 اس طرح جو نکل اس قسم کی توحید) اس صاحب توحید کے بتا لیتے سے نئی ہے اس لئے معلول (علت والی) ہی  
 توحید والا شخص ارباب احوال میں سے نہیں ہے کیونکہ ارباب احوال وہ لوگ ہیں جو ارباب قلوب  
 ہیں سو وہ (اس توحید والا شخص) اس وقت میں مقام قلب کی کوئی خبر نہیں رکھتا اور یہ توحید علمی ہے  
 اس سے زیادہ کچھ نہیں ..... لیکن علم کے بھی بہت سے درجے ہیں ان میں سے بعض کو  
 بعض پر فوقیت ہے الی آخر، جبکہ صوفیہ کے طبقہ میں جو کہ اہل حق ہیں اس قسم کی غلطیاں رونما  
 ہوتی رہتی ہیں تو پھر باطل لوگوں میں جو کہ شیطان لعین کی دام گاہ ہیں اللہ تعالیٰ اجل نشانہ ہی جانتا ہے  
 اس قسم کے معاملے ہوتے ہوں گے کہ جن سے وہ ابلیس لعین کی مکاری کے باعث نکلنے کی راہ نہیں رکھتے۔  
 اپنے پوچھا تھا کہ فنا فی الشیخ کے بغیر فنا فی اللہ ہو جاتا ہے یا نہیں؟ جان لیں کہ شیخ فیوض کا  
 واسطہ ہے جب تک واسطہ درست نہ ہوگا مطلب تکس طرح راستہ پائے گا پس فنا فی الشیخ  
 بغیر فنا فی اللہ حاصل ہونا مشکل ہے اور مرید کو چاہئے کہ اپنے ارادے کو اپنے شیخ کے ارادے کے تابع کرے  
 اور اپنے آپ کو پوری طرح اس کے سپرد کرے اور اس کی صحبت میں کاملیت بین و العسال ہو جائے۔  
 ایسا ہو جائے جیسا کہ میت نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتی ہے) اور یہ معنی تمام طریقوں میں درکار ہے، خاص  
 طور پر ہمارے طریقہ میں کیونکہ اس طریقہ عالیہ میں افادہ و استفادہ انعکاسی ہے اور صحبت پر موقوف ہے  
 شیخ مقتدا کے ساتھ مناسبت کے اسباب جس قدر زیادہ رکھتا ہوگا صحبت کی تاثیر اسی قدر زیادہ  
 اور فیض اخذ کرنے کا راستہ اسی قدر کشادہ ہوگا، ہاں اگر کوئی شخص اویسی ہو ظاہری پیر کا محتاج نہ ہو  
 صرف عنایت (الہی) اس کے حال کی کفالت کرنے والی ہو تو ہو سکتا ہے کہ فنا فی الشیخ کے بغیر

اس کو فانی اللہ حاصل ہو جائے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ مہالمان جن محل و علقہ کہتے ہیں کہ ایک منزل اور ایک مقام میں نہیں رہتا ہر گھڑی اور ہر لحظہ نئی منزل ہونی چاہئے پس یہ باطن کی محبت کے بارے میں ہے یا ظاہری طاعت یا کثرت یافتہ و بقاء کے متعلق ہے، اگر فنا و بقاء کے بارے میں ہے تو جو چیز کہ فانی ہو گئی اس کی ترقی کس معنی میں ہے (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ یہ منازل و مقامات کمالات اسمائے الہی جل شانہ میں اور ان کمالات کے ساتھ حاصل کرنے میں ہیں۔ جب سالک رشید بشری کدورتوں سے باطن کے آئینے کی صفائی کرتا ہے اور ماسو سے سر (باطن) کا تخلیہ کرتا ہے جو کہ فنا کا حاصل (نتیجہ) ہے تو اس کے لئے مستعد ہو جاتا ہے کہ اسمائے الہی میں جلوہ گر ہوں اور وہ ایک ایک اسم کے ساتھ بقاء و تحقق پیدا کر لے، پس ماسوی اللہ سے فنا حاصل ہو بقاء میں ترقی کا معاون ہے اور اسمائے ساتھ تحقق اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ بقاء و بعد و نما ہوتی ہے، بزرگوں نے کہا ہے کہ کمالات محبوب کی انتہا نہیں ہے محبوب ہر گھڑی محبت کرنے والا کے آئینہ میں کسی ایک کمال کے ساتھ جلوہ گر ہے اور ہمیشہ ترقی کی راہ اس پر کھلی ہوتی ہے اور اگر وہ ایک میں رک جائے تو ترقی کا راستہ مسدود ہو جائے اور اسی معنی میں مسعود بیگ نے کہا ہے

بزارم ازاں کہنہ خدائے کہ تو داری ہر لحظہ مرا تازہ خدایے دگرے ہمت

[میں اس پرانے خدایے بزار ہوں جو کہ تو رکھتا ہے میرے لئے ہر لحظہ ایک اور تازہ خدا ہے] اور نیز اسی اعتبار سے

بزرگوں نے کہا ہے کہ وصول کی منزلیں ابد الابد تک منقطع نہیں ہوتیں۔

یہ حسنش غایتیہ دارۃ سعوی را سخن پایاں بگردشہ مستقی و دریا ہچماں باقی

[اس کے حسن کی کوئی انتہا ہے اور یہی سعوی کے کلام کی کوئی حد ہے استقامت والا پایاں سامر جاتا ہے اور دریا اس کے

باقی رہتا ہے]۔ اور اس سیر کو سیر معشوق در عاشق (معشوق کی سیر عاشق میں) کہتے ہیں۔ بزرگوں نے کہا ہے

کہ عاشق اس مقام میں سیر سے سیر ہو چکا (جی بھر چکا) ہے۔

آئینہ صورت از سفر دور است کاں پذیرائے صورت از نور است

[عاشق آئینے کی طرح سفر سے دور ہے (یعنی سفر کا محتاج نہیں ہے) کہ وہ صورت کو نور کی وجہ سے قبول کرتا ہے

اور یہ جواب قوم (صوفیاء) کی اصطلاح پر ہے اور ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کا اس مقام میں

میں (ان سب سے) الگ قول ہے جو کہ ان کے مکتوبات و رسائل سے واضح درویش ہے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ جب کسی شخص کو مرشد کی صورت اس قدر غالب آجائے کہ جب بھی وہ توجہ کر

اس کو حاضر پائے، اس شخص کو مرشد کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ میرے خادم حاج میرید



پیر کی صورت ہر وقت مستحضر ہے تو اس کو نسبتِ رابطہ کہتے ہیں اور ہمارے بندگوں نے اسی نسبت کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا ہے ع

سایہ رہبر بہ امت از ذکر حق [ رہبر کا سایہ حق تعالیٰ کے ذکر سے بہتر ہے ]

یعنی یہ نسبت جو کہ پیر کی صورت کو مستحضر رکھنا ہے مرید کو ذکر سے زیادہ نفع دینے والی ہے اور اس معنی کا غلبہ و دوام مرید کے لئے بہت بڑی نعمت ہے گو یا وہ ہر وقت حضور میں ہے اور پیر سے بسہولت فیض اخذ کرتا ہے اور نیز اس کا حاصل ہونا پیر کے ساتھ مناسبتِ کاملہ کی خبر دیتا ہے اس کے باوجود پیر کی خدمت میں حاضر ہونا ایک اور ہی اثر رکھتا ہے اور دوسرے فائدے بختلے ہے، صاحبِ رابطہ مرید کو جو کہ کمال کی حد کو نہیں پہنچا ہے پیر کی خدمت میں حاضر ہونا لازم اور ضروری ہے اور اس کو صحبت سے چارہ و مفر نہیں ہے اس کا صورت (تصور) اور رابطہ پر اکتفا کرنا غلطی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحابِ صحبت اور حاضری کی بدولت اصحاب ہوئے ہیں اور بلند درجات پہنچے ہیں، اویس قرنیؓ نے اگرچہ معنوی مناسبت کی راہ سے، آنحضرتؐ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باطن سے فیوض حاصل کئے ہیں لیکن چونکہ وہ صحبت کے شرف سے مشرف نہیں ہوئے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے درجے سے نیچے رہے اور تابعین کے گروہ میں داخل ہوئے، پیر کی صورت حقیقت میں عین پیر نہیں ہے اور پیر سے بے نیاز نہیں کرتی، پیر میں وہ چیزیں ہیں جو کہ اس کی صورت میں نہیں ہیں کسی نے خوب کہا ہے ۵

گر مصور صورت آں دستاں خواہد کشید حیرتے دارم کہ تازش را چہ ساں خواہد کشید

[ اگر مصور اس دلریا (محبوب) کی تصویر کھینچے گا تو میں حیرت میں ہوں کہ اس کا تاز کو وہ کس طرح (تصویریں) کھینچ سکے گا ]  
آپ نے پوچھا تھا کہ اگر کسی شخص پر وقت استفادہ غالب آگیا ہے کہ مجلس اور تنہائی اس کے لئے یکساں ہوگئی ہے تو اس کو خلوت اختیار کرنا اور گوشہ نشین ہونا ضروری ہے یا نہیں۔ میرے مخدوم! وقتِ حال حاصل کرنے کے لئے گوشہ نشین ہونا ضروری نہیں ہے لیکن خلوت (تنہائی) میں بہت سے فائدے ہیں مثلاً طاعات و اذکار کی پابندی سے ظاہر کو باطن کے ساتھ جمع کرنا اور فضول کاموں کو کم کرنا وغیرہ جیسا کہ مخلوق کے ساتھ میل جول رکھنے میں مخلوق کی گزند کے ذریعے ظاہری غفلت، فضول کلام کا از تکاب اور تاحرموں پر نظر پڑنا وغیرہ بہت سے نقصانات ہیں، پس ان فوائد کو حاصل کرنے اور نقصانات کو دور کرنے کے لحاظ سے مخلوق سے کنارہ کشی اختیار کرنا مستحسن اور ضروری ہے بشرطیکہ مخلوق کے حقوق تلف نہ ہوں اور ادا ہو جائیں العزلة لمنیبة الصدیقین [ گوشہ نشینی صدیقین کی آرزو ہے ]  
آپ نے سنا ہوگا۔ اور نیز اس قسم کا کوئی آدمی اگر ایک وقت و حال سے دوسرے وقت حال کی طرف ترقی

حاصل کرنے کے لئے بلکہ حال سے حال کو بدلتے والے کی طرف ترقی کرنے کے لئے خلوت میں بیٹھے تو گنجائش ہے کیونکہ ایک حال میں رہنا کمال کی بات نہیں ہے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ "ارواح کا شہود (نزول و مشاہدہ) اور ان سے سوال و جواب کرنا مراقبہ میں بہتر ہے یا صریحاً دیکھنا بہتر ہے۔" میرے مخدوم اصرار کیا دیکھنا بہتر ہے اس کے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن مراقبہ کے بغیر اور آنکھ بند کئے بغیر بھی جو شخص دیکھے گا وہ باطن کی آنکھ سے دیکھے گا نہ کہ سر کی آنکھ سے اگرچہ معذوبہ (معتبر) کمال اس مشہود کے ساتھ وابستہ نہیں ہے۔ والسلام علی من اتبع الهدی والتمیز  
مناصطفیٰ علیہ علی آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والتسلیمات والبرکات العلی۔

## مکتوبات

محمد مقیم قصوری کے نام فضائل ظاہری سے اعراض اور کمالات باطن حاصل کرنے پر ترغیب اور بعض کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ، فضائل و شگاہ جناب برادرِ ماکرامی نامہ موصول ہوا اور مسرور و توش وقت کیا امید ہے کہ اسی طرح اس دور افتادہ کو یاد کرتے رہیں گے، آپ نے جو اپنے عربی و فارسی اشعار ارسال کئے تھے ان کا مطالعہ کیا گیا اچھے ہیں اور آپ نے بلند ارادے کئے ہیں، اس برادرِ گرامی کی استفادہ بزرگی دوستوں کو رہیں (معلوم نہیں تھی خدا کرے یہ بزرگی اور زیادہ ہو، قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا) (کہہ دیجئے گا اے میرے رب میرا علم زیادہ فرما دیجئے)۔ لیکن عربی کے شعر میں علوم عربیہ کے قواعد کی رعایت ضروری ہے جب تک ان علوم میں جہارت نہ ہو عربی کے شعر میں الجھنا کیا ضروری ہے۔ میرے مخدوم! شعر اور اس کی مانند کوئی دوسری چیز خواہ جتنی بھی بلند درجہ پر پہنچ جائے صورتی دظاہری فضائل میں داخل ہے کہ اہل معنی کے نزدیک اعتبار کے احاطہ سے ساقط ہے۔

قوے ز وجود خویش فانی رفتہ ز حروف در معانی

[ایک قوم اپنے وجود سے فانی رہتا ہے وہ حروف سے معانی کے اندر چلی گئی ہے] کوشش کریں کہ اس معنی سے

جس لو کہ سیر معشوق در عاشق سے تعبیر کیا جاتا ہے بلکہ عاشق کا نفی ہو جائے کلی طور پر خطا حاصل کریں، معنی حاصل

ہونے کے بعد حروف کے ساتھ تعلق رکھنا نقصان نہیں پہنچائے گارح

۱۱۲ سورت آیات

ہرچہ خواہاں کنند خوب آید [جو کچھ حسین کرتے ہیں اچھا ہوتا ہے] لیکن معنی کے متحقق ہونے سے پہلے صورتوں اور حروف میں رہ جانا بیکاریات ہے (صرف کہتے اور سننے سے کوئی کام نہیں چلتا، ذات و ناجزری کی صفت کے ساتھ ہمیشہ بارگاہِ قدس کی طرف متوجہ رہنا درکار ہے اور فنایت و نیستی کی صفت کے ساتھ جو کہ حقیقت میں کمال بے صفی اور بے رسمی و متواتر مراقبہ مطلوب ہے تاکہ ایسا ہو کہ معنی کی چاشنی کا ایک قطرہ اس کی جان کے حلق میں ٹپکائیں اور اس کو اس سے ابدی سیرابی عطا کر دیں اور یہ اُس (اللہ) سبحانہ و تعالیٰ کا کام ہے اور محسوس غنایت و نشہ جو چیز کہ بظاہر اس کے ساتھ وابستہ ہے وہ ہمیشہ کی عبودیت (سندگی) اور تلاش ہے اور ہمیشہ پیاسا اور بے آرام رہتا ہے اور اس کے علاوہ کسی اور چیز سے محبت نہ کرنا اور اس کے شوق کی آگ میں جلنا اور ہر وقت اس کے ساتھ بمقرر رہنا اور اس سورہ کے ساتھ پکھلانا ہے آیہ کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ [اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے] اس معنی کے لئے شاہد ہے اور بارگاہِ قدس کے بعض شیدائی <sup>۱۶۸</sup> ليعبدون سے لبعرفون مراد لیتے ہیں اور غور و فکر کے بعد دونوں عبارتوں کا نتیجہ ایک ہی ہے کیونکہ بہترین عبادت ذکر ہے اور ذکر کا کمال درجہ مذکور میں فنا ہو جانا ہے جو کہ معرفت کا حاصل ہے کیونکہ اہل اللہ کے نزدیک معرفت سے مراد فنا فی المعروف ہے پس عبادت جب کمال کے درجے کو پہنچ جاتی ہے معرفت کے ساتھ ایک ہو جاتی ہے۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ ليعبدون کے معنی یہ ہیں کہ وہ خلوص کے ساتھ میری پرستش کریں کہ خواہش نفسانی اور شیطان کو اس میں دخل نہ ہو اور وہ فنا اور معرفت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی پس اس تقدیر پر عبادت معرفت کے بغیر تصور نہیں کی جاسکتی، یہ ہے اصل بات، اے بھائی ہمیشہ کی معرفت و عبادت اگرچہ اس شخص کے ساتھ وابستہ ہے (لیکن) جب تو اچھی طرح دیکھے گا (تو معلوم ہوگا کہ) وہ بھی غنا کے پیش آئے بغیر حاصل نہیں ہوگی پس وسائل و مقاصد میں لطف (مہربانی) کا پیش قدمی کرنا ضروری ہے اور ابتدا و انتہا میں غنایت کی دشگری ہونی چاہئے باقی سب سچ ہے، اتنا ہے کہ بظاہر لوگوں نے اسبا وسائل کو اس طرف چھوڑ دیا ہے اور مقاصد نتائج کو خود سے وابستہ کر لیا ہے اور حقیقت میں سب کچھ اسی کے ساتھ وابستہ ہے اور دوسری کوئی چیز درمیان میں حائل نہیں ہے اَلَا هُوَ الَّذِي يُرِيهِمُ الْآفَاقَ كُلَّهَا وَوَعَدَهُمْ وَوَعْدَهُمْ وَوَعَدَهُمْ (اللہ سب کچھ اسی کی طرف لٹتا ہے پس اسی کی عبادت کر اور اسی پر بھروسہ کر)

# مکتوب ۵۲

ارشاد پناہ میر محمد نعمان قدس سرہ کی خدمت میں آیہ کریمہ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ اور اس کے ساتھ والی آیہ کریمہ کی تاویل میں تحریر فرمایا ہے، یہ مکتوب اتفاقاً تکمیل کو نہیں پہنچا۔

حَقَّقْنَا اللَّهَ سُبْحَانَهُ وَآيَا كَمِ بِنَمَالِ الْإِنْقِطَاعِ اَللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى اِهْمُ اور آپ کو اپنے ماسوا سے کمال انقطاع و بے تعلقی کے ساتھ متحقق و مشرف کرے اس طرح پرکہ باطن کی آنکھ میں نہ اس کا عین باقی رہے اور تاثر باقی رہے تاکہ کمال انقطاع حاصل ہو جائے جس کی طرف اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں اشارہ کیا گیا ہے وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا (اور اس کی طرف پوری طرح انقطاع کر لے) یعنی اپنے نفس اور تمام لطائف عالم امر و عالم خلق سے اور کمالات و وجودیہ سے جو کہ ان (لطائف عشرہ) کی طرف راجع ہیں کمال انقطاع کر لے اور تقویٰ کی حقیقت ہی انقطاع و بے تعلقی ہے اور اللہ تعالیٰ کے قول یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ آئین میں اس چیز کی طرف اشارہ ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے یعنی اے سورۃ (ظاہری طور پر) ایمان لانے والو! ماسوی اللہ سے قطع تعلق کرو اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف خلوت اختیار کرو اور حضرت ذات مطلق کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے موانع و قیود سے پوری طرح قطع تعلق کر لو جیسا کہ قطع تعلق کرنے اور ہٹ جانے کا حق ہے اس طرح پرکہ تمہاری ذوات اور تمہاری طرف لوٹ آنے والے کمالات کا کچھ بھی اثر باقی نہ رہے اور تمہاری فنایت تمام لطائف عالم خلق و امر میں ہر اہمیت کر جائے اور تم اس ہوت کے ساتھ ہرگز نہ مرو جو کہ موت سے قبل ہے (یعنی فنایت) مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو یعنی ہمیشہ تمام احوال میں اسلام حقیقی سے مشرف ہو چکے ہو کہ (جملہ وانتم مسلمون کا) اسمیہ ہونا دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ پس اس آیہ کریمہ میں دائمی موت و فنا پر ترغیب ہے تاکہ اس پر جو اسلام و بقا مرتب ہو وہ بھی دائمی ہو بخلاف صاحب تجلی برقی کے کہ وہ دائمی موت (دائمی فنا) سے نہیں ہر ہے تاکہ یہ تجلی بھی اس کے حق میں دائمی ہو جاتی، اور یہ جان لینا چاہئے کہ تجلی برقی کسی چیز میں خالص تجلی ذاتی سے نہیں ہے اور بلاشبہ وہ تجلی ذاتی شان الہی کے ملاحظہ کے ساتھ ہے جو کہ جلدی پوشیدہ ہو جانے والی ہے اور ذات جب جلوہ افروز ہے تو اس کے لئے پوشیدگی نہیں ہے اور تم سب کے سب اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوط پکڑو یعنی حقیقت جامعہ کلیہ (کو مضبوط پکڑو) جس کو حقیقت محمدیہ سے تعبیر

لہ سورۃ آیت ۱۰۲۔ ۱۰۳ سورۃ آیت ۸۔

کیا جاتا ہے تاکہ اس سی کو مضبوط پکڑنا حضرت ذاتِ مطلق (اللہ تعالیٰ) کی بارگاہ میں پہنچنے کا ذریعہ ہو جائے اور اسما و اعیان جزئیہ کے متفرق (مختلف) ہونے کے ساتھ تم متفرق نہ ہو جاؤ، پس بیشک اسمائے جزئیہ اور طرق متفرقہ جب تک حضرت اجمال تک پہنچی نہیں ہوں گے اُس وقت تک تم بارگاہِ ذاتِ مطلق تک نہیں پہنچو گے اور تم اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو بعد اس کے کہ اس نے تم کو حقیقتِ جامعہ میں جمع کیا جبکہ تم اسماء کے متفرق ہونے کے ساتھ (ایک دوسرے کے) دشمن تھے کیونکہ ان کے بعض کا مقصدی دوسرے بعض کے مقصدی سے ٹکراتا تھا پس اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اس طرح پر کہ تم کو ایک ہی حقیقتِ جامعہ میں جمع کر دیا اور تم کو ایک قلب واحد یعنی قلبِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر کر دیا پس تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے جو کہ ایک ہی حقیقت (حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم) سے پیدا ہوئے ہیں اور اسی سے فیوض لینے والے ہیں جیسا کہ سب بھائی ماں سے اخذ کرتے ہیں۔

## مکتوب ۵۳

حقائق و معارف پناہ تواجہ محمد راشد کشمی کے نام اُن کے بعض کمالات کے بیان میں اور اپنے مخصوص اسرار میں سے کسی ستر کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ آلہ اجمعین، ہم امیدوار ہیں کہ وہ برادرِ گرامی دلائل کی اقسام سے رہائی حاصل کر کے مدلولِ حقیقی کے ساتھ مل جائیں اور جزئی سے کلی کے ساتھ اور وہاں سے اوپر کے مقام تک ملتی ہو جائیں اور قوسین سے اودنی تک پہنچ کر اور خالص کو چھوٹا (مکرب) سے جدا کر کے اور دائرہ صباحت سے گذر کر بلاحت کے نقطہ کے دامن کے ساتھ چنگل ماریں بلکہ المرثع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت کرے] کے بموجب مذکورہ نقطہ کے مرکز کے بطون (پوشیدگیوں) میں نفوذ کر جائیں اور علم سے نادانی (جہل) میں اور گفتگو سے خاموشی میں آجائیں اور نقی کے معاملہ کو پس پشت ڈال کر کلی طور پر اثبات کے نگراں ہو جائیں بلکہ وہاں سے مجہول الکیفیتی کا حصہ حاصل کریں اگرچہ مختصر طور پر ہی ہو اور خلیل سے صیب علیہا الصلوٰۃ والسلام وعلیٰ مہمبا کی طرف متوجہ ہوں ع

باکریاں کار ہا دشوار نیست [کرمیوں کے لئے کوئی کام دشوار نہیں ہے]

آپ کی فطرت کی بلندی اور محبتوں اور فریفتگیوں سے یہ امور قریب ہیں بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ثابت ہیں لیکن مجھ جیسے ناقابلِ پست استعداد کو کہ جس نے اپنی تمام قابلیت کو لغزشوں اور گناہوں پر صرف کیا ہے

کی طاقت ہے کہ ان بزرگ مطالب کا خیال کر سکے، اس بات کو تکلف یا کسر نفسی پر محمول نہ کریں کہ یہ واقعہ کا بیان ہے ہاں اس قدر بیان ہے کہ اس نالائق و گناہ کے باوجود ایک سراسر اس کی فطرت و ذات میں ودیعت رکھا ہے کہ مستودع (جس کے پاس امانت رکھا گیا ہے) کو اس کی حقیقت سے کماحقہ اطلاع نہیں دی ہے وہ ہمیشہ اپنی فطرت کا والہ و شیدا ہے اور ہر وقت اس کے ساتھ مجتنب رکھتا ہے بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ سراسر کے ودیعت رکھنے والے کے نزدیک بھی محبوب ہے والسلام اولاً و آخراً۔

## مکتوب ۵۲

جاناں بیگم کے نام محبوب کے رنج دینے کی خوبی اور عشق کے اسرار کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم و فعل الحکیمہ لا یجلوا عن حکمتہ حکیم (اللہ تعالیٰ) کا فعل حکمت سے

خالی نہیں ہوتا جو کچھ جمیل مطلق (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے پہنچے گوارا و پسندیدہ ہے۔  
مے تلخت جور گلعداراں کہ ہر چندش خوری باشد گواراں

[حسینوں کا جو رو تم تلخ شراب کی مانند ہے کہ اس کو جتنا بھی پیاجائے خوشگوار لگتی ہے] بلا (مصیبت) محبوب کا تازیانہ (کوڑا) ہے جو کہ محب کو باسوا کی طرف التفات کرنے سے باز رکھتا ہے اور (صرف) محبوب کی جانب رہنمائی کرتا ہے، بلا محبوب کی کمند ہے جو کہ محب (محبت کرنے والے) کے ہر رگ و ریشہ میں اُگی ہوئی ہے اور کشاں کشاں (اس کی طرف) لے جاتی ہے۔

من با اختیار خود می روم از قفائے او آں دو کند عنبریں می برم کشاں کشاں

[میں اپنے اختیار سے اس کے پیچھے نہیں جانا ہوں اس کی دو عنبریں کندیں کشاں کشاں (کھینچ کر) مجھ کو لے جاتی ہیں]

بلا (مصیبت) محب و محبوب کے درمیان دلالہ ہے جو اپنی دلالگی کی خوبی سے ایک کو دوسرے سے ملاتی ہے اور عالم مجاز میں عاشق کی جانب سے معشوق کیلئے دلالہ ہے، یہ عجیب بات ہے کہ اس مقام میں دلالہ معشوق کی جانب سے ہے ہاں سبقت اصل کی طرف سے ہونی چاہئے، قرع جو کچھ رکھتی ہے اصل سے رکھتی ہے قرع کسی امر میں بذات خود استقلال نہیں رکھتی، یہ عشق و محبت جو اس میں ہے یہ بھی اسی کی طرف سے ہے اور اسی کا عطیہ ہے۔

ادائے حق محبت عینے ست زد دوست و گرنہ عاشقی مسکیں بیچ خود سندانہ

[دوست کی ہر بانی ہے کہ وہ محبت کا حق ادا کرنا ہے ورنہ اگر وہ کچھ بھی (محبت) نہ کرے تو عاشق مسکیں پھر بھی خوش ہے]

معشوق کا نام اگر پہناستخاوبے پروائی کا تقاضا کرتا ہے کہ دلالہ بھیجنے کی طرف مائل نہیں ہوتا لیکن جب تو اچھی طرح دیکھے (تو معلوم ہوگا کہ) عشق دونوں طرف سے ہے اور محبوب بھی محب کی طرح محبت کا شائق ہے حدیثِ قدسی میں ہے الاطال شوق الابرار الی لقاء وانا الیہم لاشد شوقا [آگاہ رہو کہ ابرار کا شوق میرے بلنے کی طرف زیادہ ہے اور میں ان کی ملاقات کا تہایت شدت سے شوق رکھتا ہوں] کسی نے کیا اچھا کہا ہے

عاشقا ہر چند مشتاقِ جمالِ دابرند  
دلیراں ہر عاشقاں از عاشقاں عاشقِ نرند

[عاشق لوگ اگرچہ دلبر کے جمال کے مشتاق ہیں لیکن دلبر عاشقوں پر عاشقوں سے بھی زیادہ عاشق ہیں] لیکن معشوق کا عشق پوشیدگی اور پردے میں ہے۔

دوستی جو خوش و غم خوش کے ساتھ ہے

پری رُو از بروں آلودہ شرمِ دروں از شعلہ ہائے دوستی گرم

[پری رُو (محبوب) باہر سے شرم آلودہ ہے اور اندر سے دوستی کے شعلوں کے ساتھ گرم ہے] اور عاشقوں کا عشق بے پردہ ہے

عشقِ معشوقاں نہاں ست و ستیر عشقِ عاشق باد و صد طبل و نغیر

لیک عشقِ عاشقاں تن زہ کند عشقِ معشوقاں خوش و قریہ کند

[معشوقوں کا عشق پوشیدہ اور مستور ہے اور عاشقوں کا عشق دوسو ڈھول اور نغیروں کے ساتھ ہے لیکن عاشقوں کا عشق بدن کو کمان کی طرح کمزور و ڈیرھا کر دیتا ہے اور معشوقوں کا عشق خوش و قریہ کرتا ہے] والسلام

## مکتوب ۵۵

مولانا محمد حنیف کے نام ایک دوست کے حال کے جواب میں لکھا ہے کہ اس نے لکھا تھا کہ اس کے دل و دماغ سے خطرہ برطرف ہو گیا ہے۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى: برادر عزیز خواجہ محمد حنیف کے مکتوبِ گرامی نے

وصول ہو کر مسرور کیا، صبغة اللہ و حافظہ عافیت کے ساتھ پہنچ گئے ہیں اور آپ سے بہت خوش آئے ہیں حق سبحانہ و تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے، آپ نے ملا نعمان صافی کے حالات، کے بارے میں لکھا تھا کہ اس کے بعد گرم شدگی اور نیستی (ذنا بیدہ) بہت غالب ہوئی اور قلب و دماغ سے خطرات، ایک نخت جاتے رہے اور

عجیب و غریب کیفیات ظاہر ہونے لگیں الخ۔ میرے محترم! اس دوست کے تمام احوال سلم (درست) ہیں

لیکن دماغ سے خطرہ کا مطلق طور پر رفع ہو جانا محلِ غور ہے جب خطرہ قلب اٹھ جاتا تو دماغ میں چلا جاتا ہے، دماغ سے جو کہ حواسِ باطنہ کا محل ہے جب برطرف ہو جائے تو کہاں جائے۔ یہاں ایک برتر ہے

کہ ہمارے حضرت قدسنا اللہ سبحانہ لیسرہ الاقدس اس کے ساتھ قنار تھے دوسروں کو پھر کیا حاصل ہوگا، آپ نے جو اجازت بعض دوستوں کو دی ہے جو کچھ استخارہ کے بعد واقع ہوا ہے امید ہے کہ وہ مبارک ہے، والسلام

## مکتوب ۵۶

مولانا محمد صدیق کے نام مراقبہ کے علاوہ (دوسرے اوقات) میں کیفیت کے کثرت سے ظاہر ہونے کے بعد میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى: بزراد عزیز مولانا محمد صدیق نے لکھا تھا کہ مراقبہ اور غیر مراقبہ کی حالت یکساں ہوگئی ہے بلکہ بعض اوقات جبکہ میں مراقبہ نہیں ہوتا کیفیت بہت زیادہ ظاہر ہوتی ہے اور پابندی و توجہ و مراقبہ کے وقت میں کیفیت و حلاوت بہت کم حاصل ہوتی ہے اور توجہ نہ کرنے کے وقت میں بعض اوقات خاص کیفیات مشاہدہ میں آتی ہیں۔

میرے مخدوم! یہ یافت (حصول کیفیات) اصالت نسبت کی خبر دیتی ہے اور آفاق و انفس سے ماورای کا پتہ دیتی ہے، مراقبہ کی وضع گویا نسبت انفسی (حاصل کرنے) کے لئے ہے اگرچہ یہ کلیہ (قاعدہ) نہیں ہے اور کبھی اس کے خلاف بھی ظاہر ہوتا ہے چنانچہ ایک بزرگ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

چوں جلوہ آں جمال بیرون ز تو نیست پادرد امان و سر بچیب اندر کش  
 (جب اس جمال حسن) کا جلوہ تجھ سے باہر نہیں ہے تو پاؤں دامن میں اور سر گریبان کے اندر کھینچ لے) دائرہ ظل کی نہایت انفس کی نہایت ہے آفاق اور انفس کے باہر ظل نہیں ہے (بلکہ) نسبت اصالت میں ابتدا ہے اور نیز ہمارے بزرگوں کی نسبت دلربا معشوق کا حکم رکھتی ہے تو اس کے ساتھ جس قدر وابستگی رکھے گا اور توجہ کرے گا اور اس کے لئے مراقبہ میں بیٹھے گا وہ تاز و ادا میں آئے گا اور خود کو ایک طرف کھینچے گا اور جب اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے گا تو جلوہ دکھائے گا اور اپنی شان کے مطابق ظہور فرمائیگا۔ والسلام علیکم وعلیٰٰ من لدیکم۔

## مکتوب ۵۷

میرزا عبید اللہ کے نام بعض مواجید (وجد حال) کے جواب میں جو کما حقہ لکھے تھے تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى: معزز و مکرم بھائی کے دو خطوط کہ جن میں بہت



عربہ کے بعد دور افتادہ فقر کو یاد کیا ہے یکے بعد دیگرے پہنچ کر نیا آئینہ بخش ہو، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حمد و شکر ہے <sup>۱۴۳</sup> کہ فقر کے ساتھ رابطہ اور باطنی ذوق و شوق میں مخالف صحبت کے باوجود کوئی فتور داخل نہیں ہوا ہے بلند روشن احوال کے مطالعہ سے جو کہ خط میں درج کئے ہوئے تھے، ذوق یاب اور لذت اندوز ہوا، اور یہ جو دوسرے خط میں تحریر تھا کہ باطنی اذواق سے مغلوب ہونے کے باوجود ظاہر پوری طرح شریعتِ غرا کے مطابق ہے بلکہ شراعی کے آئینے میں جو مواجید مشاہدہ ہوتے ہیں بہت زیادہ لذت دیتے ہیں اتم۔ (اس نے) ذوق پر ذوق بڑھایا، حق سبحانہ و تعالیٰ نے آخرت کی نجات کا مدار شریعتِ حق کے ساتھ جو کہ وحیِ قطعی سے ثابت ہو چکی ہے وابستہ کیا ہے اور اپنے قرب کو سنتِ منورہ کے اتباع پر موقوف کیا ہے، آیت کریمہ <sup>۱۴۳</sup> قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ الْاَبَدِیَةَ اس بات کی خبر دیتی ہے۔ اور یہ جو بعض سالکوں کو راہِ سلوک طے کرنے کے دوران بعض امور جو ظاہر طریقہ نبوت کے خلاف ہیں ظاہر ہوتے ہیں اگر وہ سالک مقبول بندوں میں سے ہیں تو اس کے ظاہر کو احکامِ شرعیہ کے ساتھ مزین رکھتے ہیں اور ہلاکتوں کے گرداب سے اس کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کے وجدان کے خلاف اس سے عمل کرتے ہیں، ایک جماعت کو اس شہود سے باہر نکال لیتے ہیں اور کام کی حقیقت کی طرف جو کہ حقیقی اسلام ہے اور اس مقام میں کشوف کو علومِ شرعیہ کے ساتھ مطابقت ہے ہدایت دیتے ہیں اور ایک دوسری جماعت کو اسی شہود میں آخر تک رکھتے ہیں لیکن مقبول بندوں کی نوبت لودیکے کی طرح حفاظت فرماتے ہیں، الحمد للہ (آپ کے) پاکیزہ خطوط کے مطالعہ سے بہت حفا حاصل ہوا، یہ جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "حتی الامکان احکام (شرعیہ) کے دائرے سے باہر نہیں جانے دیتے اور ہر حکم میں لطیفہ دل کو ایک خاص ذوق حاصل ہے اور تمام مواجید (وجد و حال) روشن سنت کے مطابق ہیں" یہ اصالتِ نسبت سے ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "فرائض ادا کرنے میں ایک وجدان ہے کہ سنت میں وہی معنی تفصیل کے طور پر ہیں" یہ وجدان صاحبِ معنی کے کمال کی خبر دینے والا ہے اور جب کمال الکمال تک ترقی واقع ہوتی ہے تو فرائض میں ایسے معنی حاصل کرتا ہے کہ توافل میں ان کا کوئی پتہ و نشان نہیں ہوتا۔

آپ نے لکھا تھا کہ "قرآن مجید کی قرارت میں تلاوت کرنے والا لاقم پائے آپ کو نہیں پاتا اور کلام میں منکلم کو پاتا ہے اور اس سنتی کے پانے میں بھی دوسری سنتی ہے ہاں باذنتنا ہوں کی بخشوں کو انہی کی سواریاں اٹھاتی ہیں اور اس معنی کی طرف اشارہ کرنے والی باتوں میں سے وہ بات بھی ہے جو شیخ الشیوخ قدس سرہ نے عوارف المعارف میں کہی ہے کہ صوفی کے نے جب توحید کی پیشانی کا نور چمکتا ہے اور وہ اپنے کان سے وعدہ و وعید

سننے اور ایسا دل ماسوا اللہ تعالیٰ سے خالی کرنے کی طرف لگا دیتا ہے تو وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سامنے حاضر و شہید <sup>۱۴۳</sup>

ہو جائے تو وہ تلاوت کے دوران اپنی زبان یا اپنے غیر کی زبان کو شجر موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی مانند دیکھتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خاص اُس (موسیٰ علیہ السلام) کو اُس درخت کے واسطے سے اپنا یہ خطاب کہ اِذَا اللّٰهُ (بیشک میں اللہ ہوں) سنایا پس جبکہ اس (موسیٰ علیہ السلام) کا اس کلام کو سننا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا اور یہ استماع (سننے کے لئے کان لگانا) اللہ تعالیٰ کی طرف تھا اس لئے اس کا سننا اس کا دیکھنا اور اس کا دیکھنا اس کا سننا اور اس کا علم اس کا عمل اور اس کا عمل اس کا علم ہو گیا اور اس کا اول اس کے آخر کی طرف اور اس کا آخر اس کے اول کی طرف لوٹا۔ والسلام علیکم

## مکتوب ۵۸

مولانا اللہ داد کے نام نسبت باطن کی محافظت پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى، برادر عزیزم میاں اللہ داد کا مکتوب مرغوب و موصول ہو کر مسرت ہوئی، اسی طریق پر احوال لکھتے رہنا چاہئے کیونکہ یہ (باطنی رابطہ کی تقویت کا سبب اور غائبانہ توجہ کا باعث ہے، باطنی نسبت کی حفاظت کرنا نہایت اہم کام ہے اور باسوی اللہ کی طرف التفات کرنے سے اپنے ستر (باطن) کی نگہداشت اشرف مقاصد میں سے ہے، درس سے فراغت کے بعد دن رات میں ایک دو وقت خلوت (تنہائی) کے لئے مقرر کرنے چاہئیں تاکہ اغیار کی مزاحمت کے بغیر اذکار و افکار کے وظائف میں مشغول رہیں اور اس نمود بے بود سے اپنے وجود اور اس کے متعلقات کی نفی کریں، ایک بزرگ نے کہا ہے کہ وجود بشریت کی نفی کرنے میں ایک ساعت کوشش کرنا ظاہری عبادت گزاروں کی کسی سال عبادت سے بہتر ہے۔ والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم (تم پر اور تمہارے نزدیک والوں پر سلامتی ہو)۔

## مکتوب ۵۹

مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام نیاز (عاجزی) کو لازم پکڑنے اور وجود کی نفی کرنے کی ترغیب میں تحریر فرمایا حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ آپ کو ہدایت و ارشاد کے مراتب پر ترقی بخشنے، رخصت کے وقت سے (ابتک) آپ کی طرف سے کوئی مکتوب موصول نہیں ہوا، دل منتظر ہے کہ آپ کس طرح پر زندگی گزار رہے ہیں اور کن لوگوں کے ساتھ صحبت رکھتے ہیں، کوئی شخص سلسلہ میں داخل ہوا ہے یا نہیں اگر ہوا ہے تو کس

کیفیت کے ساتھ ہوا ہے، مختصر معلوم ہے کہ اوقات نچتہ و مضبوط رکھتے ہیں خاص فنا کیت آپ کی ذات میں وذیت ہے جو کہ دوستوں کے لئے رشک کا باعث ہوتی ہے اس پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا شکر ہے امید ہے کہ ناکامی پریشانی کے حالات میں مستقیم رہیں گے اور حادثات و مصائب سے مزین نہ ہوں گے کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

۴۵

من بعد من و در دوستی و در دوست چوں دوست دل شکستہ میدارد دوست  
[اس کے بعد میں ہوں اور دوست کا دروازہ ہے چونکہ دوست دل شکستہ کو دوست رکھتا ہے۔]  
اور عام اوقات میں بشریت کے وجود کی نفی میں کوشش کریں تاکہ معاملہ انتقام تک پہنچ جائے اور ظل سے اصل کی طرف چلا جائے اور گوش (سننے) سے آغوش (حصول) تک پہنچ جائے پھر آپ کے ساتھ جو کچھ معاملہ کیا جائے گا کیا جائے گا، کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

چکر مشک ترازم گراں کیسو بچنگ افتد در صبح از گریبانم گراں مہ در کنار آید  
(اگر وہ کیسو چنگل (ہاتھ) میں آجائیں تو میرے ہاتھ سے ترسک ٹپکنے لگے، اگر وہ ماہ (محبوب) کو دیکھیں آجائے تو میرے گریبان سے صبح طلوع ہو جائے) والسلام

## مکتوبات

خواجہ محمد فاروق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ شریعت تمام کمالات کی اصل ہے خواہ وہ کمالات نبوت ہوں یا کمالات ولایت ہوں۔  
الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى۔

از ہر چہ می رود سخن دوست تو شتر است [دوست کی جو بات بیان کی جائے پسندیدہ ہے]  
میرے مخدوم! کمالات ولایت شریعت کی صورت (ظاہر) کا نتیجہ ہیں اور کمالات نبوت شریعت کی حقیقت (باطن) کا پھل ہیں پس ولایت نبوت کے کمالات میں سے کوئی کمال ایسا نہیں ہے جو کہ شریعت کے دائرہ سے باہر ہو اور وہ اس (شریعت) سے بے نیاز ہو، ہاں بعض معاملات جو کہ مذکورہ کمالات کے علاوہ ہیں کہ جن کے حاصل ہونے میں اعتقاد عمل کی کوئی تاثیر نہیں ہے ان کا افاضہ (ہونا) تفضل و احسان کی راہ سے ہے اور وہ معاملات اصالتاً انبیاء مرسل علی نبینا وعلیہم وعلی جمیع الانبیاء الصلوٰت والبرکات کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہیں اور ان سے گزرنے کے بعد وہ معاملات ہیں کہ جن کا فیضان محبت کی راہ سے ہے جو کہ تفضل و

احسان سے اوپر ہے کہ بالاصالت حبیب و کلیم علیہا الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے اور جو معاملات کہ محبوبیت ذاتیہ سے تعلق رکھتے ہیں حضرت حبیب علیہ و علی آکہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے لئے خاص ہیں، یہ معاملات اگرچہ شریعتِ غرار (روشن) کے دائرہ سے باہر ہیں لیکن چونکہ شریعتِ اصل و بنیاد ہے (اس لئے) اس سے کسی قسم کا استغناء نہیں رکھتے۔ جان لیں کہ یہ مذکورہ معاملات اگرچہ اصالت کے طور پر ان اکابر کے ساتھ مخصوص ہیں لیکن جائز ہے کہ ان کے کامل تابعداروں کو (بھی) وراثت کے طور پر ان سے حاصل جائے اور شروع کی طرح اس کے طفیل میں اس کی خاص دولت سے ہم آغوش ہو جائے (حاصل کر لے) ص

ذی صبح از گریہ یا نم گراں مہ در کنار آید (اگر وہ ماہِ محبوب) گود میں آجائے تو میرے گریبان سے صبح طلوع ہو جائے  
چونکہ تابع ہمیشہ طفیلی اور اس کے دسترخوان سے کھانے والا ہے (اس لئے) شروع کے ہمسفر کی نسبت اس کے مساوی اور افضل ہونے کا توہم لازم نہیں آتا ہے، یہ معارف حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے خاص اسرار میں سے ہیں، اور تابعِ کامل سے مراد وہ (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) خود ہیں یا جو ان کے مثل ہے ہم جیسے بواہوسوں کو ان امور کا بیان کرنا اور سننا بھی حسن قبول کی شرط کے ساتھ غنیمت ہے اور اس کا ایمان رکھنا داخلِ کمال ہے۔ رَبَّنَا اِنَّمَا نُوَدِّرُنَا وَ اَغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَ السَّلَام

## مکتوبات

مولانا حسن علی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ حال کا علم نہ ہونے کی وجہ سے حال کی نفی نہیں کرنی چاہئے اور یہ کہ طریقت کی تعلیم دینے کی اجازت دو طرح پر ہے۔

الحمد لله و سلام على عباده الذين اصطفى: مولانا حسن علی احسن الله سبحانه حاله و حصل اماله [الله سبحانه و تعالیٰ اس کے حال کو اچھا رکھے اور اس کی امیدوں کو پورا فرمائے] کا مکتوب مرغوب پہنچا حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے پسندیدہ طریقہ پر قائم رکھے اور حصولِ مطلوب کے موافق سے بچائے۔  
آپ نے لکھا تھا کہ "تو علوم میں مشغول ہونے سے جاناں (محبوب) کی کوئی بُو دماغ میں آتی ہے اور نہ ذکر و فکر ہی سے کوئی چیز جان کے حلق میں آتی ہے اس کے درمیان تذبذب نقد وقت ہے" میرے مخدوم! نسبت کا علم نہ ہونے کی وجہ سے باطنی نسبت کی نفی مطلقاً نہیں کی جاسکتی اس لئے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ باطن کو ایک ایسی نسبت حاصل ہوتی ہے جو اس عالم (دنیا) کے مناسب ہے اور ظاہر کو ہرگز اس کی اطلاع نہیں ہوتی اور وہ اس کی نفی کرتا ہے اور اس کی وجہ سے قلق و اضطراب میں رہتا ہے پس ہم میں سے وہ شخص بھی ہے

جس نے اس کو جان لیا اور وہ شخص بھی ہے جس نے اس کو نہیں جانا، پس آپ جیسے لوگوں کو علم کی نفی کرنا اصل کی نفی کرنے سے بہتر ہے اور نیز چونکہ یہ گھر (دنیا) عمل کا گھر ہے اور اجر بدلہ کا گھر آگے آنے والا ہے (اس لئے) نرد کو اعمال کی پابندی میں مشغول رکھنا چاہئے اور کسی تذبذب کے بغیر بتائے ہوئے طریقہ کی پابندی کرنی چاہئے عمل کے وقت میں اجر طلب کرنا اور اس کے ساتھ عمل سے رک جانا اپنے آپ کو اجر سے باز رکھنا ہے، حقیقی ملاقات کا مقام آگے ہے، "مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ" جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی وہ ساعت آنے والی ہے) اس مقام (دنیا) میں انتظارِ مطلوب جو کہ محبت سے پیدا ہوتا ہے مطلوب میں مستغرق رہنے سے بہتر ہے اس لئے کہ پہلی چیز (انتظارِ مطلوب) عمل ہے اور وہ ترقی بخشنے والا ہے اور دوسری چیز (مطلوب میں مستغرق رہنا) اجر ہے جس کا کہ دوسرے عالم (آخرت) میں وعدہ کیا گیا ہے طالبین کی تسلی کے لئے جس چیز کا وعدہ کیا گیا ہے اس کے کچھ نمونے اور اس کے ظلال میں کسی نسل کے ساتھ آرام دیتے ہیں اور بعض کو یہ آرام بھی نہیں دیتے اور اجر موعود میں (وعدہ کئے ہوئے اجر میں) کمی نہیں کرتے ایک بزرگ نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا انھوں نے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) توحید کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا جو چیز تیرے دل میں گزرے یا جو کچھ تیرے خیال میں آئے پس اللہ تعالیٰ اس کے برعکس ہے" اور شاید آپ یہ چاہتے ہیں کہ مطلوب کو اس عالم میں آغوش میں لے آئیں اور عتقا کو جال میں پھنسا لیں، یہ مشکل ہے ۷

عتقا شکار کس نشود دام باز ہیں کاینجا ہمیشہ باد بدست مست دام را

[عتقا کو کوئی شخص شکار نہیں کر سکتا تو اپنا جال اٹھالے کیونکہ یہاں ہمیشہ جال ہاتھ میں ہوا ہے یعنی اس کو کچھ حاصل نہیں ہے] دوسری بات آپ نے یہ لکھی تھی کہ "شیخ ہونے اور ارشاد (ہدایت کرنے) کا مقام شرائط رکھتا ہے مثلاً طالبین کی قابلیتوں اور استعدادوں اور ان میں اثرات کے حاصل ہونے پر مطلع ہونا" آپ جان لیں کہ طریقہ سکھانے کی اجازت دو قسم کی ہے ایک یہ کہ کسی کامل شخص کو خلافت دے اور مشیخت (پیر ہونے) کے مقام پر بٹھائے اور یہ وہ نہیں ہے جس کے متعلق ہم گفتگو کر رہے ہیں (اس لئے) شرائط کی ضرورت نہیں ہے۔ (اجازت کی) دوسری قسم یہ ہے کہ کوئی کامل بزرگ کسی ناقص شخص کو اجازت دے اور اس مجاز (اجازت یافتہ شخص) اور اس کے مریدوں کے بعض قائدے اس ضمن میں ملحوظ رکھے اس صورت میں تمام شرائط درکار نہیں، ہمارے حضرت قطب المتخفین (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے رسالہ مبدا و معاد میں تحریر فرمایا ہے "کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی کامل بزرگ کسی ناقص (مرید) کو طریقہ سکھانے کی اجازت دیتا ہے اور اس ناقص کے

مریدوں کے اجتماع کے ضمن میں اس ناقص کا کام بھی تکمیل کو پہنچ جائے الخ“ اور نیز اسی جگہ لکھا ہے ”کہ نقص اگرچہ اجازت منافی (خلاف) ہے لیکن (جب) کامل تکمیل بزرگ ناقص کو اپنا قائم مقام بتاتا ہے اور اس کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ جانتا ہے (تو اس) نقص کا ضرر دوسرے تک تجاوز نہیں کرتا، واللہ اعلم بحقائق الامور کلھا (اللہ تعالیٰ ہی تمام امور کی حقیقتوں کا زیادہ جانتے والا ہے) اور جو اجازت کہ آپ کو دی گئی ہے ان دونوں قسم کی اجازت سے نیچے درجہ کی ہے جو کہ چند اشخاص تک محدود ہے تاکہ آپ مشغول و مراقبہ میں اکیلے نہ رہیں اور کچھ لوگ شریک ہو جائیں کیونکہ اس طریقہ عالیہ میں یہ معنی (دل کر ذکر و مراقبہ کرتا) بہت بڑا اثر رکھتا ہے اور ایک دوسرے میں قنا ہونے کی شرط کے ساتھ صحبت مطلق تنہائی سے بہتر ہے کیونکہ صحبت میں ایک کے فیوض دوسرے پر فائض ہوتے ہیں، اس قسم کی اجازت کو جو کہ محض سفارت (پیغام رسانی) ہے، آپ شیخت (پیری) اور بہت بڑا کام تصور کر کے اس سے گریز کر رہے ہیں اور لکھ رہے ہیں کہ ”اس قسم کا شخص جو کہ مرید کو جیسا کہ وہ ہے اس سے دوسری طرح کا نہیں کر سکتا (اس کے حالات میں تبدیلی نہیں لاسکتا) اگر وہ شخص پیر ہونے کی ہوس نہ کرے تو بہتر ہے چنانچہ کسی بزرگ کی یہ رباعی مشہور ہے

بہر کہ نشینی و نشر جمع دلت الخ

میرے مخدوم! آپ نے ابھی تک تو کسی شخص کو ذکر کی تلقین بھی نہیں کی ہے (تو پھر) کہاں سے یقین کر لیا کہ اس کے حالات میں تبدیلی نہیں آئے گی اور دل کی جمیعت اس کے حق میں حاصل نہیں ہوگی، آدمی کی قیمت اس کی ہمت کے مطابق ہوتی ہے، جب آپ پہلے ہی قدم میں ہمت چھوڑ رہے ہیں اور پانی دیکھے بغیر موزے اُتار رہے ہیں (تو پھر) معلوم رہی ہے کہ اس کا انجام کیا ہوگا اور اس کا کیا نتیجہ حاصل ہوگا۔

اگر گوی کہ بتوانم قدم در نہ کہ بتوانی

و اگر گوی کہ بتوانم پرویشیش کہ نتوانی

اگر تو کہتا ہے میں کر سکتا ہوں تو قدم رکھ (شروع کر) کیونکہ تو (ضرور) کر سکتا ہے اور اگر تو یہ کہتا ہے میں نہیں کر سکتا تو جا بیٹھ جا کیونکہ تو نہیں کر سکے گا! آپ کے مریدوں کے احوال تبدیل کرنے میں کیا دخل ہے آپ قاصد سے زیادہ نہیں ہیں اگر خبر دینے والے پر اعتماد رکھتے ہوتے تو ہرگز اس قسم کی بات نہ لکھتے۔ جان لیں کہ یہ گفتگو آزار (رنج) کی وجہ سے نہیں ہے کیونکہ یہاں پوری طرح دل صاف ہے بلکہ نظائے مواقع پر تنبیہ (ہدایت) کے طور پر ہے جو کہ پیر کو مرید کے بارے میں ضروری ہے، والسلام علی من اتبع الهدی۔

مکتوبہ ۶۲

ملا محمد قلی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ رضا کے مقام میں دو اعتبار ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ، رضا کے مقام میں جو کہ مقامات میں سب سے آخری مقام ہے دو اعتبار میں پہلا اعتبار ہے حق سبحانہ و تعالیٰ کا بندے سے راضی ہونا اور دوسرا اعتبار ہے بندے کا حق سبحانہ و تعالیٰ سے راضی ہو جانا، دوسرا اعتبار پہلے اعتبار پر فوقیت رکھتا ہے اس لئے کہ پہلے حق تعالیٰ کی رضا ہے اس کے بعد بندے کی رضا، جیسا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ [اشر تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے] وَالسَّلَام

## مکتوب

مخبر و مزادہ عالی مقام جامع کمالات صوری و دعویٰ شیخ محمد صبغۃ اللہ سلمہ ربیہ کی خدمت میں اس بیان میں کہ مخلوق کے ساتھ حق سبحانہ و تعالیٰ کی نسبت تمثیل کے طور پر ہے اور اس کے مناسب بعض معارف کے ذکر میں تکرر فرمایا۔

وَاللّٰهُ اَكْبَرُ [اور اللہ تعالیٰ کے لئے اعلیٰ مثال ہے] عالم کے ساتھ اللہ سبحانہ تعالیٰ و تقدس کی نسبت کی مثال ایسی ہے جیسا کہ گھومنے والے نقطہ کو اس دائرہ مہر مہر کے ساتھ نسبت ہے جو اس نقطہ کے تیزی کے ساتھ گھومنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے عالم کو ایسے وجود کے ساتھ موجود بنایا ہے جو کہ اس (اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے وجود کا ظل ہے) اور وہ کسی ایسے خارج کے ساتھ خارج نکلا ہوا ہے جو کہ حق سبحانہ کے خارج کا ظل ہے اور اس (اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو عالم کے ساتھ متعارف احاطہ و سر بیان کی کوئی نسبت نہیں ہے لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ سبحانہ و تعالیٰ عالم کو اس طرح احاطہ کئے ہوئے ہے جس کا ہماری عقلیں ادراک نہیں کر سکتیں اور جو ہمارے احاطہ اوہام میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اور تو جان لے کہ نقطہ مذکورہ وجود کے مراتب کے مختلف ہونے کی وجہ سے اس دائرے میں داخل نہیں ہے اور نہ ہی اس سے خارج ہے اس لئے کہ بیشک نقطہ کے وجود کے مرتبہ میں دائرہ کا کوئی اثر و نشان نہیں ہے اور بلاشبہ یہ (دائرہ) ہم کے اندر ہے پس خروج و دخول کی نسبت منصور نہیں ہے اور اس کے باوجود اس دائرے میں اس نقطہ کے سوا کوئی چیز نہیں ہے ساتھ ہی بلاشبہ یہ (دائرہ) اس (نقطہ) کا عین نہیں ہے پس ہم جس بیان کے درپے ہیں اس کو بھی اسی پر قیاس کر لیں پس وہ سبحانہ و تعالیٰ وجود میں اقرب (سب سے قریب) ہے اور وجدان سے ابعداً سب سے دور ہے پس بلاشبہ سیر و سلوک ان کا اپنی اپنی استعداد کے مطابق دائرہ عالم کو طے کرنا ہے تاکہ وہ (سالک)

سورۃ آیت ۱۱۹ و ۱۲۰ و ۱۲۱ . سورۃ آیت ۱۱۶

اس کے ساتھ نقطہ واجب تک پہنچ جائے، اور آپ جان لیں کہ بیشک مومنین کا حشر قیامت کے دن جمع کیا جانا دائرہ عالم کے اس نقطہ پر ہوگا جسے نقطہ اصل سے قریب ہے، بعض مومن اپنے اپنے درجات کے فرق کے مطابق بعض سے اقرب ہوں گے، ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میری سیراب اس نقطہ تک پہنچ گئی ہے جو کہ نقطہ اصل سے زیادہ قریب ہے اور اس سے اوپر کوئی سیر متصور نہیں ہے پس لازماً حشر بھی اسی نقطہ پر سیر ہوگا کیونکہ اس نقطہ سے اوپر سیر متصور نہیں ہے اس سے ماوراء عابدوں کے لئے کچھ نہیں ہے، اس قریب سے میں سمجھتا ہوں کہ وفات کے بعد اور قیامت کے روز اور بہشت میں بعض وہ امور جو کہ اس مقام کی تکمیل کرنے والے ہیں اور اس مقام کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں فائض ہوں گے اور نیز بعض وہ علوم و معارف جو اس دنیا میں ظاہر نہیں ہوتے ہیں اور ان کی شان اس دنیا میں مستور ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کے فضل و کرم سے ظاہر اور منکشف ہوں گے اور اس قسم کے حقائق و دقائق کہ یہاں جن کی شان پوشیدہ رہتا ہے بہت زیادہ ہیں، اگر ان میں سے تھوڑا سا بھی بیان کیا جائے تو مضمون طویل ہو جائے گا۔ والسلام

## مکتوب ۶۴

شہزادہ دین پناہ سلطان محمد اورنگ زیب سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام جہاد اصغر کے فضائل کے بیان اور جہاد اکبر کے معارف کی شرح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ و سلام علی عباده الذین اصطفیٰ اما بعد ذرۃ احقر عرض کرتا ہے کہ ان لوگوں کا وقت و حال کتنا اچھا ہے جنہوں نے اس بہت بڑے کام اور عظیم مہم کے لئے کمر بستہ کو پوسرت خدمت میں چست باندھا ہے اور نیک نیتی کے ساتھ اس سخت سفر کو جو کہ حقیقت میں خیرات و برکات کا پھل دینے والا اور درجات کی ترقی کا وسیلہ ہے دوق و شوق کے ساتھ اختیار کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیشک جنت میں سو درجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے تیار کیا ہے ہر دو درجوں کا درمیانی فاصلہ آسمان و زمین کے درمیانی فاصلے کی مانند ہے اس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک ساعت ٹھہرنا شب قدر کو مکہ مکرمہ میں حج اسود کے نزدیک قیام

۱۸۰  
لے اور حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ آسمان و زمین کے درمیان بقدر پانسو برس کے فاصلہ ہے (مترجم)



کرنے سے بہتر ہے، اس کو امام بیہقی و ابن جان رحمہما اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اس حدیث کے پیش نظر، علمائے کہا ہے کہ اس حساب سے اللہ کی راہ میں ایک ساعت قیام کرنا دس کروڑ مہینوں کے قیام سے بہتر ہے اس لئے کہ لیلۃ القدر کو مکہ مکرمہ میں قیام کرنا مکہ مکرمہ کے علاوہ کسی اور جگہ کے دس کروڑ مہینوں کے قیام کی برابر ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مسلمانوں کے پیچھے کسی ایک رات پہرہ دیتا رہا اس کو ان تمام لوگوں کی برابر جیسے گا جو اس کی پیروی میں (اطمینان سے) روزے رکھ رہے اور نمازیں پڑھ رہے ہیں، اس کو طبرانی نے حیدر اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے علمائے کہا ہے کہ یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ جس حاکم کے علاقہ میں لوگ اس کی حمایت و حفاظت میں امن و امان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس حاکم کے اعمال نامہ میں بھی ان لوگوں کے نیک اعمال کی مثل لکھ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ عظیم کس قدر عالی شان ہے، افسوس کہ یہ ناکارہ اس قسم کی خوشگوار نعمت سے باعتبار ظاہر محروم ہے اور بعض مشکلات اور کاوٹوں کی وجہ سے اس جہاد فی سبیل اللہ کا ناکارہ **يَلِيْتَنِي كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوزَ فَاَفُوزًا عَظِيْمًا** (کاش کہ ان کے ساتھ ہوتا تو میں بھی عظیم کامیابی حاصل کرتا) لیکن باطن کی رو سے اپنے ساتھ ہی جائیں اور دعا و توجہ کی راہ سے جو کہ فقرا کا معمول ہے ممد و معاون تصور فرمائیں، اگر گوشہ نشین فقرا سا لہا سالی تک ریاضت کریں اور چلے کھینچیں (تو بھی) اس عمل کی گز کو نہ پہنچیں، جو طاعات و عبادات اس مقام میں ادا ہوتی ہیں گوشہ نشینی کی طاعات سے کسی گنا زیادہ (فصل) ہیں، اس جگہ کا ذکر و تسبیح کچھ اور ہی ثواب رکھتا ہے اور وہاں کی نماز علیحدہ مرتبہ رکھتی ہے اور اس مقام کے صدقات و نفقات کا درجہ بہت بڑا ہے اور اس معرکہ کے (اندراختی ہونے والے) امراض کا نتیجہ جدا ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس نے جہاد فی سبیل اللہ کے دوران اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کثرت کی پس بیشک اس کے لئے ہر کلمہ کے بدلے ستر ہزار نیکیاں ہوں گی ان میں سے ہر نیکی دس گنا ہوگی اس کے ساتھ کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس اور زیادہ ہوگا، اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور نیز آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میری مسجد میں نماز پڑھنا (کسی دوسری مسجد کی) دس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور مسجد کی حفاظت کی سرزین میں ایک نماز پڑھنا بیس لاکھ نمازوں کی برابر ہے، اس کو ابو الشیخ و ابن جان نے روایت کیا ہے، اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد کی حفاظتی قیام گاہ میں ایک نماز پڑھنا پانسو نمازوں کے برابر ہے اور اس (جہاد فی سبیل اللہ) میں ایک دینار و درہم کا خرچ کرنا اس کے علاوہ (کسی اور نیک راہ) میں سات سو دینار

۱۸۱۔ خرچ کرنے سے افضل ہے، اور نیز آنحضرت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس شخص نے کسی مجاہد فی سبیل اللہ یا کسی غازی کے اہل و عیال کی یا کسی مکاتب غلام کی اس کے آزاد کرنے میں مدد کی تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس روز اپنے سایہ میں رکھے گا جس روز کہ اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا، اس کو احمد و بیہقی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا البیت اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کھڑا ہونا (اگرچہ) وہ اس میں تلوار میان سے نہ نکالے اور وہ نیزے سے کسی کو زخمی بھی نہ کرے اور کسی پر تیر بھی نہ پھینکے ایسی ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے جس میں آنکھ جھپکنے کی مقدار بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کی ہو (رواہ ابن البخاری) نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ یا ایک ساعت بھی بیمار ہو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور اس کے لئے ایک لاکھ ایسے غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھا جائے گا جن میں ہر ایک کی قیمت ایک لاکھ (درہم) ہو، رواہ ابن زنجویہ۔ (اور اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ یہ خدمت و جہم جس کی طرف آپ متوجہ ہیں جہاد فی سبیل اللہ ہی ہے۔ اور ذرا اور ذہبی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرقوع روایت کی ہے کہ آخری زمانے میں ایک قوم ہوگی جن کو روافض کا نام دیا جائے گا وہ اسلام سے رخص (روگردانی و ترک) کریں گے پس تم ان کو قتل کرو کیونکہ بیشک وہ مشرکین ہیں۔ اور دارقطنی نے حضرت علیؑ سے اور انھوں نے آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا عنقریب میرے بعد ایک قوم آئے گی جو بد زبان ہوگی ان کو رافضی کہا جائے گا پس اگر تو ان کو پائے تو قتل کر پس بیشک وہ مشرکین ہیں انھوں نے حضرت علیؑ نے کہا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان میں کیا علامت ہوگی؟ آپ نے فرمایا وہ تیرے بارے میں ان باتوں کا اصادہ کریں گے جو تجھ میں نہیں ہیں، اور سلف (پہلے لوگوں) پر طعن کریں گے اور اس (دارقطنی) نے دوسرے طریق (سند) سے بھی اسی کی مثل روایت کی ہے اور اسی طرح ایک اور طریق سے بھی روایت کیا ہے اور اس میں اس روایت سے یہ الفاظ زیادہ ہیں اور وہ اپنے آپ کو ہم، اہل بیت کے ساتھ منسوب کریں گے حالانکہ وہ ایسے نہیں ہیں اور ان کی نشانی یہ ہے کہ وہ ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سب کریں گے (پرا کہیں گے)۔

اعلیٰ ترین روافضی کی خدمت

فصل بالخبیر (حدیث) رجنا من الجهاد الا صغیر الی الجهاد الا کبیر (اب) ہم جہاد

اصغر (جہاد اعداء) سے جہاد اکبر (جہاد نفس) کی طرف لوٹتے ہیں [حدیث قدسی میں آیا ہے عاد نفسک فانھا انتصبت بمعاداتی] تو اپنے نفس سے دشمنی کر کیونکہ وہ تیری دشمنی پر کمر بستہ ہے [انسان کا نفس امارہ تصدق قلبی اور اقرار لسانی کے باوجود اپنے کفر و انکار پر مصر ہے، آسمانی احکام کی طرف مائل نہیں ہوتا اور احکام الہی جل سلطانہ کی اطاعت نہیں کرتا، وہ نفس] چاہتا ہے کہ سب اس کے مطیع و فرمانبردار ہوں اور

وہ کسی کا مطیع و فرمانبردار نہ ہو، برابری اور خودی کا دعویٰ اس میں راسخ ہے اور انا ربکم  
(میں تمہارا رب ہوں) کی صدا اس کے اندر سے نکلتی رہتی ہے اسی لئے اس (نفس) سے دشمنی رکھنا بارگاہ الہی  
میں پسندیدہ و مقبول ہوا اور شریعت منورہ کے موافق اس کی مخالفت اور اس کے ساتھ جہاد کرنا جہاد اکبر قرار  
پایہ آفاقی دشمنوں کے ساتھ جہاد کا کبھی کبھی اتفاق ہوتا ہے اور اندرونی دشمن (نفس) سے جہاد دائمی ہے  
ارحم الراحمین (اللہ تعالیٰ) نے اپنی کمال رحمت و شفقت سے ایمان حاصل ہونے اور ہمیشہ کے عذاب سے  
نجات پانے کے لئے تصدیق قلبی کو کافی قرار دیا اور نفس کو اقرار و تسلیم کا مکلف نہیں بنایا۔  
چشم دارم کہ دیدار شک مرا حسن قبول آنکہ در ساختہ است قطرہ بارانی را

[وہ اللہ جس نے بارش کے قطرہ کو موتی بنایا ہے میں امید رکھتا ہوں کہ میرے آنسوؤں کو بھی حسن قبول عطا فرمائے۔]

ہاں افراد انسانی میں بعض کا بلین ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کا نفس انارگی سے نکل کر اطمینان  
حاصل کر لیتا ہے اور احکام الہی کا مطیع ہو کر مخالفت کی مجال اس میں باقی نہیں رہتی اور راضی و مقبول  
ہو جاتا ہے آیہ کریمہ **يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً** [اے نفس  
مطمئنہ اپنے رب کی طرف اس طرح لوٹ جا کہ وہ تجھ سے راضی ہو اور تو اس سے راضی ہو] اسی کی شان میں وارد  
ہوئی ہے ایمان کامل اور اسلام حقیقی اسی مقام میں جلوہ افروز ہوتا ہے، یہ ایمان زوال اور خلل سے  
محفوظ ہے بخلاف سابقہ ایمان کے کہ وہ زوال و خلل سے محفوظ نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
نے اسی (کامل) ایمان کی طلب کی ہے، اس موقع پر جبکہ آپ نے امت کی تعلیم کے لئے فرمایا: **اللهم اني  
اسئلك ايمانا ليس بعدا لك كفر** [اے اللہ! میں آپ سے ایسا ایمان طلب کرتا ہوں جس کے بعد کفر نہ ہو] اور آیہ  
**كَرِيمٍ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ الْآيَةُ الْإِيمَانِ وَاللَّهِ يَرِيكُمْ وَأُولَٰئِكَ  
آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ وَالشَّهَادَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ** [اور جو لوگ اللہ اور  
اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی اللہ کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں] میں گویا اسی ایمان کی طرف اشارہ ہے  
اور حدیث **نَفْسٌ لَنْ يَوْمِنَ أَحَدٌ كَمَا حَتَّىٰ يَكُونَ هُوَا تَبَعًا لِمَا جِئْتَ بِهِ** [تم میں سے کوئی شخص اس وقت  
تک ہرگز مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشات نفس میری شریعت کے تابع نہ ہو جائیں] میں یہی ایمان مراد ہے  
صوفیائے کرام کے طریقے میں اولین مطلوب اسلام حقیقی کا حاصل ہونا ہے جو کہ نفس انارہ کے مطیع  
ہونے کے ساتھ وابستہ ہے اور وہ اسلام جو اطمینان نفس سے پہلے محض تصدیق قلبی سے حاصل ہوتا ہے  
(صوفیہ) اس کو مجازی اسلام کہتے ہیں اور اس کو حقیقی اسلام کہتے ہیں: **المجاز ينفى والحقيقة تثبت**

لہ کتب ۸۹ آیت ۲۸۶، ۲۷ سورہ آیت ۱۳۶ سے سورہ ۵۳ آیت ۱۹۔

ولا تنفی [مجاز کی نفی ہو جاتی ہے اور حقیقت ثابت رہتی ہے اور اس کی نفی نہیں ہوتی] ارکان اسلام یعنی نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، جہاد اور تمام نیک اعمال جو اطمینانِ نفس سے پہلے وقوع میں آئے ہیں وہ گویا اعمال کی صورتِ ظاہری شکل ہے، اگر نماز پڑھتا ہے تو نماز کی صورت ہے اور اگر روزہ دار ہے تو روزہ کی صورت ہے اور اسی قیاس پر تمام اعمال ہیں اس لئے کہ نفسِ امارہ ابھی تک اپنی سرکشی اور انکار پر قائم ہے اعمال کی حقیقت کس طرح ظہور میں آسکتی ہے اور جب نفسِ اطمینان کی حالت کو پہنچ جاتا ہے اور سرکشی و بغاوت سے باز آجاتا ہے تب اعمال کی حقیقت حاصل ہوتی ہے اور نماز و روزہ وغیرہما کی حقیقت ادا ہوتی ہے اور اس صورتِ حقیقت کے فرق کے اندازہ ہی سے آخرت میں جنت اور اس کی نعمتوں کے درجات اور قربِ الہی اور آخرت میں رویتِ باری کے مراتب میں فرق کو خیال کر لینا چاہئے۔ مقربین کی جنتوں کو عوامِ مؤمنین کی جنتوں سے کیا نسبت ہے، قطرہ کو دریا کے ساتھ ایک (طرح کی) نسبت ہے کہ یہ دونوں ایک ہی جنس ہیں اور پانی کے اجزا سے مرکب ہیں، ان دونوں میں فرق اجزائی کثرت و قلت سے ہے اور صورت کو حقیقت کے ساتھ کچھ بھی نسبت نہیں ہے رویتِ آخری (آخرت میں دیدارِ باری تعالیٰ) بھی سب کے لئے یکساں نہیں ہے (بلکہ) دیکھنے والوں کے درجات کے فرق کے مطابق اس کے بھی درجات و مراتب ہیں جیسا کہ امامِ غزالی قدس سرہ نے اس کی تصریح کی ہے پس قیاس کرنا چاہئے کہ اہل صورت و اہل حقیقت میں سے ایک کی بے کیف رویت (بائیم) کیا نسبت رکھتی ہوگی۔

بود کہ صدر نشینانِ بارگاہِ قبول کند گوشہ چشمے باہلِ صفتِ تعال

[کاش ایسا ہو کہ بارگاہِ قبولیت کے صدر نشین جوڑوں کی جگہ پر بیٹھے والوں کی طرف بھی نظر کریں (یعنی کن انکھیوں سے دیکھ لیں)] یہ صورت و حقیقت دونوں ہی شریعتِ عالیہ کے دائرہ میں داخل ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری سنتوں اور باطنی انوار سے اخذ کی گئی ہیں، ایک شریعت کی صورت ہے اور دوسری شریعت کی حقیقت ہے پس تمام کمالات کا معدن روشن شریعت ہی قرار پائی اور کوئی کمال ایسا نہیں رہا جسے شریعتِ حقہ کے باہر تلاش کرنے کی ضرورت پڑے، اللہ تعالیٰ کی معرفت کہ جس کو اہل اللہ نے ادراکِ بسیط کے معنی میں قرار دیا ہے اور انسان کے کمال کو اس کے ساتھ وابستہ کیا ہے اس کی تکمیل و کمال بھی نفس کی فنا و اطمینان کے ساتھ وابستہ ہے۔

بیچ کس راتا نگر دوا و فنا نیست رہ در بارگاہِ کبریا

[جب تک کوئی شخص مقامِ فنا حاصل نہ کر لے اس کیلئے بارگاہِ الہی میں باریابی نہیں ہے] پس (ان تمام باتوں کا حاصل کلام یہ ہے کہ) صاحبِ بصیرت عقلمندوں کے لئے ضروری ہے کہ اپنے حاصلِ کار اور نقدِ روزگار (یعنی تمام افعال و اعمال) میں خوب اچھی طرح غور فرمائیں، جو شخص بھی یہ مطلوبہ دولت رکھتا ہے فطوبیٰ لہ و بشریٰ

[تو اس کے لئے مبارکبادی و خوشخبری ہے] جو کچھ اس کی پیدائش سے مقصود تھا وہ بجا لایا اور نعمت اس کے حق میں پوری ہو گئی ورنہ وہ اس کی طلب سے فارغ نہ رہے اور جہاں کہیں سے (اس کی) کوئی بٹاس کے رباغ میں پہنچے اس کے پیچھے جائے (اس کی تلاش کرے)۔

نرسم کہ یار بامانا آشنا بماند تا دامن قیامت این غم بماند  
[میں ڈرتا ہوں کہ (مبارک) محبوب ہمارے (حال) سے نا آشنا رہے (اور قیامت کے دامن تک یہ غم ہمارے ساتھ رہے) والسلام اولاً و آخراً

## مکتوب ۶۵

مولانا حسن علی کے نام تسلیف یعنی آج کا کام کل پر نہ چھوڑنے اور ارادے کی نفی پر ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا  
اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی حقیقت کے ساتھ متحقق کرے اور ہر اس چیز سے ہمیں نجات دے جو معرفت الہیہ سے روکے۔ میرے مخدوم اعمر کا اشرف حصہ جو کہ جوانی کا زمانہ اور قوتوں اور اعضا کی تندرستی کا وقت ہے گذرا جا رہا ہے اور عمر کا رڈل (گھٹیا) حصہ آنے والا ہے، افسوس کہ سب سے اشرف چیز جو کہ معرفت الہی ہے رڈل (گھٹیا) عمر کے حوالہ کیا جائے جو کہ محض مہوم (وہم و خیال) ہے اور اشرف عمر خواہشات نفسانی اور حرص میں جو کہ سب سے رڈیل شے ہے صرف ہو، هلك المسوفون [آج کا کام کل پر ڈالنے والے ہلاک ہو گئے] اس عالم فانی میں نقلین (یعنی انسان جن) کے پیدا کرنے سے مقصود اس معرفت کا حاصل کرنا اور اس قلیل مہلت میں مولائے حقیقی (حق تعالیٰ) کی رضا حاصل کرنا ہے اور ہم جیسے بواہوس لوگ بیپورہ آرزوؤں کے پیچھے اس دولت مطلوبہ سے کب تک محروم رہیں گے اور نفس و شیطان کی رضا و خوشی کے ساتھ اللہ تعالیٰ اجل شانہ کی رضا سے کب تک دور و محروم رہیں گے  
الْمَيَانِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَضْمَحْ قُلُوبُهُمْ لِيَذْكُرُوا اللَّهَ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ عَلَيْهِ [یا ایمان والوں کیلئے ابھی تک وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اس کی یاد اور اس چیز (کی تلاوت) کیلئے جھک جائیں جو حق کی طرف سے نازل ہوئی ہو (یعنی قرآن)]  
کام روئی خواہش پرستی، بیکار آرزوئیں اور بیپورہ تمنائیں اللہ تعالیٰ کی معرفت کیلئے شدید رکاوٹ اور قوی مانع ہیں (یہ مقولہ کہ) جو کچھ تیرا مقصود ہے وہی تیرا معبود ہے آپ نے سن رکھا ہوگا اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ [الایہ] [پس کیا تو نے دیکھا کہ جس شخص نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا] نص قرآنی ہے۔  
عشوة ابلیس از بلیس تست در تو یک یک آرزو ابلیس تست  
گر کنی یک آرزوے خود متام در تو صد ابلیس زاید و السلام

(ابلیس کا فریب تیری ہی تلبیس سے ہے، تجھ میں ایک ایک آرزو تیرا ابلیس ہے، اگر تو اپنی ایک آرزو پوری کرے گا تو وہ تجھ میں سینکڑوں ابلیس پیدا کر دے گی والسلام)۔

## مکتوب ۶۶

مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام اٹمن کے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ وارث عظیم پر مشتمل تھا۔  
الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ، آپ کے مکتوب گرامی کے بعد دیگرے وصول ہوئے اور نسلی بخش حالات واضح ہوئے، قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا [آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب میرا علم زیادہ کر دے] جو وارث قوی (اعلیٰ کیفیت) کہ ظہر کی نماز میں آپ کو ظاہر ہوئی اور جو آپ کے اندر کامل تصرف کر کے آپ کو اپنے شکار میں لے آئی تھی وہ بھی واضح ہو کر روحانی لذتوں کا سبب بنی، اس پر اور اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں پر اس کا حمد و شکر ہے، شاید کہ شیون الہیہ جل سلطانہ میں سے کسی شان کی تجلی ہو جو کہ اس اصالت کی مناسبت کی وجہ سے جو وہ آپ کے مبداء تعین کے ساتھ رکھتی ہے ظاہر ہوئی ہو اور آپ نے اپنے آپ سے بخود کر کے آپ کی زبان پر اسرار و معارف کے ساتھ گویا ہوئی ہو اور اپنے ساتھ بقا بخشی ہو، اِنَّ الْمَلٰٓئِکَةَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اَعۡزَۃَ اَہْلِهَا اِذۡلَتۡہَا [بیشک جب بادشاہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو خراب کر دیتے ہیں اور اس کے باعزت لوگوں کو ذلیل کرتے ہیں] یا ذات نے اس شان کے ساتھ متلبس ہو کر فنا و بقا بخشی ہو، ہو سکتا ہے کہ اس معاملہ کا ظہور اس واقعہ کی تعبیر ہو جو کہ آپ نے دیکھا تھا کہ میں ایک دیوار پر بایر تکلا ہوا ہوں لوگ کہتے ہیں یہ عشق کی دیوار ہے الخ یہ معاملہ گویا اس دیوار کی دوسری طرف سے تعلق رکھتا ہے اور یہ دیوار رزخ ہے جو کہ مبداء تعین ہے اس لئے کہ مبداء تعین عاشق و معشوق کے درمیان رزخ ہے اور راہ وصول اس میں منحصر ہے اور اس وقت میں چونکہ قوت باطنی اتنی نہیں تھی اس لئے اس دیوار سے ہوا میں ہو گئے تھے اور اس کے اوپر کوئی بلندی حاصل نہیں کی اب قوت کی وجہ سے جو کہ آپ کو حاصل ہو گئی ہے بلندی حاصل کر لی ہے اور دیکھا جو کچھ کہ آپ نے دیکھا، اور شیخ حسن چونکہ آپ کے ساتھ محبت کا تعلق صحیح رکھتا ہے احتمال ہے کہ اس نسبت کا پرتو اندر لڑج کے طور پر اس پر پڑا ہو۔

آپ جان لیں کہ شان کمال ذاتی سے عبارت ہے جو کہ ذات تعالیٰ پر زائد نہیں ہے اور غیب القیب میں ملی ہوئی ہے اور حجب حق سبحانہ و تعالیٰ کا علم کمالات ذاتیہ سے متعلق ہوا تو ملے ہوئے کمالات علم میں تمیز و

تفصیل حاصل کر لی اور مبادی تعینات سے مراد یہی مفصلہ کمالات ہیں، ہر ایک کمال اشخاص میں سے کسی ایک شخص کا مبداء تعین ہے اور ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کی تحقیق کے مطابق صفات سبعہ یا ثمانیہ کے لئے وجودِ علمی کے علاوہ بھی خارج میں ایک ثبوت ہے جیسا کہ اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سبھم (اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے) کا مذہب ہے مختصر یہ ہے کہ وہ کمال اس علمی کمال کی اصل میں ملا ہوا ہے اور یہ علمی کمال اس کا نفل ہے لیکن اس کمال کا بطون کے مرتبے سے ظاہر ہوتا اس علمی کمال کے سبب سے ہے، ہو سکتا ہے کہ اسی اعتبار سے ایک بزرگ نے (یہ) کہا ہو

و لدت اھی اباہا ان ذامن اعجابات

(میری ماں نے اپنے باپ کو جنا اور بیشک یہ بات نہایت عجیب باتوں میں سے ہے) اس نے ماں اپنے عین ثابتنہ کو کہا ہو گا جو کہ اس کا مبداء تعین ہے اور اس ماں کا باپ شانِ الہی کو کہا ہو گا جو کہ اس کی اصل ہے اور چونکہ عین ثابتنہ اس شان کے بطون کے مرتبے سے ظہور کا سبب و ولادت کو جو کہ اس ظہور کا سبب ہی دوسری طرف سے بھی ثابت کیا و السلام

## مکتوب ۶۷

مخدوم زادہ عالی قدر جامع علوم ظاہری و باطنی خواجہ محمد نقشبند سلمہ ربہ کی خدمت میں مسئلہ کلام الہی جل شانہ کے بارے میں علما کا مذہب بیان کرنے اور اس مسئلہ میں حضرت مجد الف ثانی قدس سرہ کی تحقیق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

کلام الہی کے مسئلہ میں اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سبھم (اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے) کا مذہب یہ ہے کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ازل سے اب تک ایک ہی بسیط حقیقی کلام کے ساتھ متکلم ہے، تنگتر (کثیر ہونا) اور تفصیل کی اس میں کوئی گنجائش نہیں ہے وہ حضرات فرماتے ہیں کہ اسی ایک بسیط کلمہ سے امر و نہی پیدا ہوتے ہیں اور اسی ایک کلمہ بسیط سے استفہام (پوچھنا) تمہنی (خواہش کرنا) ترجیحی (امید کرنا) اخبار (خبر دینا) و عمیر (ڈرانا) اور وعدہ صادر ہوا ہے اور وہی کلمہ بسیط ہے کہ جس سے فرقان اور تورات کا نام پایا ہے اور زبور و انجیل کے ساتھ تفصیل اختیار کی ہے اس مقام میں ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) رضی اللہ عنہ کا ایک مفرد قول اور تحقیق کے بعد ایک تدریق ہے اور وہ یہ ہے کہ کلام الہی جل شانہ میں اجمال و عدم تجزی (اجزائے ہونے) کے باوجود تفصیل بھی ثابت ہے اور وسعت و تمیز بھی موجود ہے، بسیط ہونے کے باوجود امر نہی سے ممتاز اور اخبار انشا سے جدا ہے جیسا کہ ہم مرتبہ

ذات تعالیٰ میں اجمال کے باوجود تفصیل و وسعت کا اثبات (بھی) کرتے ہیں کیونکہ وسعت و تفصیل بھی صفات کمال میں سے ہے اللہ تعالیٰ و تقدس نے فرمایا ہے: **وَاللّٰهُ وَّاسِعٌ عَلِيْمٌ** اور اللہ بہت وسعت اور علم والا ہے) جانتا چاہئے کہ ہم اس مرتبہ عالیہ میں جس اجمال و تفصیل کا اثبات کرتے ہیں یہ وہ اجمال و تفصیل نہیں ہے جو ہماری سمجھ میں آجائے اور ہم اس کا ادراک کر لیں کیونکہ اس سے ٹکڑے اور اجزا ہونا لازم آتا ہے تعالیٰ اللہ عن ذلك علواً کبیراً (اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بہت ہی بلند ہے) بلکہ (یہ اجمال و تفصیل بھی) ذات و صفات کی طرح بیچون و بیچگونہ ہے عرفت ربی **مجمع الاضداد** [میں نے اپنے رب کو اضداد کے جمع ہونے سے پہچانا] اور یہ معرفت اگرچہ طریقہ عقل کے ماوراء ہے لیکن صحیح کشف اور صریح الہام سے اس کی تائید ہو چکی ہے اور جس تمیز کی علمائے کرام نے نفی کی ہے یہ وہ تمیز ہے جو کہ چون و چاند کی قسم سے ہے کہ یہ بسیط ہونے کے منافی ہے۔

(فائدہ) چونکہ اس بارگاہ میں لفظ اجمال و وحدت کو لفظ تفصیل و کثرت کے مقابلہ میں زیادہ مناسبت ہے اس لئے کہ تفصیل و کثرت کا لفظ ٹکڑے اور اجزا ہونے کا وہم پیدا کرتا ہے اسی لئے (بزرگوں نے) اس بلند بارگاہ پر اطلاق کے لئے لفظ اجمال و وحدت کو اختیار کیا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اس اجمال و تفصیل سے جو کہ ہماری سمجھ میں آتی ہے منزہ و میرا (پاک و بری) ہے، اور اگر ہم نے چون و وحدت و وسعت کے الفاظ اختیار کریں تو دونوں ثابت ہیں، فافہم ولا تکن من القاصرین [پس سمجھ لیجئے اور قاصرین میں سے نہ ہو جائیے]۔

## مکتوب ۶۸

مکتب خادمان محمد عبید اللہ عفی عنہ کے نام بعض مراتب اصول کو اجمال کے طریق پر بیان کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ بذات خود موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ خواہ وہ وجود عیناً (عین ذات کے طور پر) ہو یا زائداً ہو اور اسی طرح اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کے ساتھ موجود ہیں نہ کہ وجود کے ساتھ کیونکہ اس بارگاہ قدس میں وجود کے لئے گنجائش نہیں ہے اور اسی طرح وجوب و امکان کو (بھی) اس بلند مرتبہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے اس لئے کہ یہ دونوں (وجوب و امکان) وجود اور باہمیت کے

۱۷۲  
۱۷۱  
۱۷۰  
۱۶۹  
۱۶۸  
۱۶۷  
۱۶۶  
۱۶۵  
۱۶۴  
۱۶۳  
۱۶۲  
۱۶۱  
۱۶۰  
۱۵۹  
۱۵۸  
۱۵۷  
۱۵۶  
۱۵۵  
۱۵۴  
۱۵۳  
۱۵۲  
۱۵۱  
۱۵۰  
۱۴۹  
۱۴۸  
۱۴۷  
۱۴۶  
۱۴۵  
۱۴۴  
۱۴۳  
۱۴۲  
۱۴۱  
۱۴۰  
۱۳۹  
۱۳۸  
۱۳۷  
۱۳۶  
۱۳۵  
۱۳۴  
۱۳۳  
۱۳۲  
۱۳۱  
۱۳۰  
۱۲۹  
۱۲۸  
۱۲۷  
۱۲۶  
۱۲۵  
۱۲۴  
۱۲۳  
۱۲۲  
۱۲۱  
۱۲۰  
۱۱۹  
۱۱۸  
۱۱۷  
۱۱۶  
۱۱۵  
۱۱۴  
۱۱۳  
۱۱۲  
۱۱۱  
۱۱۰  
۱۰۹  
۱۰۸  
۱۰۷  
۱۰۶  
۱۰۵  
۱۰۴  
۱۰۳  
۱۰۲  
۱۰۱  
۱۰۰  
۹۹  
۹۸  
۹۷  
۹۶  
۹۵  
۹۴  
۹۳  
۹۲  
۹۱  
۹۰  
۸۹  
۸۸  
۸۷  
۸۶  
۸۵  
۸۴  
۸۳  
۸۲  
۸۱  
۸۰  
۷۹  
۷۸  
۷۷  
۷۶  
۷۵  
۷۴  
۷۳  
۷۲  
۷۱  
۷۰  
۶۹  
۶۸  
۶۷  
۶۶  
۶۵  
۶۴  
۶۳  
۶۲  
۶۱  
۶۰  
۵۹  
۵۸  
۵۷  
۵۶  
۵۵  
۵۴  
۵۳  
۵۲  
۵۱  
۵۰  
۴۹  
۴۸  
۴۷  
۴۶  
۴۵  
۴۴  
۴۳  
۴۲  
۴۱  
۴۰  
۳۹  
۳۸  
۳۷  
۳۶  
۳۵  
۳۴  
۳۳  
۳۲  
۳۱  
۳۰  
۲۹  
۲۸  
۲۷  
۲۶  
۲۵  
۲۴  
۲۳  
۲۲  
۲۱  
۲۰  
۱۹  
۱۸  
۱۷  
۱۶  
۱۵  
۱۴  
۱۳  
۱۲  
۱۱  
۱۰  
۹  
۸  
۷  
۶  
۵  
۴  
۳  
۲  
۱



درمیان نسبتیں ہیں پس جبکہ وہاں وجود ہی نہیں ہے تو وجوب و امکان بھی نہیں ہے، ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ "جس قدر گہری نظر سے دُور دُور تک پہنچا جاتا ہے محسوس ہوتا ہے کہ اس مرتبہ عالیہ میں ذات ایسی آٹھ صفات کے ساتھ ہے جو کہ ایک دوسرے سے متمیز ہیں حقیقت میں اس کے علاوہ کوئی اور امر خواہ وجود ہو یا وجوب نہیں پایا جاتا، اس مرتبہ کے اوپر ایک ایسا مرتبہ ہے جہاں یہ صفات حضرت ذات تعالیٰ و تقدس میں محض اعتبارات ہیں اور وہ ذات تعالیٰ پر زائد نہیں ہیں، ہاں صرف اس قدر کہ ان اعتبارات کو اس مرتبہ میں ایک دوسرے کے ساتھ متمیز ثابت ہے اور اس مرتبہ کے اوپر ایک ایسا مرتبہ ہے کہ وہاں یہ تمیز بھی موجود نہیں ہے اور محض اعتبارات کے سوا کوئی اور امر مفہوم نہیں ہوتا، اور اس مرتبہ کے اوپر وہ مرتبہ مقدس ہے جہاں کوئی اعتبار بھی ملحوظ نہیں ہے اور جہل و حیرت اس مقام کے لئے لازم ہے جانتا چاہئے کہ پہلے تینوں مرتبوں میں چونکہ ذات تعالیٰ صفات کے ساتھ ملحوظ ہے (اس لئے مثالی صورت دائرہ کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے اور دو قوس ظاہر ہوتی ہیں ان میں سے ایک قوس سے ذات مراد ہے اور دوسری قوس صفات سے عبارت ہے اور آخری مرتبہ میں چونکہ کوئی اعتبار و اضافت ملحوظ نہیں ہے لازماً مثالی صورت میں نصف دائرہ جو کہ ذات کی ایک قوس سے کنایہ ہو گا ظاہر ہوتا ہے اور یہی ستر ہے کہ ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) نے طریقہ کے بیان والے مکتوب میں لکھا ہے کہ "اس مرتبہ میں ایک قوس کے علاوہ ظاہر نہیں ہوا یہاں کوئی ستر (بھید) ہو گا کہ جس ستر پر اطلاع نہیں دی گئی"۔ جانتا چاہئے کہ ان چاروں قسم کے مراتب میں سے پہلا مرتبہ جو کہ مرتبہ صفات لطیفہ روح کے نصیب ہے اور دوسرا مرتبہ جو کہ شیونات کا مقام ہے لطیفہ ستر کے نصیب ہے اور تیسرا مرتبہ جو کہ تنزیہ و تقدس کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے لطیفہ خفی کے نصیب ہے اور چوتھا مرتبہ اخفی کے نصیب ہے اور قلب کا نصیب مرتبہ افعال سے ہے جو کہ ان (چاروں) مراتب سے نیچے ہے، عالم امر کے ان چاروں قسم کے مرتبوں سے گزرنے کے بعد معاملہ عالم خلق کے ساتھ چاڑھتا ہے، والسلام

۱۸۸

## مکتوب ۶۹

مخالف آگاہ خواجہ محمد صدیق کشمیری و خواجہ محمد صالح کولابی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ عارف خواہ کمال الکمال تک پہنچ جائے اس کو ذات تعالیٰ و تقدس کے بعض وجوہ میں سے حصہ ملے گا اور بعض کامل اولیا ایسے ہوں گے کہ جن کو ذات سبحانہ و تعالیٰ کے تمام وجوہ سے حصہ ملے گا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى، آپ کے دونوں گرامی التفات ناموں نے مشرف کیا اللہ تعالیٰ کے کرم کے امیدوار رہیں۔ ع

تاریکی دروں آپ جیات مست [تاریکی کے اندر آب جیات ہے] غور سے سنیں، جب کوئی عارف و صول کے مقامات کو طے کر کے معاملہ ایسے مقام تک پہنچا لیتا ہے جو کہ قرب کی منزلوں میں اس کی ترقیات کا نتیجہ (آخری درجہ) ہے تو یقیناً اس کا نصیب ذات کی بعض وجوہ سے ہوگا جو کہ اس اسم کے اصول میں سے ایک اصل ہے جو اس عارف کا مبداء تعین ہے اور اسم کی جامعیت کے مطابق اس وجہ میں بھی جامعیت ہوگی اور جب قدر اسم زیادہ جامع ہوگا وجہ بھی اسی قدر جامع ہوگی لیکن تمام وجوہ سے حصہ ملنا اور بات ہے اور ایک ایسی وجہ سے جو کہ تمام وجوہ کی جامع ہے حصہ ملنا اور بات ہے جیسا کہ سمجھ دار آدمی پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے۔

اگرچہ عارف کا معاملہ اصول اور اصول اصول سے اوپر چلا جائے لیکن اپنے اس اسم کے مطابق جو کہ اس کا مرتبی ترتیب کرنے والا ہے پابندی کو بھی اپنے ساتھ لے جائے گا اور وہ تمام وجوہ سے تفصیل کے طور پر حصہ نہیں پائے گا، اگرچہ وصول کے پہلے مرتبہ میں اس وجہ کو تمام وجوہ میں مستہلک (فانی) پائے اور متمیز (ممتاز) نہ دیکھے لیکن حقیقت میں وہ ممتاز ہے جب اس مقام میں پوری طرح قرار حاصل کر لے گا اور نظر کی تیزی رکھتا ہوگا تو متمیز (انتیاز) کو پالے گا۔ جب آپ کو یہ معرفت معلوم ہوگئی تو اور اس سے زیادہ عجیب اور زیادہ گہری معرفت سنیں۔ بعض کا یلین اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ان کو تمام وجوہ سے حصہ ملتا ہے اس کا بیان یہ ہے کہ اس وجہ کو جو کہ اس اسم کی اصل ہے جو اس سالک کا مبداء تعین ہے دوسری وجوہ کے ساتھ ایک ماہبہ الا شتراک (مشترکہ جزو) ہے وہ اس ماہبہ الا شتراک کے ذریعے سے تمام وجوہ سے حصہ حاصل کرے گا کیونکہ نوع کو اپنی جنس کی طرف شاہراہ ہے۔ سوال، ماہیت ماہبہ الا شتراک اور ماہبہ الا شتراک سے مرکب ہے اور ہر ایک کی خصوصیات علیحدہ ہیں تو کیا یہ ممکن ہے کہ تمام وجوہ ماہبہ الا شتراک سے بھی کچھ حصہ حاصل کر لے۔

ہم جواب دیں) کہتے ہیں چونکہ ماہبہ الا شتراک کو ماہبہ الا شتراک پر صدق ہے اگرچہ عرضی ہے اس لئے کہ جنس خاص اپنی انواع کی فصول کے لئے عرضی عام (ہوتی) ہے پس اس وجہ سے وہ ماہبہ الا شتراک سے بھی پورا حصہ حاصل کر لے گا اور عرضی عام کے ذریعے سے اس کے افراد کو پہنچ جائے گا اور ذات تعالیٰ کی تمام وجوہ سے مفصل طور پر حصہ پالے گا اور تمام کمالات سے جن کا حاصل ہونا نوع بشر میں ممکن ہے خاتم الانبیاء علیہ وسلم افضل الصلوٰت واکمل التحیات والتسلیمات کے طفیل سے حصہ حاصل کر لے گا، یہ معرفت انبیائے کرام علیہم التحیات والبرکات کے بعد ہمارے حضرت عالی قدس اللہ سرہ الاقدس کی خاص معرفتوں اور ان کے مخصوص کمالات میں سے ہے۔

## مکتوبات

ملا محمد افضل ولد شیخ بدر الدین سرمنہدی کے نام حدیث القبر و روضۃ من ریاض الجنۃ کے معنی او  
اس بشارت کے بیان میں کہ جس کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ شرف ہوئے ہیں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم بسم اللہ العظیم ومصیبا علی رسولہ الکریم والجمعین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
اس حدیث شریف میں آیا ہے کہ القبر و روضۃ من ریاض الجنۃ [قبر جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے] قبر کے باغ ہونے  
سے مراد (بظاہر) یہ ہے کہ جو پردہ اور مسافت بقعہ قبر اور جنّت کے درمیان واقع ہے وور ہو جاتی ہے اور ان  
دونوں مقاموں کے درمیان کوئی پردہ اور کاوٹ باقی نہیں رہتی گویا زمین بقعہ قبر کو جنّت کے ساتھ فنا و بقا حاصل  
ہو جاتی ہے پس سمجھ لیجئے۔ اور یہی معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے بھی ہیں عابین قبری و منبری  
روضۃ من ریاض الجنۃ [میری قبر اور میرے منبر کا درمیانی حصہ جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے] بیاننا چاہئے کہ اس  
طرح کا بلوغ خاص انخواص حضرات کے لئے مخصوص ہے ہر مومن کو میسر نہیں ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ جب  
مومنوں کی قبریں ایک طرح کی صفائی اور تورا نیت پیدا کر لیتی ہیں تو ان میں اس بات کی صلاحیت پیدا ہو جاتی  
ہے کہ جنّت کا عکس ان قبروں پر منعکس ہو جائے اور صفائی حاصل کئے ہوئے آئینہ کی طرح ہو جائیں۔

پوشیدہ نہ رہے کہ ہمارے حضرت عالی مجدد الف ثانی (قدس سرہ) کو بھی سرور دین و دنیا علیہ افضل الصلوٰۃ  
واکمل التیمات کے غایت درجہ کے اتباع کی وجہ سے یہ بشارت دی گئی تھی کہ روضۃ منبر کہ جس میں آنجناب کی قبر مبارک  
ہے اور اس روضۃ مقدسہ کا صحن قدیم جنّت کے باغوں میں سے ایک بلوغ ہے (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) فرماتے تھے کہ  
مجھے اس بات کی بشارت دی گئی کہ اگر اس مشہور روضہ کی مٹی کی ایک مٹھی کسی شخص کی قبر میں ڈالیں تو بہت بڑی امیدیا  
ہیں پس جو شخص اس روضہ میں دفن ہوا اس کیلئے کیا کچھ بشارت ہوگی الحمد للہ رب العالمین الصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ حمجین۔

## مکتوبات

محمد مومن بیگ کاہلی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ماسوی اللہ سے تعلق رکھنا نہایت شدید مرض ہے  
سلام علیکم طبتہم [تم پر سلام ہو تم خوش رہو] سے

ہرچہ جز عشق خدائے احسن است گر شکر خوردن بود جاں گزند است  
[اللہ تعالیٰ کے عشق کے بغیر کوئی چیز خواہ کتنی ہی اچھی ہو اگرچہ وہ شکر (مٹھائی) کھانا ہی ہو وہ بھی جان لیوا ہے]

حق سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کسی چیز کی محبت میں گرفتار ہونا دل کا نہایت شدید مرض ہے اس کے ازالہ کی فکر کرنا سب سے زیادہ اہم کام ہے۔ ع

درخانہ اگر کس است یک حرف بس است (اگر کلمہ میں کوئی ہے تو اس کے لئے ایک حرف کافی ہے)

## مکتوب ۲

ملا مسافر کے نام قضائے الہی جل شانہ پر راضی رہنے کی ترغیب میں تحریر فرمایا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم برادر م ملا مسافر خیر و عاقبت سے رہیں اور یاد الہی جل شانہ کے ساتھ خوش و خرم رہیں، آپ کے مکتوبات موصول ہوئے، جو رنج و غم بھی (انسان کو) پہنچتا ہے چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ارادے اور تقدیر سے ہے اس لئے رضامندی کے سوا کوئی چارہ و تدبیر نہیں ہے طاعات کے معمولات پر مستعد رہیں اور تکالیف و امراض پر صبر و تحمل کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عاقبت طلب کرتے رہیں اور مخلوق میں سے کسی کو درمیان میں نہ دیکھیں اور تمام امور کو حق سبحانہ و تعالیٰ ہی کی طرف سے جانیں اور اس کے دور کرنے کو بھی اسی سے چاہیں کیونکہ اس سبحانہ و تعالیٰ کی تقدیر کے بغیر کوئی شخص کسی کو ضرر نہیں پہنچا سکتا اور اس کے ارادہ کے بغیر کوئی شخص ضرر (تکلیف) کو دور نہیں کر سکتا بندگی کا راستہ یہی ہے۔ والسلام

## مکتوب ۳

مولانا حسن علی کے نام ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انھوں نے مرزا عبید اللہ کے نام والے مکتوب پر کیا تھا۔

بسم اللہ حامداً و مصلياً اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے اور رسول اللہ پر درود بھیجتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں)۔ برادر م ملا حسن علی تے اللہ تعالیٰ اس کے حال کو اچھا کرے اور اس کی تمنائوں کو پورا فرمائے، میرے ایک مکتوب تمام برادر م عبید اللہ بیگ (مکتوب ۲۹ جس کا ترجمہ گذر چکا ہے) پر ایک شبہ تحریر کیا اور جواب طلب کیا تھا کہ ”اچھے اور بُرے میں فرق و امتیاز مقام شریعت میں ہے چنانچہ انھوں نے ایک رسالہ میں دیکھا ہے کہ طریقت میں سراسر صلح اور ہر شخص کے ساتھ دوستی ہے بخلاف شریعت کے کہ اس میں دشمنوں کے ساتھ جنگ ہے اور دوستوں کے ساتھ صلح ہوتی ہے انہ ”عجیب و اہیات شبہ ہے (بھلا) طریقت کا شریعت سے کیا مقابلہ اور کونسی مساوات ہے، شریعت متورہ ایسی وحی قطعی سے ثابت ہوئی ہے کہ جس میں شک و شبہ کی ہرگز کوئی گنجائش

ہیں یا نہیں ہے اور اس کے احکام کے لئے ہرگز نسخ و تبدیل نہیں ہے قیامت قائم ہونے تک یہ احکام باقی ہیں اور اس  
 شریعت کے مقتضی پر عمل کرنا ہر خاص و عام کے لئے ضروری و لازمی ہے، طریقت اس کے احکام کو ہرگز رفع و نہی  
 نہیں کر سکتی اور اپنے اہل (اہل طریقت) کو تکالیف شرعیہ سے آزاد نہیں کر سکتی، اہل سنت و جماعت کے قطعی  
 عقائد میں سے (یہ عقیدہ بھی) ہے کہ بتدہ (ہوش و حواس کی حالت میں) ہرگز ایسے مقام کو نہیں پہنچ  
 سکتا کہ تکالیف شرعیہ اس سے ساقط ہو جائیں (اس پر فرض و واجب نہ رہیں) جو شخص اس کے خلاف عقیدہ  
 رکھتا ہے وہ اہل اسلام کے گروہ سے خارج ہے جس جماعت کو حق سبحانہ و تعالیٰ اپنا دشمن قرار دے اور ان کے  
 ساتھ دشمنی و سختی و جہاد و قتال کرنے کا حکم دے اس جماعت کے ساتھ صلح و دوستی کرنا قاعدہ اسلام سے  
 باغی و خارج ہے، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا دعویٰ اس کے ساتھ جمع نہیں  
 ہو سکتا اور اس بات کی طرف جاتے نہیں رہتا کیونکہ محبوب کی اطاعت اور محبوب کے دوستوں سے محبت  
 کرنا اور اس کے دشمنوں سے تبری و بیزاری کرنا مقام محبت کے لوازم ہیں سے ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ اس راہ کے بعض سالکین پر بعض ایسے امور جو بظاہر کتاب و سنت کے  
 مخالف ہوتے ہیں بکثرت وارد ہوتے رہتے ہیں کہ آخر ان سے گزریا ہی پڑتا ہے ایسے وقت میں شریعت کی  
 باگ ڈور کو ہاتھ سے نہرے اور سنت کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لے (یعنی مضبوطی سے سنت پر عمل کرے)  
 اور اپنے کشف و وجدان کے برخلاف اہل سنت و جماعت کی تقلید پر اعتقاد و عمل اختیار کرے (بعض  
 اوقات) اس راستہ کے خس و خاشاک اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ الْاَیُّہُ [بیشک میں ہی اللہ ہوں] کی صدا بلند کرتے ہیں اور  
 سالک بیچارہ کو اعلیٰ مطالب سے باز رکھ کر اپنی پرستش (عبادت) کی دعوت دیتے ہیں، ایسے وقت میں  
 صاحب استقامت سالک کو چاہئے کہ خلیل (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی متابعت تلاش کرے اور  
 لَا اِحْبَابُ الْاَقْلِیْنَ [میں زائل ہونے والی چیزوں سے محبت نہیں کرتا] کہے اور وَجَّهْتُ وَجْہِیْ الْاَیُّہُ  
 [میں نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر لیا] کے مصداق غیب الغیب کی طرف دوڑے اور اللہ تعالیٰ کے  
 حبیب (حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی متابعت کے ذریعہ نظر کی کجی میں  
 مبتلا نہ ہو، اور کبھی (سالک) اپنے آپ کو ان حضرات کے مساوی جانتا ہے جو بالاجملہ اس سے افضل ہیں  
 اور کبھی (اپنے آپ کو ان سے) افضل دیکھتا ہے، مسجد اور بیت خانہ کو یکساں خیال کرتا ہے اور اسلام اور  
 کفر کو برابر پاتا ہے اگر (ایسا سالک) اعتقاد و عمل میں کتاب و سنت کی باگ ڈور کو ہاتھ سے نہرے تو وہ معذو  
 ہے کیونکہ وہ کشف و وجدان میں اختیار نہیں رکھتا، والسلام اولاً و آخراً۔

۱۔ سورہ آیت ۳۲، سورہ آیت ۳۳، سورہ آیت ۳۹۔

# مکتوب

حقائق آگاہ نعمت اللہ قادری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ سبقت اصل کی طرف سے ہے اور ظل میں جو کچھ ہے وہ اصل سے مستعار ہے اور اصل سے ظل کا نصیب اصحلال ہے۔

بسم اللہ حامداً ومصلياً، آپ کے عنایت نامہ نامی اور مکتوب گرامی نے جو کہ آپ نے اس بے حال کے نام تحریر فرمایا تھا مشرف کیا، امید رکھتا ہے کہ اسی طریق پر اس ناکارہ کو کبھی کبھی اپنے محبت سے پرنو دل کے پہلو میں جگہ دیتے رہیں گے اور خاص اذواق کے ساتھ توانا تے رہیں گے (اس جانب سے) کسی خط کی سبقت کے بغیر اس مکتوب کا وارد ہونا جو کہ عین مہربانی سے تھا ایک غیر متزنیہ نعمت تھی اس کے وصول ہونے سے فتوحات و ترقیات کا امیدوار ہوا، بیشک سبقت برزگوں (ہی کی طرف) سے ہوتی ہے اور کرم کرمیوں (ہی کی جانب) سے ثنایاں ہے۔

درختہ بکدر خدائی ماند ہمہ چیز (گھر کی ہر چیز گھر کے مالک ہی کی ہوتی ہے)

پہلے ہی سے ایسا دستور چلا آ رہا ہے اور شوق کا اشد ہونا اصل ہی کی طرف منسوب ہوا ہے بدایت (شروع ہونا) مبداء سے اور آغاز اصل سے ہے، **يُحْيِيهِمْ وَيُجَيِّبُونَ لَهُمُ مَا سَأَلُوا** (وہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں) جو خیر و کمال کہ ظل رکھتا ہے وہ سب اصل سے مستفاد و مستعار ہے ظل بذات خود کسی چیز میں استقلال

نہیں رکھتا اگر وہ خیر و کمال کی نسبت اپنی طرف کرے تو وہ خائن ہے اور اصل کے ساتھ برابری کا دعویٰ کرتا ہے اس کے حق میں کمال یہ ہے کہ کمال کی نفی کرے اور نیکی یہ ہے کہ وہ نیکی کی نفی کرے، جو حصہ کہ وہ اصل سے رکھتا ہے منسبات (تعلقات) کے مطابق اس کے ساتھ محو و متلاشی (فانی) ہے جس قدر اصل کا ظہور زیادہ ہوگا اسی قدر ظل کا محو و لائتے ہونا زیادہ ہوگا بیچارہ (ظل) جو کہ نفی ہونے کے سوا اصل سے کچھ حصہ نہیں رکھتا اس کے کمال سے کیا خبر رکھے گا اور اس کے جمال کا کس طرح پتہ لگائے گا۔

گیرم کہ بغمخانہ یا یار خسراں کو حوصلہ و طاقت دیدار کہ دارد

[میں مانتا ہوں کہ ہمارے غم خانہ (دل) میں یار خوش خرام ہے لیکن اس کے دیدار کا حوصلہ و طاقت کس کو ہے]۔

لے میری امید گاہ! اس وقت میں جو کہ عہد نبوت سے دوری کا زمانہ ہے اور سنت کے انوار کی کمی اور بدعت کی ظلمات کے هجوم کا وقت ہے آپ جیسے شاہبازوں کا وجود بہت غنیمت ہے اگر ہم جیسے گنہگار کے گوشہ نشین گم نامی کے کونے میں ہزاروں ریاضتیں بھی کریں اور ہاتھ پیریاں (تویہ) آپ کے اس ایک کلمہ حق کے برابر نہیں ہوتا

دل بہ بادشاہوں کے دل میں اثر کر جائے اور (بلکہ ہماری ریاضتیں) اس کی گرد کو بھی نہیں بچ سکتیں،  
تو اس سبب سے تعالیٰ نے بادشاہوں کو دنیا میں جسم کے اندر روح کی مانند بنایا ہے کہ روح کی درستی جسم <sup>۱۹۳</sup>  
کی درستی ہے اور روح کا فساد (خرابی) جسم کا فساد ہے اسی طرح سلاطین کی اصلاح تمام عالم (دنیا) کی  
اصلاح ہے (بھلا) کو نسا عمل ہے جو اس کی گرد کو پیچھے۔

میرے مکرم بھائی کے آثار والے شیخ محمد صالح جو کہ مجالس اور محروکوں میں آپ کے ثنا گو اور آپ کے  
کلمہ لایف جلیلہ کی اشاعت کرنے والے ہیں اور آپ کے اخلاق و احسان کی باتیں سنا رہتے ہیں چونکہ ان  
کا (درد یعنی آپ) کی طرف جارہے تھے اپنی ناقابلیتوں کے باوجود وہ غیر مربوط کلمات کے ساتھ اپنے آپ کو  
معتدل میں یاد کرایا اور آپ کے اوقات شریف میں خلل انداز ہوا ہوں، آپ کے افادہ و ارشاد کے  
سبب انہی سا یہ انداز اور دراز رہیں۔

## مکتوب

مرزا ظاہر بیگ کے نام اس بابے میں تحریر فرمایا کہ ذکر کو کسی غرض کے ساتھ مخلوط نہ کریں اگرچہ مزاجیہ احوال ہی ہوں۔  
اللہ تعالیٰ اپنے ماسوی کی غلامی سے آزاد کرے اور مدارج قرب میں ترقیات عطا فرمائے،  
تو بلا حول و بندہ وہ ہے جو دائمی ذکر کے ساتھ متصف ہو اور ایک لمحہ بھی غفلت اور خواہش نفسانی میں  
نہ لگے۔ قول نہ ہو اور ذکر کو اپنی اغراض سے آلودہ نہ کرے اور اخلاص والا ہو بلکہ اپنے احوال و مزاج کا بھی  
تلاش میں لحاظ و خیال نہ کرے، آیت کریمہ **فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ** اللہ (تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا) کے  
معنی بقا بقا ضرور اس طرف سے بھی یاد کریں گے، دیکھئے وہ کس طریق پر یاد کرتے ہیں اور کس عطیہ کے ساتھ  
یاد دیتے ہیں بلکہ اس وقت میں **اَذْكُرْكُمْ** (میں تم کو یاد کروں گا) بھی منظور و ملحوظ نہ ہو اور خلوص و  
انحراف سے تمنا کے ساتھ متوجہ و حاضر رہے بلکہ ایسا حضور ہو کہ اس کی ذات بھی درمیان میں نہ ہو اور وہ بھی اپنا  
مقام ان عدم کے صحرا کی طرف لے جائے اور حضور خود بخود درو نما ہو جائے

ایں کار دولت ست کنوں تا کراد ہند (یہ نصیب کی بات ہو دیکھئے اب کس کو غایت کرتے ہیں)۔

سلام علی من اتبع الهدی والتزم متابعتنا المصطفیٰ علیہ وعلیٰ الہ من الصلوات افضلہا و  
سنتہ التسلیمات اکملہا۔

# مکتوب

مرزا امام الشہر پانپوری کے نام سورہ اخلاص کی تاویل کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ محمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم طر ع

از ہر چہ می رود سخن دوست خوشتر است (دوست کی جو بات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے

۱۹۳

ہر کہنے والے سے زیادہ معزز ذات (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا ہے قل ھو اللہ احد ھ کلمہ ھو گو یا غیب ہویت کی طرف اشارہ ہے اور اس ذات کے لئے استعمال کیا گیا ہے جو کہ شیون و اعتبارات سے حتی کہ اطلاق کی قید بھی بلند و معرا ہے اور اللہ سے مراد قابلیت اولیٰ اور وحدت ذاتیہ ہے جو تکرر اور تمام اوصاف کمال کے منصف ہونے کے خاص اعتبار کے لئے ذات تعالیٰ و تقدس کی قابلیت ہے اور احد احدیت مجردہ سے کنایہ جو کہ صفات و اعتبارات سے مجرد ہونے کے ساتھ مقید ہے، اللہ الصمد، واحدیت کی طرف اشارہ ہے جو صفات افعالہ و تمام صفات ثبوتیہ و شیون و اعتبارات ذاتیہ کے اوصاف کمال کے ساتھ منصف ہونے کا اس لئے کہ مقام صمدیت کے لئے یہ انصاف ناگزیر ہے اسی لئے ھو الصمد کی بجائے اللہ الصمد آیا کیونکہ اس ذات کی قابلیت خاص اسی مرتبہ کے لئے ہے اور اس مرتبہ میں جس کی تعبیر ھو سے واقع ہوئی ہے یہ قابلیت پرزور گبری کے وسیلہ کے بغیر جو کہ مقام لاحق ہے ہرگز ملحوظ نہیں ہے، لَمْ یَلِدْ و لَمْ یُولَدْ و لَمْ یَكُنْ لَہٗ كُفُوًا اَحَدًا صفات سلبیہ اور تنزیہات و تقدسیات ذاتیہ کی طرف اشارہ ہے کہ جن کی تفصیل اور اسی طرح ثبوتیہ کی تفصیل اللہ واحد و قہار کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پس یہ سورہ عالیہ الفاظ کے اختصار و قلت باوجود مراتب و وجوب کی جامع اور اسرار و معارف الہیہ پر حاوی ہے اور لفظ مبارک صمد جس طرح مرتبہ و وجوب کے ثبوت و کمالات کا جامع ہے (اسی طرح) مراتب کوئی و تعینات امکانی کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے کیونکہ صمدیت احتیاج کا مطالبہ کرتی ہے پس یہ سورہ مبارکہ متبرکہ اجمال کے طور پر تمام وجوبی و امکانی مراتب کی جامع واقع ہوئی ہے اور کوئی کمال ایسا نہیں رہا کہ جس کی خبر اس سورہ نے نہ دی ہو، اس قاری (پڑھنے والے) کو چاہئے کہ اس پر سرسری طور سے نہ گذر جائے اور اس کے معانی و اسرار سے بے خبر نہ اور کمال صفات کے ملاحظہ اور جمال لازوال کے مشاہدہ سے بے بہرہ نہ جائے اور اطلاق کمال کے ساتھ متبرکہ ہونے اور اوصاف جمال کے ساتھ متحقق ہونے کا کچھ حصہ حاصل کرے اور ہویت ذات تعالیٰ کے کچھ یقین حاصل کرے اور اجمال و تفصیل کے مرتبہ سے استعداد کے مطابق بہرہ مند ہو جائے اور صمد



باری تعالیٰ اجل عظمتہ کے ملاحظہ سے اپنی ذاتی احتیاج اور فطری فقر کا مطالعہ کرے اور خیر و کمال کے اوصاف کلی طور پر حق تعالیٰ کے ساتھ منسوب و مخصوص جانے اور نفسِ امارہ کی انانیت (میں پن) سے پوری طرح رہائی حاصل کرے اس وقت اس کی پیدائش سے جو کچھ مقصود تھا حاصل ہو جائے گا اور صفاتِ تہذیب تقدیس سے کہ جن کے ساتھ یہ سورۃ ختم ہوئی ہے اس کے حق میں نعمت تمام ہو جائے گی۔

جان لیں کہ سالک جس قدر بھی عروج کے درجات میں ترقی کرتا اور قرب پیدا کرتا اور فنا و بقا سے مشرف ہوتا ہے ہر وقت اس کو دوئی و بیگانگی لاحق ہے اور وہ اس بارگاہ کے ساتھ کسی قسم کی بھی مجانست اور اتحاد پیدا نہیں کرتا اور اس کی ذات و صفات میں کوئی مشارکت حاصل نہیں کرتا کیونکہ بندہ ہمیشہ بندگی کا طوق گلے میں ڈالے ہوئے ہے اور وہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیشہ اپنے تہذیب و تقدیس کے ساتھ موصوف ہے۔ مال للذباب و رب الارباب [چسبت خاک را با عالم پاک]۔ آپ نے اپنے اور بعض اپنے دوستوں کے جو بعض واقعات و کثوف و احوال لکھے تھے اعلیٰ و پسندیدہ ہیں ان کے مطالعہ نے بہت زیادہ فرحت بخشی، اللہ تعالیٰ فتوح و ترقیات کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے بالنون والصدار۔

## مکتوب

شیخ عبد الحمید برہانپوری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ درجہ کمال تک پہنچنے کے لئے علامات ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم و مختم بھائی شیخ عبد الحمید اس دور افتادہ (کی طرف) سے سلام عاقبت انجام پڑھیں، اس بھائی کا پسندیدہ مکتوب جو کہ اس ناکارہ کے نام موسوم تھا شہر بلتان سے پہنچا، اس کے مطالعہ نے بہت زیادہ فرحت بخشی اور اس میں بعض بلند احوال اور اعلیٰ مقامات بھی مندرج تھے، اگر حق سبحانہ و تعالیٰ (کسی) بندہ کو بعض فضیلتوں کے ساتھ مخصوص فرمادے اور اکابر کے بلند مقامات پر سرفراز کر دے تو کیا تعجب ہے اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّوَدُوْدٌ [بیشک میرا رب نہایت رحم کرنے والا اور بہت محبت کرنے والا ہے] لیکن اس قسم کے امور کے لئے سنتِ عالیہ کا اتباع اور ناپسندیدہ بدعت سے اجتناب شرط ہے اور دوسری شرط یہ ہے کہ اس (بندہ) کی خواہش احکامِ شرعیہ اور سننِ پسندیدہ کے تابع ہو جائے۔ حدیث شریفہ کا مضمون ہے: لَنْ يُّؤْمِنَ اَحَدٌ حَتَّى يَكُوْنَ هُوَ اَتْبَعًا لِمَا جِئَتْ بِهِ [تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن (کامل) ہو گا نہیں ہو گا جب تک اس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائے] حق سبحانہ و تعالیٰ قرب کے درجات میں ترقیات نصیب فرمائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

تہذیب

تہذیب و تقویٰ کی دعا کا اہم اور بڑا عمل ہے۔

# مکتوب

میر محمد ابراہیم ولد سیادت دستگاہ میر محمد نعمان کے نام رابطہ وقافی الشیخ واتباع سنت حاصل کرنے اور شیخ کامل کی صحبت اور وقافی اللہ کے اختیار کرنے پر جو کہ اس راستہ کا پہلا قدم ہے ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا ہے

بِسْمِ اللّٰهِ حَافِظًا لِلّٰهِ الْعَظِيمِ وَمُصَلِّيًا عَلَى رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اے سرداری اور نقابت کو پناہ دینے والے! ہمارے طریقہ میں کمال کے درجہ پر پہنچنے کا مدار شیخ مقتدا کے ساتھ محبت کا رابطہ رکھنے سے وابستہ ہے، طالب صادق اس محبت کے راستے سے جو وہ شیخ کے ساتھ رکھتا ہے اس کے باطن سے فیوض و برکات اخذ کرتا رہتا ہے اور باطنی مناسبت کے ذریعہ سے ساعت بساعت اس کے رنگ میں رنگ جاتا ہے، بزرگوں نے کہا ہے وقافی الشیخ فائے حقیقی کا مقدمہ ہے، مذکورہ رابطہ اور وقافی الشیخ کے بغیر تنہا ذکر بستر تعالیٰ تک پہنچانے والا نہیں ہے، ذکر اگرچہ وصول (الی اللہ) کے اسباب میں سے ہے لیکن غالب طور پر محبت کے رابطہ اور وقافی الشیخ کے ساتھ مشروط ہے، ہاں طریقہ ذکر کو لازم پکڑنے بغیر آدابِ صحبت کی رعایت اور شیخ کی توجہ و التفات کے ہوتے ہوئے یہ رابطہ تنہا

بھی موصل ہے اور اختیاری سلوک و تسلیک میں جو کہ دوسرے طریقوں کے ساتھ وابستہ ہے کام کا مدار اور اذکار کی پابندی پر ہے اور معاملہ کی بنیاد ریاضتوں اور چلوں پر ہے اور یہ طریقت سے اس طرح کا رجوع نہیں ہے اور اس طریقہ میں جو کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طریقہ ہے افادہ فائدہ پہنچانا اور استفادہ (فائدہ حاصل کرنا) انعکاسی ہے، آداب کی رعایت کے ساتھ شیخ مقتدا کی صحبت کافی ہے، اور اذکار و طاعات کی پابندی بھی امدادی اور معاون امور میں سے ہے، کمالات حاصل کرنے میں خیر البشر علیہ علی آلہ الصلوٰت و التزکیات و التسلیمات و التحیات النامیات کی صحبت ایمان و تسلیم اور اطاعت کی شرط کے ساتھ کافی تھی، اسی لئے وصول کی راہ اس طریقہ میں اقرب (سب سے زیادہ قریب) ہو گئی ہے اور شیخ کامل مکمل سے فیوض و برکات اخذ کرنے میں نہایت بوڑھے، بچے، شیوخ، زندہ اور مردہ سب برابر ہیں، اس طریقہ عالیہ میں جو کہ ہدایت میں نہایت کے درجے ہونے کو شامل ہے سنت منورہ کا اتباع کرنا اور بدعت ناپسندیدہ سے اجتناب کرنا ہے، حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے فرمایا ہے "اگر لوگ پوچھیں کہ حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے خاندان کے درویشوں کا اعتقاد کیا ہے تو تو کہدے کہ اہل سنت و

جماعت کے مطابق اعتقاد اور دوام عبودیت ہے جو کہ عبادت ادا کئے بغیر متصور نہیں ہے اور وہ کسی غیر کے وجود کے شعور کی مزاحمت کے بغیر بلکہ وجود حق سبحانہ آگاہی کی صفت سے بھی ذہول (نیسان اور بھول جانے) کے ساتھ حضرت حق سبحانہ کی مقدس بارگاہ میں دوام آگاہی مراد ہے، اس سعادتِ عظمیٰ کا پانا جذبہ کے تصرف کے بغیر جس سے مراد محبتِ ذوقیہ کا ظہور ہے میسر نہیں ہے۔ جذبہ کے طریق میں کسی ایسے شخص کی صحبت سے زیادہ قوی ذریعہ کوئی نہیں ہے کہ جس کا سلوک جذبہ کے طریق سے واقع ہوا ہو اگر حق سبحانہ و تعالیٰ محض اپنی عنایت سے کسی ایسے شخص کی صحبت میں پہنچا دے کہ (جس کے) جذبہ کے تصرف کا اثر ظاہر ہو جائے جس سے مراد ذوق کے طور پر حق سبحانہ کے ساتھ آگاہی ہے اور دل کو اس آگاہی میں ایک لذت ہے، اس کو چاہئے کہ اپنی سعادت ہر کئی و جزئی امر میں اس کی اطاعت میں جانے اور اپنی بدبختی اس سے روگردانی میں جانے، ہمیشہ اپنے اوقات کو اس کے ادب کی نگاہداشت میں صرف کرے اور جو چیز بھی اس کو ناپسند ہے اس سے اپنے آپ کو بچائے اور اس کی مرضی کے خلاف کاموں میں اپنے آپ کو مصروف نہ کرے، چنانچہ جو کچھ اس کا محبوب (پسندیدہ) ہو اس کو اپنا محبوب بتائے اور جو کچھ اس کو ناپسند ہو طبعی طور پر اس سے نفرت کرنے تاکہ ایسا ہو جائے کہ اس کی مراد کے سوا اس کی اور کوئی مراد نہ ہو اور تمام مرادیں اس کے سینہ کی وسعت سے نکل جائیں اور جب حالت یہاں تک پہنچ جائے تو اس لائق ہے کہ وہ وصفِ جودل پر وارد ہوا ہے بقا حاصل کر لے۔ تم کلام [حضرت خواجہ احمر از قدس سرہ] کا کلام پورا ہوا۔ اس طریقہ کے بزرگوں نے کہا ہے مصرع

سایہ رہبر بہ ست از ذکر حق

[رہبر کا سایہ حق تعالیٰ کے ذکر سے بہتر ہے] اودان بزرگوں نے سایہ رہبر کا اشارہ طریقہ رابطہ کی طرف کیا ہے کہ جس سے مراد شیخ کی صورت کی اس طریقہ پر حفاظت ہے جو کہ اس طریقہ میں مقرر ہے یعنی رابطہ کا طریقہ بتدی طالب کے لئے ذکر (حق) سے زیادہ فائدہ مند ہے، اگرچہ ذکر فی نفسہ بزرگی اور فضیلت رکھتا ہے اس کی تشریح یہ ہے کہ مرید بیچارہ چونکہ عالمِ سفلی (دنیا و باقیہا) میں گرفتار ہے (اس لئے) وہ عالمِ علوی (عالمِ بالا) سے مناسبت نہیں رکھتا کہ وہ اس بارگاہ سے بلا وسیلہ فیوض و برکات حاصل کر سکے (اس لئے) اس کے لئے دونوں طرف سے حصہ رکھنے والا ایک واسطہ چاہئے جو عالمِ علوی سے کچھ حصہ حاصل کر کے مخلوق کی دعوت و ارشاد کے لئے عالمِ سفلی کی طرف متوجہ ہوا ہو اور پہلی (عالمِ بالا کے ساتھ) مناسبت کی وجہ سے عالمِ غیب سے فیوض اخذ کر کے دوسری مناسبت کے ذریعہ سے جو کہ وہ عالمِ سفلی کے ساتھ رکھتا ہے ان فیوض کو ان کی استعداد والوں کو پہنچائے، پس طالبِ رشید شیخ کے ساتھ مناسبت کی

رابطہ و صورت شیخ کی تشریح و فضیلت

جس قدر وجوہ زیادہ رکھتا ہوگا اس کے باطن سے اسی قدر زیادہ فیوض اخذ کر لے گا۔

زاں روئے کہ چشم تست احوال معبود تو پیر تست اول

چونکہ تیری آنکھیں کسی ایک چیز کو نہ دیکھتی ہیں (اس لئے) اولیٰ تیرا معبود تیرا پیر ہے اور جن چیزوں سے کہ شیخ کے ساتھ مناسبت پیدا ہوتی ہے وہ ظاہر اور باطن میں اس کی محبت و خدمت اور اس کے آداب کی رعایت ہے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور عبادات و عادات میں اس کا اتباع ہے اور اپنی مرادوں کو اس کی مرادوں کے تابع کر دیتا ہے اور تمام امور میں اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دیتا جیسا کہ مردہ غسل دینے والے کے ہاتھوں میں ہوتا ہے اور رابطہ کا طریقہ ان (مذکورہ بالا) امور میں سب سے بڑا امر ہے اور شیخ کے ساتھ بہت ہی زیادہ مناسبت پیدا کرتا ہے اور ان مذکورہ بالا امور کو جن کے ذریعہ مناسبت حاصل ہوتی ہے آسان کرنے والا ہے اور جب رابطہ کی نسبت غالب آجاتی ہے تو وہ سالک (اپنے آپ کو عین شیخ دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو اس کے لباس اور وصف سے موصوف پاتا ہے اور جہاں کہیں دیکھتا ہے شیخ کی صورت دیکھتا ہے۔

ازیں بناں ہمہ در چشم من تو می آئی بہر کہ می نگرم صورت تو می بینم

۱۹۸

(ان سب باتوں (حیثوں) میں سے تو ہی میری نگاہ میں آتا ہے میں جس کسی کو بھی دیکھتا ہوں تیری ہی صورت دیکھتا ہوں)

میرے محروم! آپ نے طلب پیدا ہونے کے بارے میں ظاہر کیا تھا، آپ جان لیں کہ حق سبحانہ فرماتا ہے **الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ النَّاسَ** (آگاہ رہو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص دین ہی ہے) طالب حق کے لئے لازم ہے کہ اس تعالیٰ شانہ کی طلب و محبت میں یک سوا اور یک رخ ہو جائے کیونکہ یہ عظیم امر شرکت کی گنجائش نہیں دیتا جس قدر کوئی شخص کثرت کے ساتھ ابجھا ہوا ہے اور کثرت کی جہتیں اپنے ساتھ رکھتا ہے اگرچہ طلب و علم اور محبت کے ساتھ ہو حقیقی وحدت سے دور و محروم ہے اور وہ جس قدر کثرت کو ساقط (دور) کرے گا خواہ توجہ و التفات و طلب کی رو سے دور کرے یا دید و دانش (دیکھنے اور جاننے) کی رو سے دور کرے وحدت کے زیادہ قریب ہوگا۔ جب تک سالک (کثرت کے) اسقاط (دور کرنے) کے درپے ہے وہ مقام طریقت میں ہے اور جب معاملہ اسقاط (دور کرنے) سے سقوط (دور ہو جانے) تک پہنچ جائے اور ماسوا کی محبت اور دید و دانش سے نجات حاصل کر لے تو حقیقت کو پہنچ جاتا ہے، اس مقام میں دل کو ماسوی اللہ سے اس قدر انقطاع و نیان حاصل ہو جاتا ہے کہ اگر کئی سال تک تکلف کے ساتھ ماسوا کو یاد و مستحضر کرے (تب بھی) میسر نہ ہو اور یاد نہ آئے، یہ کمالات و ولایت میں سے پہلا کمال ہے اور دوسرے کمالات کے لئے شرط ہے اور اس معاملہ کو فنائے قلبی سے تعبیر کیا جاتا ہے، کوشش کرنی چاہئے تاکہ پہلا کمال

حاصل ہو جائے اس کے بعد دوسرے کمالات کے بارے میں بات کی جائے  
 درخانہ اگر کسی استیک حرف بس است [ اگر گھر میں کوئی ہے تو ایک حرف (بی) کافی ہے ]

## مکتوب ۷۹

خواجہ محمد حنیف کنام مقام بندگی کی تحقیق اور سورہ قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ کے  
 رموز و اسرار کے بیان میں تخریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بندگی کی حقیقت اور طاعات کی حلاوت اس وقت حاصل  
 ہوتی ہے جبکہ توجہ کا قبلہ بارگاہِ صمدیت کے سوا اور کوئی نہ ہو اور تمام امور میں مرجع حقیقی اللہ تعالیٰ  
 کے سوا اور کوئی نہ رہے اور خواہشات نفسانی کی تدبیر سے گذر کر تمام امور اُس لم یزل ولا یرال  
 (اللہ تعالیٰ) کی پاک بارگاہ کے سپرد کر دے اور اعتماد کی پشت فانی اور ہلاک ہونے والے کاموں پر نہ رکھے  
 کیونکہ اس کا نتیجہ مطلبِ اعلیٰ سے دوری و محرومی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

۱۹۹  
 لے بھائی! دنیا میں کسی کی طرف رجوع کرنے کا باعث اور کسی موجود پر اعتماد کرنے کا سبب  
 یا تو یہ ہوتا ہے کہ وہ مُرتبی (پرورش کرنے والا) ہے اور ظاہری و باطنی تربیت اس کے ساتھ وابستہ ہے  
 اور آیہ کریمہ قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ [ تو کہہ میں پناہ میں آیا لوگوں کے رب کی ] کے مطابق حقیقی مُرتبی  
 اللہ تعالیٰ و تقدس کی پاک بارگاہ ہے اور ظاہر و باطن کی تربیت حقیقت میں اسی سبحانہ و تعالیٰ کے  
 ساتھ وابستہ ہے اور پیر، استاد، ماں، باپ اور جوان کے مثل ہیں یہ سب دنیا میں اللہ تعالیٰ جل شانہ  
 کے حکم سے مُرتبی ہیں، ان سب کی طرف شریعتِ عالیہ کے موافق رجوع و تواضع کرنا چونکہ اللہ تعالیٰ کے  
 حکم سے ہے اس لئے حقیقت میں اس عنوان سے ان کے ساتھ تواضع و رجوع کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ  
 تواضع و رجوع کرنا ہے، یا (رجوع کا سبب) سلطنت و بادشاہت ہو کر تھی ہے اور سلطنت بادشاہت  
 بھی آیہ کریمہ مَلِکِ النَّاسِ [ لوگوں کے بادشاہ کی ] کے بموجب اُسی (اللہ تعالیٰ) جل سلطانہ کے لئے  
 (مسلم) ہے، یا (رجوع کا سبب) معبودیت والوہیت ہوتی ہے کیونکہ عقل و عرف کی رو سے دنیا میں  
 رجوع و اعتماد و تواضع و خشوع (کا معاملہ) الہ و معبود کے ساتھ ہونا مستحسن (اچھا) بلکہ واجب و  
 لازم ہے اور (یہ) معبودیت والوہیت بھی آیہ کریمہ اِلٰہِ النَّاسِ [ لوگوں کے معبود کی ] کے مطابق  
 بیچون حقیقی کی پاک بارگاہ کے لئے مسلم و مخصوص ہے نفس انسانی و دوسوہ شیطانی کہ جس کے شر سے

پناہ مانگنے کا حکم حق سبحانہ و تعالیٰ آیہ کریمہ میں شَرُّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي  
 صُدُورِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ (میں) وسوسہ ڈالنے والے پچھے ہٹ جانے والے کے شر سے جو لوگوں کے  
 دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے (پناہ مانگتا ہے) خواہ وہ جنات میں فرماتا ہے، یہ (دونوں) دشمن گھات میں لگے ہوئے  
 ہیں چاہتے ہیں کہ اس تحقیقی مربی و معبود اور حقیقی بادشاہ سے بندہ کو دور و محبوب کر دیں اور اس کے  
 ماسوا میں گرفتار کر دیں اور جلی (نمایاں) اور خفی (پوشیدہ) شرک کی طرف رہنمائی کریں، اس قسم کے  
 ملعون (دشمن) کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا ضروری ہے، ہمیشہ پناہ مانگتے رہنا چاہئے اور ان  
 تینوں اوصاف کو جو کہ اس سورہ مبارکہ میں مذکور ہیں مکمل طریقے پر اس مقدس بارگاہ میں منحصر تصور  
 کرنا چاہئے تاکہ دشمن کے شر سے محفوظ رہے اور بارگاہِ قدس میں راستہ پائے: رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ  
 رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا (اے رب! ہم کو اپنے پاس رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں ہمارے لئے ہدایت کا سامان مہیا فرما)

## مکتوب

مرزا محمد فاروق کے نام بندگی اور ارادہ میں تضاد کے بارے میں اور حضرت ایشاں (مجدد الف ثانی  
 قدس سرہ) کے روضہ مبارکہ کی تعریف اور شہر سمرند کی بزرگی کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ مرادوں کے حصول کے ساتھ آپ کی عزت افزائی فرمائے بلکہ دیکھئے تمام مرادوں سے  
 خالی کر دے اور اپنے ارادے کے ساتھ قیام بخشنے، بندگی کا مقام جو کہ نیستی اور بے وجودی، عدم و فنا بہت  
 ہے ارادہ کے وصف کی گنجائش نہیں رکھتا کیونکہ (ارادہ) ہستی اور خودی کا خیرینے والا ہے اور ہستی و  
 انانیت (میں پن) کا ایک نقطہ بھی محب کے سینہ پر کوہِ قاف اور سدِ سکندری بہت بڑا بوجھ اور کاوش  
 ہے کہ جس کا دور کرنا کرم (فضل) کے وسیلہ کے بغیر ممکن نہیں ہے، باطنی جذباتِ قویہ کے بغیر صرف ظاہری  
 اعمال اس گرداب سے نہیں نکالتے، اور جنتک شوق کی آگ کا شعلہ باطن کے پردہ روشن نہ کریں اور شرکت  
 سوز، عشق نہ دیں اس بھاری بوجھ سے نجات اور رہائی محال ہے، جنتک مالک اپنے ارادے کی  
 قید میں ہے مرید ہے اور جب ارادے اور مرادوں سے رہائی حاصل کر لیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کے ارادہ  
 کے ساتھ قائم ہو جاتا ہے تو ارادے کے مقام سے نکل جاتا ہے اور شیخی کے مقام کا لائق ہو جاتا ہے۔

اس زمانے میں یہ معنی جو کہ ولایت کے کمالات میں سے پہلا کمال ہے اسی طرح ولایت کے  
 تمام کمالات پیشوائے اکابر حضرت پیر و شکیہ قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کے ارفاق فی الاوار سے

مفاض و مستفاد (جاری و حاصل) ہیں اور اس روضہ منورہ کے مجاورین (پڑوسی) بلکہ اطراف و اکناف کے طالبان جو کہ صحیح اعتقاد کے ساتھ آتے ہیں اور نیاز مندی کا سراپا آستانہ بلند سے گھستے ہیں ان دولتوں سے فیضیاب و بہرہ ور ہوتے ہیں اور ایک گھونٹ پی کر صد جوش و خروش کے ساتھ اپنے آپ کو ترک کر کے مطلب کو پہنچ جاتے ہیں۔ آج سرہند کی زمین فیوض و انوار کی کثرت اور اسرار کے ظہور کی بہتات کی وجہ سے ہندو غیر ہند کے لئے رشک (کی جگہ) ہے، لوگ اس کو ہندوستان سے نہ جانیں کیونکہ یہ ولایت (غیر ہند) کی کھڑکی ہے ہندوستان کی خاک و لایت کے پانی کے ساتھ مل گئی ہے اور محبت کی شراب جمع کی ایون کے ساتھ اس کی طینت میں گھل مل گئی ہے اس لئے سُکر کے جوش سے عین و اثر کو اس کے طالبوں سے دور کر دیا ہے، اُس جگہ کے رقص کرنے والوں سے سر و دستار اٹھا دیا ہے، کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

ازاں ایون کہ ساقی درے افگند حریفان راتہ سرماند نہ دستار

[اس ایون کی وجہ سے جو کہ ساقی نے شراب میں ڈال دی ہے حریفوں کو نہ سر (کا ہوش) رہا ہے اور نہ پگڑی (کا) اس کے باوجود جمع الجمع کے شربت سے سیراب ہے اور صحو و دعوت کے دودھ سے تروتازہ ہے یہ سب ہدایت و ارشاد اس (بقعہ) کا اثر ہے اور یہ دید و داد (دیکھنا اور دینا) اُس (جگہ) کا پرتو ہے اس بقعہ (قطعہ زمین) کی طینت کی لطافت کہانتک بیان کرے اور اس کے وجود کے فیوض و اسرار اور اس کے جود و ایشار کو کہانتک ظاہر کرے کہ یہ چیز عقل و ہوش والے طالبوں سے چھپی ہوئی نہیں ہے اور صفائی کی طبیعت والے منصفوں پر پوشیدہ نہیں ہے اس کے اسرار کے سمندروں سے ایسا موتی ہاتھ آتا ہے کہ دوسری جگہوں میں کیا ہے اور اس کے شراب خانے سے مشتاقین کے حلق میں ایک ایسا گھونٹ پیچھتا ہے جو کہ آفاق و انفس سے بے خبر کر دیتا ہے۔

بس کتم خود زیر کاں برا این بس است بانگ بد کردم اگر در درہ کس است

[میں بس کرتا ہوں کیونکہ عقلمندوں کے لئے یہی کافی ہے، اگر گاؤں میں کوئی شخص ہے تو میں نے خطرہ کی آواز لگادی ہے] والسلام اولاد آخر



رفت بیگ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ کثرت کا ترک کرنا اس راستہ کی شرط ہے۔

قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ [تو کہ اللہ نے، پھر ان کو چھوڑ دے] وحدت و کثرت ایک دوسرے کی ضد ہیں

طالبِ وحدت کے لئے کثرت کو ترک کرنا ضروری ہے، کثرت کی جس قدر جہتیں اپنے ساتھ رکھتا ہے  
اسی قدر دور و محروم ہے طلب و محبت کی رو سے بھی وحدانی رہ اور علم و ارادے کی رو سے بھی تاکہ  
تو مناسبت پیدا کر لے اور وحدت کا آئینہ ہو جائے اور توحیدِ حقیقی کو پہنچے، التوحید اسقاط الاضافات  
(اضافوں، تعلقات اور نسبتوں) کو ساقط (دور) کرنا ہی توحید ہے۔

## مکتوب ۸۲

محمد کاشف کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مطلوب تک پہنچا اپنے گزیرے بغیر ممکن نہیں ہے  
مَا عِنْدَكَ كَمَا يَنْفَعُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ (جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ فنا ہونے والا ہے اور جو کچھ  
اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے) حق تعالیٰ جل و علا کا طالب جب تک عاریتی لباس کو نہ اتارے  
اور یا سوی اللہ سے رہائی حاصل نہ کرے اور تعلقات اور نسبتوں سے خالی نہ ہو جائے اور اپنے آپ سے  
گزر نہ جائے اس سجانہ و تعالیٰ کی بارگاہِ مقدس میں کوئی راستہ نہیں پائے گا اور باقی رہنے والے اخلاق  
کے ساتھ متعلق نہیں ہوگا ع

باماریہ نشین و باخورد منشین [سیاہ سانپ کے ساتھ بیٹھ اور اپنے نفس کے ساتھ مت بیٹھ]

## مکتوب ۸۳

خواجہ عبدالصمد کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ ظاہری اسباب کا ختم ہونا باطنی معاملہ کا مدکار  
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ اللہ تعالیٰ قُوج (کا میا بیوں) کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، اہل اللہ  
کے سیر سلوک میں سب عبارتوں سے کامل ترین عبارت یہ آیت کریمہ مَا عِنْدَكَ كَمَا يَنْفَعُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ  
طالبِ صادق جب تک تمام نسبتوں اور تعلقات سے خالی نہ ہو جائے لازوال اتوار کے ساتھ بقا حاصل نہیں  
کرتا، اگرچہ اس معاملہ میں عمدہ چیز باطن ہے اور قضا و بقا بالاصالت اس کے اوصاف میں سے ہے لیکن صورتی  
ساز و سامان کو زائل کرنا اور معیشت کے اسباب کو ختم کرنا اور ظاہری حوادث کو ساقط کرنا باطنی معاملات کے  
معاوین اور معنوی ترقیات کے اسباب میں سے ہے، کوئی شاہساز ہونا چاہئے جو کہ اس آیت کریمہ کے اسرار کے  
سمندر میں غوطہ لگائے اور کلمہ ما کے عموم سے جو کہ اس آیت میں دو جگہ آیا ہے بہرہ ور ہو جائے والسلام۔



# مکتوبات

مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام اس بارے میں کہ ذوق و شوق، مشاہدہ اور حضور وغیرہ سب توسط  
(درمیانی منزل) میں ہے اور انتہا میں خوف و حزن ہے اور اس کلمہ کی شرح میں اعلیٰ بشارت کے ضمن میں  
اہام ہوا تھا تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى، برادر عزیز مولانا محمد صدیق کے گرامی نامہ نے <sup>۲۰۲</sup>  
وصول ہو کر مسرور و لطف اندوز کیا اس میں درج تھا کہ ”اگر اس سے پہلے پُر شوق گریہ ہوتا تھا تو اب پُر خوف  
گریہ ہوتا ہے، اور اگر اس سے پہلے نیستی کے وصف کا مراقبہ رکھتا تھا تو اب حیرت و سرگردانی کے سوا کچھ  
نہیں رکھتا، اور اگر اس سے پہلے نسبت و حلاوت رکھتا تھا تو اب بے نسبتی اور بے حلاوتی ہے تمام  
حالات میں نسبت و اسرار و معارف کے مراقبہ سے ظالی اور بری ہو کر حیرت کے جنگل اور نکارت (ناآشنائی)  
کے صحرا میں سرگرداں ہے نہ گرفتارِ فنا ہے اور نہ طالبِ بقا ہے نہ حضور کی جستجو کرنے والا ہے اور نہ ہی  
شہود کے لئے بھاگ دوڑ کرنے والا“

میرے مخدوم اشوق و حلاوت، مراقبہ و نسبت اور نیستی یہ سب احوال کے وسط میں ہیں،  
اور کام کے آخر میں خوف و حیرت، سرگردانی و بے حلاوتی اور بے نسبتی ہے، جب معاملہ اصل سے پرتا  
ہے بلکہ اصل کو (دبھی) ظل کی طرح راستہ میں چھوڑ دیتا ہے اور اس بلند یار گاہ کے ساتھ اپنی بے مناسبتی  
کا احساس کرتا ہے تو وہ شوق و حلاوت و خیال و نسبت و اسرار و معارف کہ جن سے وہ بالوف و  
مانوس تھا نائل ہونے لگتے ہیں اور ان کی جگہ خوف و حیرت و بے حلاوتی اور جہل و ناآشنائی لے لیتی  
ہی، وہ جہل و ناآشنائی نہیں جو کہ عوام کا حصہ ہے (بلکہ) یہ ایک ایسا امر ہے کہ جب تک اس کے ساتھ  
متحقق نہ ہو جائے اس کو نہیں پانا، یہ وہ جہل و نکارت ہے جو علم و دانش پر ہزاروں درجہ فضیلت رکھتی  
ہے اور یہ وہ خوف و حیرت ہے کہ کئی وجوہ سے شوق و حلاوت پر تیز چمک رہا ہے، یہ اطلاقات مدح  
بمآیثبہ الذم [وہ تعریف جو مذمت کے مشابہ ہو] کی قسم سے ہیں، جب تک سالک کی سیر اصول میں ہے  
شوق و حلاوت و معرفت اور اسرار معارف بیان کرنے میں زیادہ بولنے اور احاطہ و سر بیان و اصالت و  
ظہیرت اور مرآتیت (آئینہ ہونا) کی نسبت کے ثابت کرنے وغیرہ کی گنجائش ہوتی ہے اور جب معاملہ  
اصول سے اوپر چلا جاتا ہے اور اصل کو ظل کی طرح چھوڑ دیتا ہے تو کلِّ لِسَانٍ [زبان گونگی ہو گئی]

کا مقام حاصل ہو جاتا ہے اور مذکورہ نسبت پوشیدہ ہو جاتی ہے مال اللہ اب ورب الارباب  
 (چہ نسبت خاک را با عالم پاک) اور یہ معرفت و علاوت ختم ہو جاتی ہے۔ اس مقام میں اگر علم اور لذت حاصل  
 کرنا ہے تو وہ دوسری وجہ سے ہے، یہ ایک ایسا امر ہے کہ جس کو جہل و حیرت سے تعبیر کرنا زیادہ مناسب ہے  
 من لم یذق لم یدر [جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا] اگرچہ آپ کی بعض عبارات میں اس معنی کو ادا  
 کرنے والی نہیں ہیں جو کہ اوپر مذکور ہوئے ہیں اور فی الجملہ اس پر محمول ہونے سے انکار کرتی ہیں لیکن امید ہے  
 کہ آپ اس کے ارد گرد سے کچھ حصہ رکھتے ہیں اور المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت  
 کرتا ہے] کے مصداق آپ نے ایک (قسم کی) معیت اس نسبت والوں کے ساتھ حاصل کر لی ہے۔

۲۰۳ آپ نے لکھا تھا کہ واضح یقین کے ساتھ یہ بات حاصل ہو گئی ہے کہ خواہش و آرزو کی کوئی گڑبھی  
 دل کے آئینہ میں نہیں بیٹھی ہے اور اسی ضمن میں ایک قسم کی علاوت و لذت حاصل ہوئی ہے کہ تمام  
 عمر میں اس قسم کی علاوت ظاہر نہیں ہوئی ہوگی عین خاص الخاص لذت حاصل کرنے میں تھا کہ ہوش  
 کے کان میں آواز دی گئی کہ یہ تسلیم و رضا کا مقام ہے لیکن اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو فوراً محض پایا  
 اور بے کیف دیکھا اتنم اور آپ نے لیکن کے معنی میں تیر میں مبتلا ہو کر بہت سے احتمال (شکوہ) لکھے  
 ہیں "لیکن کا معنی جو کچھ (میرے) دل میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ" لیکن مطلوب حقیقی تک پہنچنا اس سے  
 ماوراء ہے اور جو کچھ آپ نے آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک سے اس کے معنی  
 کا استفادہ کیا ہے کہ بجز بجز لکن استقما [آفرین لیکن اس پر استقامت حاصل کر] ہو سکتا ہے کہ اس معنی کے  
 ساتھ جمع ہو جائے یعنی لیکن اس پر مستقیم رہنا کہ انتہائی مطلب تک ترقی حاصل کرے۔ اور یہ جو کہا گیا ہے  
 کہ مطلب اعلیٰ تک پہنچنا اس کے ماوراء ہے یہ اس لئے ہے کہ تسلیم و رضا و فناء ارادہ شرط میں اور  
 موانع کے دور کرنے میں داخل ہیں، کالمین کے قدموں کا باہم افضل ہونا دوسرے امور کی وجہ سے ہے  
 اس قسم کے امور کا ہونا قدر مشترک ہے جو کہ ضروری ہے۔

اگر یہ کہیں کہ قوم (صوفیہ) کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ مقام رضا تمام مقامات سے اوپر ہے،  
 ان حضرات نے مقامات میں سے پہلا مقام توبہ کو اور ان میں سے آخری مقام رضا کو کہا ہے، تو پھر مقام  
 رضا سے ترقی کس طرح متصور ہوگی۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ سلوک کے مقامات کا انتہا (آخری مقام) ہے کہ  
 جس کا حاصل ہونا کسب و ریاضت سے وابستہ ہے یہ مطلق مقامات عروج کا انتہا نہیں ہے۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ اس وقت سے جبکہ یہ واقعہ منکشف ہوا ہے مگر ٹوٹ گئی ہے کہ اگر  
 اس شخص میں استقامت ہوتی تو بظاہر اس خطاب سے مخاطب نہ ہوتا کیونکہ تحصیل حاصل (حاصل چیز کو

حاصل کرنا محال ہے۔ یہ کوئی تحصیل حاصل نہیں ہے کیونکہ لفظ استقامت و استقامت حاصل کرنا مستقبل کا لفظ ہے یہ حال کی استقامت کے منافی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے فَاسْتَقِمْ كَمَا أُهْرِتَ [پس تو استقامت حاصل کر جیسا کہ تجھ کو امر کیا گیا ہے] بیشک استقامت مشکل کام ہے اور اس کا امر کرنا کمزور ٹوٹنے والا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورہ ہود نے مجھ کو بڑھا کر دیا۔ اور آپ نے واقعہ میں جو کچھ فقیر کا اعتراض مشاہدہ کیا ہے آپ کی فرمانبرداری و تسلیم کے بعد وہ اعتراض اس کی ضد میں تبدیل ہو گیا ہے گویا آپ کے انقیاد (فرمانبرداری) اور تسلیم کا امتحان ہوا ہے۔ رَبَّنَا آتِنَا نُورَنَا وَاعْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ [اے اللہ ہمارے لئے ہمارے نور کو پورا فرما دے اور ہماری مغفرت فرما دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے]۔

## مکتوب ۸۵

پیرزادہ خواجہ محمد عبید اللہ کے نام ان شہادت کے حل میں جو کہ انھوں نے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے کلام پر کئے تھے اور حضرت ذات تعالیٰ سے تنزل و جود خواہ عیناً ہو یا زائداً کے بارے میں حضرت عالی قدس سرہ کے مذہب اور حیات کے علم پر مقدم ہونے کی تحقیق اور تعین و جودی و جوی اور ہر مقام کے متعلق مناسب تحقیقات کے بارے میں تحریر فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰ خُصُوْصًا عَلٰی سَیْدِ الْوَرٰی اِمَامِ التَّقِیِّ مُحَمَّدِ بْنِ اِلْمُصْطَفٰی صَاحِبِ قَابِ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی وَعَلٰی اٰلِہٖ شَمُوْسِ الدِّجِیِّ وَصَحْبِہٖ فَجْوَمِ الْہُدٰی اِمَّا بَعْدُ (اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو کہ نہایت جہرا بن اور بہت ہی رحم والا ہے) سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر خصوصاً مخلوق کے آقا و سردار، متقیوں کے امام حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو کہ قاب قوسین او ادنیٰ کے مالک ہیں اور آپ کی آل پر جو کہ تاریکیوں کے سورج ہیں اور آپ کے اصحاب پر جو کہ ہدایت کے ستارے ہیں سلام ہو، اس کے بعد) پس یہ وہ فقرات ہیں جو تنزیہات کی نرم ہواؤں سے مترشح ہوئے ہیں اور وہ باغات ہیں جو تقدیسات کی خوشبوؤں سے مہلکے ہیں، اہدیت کے وہ انوار ہیں جو کہ فتوحات کی شمعوں سے ظاہر ہوئے ہیں اور وہ پاکیزہ حالات و واقعات ہیں جو عطیات (الہی) کے ترشح سے نمودار ہوئے ہیں، وہ الہامات ہیں جن میں بیمار عقل کے لئے علاج ہے اور وہ انعامات ہیں جن سے روح کے لئے ترقی و تازگی و زندگی ہے، مشکلات کو حل کرنے میں کلمات کا ملہ ہیں اور قلیل ہر یا یہیں حقیر سا ہدیہ ہیں

جو اس مخدوم مکرم کی طرف بھیجا گیا ہے جو کہ کمالات کا جامع ہے، شوق و وجد اور لذات کی چادر میں تاز سے چلنے والا ہے، وہ جذبات کا مورد، انعامات کا مہبط، معقولات کے دلائل کی گہرائیوں میں غوطہ لگانے والا تصوف و الہیات کے دقائق میں غور کرتے والا ہے اور بیشک اس نے ہماری طرف ایک بزرگ گرامی نامہ ارسال کیا تھا جو بلند معارف اور نادر سوالات پر مشتمل تھا اور جو کچھ اس خط میں تھا میرے پاس اس کی مثل نہیں تھا تو اس سے بہتر کس طرح ہوتا (حالانکہ نص میں) وارد ہے فَجَبَّوْا بِأَحْسَنِ مِثْلَهَا أَوْ رَدُّوْهَا [پس تم ان سے بہتر (الفاظ میں) سلام کرو یا انہی الفاظ کو لوٹا دو] اور یہ میرے فہم کی کوتاہی اور میرے ادراک کی کمی کی وجہ سے ہے خاص طور پر اسرار الہیہ سے کہ جن کے معراؤں (و معنوں) میں قدم لڑکھڑا جاتے ہیں اور جن کی تمہیدوں میں عقولیں بھٹکتی رہتی ہیں اور اسی لئے میں توجہ کی باگ کو اس طرف سے پھیر لیتا تھا کہ ان کے مقابلہ میں کوئی چیز صراحتاً یا کتایتاً لکھوں، اسی طریقہ پر ایک سال گزر گیا اور ہماری جانب سے ہرگز کوئی جواب ظاہر نہ ہوا یہاں تک کہ مخدوم مکرم کی جانب سے متعدد مکتوبات موصول ہوئے کہ اس کے جواب میں جو کچھ توجہ دیتا ہے لکھ، پس میں قلم پکڑنے پر مجبور ہوا اور میں نے انوارِ قدیم (اللہ تعالیٰ) سے مدد طلب کی پس ملائدِ راکِ کلہ لایتزکِ کلہ [جو چیز پوری حاصل نہ ہو سکے اس کو بالکل چھوڑ نہیں دینا چاہئے یعنی جقدر ملے لے لینا چاہئے] کے مصداق میں اس (تعمیلِ ارشاد) میں (لکھنا) شروع کیا اور کام کی بزرگی اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے اور اسی سے اس کا عقد وصل ہے۔

پس میں کہتا ہوں کہ جب میں نے اس مکتوب میں غور کیا تو میں نے اس کے بعض مسائل کو طبیعیات سے متعلق اور بعض کو ریاضی سے اور بعض کو تصوف و الہیات سے متعلق پایا اور میں نے دیکھا کہ طبیعیات و ریاضی کے دقائق میں مشغول ہونا عزیز اور قابلِ قدر وقت کو ضائع کرنا اور دنیا و آخرت کے اعتبار سے بے ضرورت کاموں میں مشغول ہونا ہے بلکہ قریب ہے کہ ان علوم کے ساتھ کثرت سے مشغول ہونا دینی عقائد میں سستی پیدا کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "بندہ سے <sup>۲۰۵</sup> اللہ تعالیٰ کی روگردانی کی علامت اس (بندہ) کا بے ضرورت کاموں میں مشغول ہونا ہے" اور اگر نفس کو کوئی معتدبہ کمال ان دونوں علموں کے ساتھ وابستہ ہوتا تو صاحبِ شرع (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اس کو ترک نہ فرماتے اور سلف اس سے روگردانی نہ کرتے بلکہ وہ اس کے حاصل کرنے میں رغبت کرتے اور اس کی تعلیم رغبت دلاتے اور (چونکہ) ایسا نہیں ہوا پس (یہ معاملہ بھی) ایسا نہیں ہے اور جو چیز کہ تصوف سے تعلق رکھتی ہے تو اس میں سے ایک وہ چیز ہے جو مسئلہ وحدۃ الوجود کی شرح اور مخلوق اور حق تعالیٰ و تقدس کے درمیان اتحاد ذاتی سے متعلق ہے اور بلاشبہ یہ مسئلہ صوفیائے وحدۃ الوجود کی کتابوں میں تفصیل کے سا

بیان کیا گیا ہے اور ہم اس مسئلہ سے بے تعلق ہیں اور ان میں سے بعض چیزیں وہ ہیں جو ہمارے شیخ و امام قبلہ حبیب رحمانی و مجدد الف ثانی (قدس سرہ العزیز) کے بعض معارف سے متعلق ہیں تو ہم اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے جو کہ غالب اور قوی ہے اور اسی پر بھروسہ کرتے ہوئے ان کے بارے میں کلام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہم اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتے ہیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر گناہوں سے بچنے اور نیک کاموں کے کرنے کی طاقت نہیں ہے۔

قولہ (اس کا یہ قول کہ) ”کیا ان کے نزدیک یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وجود ذات واجب تعالیٰ پر زائد ہے یا اس کا عین ہے اور پہلے قول (یعنی زائد ہونے) کی بنا پر ان دلائل عقلیہ سے کس طرح رہائی ہے جو اس کے عین ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور کثرتِ شہرت کی وجہ سے ان کو یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور علی رغم المخالف (مخالف کی مرضی کے خلاف) یہ دلائل قطعی ہیں انتہی“ (اس کے جواب میں) میں کہتا ہوں کہ یہاں ایک تیسری صورت بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ بلاشبہ وہ سبحانہ تعالیٰ بذاتِ خود ثابت ہے نہ کہ وجود کے ساتھ پس اس کی ذاتِ عالیہ اپنے ثبوت میں کافی ہے وجود کی محتاج نہیں ہے اور وہاں وجود کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے خواہ عیناً ہو یا زائداً ہو۔ یہ اس تحقیق کی بنا پر ہے جو کہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب آئے گی پس اس سبحانہ و تعالیٰ کے اس وجود کے ساتھ موجود ہونے کی وجہ سے جو کہ ماہیت پر زائد ہے دلائل ناقیہ اس پر وارد نہیں ہوتے پس اگر یہ کہا جائے کہ اس سبحانہ تعالیٰ شانہ کے بنفسہ موجود ہونے اور صوفیائے کرام کے مذہب کے مطابق وجود کے اس کی عین ذات ہونے کا مرجع ایک ہی ہے اس لئے کہ وجود کے اس کا عین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ وجود پر مرتب ہوتا ہے وہ ذاتِ تعالیٰ پر بھی مرتب ہوتا ہے تو ہم (جواباً) کہتے ہیں کہ بات اس طرح نہیں ہے اس لئے کہ اس سبحانہ و تعالیٰ کے اپنی ذات کے ساتھ موجود ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس سبحانہ و تعالیٰ کی حقیقت اپنی ذات میں وجود سے ماوراء ہے (اور) اس پر وجود کے آثار مرتب ہونے کیلئے کافی ہے اور اس تحقیق کی بنا پر جو کہ ہمارے شیخ و امام (حضرت مجدد الف ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کی وضاحت میں انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب آئے گی، وجود اس مرتبہ عالیہ سے متنزل (نیچے کے مرتبہ میں) ہے۔

اور وجود کے اس کی عین ذات ہونے کے یہ معنی کہ اس سبحانہ و تعالیٰ کی حقیقت یہی وجود ہے صرف اس بنا پر ہیں جو ان حضرات کی تحقیقات سے مستفاد ہوتی ہے پس اس مرتبہ مقدسہ پر وجود کا اطلاق ان کے نزدیک حقیقت ہے اور اگر وجود کی عینیت سے یہ مراد لی جائے کہ جو کچھ اس پر مرتب ہوتا ہے وہی وجود پر بھی مرتب ہوتا ہے تو اس سبحانہ و تعالیٰ پر وجود کا اطلاق بطریق مجاز و تشبیہ و

تنظیر ہوگا اور (چونکہ) مجاز کی نفی ہو جاتی ہے پس اس سے وجود کی نفی صحیح ہو جائے گی، اور ذات تعالیٰ فی نفسہ وجود کے سوا ہوگی۔ اور وہ صوفیائے کرام جو وجود کی عینیت کے قائل ہیں اس کو جائز نہیں کہتے جیسا کہ یہ بات ان لوگوں پر پوشیدہ نہیں ہے جو ان کے کلام میں جستجو کرتے ہیں اور ان کے اطوار سے واقف ہیں، وہ (صوفیائے کرام) کہتے ہیں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی حقیقت وجود بحت ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور اپنی ذات سے کسی چیز کا سلب کرنا محال ہے اور اگر ان کے نزدیک اس تعالیٰ سبحانہ پر وجود کا اطلاق حقیقت کے طور پر نہ ہوتا تو عینیت وجود کے قائلین کے درمیان حق سبحانہ کے وجود مطلق ہونے یا اس کا کوئی فرد ہونے میں اختلاف کے لئے کوئی حاصل شدہ معنی نہ ہوتے اور ان کے نزدیک اس مرتبہ عالیہ پر وجود کے اطلاق کی مجاز کے طور پر کس طرح گنجائش ہوگی حالانکہ مسئلہ وحدۃ الوجود کا بنی یہ ہے کہ وہ تعالیٰ شانہ وجود مطلق ہے، علاوہ ازیں اس کی عینیت پر اکثر دلائل غیر صحیح و نامکمل ہیں پس ان کا قطعی ہونا غیر مسلم ہے اور مخالف کے گمان پر ان (ادلہ) کا قطعی ہونا ہمارے لئے مضر نہیں ہے۔

قولہ (اس کا یہ قول) اور تعین وجودی جس کی طرف ہمارے شیخ و امام و قبلہ قدس سرہ الاقدار گئے ہیں اس سے مراد یا وجود عام ہے یا وجود خاص یا وجود مطلق؟ (جواباً) ہم کہتے ہیں کہ وہ مرتبہ جس کو بعض صوفیائے عالی مرتبہ وجود بحت کہتے ہیں اور وہ گمان کرتے ہیں کہ یہ مرتبہ لاتعین ہے وہ ہمارے نزدیک مرتبہ ذات علی سے نیچے کا مرتبہ ہے اور اس کے تعینات میں سے ایک تعین ہے خواہ وہ اس کو وجود خاص کے نام سے موسوم کریں یا موجود عام سے یا وجود مطلق سے، اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ وجود مطلق ہے تو یہ بھی بوجہ نہیں ہے لیکن وہ اطلاق کی قید سے آزاد نہیں ہے اس لئے کہ وہ متعین و متمثل ہے اور ایسا اطلاق لاتعین کے مناسب ہے بلکہ وہ قیود سے مطلق (آزاد) ہے (اور) اطلاق کے ساتھ مفید ہے پس وہ ایک لحاظ سے مطلق اور ایک لحاظ سے مفید ہے اور اس پر کوئی تبحر نہیں ہے جیسا کہ ان حضرات نے مرتبہ وحدت میں کہا ہے لیکن ہم کہتے ہیں یہ تردید درست نہیں ہے اس لئے کہ اگر مطلق سے مطلق حقیقی مراد ہے تو تردید حصر والی نہیں ہے اور اگر اس سے مطلق اضافی مراد ہے تو تردید کے عدم انحصار کے باوجود جو دلیل کہ اس کے باطل قرار دینے پر لائی گئی جو کہ آگے عنقریب آئے گی اس کے لئے غیر مطابق ہے اور اگر وہ معنی مراد ہیں جو ان دونوں معنوں کو شامل ہیں تو مدعی کی طرف سے دلیل ناقص و نامکمل ہے پس آخر در دونوں صورتوں میں تقریب کامل نہیں ہوتی۔

قولہ (اس کا یہ قول) پہلی صورت کی بنیاد پر اس سے چارہ نہیں کہ زائد ہو پس اس صورت میں خلاف متحقق نہیں ہوگا کیونکہ ابن عربی اور ان کے تبعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس طرف گئے ہیں کہ

صادر اول وجود عام ہی ہے بلکہ عموم و انبساط کی نسبت ہے (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ اختلاف کا دور ہونا ممنوع ہے کیونکہ انھوں نے وجود عام کو وجود مطلق کے معائنہ ہونے کا حکم کیا ہے اور ہم ذاتِ اعلیٰ پر تعین اول کے زائد ہونے کے قائل ہیں اور اس کی اس سے مغائرت اور نسبت کی زیادتی خلاف ۲۰۴ غیر وجود کی نسبت کو رفع نہیں کرتی پھر اس کے قول بل نسبت العموم والا انبساط (بلکہ عموم و انبساط کی نسبت ہے) میں ترقی کی بے قدری پوشیدہ نہیں ہے۔

قولہ (اس کا یہ قول) اور تیسری اور چوتھی صورت کی بنا پر وہ تعین حاصل نہیں ہوتی جو مرتبہ سابقہ میں نہیں تھی کیونکہ ذات پر کوئی چیز زائد نہیں ہے (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں جب ذاتِ علیٰ اپنی ذات میں وجود کے سوا ہے تو اس قول کے کچھ معنی نہیں کہ ذات پر کوئی چیز زائد نہیں ہے۔ قولہ (اس کا یہ قول) لیکن وجود کے مطلق وجود ہونے کی صورت میں تو ظاہر ہے کیونکہ وہ غیر متعین ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ مطلق اضافی تعین کے منافی نہیں ہے اور وجود متعین کے محتملات میں سے ہونے کی وجہ سے لفظ مطلق سے (مخالف کی) تری میں یہ معنی (مطلق اضافی) مراد لینا زیادہ مناسب ہے اور رہا مطلق حقیقی مراد لینا تو یہ طبع سلیم کے نہایت منافی ہے اس لئے کہ متعین غیر متعین کا احتمال ہرگز نہیں رکھتا، پس مخالف کا مذہب تسلیم کرتے ہوئے کہ وجود متعین ہے تو اب اس سے پوچھا جائے کہ اس متعین سے تیری مراد غیر متعین ہے یا کوئی دوسری چیز ہے۔

قولہ (اس کا یہ قول) اور لیکن وجود خاص ہونے کی بنا پر پس بیشک ذاتِ محض کی طرف نسبت ہونے کے باوجود وہ ایک وجود ہے اور وہ نسبت جو غیر حقیقی و اعتباری کو مستلزم نہیں ہے وہ تعین زائد کو واجب نہیں کرتی۔ (اس کا جواب یہ ہے کہ) اس میں بحث ہے اول اس لئے کہ کسی چیز کی اپنی ذات کی طرف نسبت تغائر کو لازم نہیں کرتی اور وجود ذاتِ مقدس کا غیر ہے اور ذات کی طرف اس کی نسبت سے تعین حاصل ہوتا ہے اور دوسرے اس لئے کہ علم تمہارے نزدیک عین ذاتِ تعالیٰ ہے اور ذاتِ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت سے تمہارے نزدیک تعین حاصل ہوتا ہے اور تیسرے اس لئے کہ غیر اعتباری نسبت کا لازم نہ ہونا ممنوع ہے۔ اور جاننا چاہئے کہ ہمارے نزدیک ذاتِ علیٰ کی طرف وجود کی نسبت ایسی ہے جیسا کہ صادر کی نسبت مصدر کی طرف ہوتی ہے کیونکہ وہ فی نفسہ وجود سے بے نیاز اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے پس اس صورت میں اس قول کا کوئی فائدہ نہیں ہے کہ اگر یہ تعین وجودی ذات پر زائد نہیں ہوگا تو قریب ہے کہ درمیان سے اختلاف دور ہو جائے۔ پس وجود کے ساتھ متعین ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ من حیث ہو [جس حیثیت سے کہ وہ ہے] وجود ہے لیکن

چاہئے کہ وہ وجود وجود محض ہو اس لئے کہ نسبت باوجودیکہ وہ وہ ہے خصوصیت کو لازم کرتی ہے نہ کہ مراد یہ ہو کہ وہ وجود ہو گیا یا موجود ہو گیا، اور وجود زائد چیز ہے اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ذات تعالیٰ من حیث هو [جس حیثیت سے کہ وہ ہے] غیر موجود ہو، پس اس کو وہ دلیلین رد کرتی ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ واجب ہی وجود ہے خواہ خاص ہو یا عام انتہی۔ آپ نے جان لیا کہ ان دلائل میں سے اکثر خود قابل اعتراض ہیں پس یہ ہم پر وارد نہیں ہوتے۔

۲۰۸

قولہ ”اور یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ تعین زائد ہو، اور پہلے گذر چکا ہے کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ تعین وجودی زائد ہو“ (جواباً) ہم کہتے ہیں کہ زیادتی ممکن نہ ہونے کے جوابات بھی پہلے گذر چکے ہیں پس یاد کر لیجئے قولہ ”پھر اس تقدیر پر کہ (اس کا وجود) زائد ہے، وہ علم میں یا خارج میں موجود ہوگا یا معدوم ہوگا“ (جواباً) ہم کہتے ہیں کہ یہاں ایک اور شق بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ تعین ظل خارج میں موجود ہو اور اس کی نفی کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہے۔

قولہ ”پس بیشک نفس امر علم اور خارج سے خالی نہیں ہے“ ہم کہتے ہیں کہ یہ ممنوع ہے کیونکہ بعض کے افادہ کی بنا پر کلی طبعی اس کے خارجی و ذہنی امتیازات سے قطع نظر کرنے کے باوجود نفس الامر میں ثابت ہوتی ہے اور جو دلیل اس کے ممنوع ہونے پر لائی گئی ہے وہ اعتراض سے خالی نہیں ہے اور نیز اگر خارج سے علم کے ماسوا مراد لی جائے تو ہم یہ اختیار کرتے ہیں کہ وہ خارج میں موجود ہے کیونکہ خارج کے لئے چند مراتب ہیں جن میں سے بعض دوسرے بعض کے اوپر ہیں پس ذات مقدس مراتب میں سب سے اعلیٰ مرتبہ میں ہے اور وجود اس مرتبہ میں ہے جو کہ ذات تعالیٰ سے نیچے کا مرتبہ ہے پس یہ دونوں ایک مرتبہ میں نہیں ہیں اور اگر اس سے اس کا سب سے اعلیٰ مرتبہ مراد لیا جائے جو کہ ذات اعلیٰ کا مرتبہ ہے تو پھر علم و خارج میں حصر ممنوع ہے۔ ہم مزید کہتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ وجود علمی و خارجی مطلق وجود کی اقسام سے ہے اور مطلق اقسام سے ماورا ہے پس چاہئے کہ وجود علم و خارج کے ماورا ثابت ہو، اور اس معنی کی کشف اور صحیح فراست سے تائید ہوتی ہے۔

قولہ ”اور پہلی صورت کی بنا پر لازم آتا ہے کہ (یہ) صفت ہو پس وہ کسی دوسرے وجود کا تقاضا کرتی ہے“ ہم کہتے ہیں کہ یہ بات غیر وجود میں مسلم ہے اور وجود میں ممنوع ہے۔

قولہ ”اور دوسری صورت کی بنا پر مرتبہ وجود یعنی خارجی وجود میں تکثر (کثیر ہونا) لازم آتا ہے کیونکہ خارج میں موجود ہی ذات ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں“ ہم کہتے ہیں کہ یہ ممنوع (غیر مسلم) ہے کیونکہ یہ جائز ہے کہ خارج کیلئے مختلف مراتب ہوں اور وجود کا مرتبہ ذات تعالیٰ و تقدس کے مرتبہ سے نیچے ہو جب کہ پہلے گذر چکا ہے



قولہ "اور برہان قطعی اس کی تردید کرتی ہے کیونکہ وجود سے مراد مبداء ہی ہے" ہم کہتے ہیں کہ یہ ممنوع ہے اس لئے کہ مبداء ذاتِ تعالیٰ ہے اور وجود (اس) بے نیاز ذاتِ عالیہ سے کمالات کے افاضہ کے لئے واسطہ ہے پس یہ جو کہا جاتا ہے کہ وجود ہر خیر و کمال کا مبداء ہے ہمارے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر خیر و کمال اس سبحانہ و تعالیٰ سے فائض (جاری) ہے، پس وجود فیض کے پہنچنے میں واسطہ ہے کیونکہ وہ تعالیٰ اپنی ذاتِ مقدس سے اس وجود کے ملاحظہ کے بغیر تمام جانوں کے نیاز پر قولہ "ضروری ہے کہ سب سے اول مبداء ہو ورنہ کوئی چیز نہیں پائی جائے گی، پس یہ حکم کہ وجود زائد ہے اس کی عینیت کو لازم کرتا ہے اس لئے کہ زائد ہونے کی صورت میں اس کا کوئی مبداء ہوگا ورنہ وہ بالذات واجب ہوگا اور واجب بالذات کا متعدد ہونا محال ہے اور اگر مبداء ذات مع وجود ہو تو مبداء دو ہو جائیں گے اور ہر دو ہونے والی چیز (جوڑا) ممکن ہوتی ہے اور یہ مشہور دلائلِ قطعیہ میں سے ہے جن کے ذکر کی ضرورت نہ ہونے کے باوجود قلم سے ان کا ذکر ہو گیا ہے انتہی" ہم (جواباً) کہتے ہیں کہ علتِ تامہ کا مرکب ہونا اور اس کے اجزا کا متعدد ہونا محال نہیں ہے بلکہ واقع ہے اور فاعل ذات واجب عزوجل ہے اس کے سوا نہیں ہے اور وجود واسطہ اور شرط ہے پس پہلی صورت کی بنا پر مبداء کے دو ہونے اور اس کے متعدد ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور دوسری صورت کی بنا پر تعدد ممنوع ہے۔

قولہ "اور اس مقام کے مناسب امور میں سے یہ ہے کہ تعینِ اولِ تعینِ ذاتی سے عبارت ہے اور ہر موجود کے لئے اس کے موجود ہونے میں اس سے چارہ نہیں ہے کیونکہ کوئی چیز جب تک متعین متمیز نہ ہو کم از کم عدم سے تو وہ پائی نہیں جائے گی اور لا تعین کے معنی اس تعین کا دوسرے تعینات سے مزاحم نہ ہونا ہے بلکہ اس میں منحصر نہ ہونا اور اس کا پابند نہ ہونا ہے پس حقیقتِ الہیہ کے لئے تعینِ اول تمام صفات کے لئے اجمالی طور پر حقیقتِ جامعہ ہے خواہ وہ صفات فعلیہ ہوں یا انفعالیہ اور ہم نے "اجمالی طور پر" اس لئے کہا ہے کہ صفات کی تفصیل کے وقت غیر تناسلی تعینات حاصل ہو جاتے ہیں اور ہم نے "تعمیم" (عمومیت) کے ساتھ اس لئے کہا ہے کہ صفاتِ فعلیہ کے ساتھ مقیدرت اور وہ بندے سے متمیز ہے اور (اسی طرح) بالعکس ہے، تعینِ اولِ ذاتی سے تنزل کے بعد واجب کی حقیقت اس کا رُبوبیت کے ساتھ تعین ہے، پس رُبوبیت اس کا تعینِ اولِ ذاتی نہیں ہے (اس کو) وجود کا نام دینا بعید نہیں ہے لیکن وہ زائد نہیں ہے جیسا کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے اور یہ جو ان حضرات کی بعض عبارتوں میں واقع ہے کہ تعینِ اولِ تعینِ علمی اجمالی ہے تو یہ اس کے مخالف نہیں ہر جو ہم نے

ذکر کیا ہے کیونکہ اس سے یہ مراد نہیں کہ واجب کی حقیقت فقط یہی علم ہے پھر اس نے نزول فرمایا اور دوسری صفات ہو گیا کیونکہ اس مرتبہ میں جس طرح کہ وہ عین علم ہے اسی طرح وہ عین قدرت و ارادہ وغیرہا ہے یا یہ مراد نہیں ہے کہ وہ قی نفسہ علم کی حقیقت سے ماوراء ہے پھر اس نے نزول فرمایا اور علم کی حقیقت ہو گیا بلکہ انھوں نے اس حقیقت جامعہ سے تمام صفات کے ساتھ اس کا اجمال حقیقت علم کے ساتھ تعبیر کیا ہے اس لئے کہ صفات کو جب اس مرتبہ میں ثبوت ہے اگرچہ اندراجی اور اندراجی (ایک دوسرے میں مل جانے کے) طور پر ہو اور تعدد کا ثبوت صرف علم میں ہے اور نیز علم احاطہ کے طور پر عالم اور معلوم کا عین ہے کیونکہ علم کی حقیقت کچھ اس حیثیت سے کہ وہ ہر معلوم کا عین ہے۔

۲۱

علم کی حقیقت سے تعبیر کرنا جائز ہے اور البتہ دوسری صفات مثلاً قدرت جیسی کہ وہ ہے تو وہ عین ارادہ نہیں ہے اور نہ ہی عین مقدور ہے پس علم جو کہ تعین اولیٰ اس علم کے سوا ہے جس کے ساتھ دوبارہ مرتبہ تفصیل میں منزل واقع ہوا ہے اور اس مرتبہ میں بہت سے تعینات ہیں ان میں سے ایک تعین علمی ہے اس حیثیت سے کہ وہ تعین ارادی وغیرہا سے متمیز ہے، اور اس طول کلامی سے مقصود یہ ہے کہ آپ (اس) سب سے حقیر مرید پر ان مسائل میں صواب و خطا پر متنبہ فرمانے کے ساتھ احسان فرمائیں انتہیٰ میں (جواباً) کہتا ہوں کہ جو کچھ اس تحقیق سے مستفاد ہوتا ہے اس کا حاصل ذات تعالیٰ و تقدس کا اس کے مراتب تعینات میں حصر اور ذاتِ علیٰ کے لئے تعینات کے ماوراء مرتبہ ہونے کی نفی ہے اور لا تعین کے معنی کسی معین تعین میں اس کا منحصر نہ ہونا ہے پس تعین اولیٰ اجمالی طور پر صفات کی حقیقت جامعہ ہے اور اسی کو وجود کا نام دیا جاتا ہے پس یہ مرتبہ تعین وجودی اور تعین علمی اجمالی ہوگا، البتہ اس کا وجود ہونا اس لئے ہے کہ وجود حقی عزوجل کی حقیقت ہے اور اس کے لئے اس مرتبہ سے اوپر کوئی مرتبہ ثابت نہیں ہے اور البتہ اس کا علمی ہونا اس لئے ہے کہ علم احاطہ کے طور پر عین عالم اور عین معلوم ہی بخلاف دوسری صفات کے کہ وہ اس کی مانند نہیں ہیں پس اختلاف رفع ہو گیا اور تعین اولیٰ دونوں فریق کے نزدیک ایک ہی چیز ہوگی خواہ آپ اس کو علم کا نام دیں یا وجود کا۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ یہ شیخ (محمی الدین ابن عربی قدس سرہ) اور ان کے متبعین یعنی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب کی نتیجہ ہے ورنہ یہ ایسی صلح ہے جس پر دونوں فریق میں سے کوئی راضی نہ ہوگا، اور اس جگہ چند بحثیں ہیں: اول یہ کہ اس بنا پر جو کہ ان کے نزدیک مسلم ہے تعین اجمالی و تفصیلی دونوں علمی ہیں پس اس بنا پر واجب تعالیٰ موجود ہے علمیہ میں سے ہوگا (حالانکہ) اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔ دوم یہ کہ یہ بات محال ہے کہ کوئی چیز اپنی ذات کے علم میں موجود ہو اور اس کے لئے اس کے وجود علمی کے سوا اور کوئی وجود نہ ہو اس لئے کہ

تعیینات خارجیہ اس تعین سے پیچھے آنے والے ہیں اور حادث ہیں۔ سو ہم یہ کہ جب وجود کی حقیقت موجود علمی ہے تو اس کے تعینات کس طرح خارجی ہوں گے جیسا کہ انہوں نے کہا ہے کہ اجمالی و تفصیلی تعین کے علاوہ (کچھ) تعینات خارجی بھی ہیں اور البتہ جو کچھ اس سلمہ ربیہ کی عبارت سے مستفاد ہوتا ہے کہ اس کو علم کے نام سے موسوم کرنا اس سے محض تعبیر ہے نہ یہ کہ وہ فی نفسہ علم کی حقیقت ہے پس یہ غور طلب ہے اول اس لئے کہ یا اس مرتبہ میں ذات تعالیٰ کا حضور اس کمنفس کے لئے اس کے علم میں اعتبار کیا جائے جیسا کہ ان حضرات کے نزدیک مسلم ہے یا اعتبار نہ کیا جائے اور پہلی صورت میں اس مرتبہ پر علم کا اطلاق حقیقت کے طور پر ہوگا نہ کہ محض تعبیر کے طور پر، اور دوسری صورت میں اس کے لئے اس کے حضور سے قطع نظر کرنے کے باوجود خارج میں موجود ذات پر علم کے اطلاق کا جائز ہونا ہم نہیں مانتے اس لئے کہ علم کے معنی عین عالم ہونا و عین معلوم ہونا (یعنی) دونوں کا عین ہونا دونوں کے عالم و معلوم ہونے کے اعتبار سے ہے کیونکہ حکم کا مشتق کے ساتھ معلق ہونا علیت (علت ہونے) کا پتہ دیتا ہے، پس زید کے لئے جو کہ خارج میں موجود ہے یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ علم ہے پس نسبتوں اور اعتبارات سے خالی ذات کو اس کے نفس کے لئے اس کے حضور سے قطع نظر کرنے کے باوجود اس کو علم کے ساتھ تعبیر کرنا کس طرح جائز ہوگا حالانکہ تعبیرات اس مرتبہ میں ساقط ہیں، پس ظاہر ہوا کہ اس مرتبہ پر علم کا اطلاق محض تعبیر نہیں ہے جیسا کہ ان کی صریح عبارات اس پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ تحقیق کرنے والے پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اس کی ذات کا تعقل (سمجھنا) اس کی ذات کے ساتھ ہے اور اسی لئے وہ اس کو عقل و حضرت علیہ و علم مطلق و وجود مطلق بمعنی غیر مقید بالتفصیل کا وجدان کے نام سے موسوم کرتے ہیں نقد القصوص میں کہا ہے "اور یہ معرفت کلی اجمالی معرفت ہے" اور فصوص میں ہے کہ "نسبت علیہ ذاتیہ سے تعلق رکھنے والے تعینات میں سب سے اول تعین وحدۃ الحق اور اس کے وجود کا واجب ہونا اور اس کا مبداء ہونا سمجھا جاتا ہے اور خاص طور پر اس حیثیت سے کہ اس کا اپنے نفس کو فی نفسہ جانتا اور اس کا اپنی ذات کے واسطے سے جانتا ہر چیز کے لئے اس کے علم کا سبب ہے اور دوسرے مقام میں اس نے اس تعین کو علم و وجدانی کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور نیز اس میں ہے کہ غیب ہویتِ حق سے لا تعین کے اعتبار سے اس کے اطلاق کی طرف اشارہ ہے اور وحدتِ حقیقت جو تمام نسبتوں اور اسماء و اضافات اور اعتبارات کو مٹانے والی ہے اس سے مراد حق کا اپنے نفس کو سمجھنا اور اس کا اپنے تعین اور انصاف کی حیثیت اپنے نفس کا ادراک کرنا ہے اور اس کے تعین سے مراد نسبت علیہ ذاتیہ میں وجود کا تعین ہے اور اس کے انصاف سے مراد اپنے تعلق میں اپنے تعین کی حیثیت

اس کے اپنے نفس کے علم کی صورت ہے اور اس طرح کی مثالیں ان کے کلام میں بے شمار ہیں — اور دوم اس لئے کہ اگر اس پر علم کا اطلاق مجاز کے طور پر ہو تو اس سے علم کی نفی کرنا جائز ہوگا حالانکہ یہ ان کے نزدیک جائز نہیں ہے اس بنا پر جو کہ پوشیدہ نہیں ہے — اور سوم اس لئے کہ علم کا عالم اور معلوم کے ساتھ اتحاد صرف علم حضوری میں ہے اور اس علم کا جس سے بعض صفات کو بعض سے تمیز کیا جاتا ہے علم حضوری ہونا ممنوع ہے بلکہ وہ علم حصولی کے قبیل سے ہے کیونکہ اس سے معلومات کی صورتیں اور اعیان ثابتہ کا حصول ہوتا ہے اور اگر اس (علم) کا (علم) حضوری ہونا مان لیا جائے تو ذات بحت کے ساتھ اس کا اتحاد اس کے ساتھ اس کے اعتبار کو ملاحظہ کئے بغیر ممنوع ہے بلکہ تحقیق یہ ہے کہ علم حضوری میں بھی اس کے اعتبارات میں سے کسی اعتبار کے ساتھ ہی ذات ملحوظ ہے نہ کہ ذات بحت جیسا کہ بعض محققین نے اس کا افادہ کیا ہے — اور چہارم اس لئے کہ ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ متحد ہونا اس کا مقتضی نہیں ہے کہ جو اسم ان میں سے ایک کے ساتھ مخصوص ہے اس کا اطلاق دوسرے پر بھی جائز ہو، کیا تو نہیں دیکھتا کہ مثلاً ہر ایک ہنسنے والا اور چلتے والا انسان کے ساتھ متحد ہے لیکن انسان کی باہمیت پر جیسی کہ وہ ہے اس کا اطلاق جائز نہیں ہے اور اس لئے بھی کہ مفید اور جزئی مطلق اور کلی کے ساتھ متحد ہیں اس کے باوجود ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ جس حیثیت سے کہ وہ ہے جو اسماء و احکام مخصوص ہیں ان کا اطلاق دوسرے پر اس حیثیت سے جیسا کہ وہ ہے جائز نہیں ہے جیسا کہ صوفیہ موجدہ وغیر ہم نے اس کو ثابت کیا ہے۔

۲۱۳

ع گم فرق مراتب نکتی زندگی [ اگر تو مراتب میں فرق نہیں کرتا تو زندگی ہے ]

اور پانچویں اس لئے کہ علم میں صفات کا متعدد ہونا صفات مندرجہ و مندرجہ (داخل شدہ) میں سے ہر صفت کے ساتھ علم کے اتحاد کا مقتضی ہے اور ذات تعالیٰ کے ساتھ اس کا اتحاد لازم نہیں آتا کہ اس پر اس کا اطلاق جائز ہو، یہ نہیں کہا جائے گا کہ صفت اس مرتبہ میں ذات تعالیٰ سے متمیزہ نہیں ہے، پس اس کا ان دونوں میں ایک کے ساتھ اتحاد دوسرے کے ساتھ اتحاد ہے، اس لئے کہ ہم کہتے ہیں کہ اس بارگاہ میں تمیز کا بالکل مرفوع ہو جانا ان چیزوں میں سے ہے جن کے بارے میں بحث مباحثہ کیا جاتا ہے کیونکہ یہ جائز ہے کہ وہاں اس علمی تمیز کے سوا ایسا تمیز ہو جس کی کیفیت مجہول ہو معلوم نہ ہو۔ اور یہ تمیز علمی اس تمیز کا اثر ہو اور علم کا تعلق ان دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ جدا جدا ہونا ان چیزوں میں سے ہے جو اس کی تائید کرتی ہیں، اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا علم بعینہ دوسرے کا علم ہے بلکہ ذات کا علم جیسی

وہ ہے صفت کے علم کا غیر ہے جیسی کہ وہ ہے اگرچہ وہ اس سے غیر متمیز ہو جیسا کہ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کیونکہ حیثیت کے مختلف ہونے سے علم بھی مختلف ہو جاتا ہے پس اگر کہا جائے کہ مثلاً قادر کے متعلق (ہمارے) علم اس کی ذات و صفت کا ایک ساتھ علم ہے کیونکہ قادر کے معنی وہ ذات ہے جس کو قدرت ہے تو جانتے ہیں کہ یہاں بھی اسی قبیل سے ہو کیونکہ اس مرتبہ میں ذات صفات کے ساتھ ملحوظ ہے اگرچہ اجمالاً ہوا صفات سے معرا نہیں ہے۔ پس اس کا جواب دو طرح پر ہے ایک یہ کہ اس صورت میں ذات بحت کے لئے کوئی مرتبہ نہ ہوگا کیونکہ اس مرتبہ سے اوپر کوئی اور مرتبہ ثابت نہیں ہوا ہے۔ اور دوسرا جواب یہ کہ یہ بات غیر مسلم ہو کہ قادر کے متعلق علم ذات صفت کا ایک ساتھ علم ہے بلکہ صرف صفت کا علم ہے۔ کیا تو نہیں دیکھنا کہ ارباب معقول نے کہا ہے کہ کسی چیز کے بالوجہ علم میں فقط بالوجہ علم ہے پس ذات شئی کی طرف نسبت کرتے ہوئے جہل متحقق ہو گیا اور ششم اس لئے کہ اطلاق کے جواز کی صورت میں ان کے لئے خارج میں موجود ذات کے لئے علم کا نام دینے کا کوئی سبب نہیں ہے۔ چوتھی بحث یہ ہے کہ اگر ذات تعالیٰ اپنے تعینات کے مراتب میں منحصر ہو جائے اور مطلق کا کوئی علیحدہ وجود اس کے تعینات کے وجود کے ماوراء نہ ہو تو اس سے لازم آئے گا کہ واجب سبحانہ اپنے وجود میں ممکنات کے وجود کی طرف محتاج ہو اور اسی طرح تمام کمالات و صفات میں بھی اور (لازم آئے گا کہ) ممکنات کا وجود اور اس کی صفات واجب تعالیٰ کے وجود اور اس سبحانہ کی صفات پر مقدم ہو جائیں گی اور اس کا باطل ہونا پوشیدہ ہونے سے زیادہ ظاہر و واضح ہے۔ پانچویں یہ کہ یہ تحقیق اس کے مخالف ہے جو کچھ کہ قوم کے نزدیک تعینات کے ماوراء مرتبہ اطلاق کے اثبات کے متعلق مقرر ہے اور اسی لئے وہ ذات معرا (محض) میں تفکر سے منع کرتے ہیں۔ نقد النصوص میں کہا ہے جب حق سبحانہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے اپنی عزت کے حجاب میں اس طرح ہے کہ اس کے اور باسوا کے درمیان کوئی نسبت نہیں تو اس میں اس وجہ سے غور فکر کرنا اور (اس کی) طلب کی طرف شوق کرنا وقت کو ضائع کرنا اور ایسی چیز کی طلب کرنا ہے کہ کلی اجمالی صورت کے سوا جس کا حاصل کرنا اور اس میں کامیابی ممکن نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر تعین کے ماوراء ایسا امر ہے کہ جس سے ہر متعین ظاہر ہوا ہے اسی سبحانہ و تعالیٰ نے رحمت و ارشاد کی زبان سے فرمایا ہے: **وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ وَاللَّهُ رَؤُوفٌ بِالْعِبَادِ** [اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت ہی مہربان ہے] پس معلوم ہوتا ہے کہ مرتبہ ذات موجود ہے اس میں تفکر ممکن نہیں ہے، نہ یہ کہ وہ تعبیر محض ہے اور وہ کہتے ہیں کہ لزوم احاطہ و تمیز اور مرتبہ تعین اول میں تفکر کی وجہ سے اس سبحانہ کا علم اس کی مقدس ذات سے متعلق نہیں ہوتا اور اپنے لئے اس

سبحانہ و تعالیٰ کے علم کا احاطہ غیر ممنوع ہے اور نیز وہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جو چیز اس تعالیٰ شانہ سے صادر ہوئی وہ تعین اول ہے اور وہ اس کو صادر اول کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور یہ لازمی طور پر معلوم ہے کہ ہر صادر کے لئے مصدر موجود ہوتا ہے۔ لاجہی نے کہا ہے کہ "ارادۃ الہی و قدرتِ نانتناہی نے نفسِ رحمانی کے ساتھ جب تعین اول ایجاد کیا، نیز انہوں نے کہا ہے کہ اول مرتبہ جس نے اس فیض کو قبول کیا تعین اول ہے اور حدیثِ نبوی علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتختہ میں ہے اول ما خلق اللہ تعالیٰ نوری (سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو پیدا فرمایا وہ میرا نور ہے) اور روایت میں ہے: اول ما خلق اللہ العقل (سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو پیدا کیا وہ عقل ہے) اور مختصر یہ ہے کہ اس مرتبہ اور اس کے بعد کے مراتب کے صادر ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے، اور یہ بات محال ہے کہ صادر بھی اور مصدر بھی ایک ہی چیز ہوں" نیز وہ کہتے ہیں کہ "تعین اول حق تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان واسطہ اور وجوب و امکان کے درمیان بزرخ ہے" خصوص میں کہا ہے کہ "یہ شرط وجودی ہی عقل اول ہے جو حق تعالیٰ اور ہر اس چیز کے درمیان واسطہ ہے جس کا قیامت تک ممکنات میں سے ہونا مقدر ہے، لاجہی نے کہا ہے کہ ذاتِ احدیت نے جب تعین اول کا اقتضا کیا جو کہ وجوب و امکان کے درمیان بزرخ جامع ہے اور واسطہ اور بزرخ کے لئے لازمی ہے کہ اس کے دو اطراف موجود ہوں اور مختصر یہ کہ ذات تعالیٰ کا اس کے تعینات کے مراتب میں حصر حقیقت میں ذات تعالیٰ و تقدس کی نفی ہے، پس اگر یہ کہا جائے کہ اس سلمہ یہ (اللہ تعالیٰ اس کو سلامت رکھے) مرتبہ لا تعین کو ثابت کیا ہے (تو) میں (جواباً) کہتا ہوں کہ اس نے اس مرتبہ کو اعتبار محض قرار دیا ہے اور تعینات کے ماوراء اس کا مستقل وجود ثابت نہیں کیا ہے اور اسی لئے اس نے اول تعینات میں وجود کی بحیثیت کو ثابت کیا ہے اور اگر وجود کے ماوراء کوئی مرتبہ ثابت ہو جائے تو وجود کے ماوراء جس مرتبہ ذات کے ثبوت کا ہم نے دعویٰ کیا ہو وہ ثابت ہو جائے گا نیز اگر ان کے نزدیک تعینات کے ماوراء مرتبہ اطلاق ذاتی موجود نہ ہوتا تو اس بارے میں جھگڑنے کا کوئی جواز نہ ہوتا کہ مطلق جو کہ کسی چیز کی شرط کے ساتھ نہیں ہے کس طرح موجود ہوگا باوجودیکہ مطلق مقدر کے ضمن میں ہی پایا جاتا ہے اور یہ حضرات اس سے خلاصی حاصل کرنے میں جیلہ و تدبیر نہ کرتے اور بعض محققین اس کو کشف و وجدان پر محمول نہ کرتے۔

پس اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے تعین اول کے ذات پر زائد نہ ہونے کا حکم لگایا ہے اس لئے وہ ذات تعالیٰ کے ساتھ متحد ہوگا اور وہی موجود ہوگا تو اختلاف رفع ہو جاتا ہے اور اسی لئے خصوص میں کہا ہے کہ حقیقت حق اس کی ذات کے سمجھنے میں اس کے تعین کی حیثیت سے اس کی ذات کے ساتھ

اس کے علم کی صورت سے عبارت ہے اس طرح پر کہ علم اور عالم اور معلوم پایا جائے۔ ہم کہتے ہیں کہ بیشک تعین اول ذاتِ مطلق کے اعتبارات میں سے ایک اعتبار اور اس کے تعینات میں سے ایک تعین ہے جو کہ حضور ذاتی کے ساتھ مقید ہے پس وہ وجودِ بحت (محض) نہیں ہوگا اور رہا ان کا ذات پر نائد نہ ہونے کا حکم لگانا تو زیادہ ہونے کی نفی سے مراد خارج میں اس کے وجود کی نفی ہے پس بلاشبہ خارج میں جو موجود ہے وہ وہی ذاتِ مقدس ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور یہ تعین بیشک علم ہی میں ہے، یا یہ مراد ہے کہ علم کے احاطہ میں ذاتِ علی کے سوا صفات و اضافات متمیزہ میں سے کوئی چیز داخل نہیں ہوئی اور ان میں سے کسی چیز سے اتحاد لازم نہیں آتا اور ہم اس کو نہیں مانتے اور اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو ایک چیز کے دوسری چیز کے ساتھ متحد ہو جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو اسما و احکام ایک چیز کے ساتھ جیسی کہ وہ ہے مختص ہیں ان کا اطلاق دوسری چیز پر بھی جائز ہو جیسا کہ عام و خاص اور باہمیت و عارض میں ہونا ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے، اور رہی فصوص کی عبارت تو وہ تعین و تقید کی حیثیت سے حقیقت بیان کرنے کے لئے ہے جیسا کہ اس پر وہ عبارات شاہد ہیں اور ہماری گفتگو مطلق کے بارے میں ہے اور کیوں نہ ہو ورنہ ذاتِ صورتِ علمیہ متعینہ میں سے ہوجائے گی اور یہ باطل ہے پس اختلاف باقی رہے گا۔

پس اگر یہ کہا جائے کہ "ان حضرات نے لفظِ مطلق کا تعین اول پر بھی اطلاق کیا ہے تو اس کی کیا وجہ ہے" ہم کہتے ہیں کہ یہ وہ اطلاق ہے جس کی ضد تقید ہے پس وہ مطلق مقید ہوا اور مرتبہ لا تعین کا اطلاق صفتِ اطلاق سے بھی اطلاق ہے جیسا کہ تجرد و تقید سے بھی اطلاق ہے پس وہ قطعاً مطلق ہوگا۔ محقق دوانی نے کہا ہے کہ \* وہ وجودِ مطلق کو یعنی وجود اس حیثیت سے کہ وہ ہے تجرد و اطلاق کی شرط اور اس کے علاوہ صفاتِ حقیقیہ کے عوارض کی شرط کے بغیر حق جانتے ہیں اور اس کے لئے مراتب ثابت کرتے ہیں اور مرتبہ اول غیب ہوتی ہے الخ پس ظاہر ہوا کہ اس کے وجود میں موجودِ اصلی ان کے نزدیک بیشک وہ مرتبہ ہے جس کو وہ غیب ہوتی اور وجودِ بحت سے تعبیر کرتے ہیں اور وہ تعینات سے ماوراء ہے اور تعینات اس میں اعتبارات ہیں اس لئے کہ موجود وہی تعین ہے اور لا تعین محض اعتبار ہے پس ان اکابر کی مراد ہرگز یہ نہیں ہے یہ تو ان کی تحقیق ہے، اور ہمارے مذہب کی تحقیق یہ ہے کہ طالبِ یقین اور صاحبِ فطرتِ سلیمہ جب صحیح فکر اور سچے نامل کے ساتھ اپنے وجدان کی طرف رجوع کرے گا اور اپنے آپ سے انصاف کرے گا تو پائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مقدس کو اپنے وجود میں اپنے غیر کی طرف محتاج نہیں ہونا چاہئے اور اس کو اپنی ذات میں وجودِ خالی ہونا چاہئے

اور اس کے ثبوت میں وجود کی طرف کوئی احتیاج نہیں ہے اور نیز وہ پائے گا کہ اس سبحانہ کی ماہیت حقیقت وجود نہیں ہونی چاہئے اس لئے کہ وجود اپنی ذات میں مصادر و احداث میں سے ہونے کے باوجود ہمارے لئے یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اس واجب کی حقیقت ہے جو وجودِ اصلی کے ساتھ خارج میں موجود ہے اور (نہ اس کی ضرورت ہے کہ) غیر کی طرف اس کی عدم احتیاج کے واسطے سے اس پر کوئی اصطلاح قائم کی جائے اور اس کے ساتھ ساتھ شرع میں بھی یہ بات وارد نہیں ہوتی ہے، پس حق یہ ہے کہ اس سبحانہ و تعالیٰ کے لئے وجود کے ماوراء ایک ماہیت و حقیقت ہے جو اپنی ذات کے ساتھ ثابت ہے اور وہ اپنے لئے وجود کے عارض ہونے سے مستغنی ہے اور جو کچھ وجود پر مرتب ہوتا ہے وہ بذات خود اس ماہیت پر مرتب ہوتا ہے پس وہ اپنی ذات مقدسہ کے ساتھ موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ خواہ وہ وجود عین کے طور پر ہو یا زائد ہو۔

اور ہمارا یہ قول کہ وہ بذاتہ موجود ہے یہ ہمارے قول بہت (ہے) کی محض تعبیر ہے نہ یہ کہ وجود امر زائد ہے جو اس تعالیٰ کے ساتھ ثابت و قائم ہے یا اس کا عین ہے پس اس بارگاہِ عالیہ میں جو کہ تمام نسبتوں اور اعتبارات سے عاری ہے وجود کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے جیسا کہ وہاں عدم کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہے پس اس سبحانہ کے انتہائی مقدس ہونے کی وجہ سے کوئی نسبت اس کی طرف نہیں پہنچتی کیونکہ وہ ان (نسبتوں) میں سے ہر ایک کا خالق ہے پس ہر دو نقیض اس مرتبہ مقدسہ سے نیچے کے مرتبہ میں ہیں ان دونوں کا وہاں کوئی تصور نہیں ہے کہ جس سے ارتفاع نقیضین کا تصور ہو پس تمام اعتبارات سے عاری ذات کے مرتبہ میں کسی چیز کے لئے دوسری چیز کے ساتھ تناقض نہیں ہے کہ ارتفاع نقیضین کو محال سمجھا جائے کیونکہ ارتفاع و ثبوت ان اعتبارات اور نسبتوں میں سے ہے جو اس بارگاہ سے منفی ہیں، کیا تو اس کو نہیں دیکھتا جو کہ بعض محققین نے افادہ کیا ہے کہ جسم اپنے وجود اس مرتبہ میں جو بیاض پر سابق ہے نہ ابیض ہے اور نہ ہی لا ابیض ہے اور یہ ارتفاع نقیضین محال نہیں ہے اس لئے کہ محال ان دونوں کا مطلقاً نفس بالامر کے اعتبار سے ارتفاع ہے نہ کہ مراتب میں سے کسی مرتبہ کے اعتبار سے کیونکہ جن امور کے درمیان تقدم و تاخر و معیت کا تعلق نہیں ہے ان میں سے بعض کے لئے دوسرے کے مرتبہ میں نہ کوئی وجود ہے اور نہ کوئی عدم ہے انتہی۔ پس جب ممکنات میں ان جیسے امور کی گنجائش ہے تو پھر ممکنات کے خالق تعالیٰ و تقدس کی شان میں تیرا کیا گمان ہے **وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی** اور اللہ تعالیٰ کے لئے **اعلیٰ** مثال ہے] پس اس بنا پر ذات مقدس کے غیر کی طرف محتاج ہونے کی نفی کرنے کے لئے اس پر کسی ایسے لفظ کے اطلاق کی ضرورت نہیں جس کا لغوی مفہوم معقولات ثانیہ اور ان معانی میں سے ہو جو



غیر کے ساتھ قائم ہیں۔

اور اگر ایسا ہوتا تو صاحبِ شرع ذاتِ منزہ کو وجود کے ساتھ تعبیر کرنے اور اس کی خبر دینے کے زیادہ حقدار تھے جیسا کہ اس (تعالیٰ شانہ) کے تمام اسماء و صفات کمالات کی تعبیر کی خبر دی ہے اور جب یہ نہیں ہے تو وہ بھی نہیں ہے۔ پس اللہ عزوجل اپنی ذاتِ علیٰ کے ساتھ اپنے لئے وجود کے عارض ہونے سے بے نیاز ہے، پس جو چیز وجود پر متفرع ہوتی ہے وہ اس سبحانہ پر متفرع ہوتی ہے اور یہی حال تمام صفات کے بارے میں ہے پس جو کچھ ان صفات پر متفرع ہوتا ہے اس کی ذاتِ علیٰ اس میں کافی ہے اور اس کے باوجود اس سبحانہ کے لئے صفاتِ ازلیہ موجود ہیں جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں اس لئے کہ یہ بات شرع میں وارد ہوئی ہے اور جبکہ اس سبحانہ کی عادتِ جاریہ یہ ہے کہ جو چیز عالمِ حقیقت میں ثابت ہو اس کے لئے عالمِ مجاز میں کوئی نمونہ بنائے تاکہ اس سے اس پر استدلال کیا جائے تو اس نے وجود کو اپنے وجود اور اپنی ذات کا نمونہ بنایا نہ کہ وجود کے ساتھ کیونکہ وجود اگر پایا جائے تو وہ وجود کے بغیر اپنی ذات کے ساتھ موجود ہوگا المجاز قنطرة الحقیقة [مجاز حقیقت کا پل ہے] پس ذاتِ غنی و اعلیٰ پر وجود کے زائد ہونے اور وجود کے اس کا عین نہ ہونے کے بارے میں ہم جمہور منکلمین سے موافقت کرتے ہیں لیکن ہم ذاتِ مقدس کے وجود کی طرف محتاج ہونے اور اس کے بذاتہ کامل ہونے کے باوجود غیر کے ساتھ اس کے کمال حاصل کرنے کے قائل نہیں ہیں، اور ہم امید کرتے ہیں کہ زیادتِ وجود سے سلف کی مراد یہی معنی ہیں اگرچہ ان سے اس بارے میں کوئی روایت ہو لیکن ظاہر یہ ہے کہ سلف سے اس بارے میں کوئی نقل نہیں ہے بلاشبہ یہ ہمارے اصحابِ رحمہم اللہ سبحانہ میں سے متاخرین کا قول ہے بخلاف زیادتِ صفات کے کہ بیشک نصوص ان کے لئے مددگار ہیں پس حاصل یہ ہے کہ بیشک حق عزوجل اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے اور اس کی ساتوں بلکہ آٹھوں صفات ذاتِ حق تعالیٰ کے ساتھ وجود کے بغیر موجود ہیں پس وجود جس طرح مرتبہ ذاتِ مقدس سے نیچے کے مرتبہ میں ہے اسی طرح اس کی صفاتِ حقیقیہ سے بھی نیچے کے مرتبہ میں ہے پس جب حضرت ذاتِ مقدس اور صفاتِ عالیہ میں وجود درمیان میں نہیں آتا تو وجوبِ امکان بھی درمیان میں نہ آئیں گے اس لئے کہ امکان اور وجوبِ ماہیت اور وجود کے درمیان نسبت ہیں پس جب وجود نہیں ہے تو نہ وجوب ہے نہ امکان، لہذا اس تحقیق سے وہ سخت اشکال دور ہو گیا جو صفاتِ حقیقیہ پر وارد کیا جاتا ہے کہ وہ یا تو اپنی زوات کے اعتبار سے ممکنہ ہیں یا واجبہ ہیں، پس پہلی صورت کی بنا پر ان کا حادث ہونا لازم آتا ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک ہر ممکن حادث ہے اور نیز ان کا ذات سے جدا ہونا لازم آتا ہے

پس اس سے حق تعالیٰ کے چہل و عجز کا جواز لازم آتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے بلند ہے اور دوسری صورت کی بنا پر واجب لذاتہ کا متعدد ہونا لازم آتا ہے جو کہ توحید کے منافی ہے۔ ہمارے شیخ و امام امام ربانی مجدد الف ثانی (قدس سرہ) نے فرمایا "پس اس سبحانہ و تعالیٰ کی ذات و صفات ان تینوں منحصرہ صورتوں سے بالاتر ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ جب اس ذات تعالیٰ کا تصور کیا جائے اور اس سبحانہ کی صفات کا وجہ اور اعتبارات کے لحاظ سے تعقل کیا جائے، کیونکہ کہ (حقیقت) کی طرف کوئی سبیل نہیں ہے، تو تصویری ظلی وجود میں ذات سبحانہ کے لئے وجوب عارض ہوگا، کیونکہ وہی (وجوب) اس تعالیٰ کے غنا کے لائق اور مناسب ہے، اور وجود ذہنی کے ساتھ اس سبحانہ کی صفات کے لئے امکان عارض ہوگا، کیونکہ ذات کی طرف اس کے محتاج ہونے کی وجہ سے وہ (امکان) ہی اس کے مناسب ہے، پس اس تعالیٰ شانہ کی ذات اور اس سبحانہ کی صفات اپنی ذوات کی حد میں وجوب و امکان کے مرتبہ سے اوپر ہیں بلکہ مرتبہ وجود سے بھی اوپر ہیں اور وجود تصویری ظلی کے اعتبار سے وجوب ذات تعالیٰ کے مناسب ہے اور امکان صفات تعالیٰ و تقدست کے مناسب ہے پس صفات تعالیٰ وجود خارجی کی حیثیت سے نہ واجبہ ہیں نہ ممکنہ بلکہ یہ وجوب امکان سے اوپر ہیں اور وجود ذہنی کے اعتبار سے ممکنہ ہیں اور اس امکان سے حادث ہونا لازم نہیں آتا اس لئے کہ یہ ان (صفات) کی ذوات کے لئے نہیں ہے جیسا کہ ممکنات کے لئے ہے بلکہ ان کے ظلی وجوداً کیلئے ہے اور یہ معرفت ارباب معقول کے اس قول کے مناسب ہے کہ کلیت و جزئیت — وجود ذہنی کی خصوصیت کے اعتبار سے ماہیت کے لئے عارض ہوتی ہیں، پس وجود خارجی کی حالت میں ماہیت ان دونوں میں سے کسی کے ساتھ متصف نہیں ہوتی، مثلاً زید جو خارج میں موجود ہے عقل سے پہلے وہ جزئی نہیں ہے جیسا کہ وہ بلاشبہ کلی بھی نہیں ہے بلکہ اس کے لئے وجود ذہنی ظلی کے بعد جزئیت عارض ہوتی ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ صفات ثنائیہ موجودہ کے علاوہ تمام انتسابات اضافات اور احکام و اعتبارات جن کا اس تعالیٰ شانہ پر حمل کیا جاتا ہے مثلاً الوہیت و ربوبیت و اولیت و اولیت اس سبحانہ و تعالیٰ پر ان کا اطلاق تصور و تعقل کے اعتبار سے ہے ورنہ ذات جس حیثیت سے کہ وہ ہے کسی صفت کے ساتھ متصف اور کسی اسم کے ساتھ موسوم اور کسی حکم کے ساتھ محکوم نہیں ہے پس بیشک صاحب شرع تعالیٰ شانہ نے اپنی ذات پر اسماء و احکام کا اطلاق تناسب و تشابہ کے اعتبار سے کیا ہے تاکہ مخلوق کی عقلوں کے قریب ہو جائے اور ان کے ساتھ کلام کرنا ان کی عقلوں کے انداز کے مطابق ہو، جیسا کہ زید کے لئے جو کہ وجود ذہنی کا لحاظ کئے بغیر خارج میں موجود ہے تشبیہ و تنظیر کے طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ وہ جزئی ہے اور ان کا جزئی ہونے کا حکم لگانا ان کے

یہ حکم لگانے سے کہ وہ کلی ہے، النسب و اشبه ہے پس اسی طرح ذاتِ غنی و علی پر وجوبِ وجود کا حکم لگانا امکان و انتزاع کا حکم لگانے سے اولیٰ و النسب ہے ورنہ اس ذات مقدس تعالیٰ کی بارگاہ میں نہ وجوب پہنچتا ہے نہ وجود جیسا کہ اس تعالیٰ کی جنابِ تنزیہ میں نہ امکان مناسب ہے نہ انتزاع، پس اس بزرگ و مقدس معرفت کو سمجھ لیجئے کیونکہ یہ دین کی بنیاد اور ذات و صفاتِ تعالیٰ و تقدس کے علم کا خلاصہ ہے اور عظماء و اکابر میں سے کسی نے ایسی بات نہیں کہی، اللہ تعالیٰ نے اس بندہ کو اس معرفت کے ساتھ نشاندہی فرمائی ہے اور اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے سلام ہو۔ (انتہی)

اور ان چیزوں میں سے جن کا ہمارے شیخ و امام (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسر السامی نے افادہ کیا ہے ایک یہ ہے کہ صفاتِ حقیقیہ مرتبہ ذات میں موجود ہیں اور ان (صفات) کے اثبات سے اس بارگاہِ عالیہ میں ہرگز کوئی تعین و تنزل حاصل نہیں ہوا اور صفات کے حضرت ذات میں مندرجہ کمالات کیلئے تفصیل ہونے کے باوجود ان ہرگز کوئی دوسرا مرتبہ حاصل نہیں ہوا، پس ان کا حکم تمام اجالات و تفصیلات کے احکام سے ممتاز ہے کیونکہ ان میں ہر ایک کا مرتبہ دوسرے کے مرتبہ سے ممتاز ہے پس تفصیل کا مرتبہ اجمال کے مرتبہ سے نیچے ہے اور یہ معنی اس مقدس بارگاہ میں مفقود ہیں اور تفصیل مرتبہ اجمال میں ثابت ہے اور اس مرتبہ کا ثبوت علم اور خارج سے ماوراء ہے اور وجود ذہنی اور خارجی کی تقسیم بلاشبہ مرتبہ امکان میں ہے پس اس بارگاہ میں نہ خارج کے لئے کوئی گنجائش ہے اور نہ علم کے لئے اس لئے کہ جب وہاں وجود کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے تو وجودِ خارجی و علمی تو اس کی فرع ہے اور یہ بلکہ وہ تمام جو عنقریب آئے گا معرفت کشفی ہے، اور یہ جو ہم نے وجود وغیرہ کی تحقیق اور صفات کے اثبات کے بارے میں ذکر کیا ہے حالانکہ جو کچھ کہ صفاتِ عالیہ پر مرتبہ ہوتا ہے اس کے بارے میں ذات مقدس کا فیہ تو بذوق و کشفی امور ہیں اور ان کے اثبات میں جو کچھ لایا جاتا ہے یہ بدیہیات پر تنبیہات کی قسم سے ہے جن میں بحث کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اور علم واجب جو کہ اس مرتبہ مقدسہ میں ان صفات کے ساتھ متعلق ہے علم حضوری کے مترادف ہے جیسا کہ اس سبحانہ کا علم اپنی ذاتِ اعلیٰ اور اپنے ان کمالات کے ساتھ ہے جو کہ ذات میں مندرج ہیں اور یہ صفات مع ان کی زیادتیوں کے گویا کہ وہ نفس عالم ہیں اور ان کا حضور نفس عالم کا حضور ہے، پس ہمیں سے صوفیہ کرام کا ایک بہت بڑا گروہ اس طرف گیا ہے کہ یہ صفاً ذات واجب تعالیٰ کے ساتھ عینیت رکھتی ہیں اور وہ ان کی غیریت کی نفی کرتے ہیں اور انبیاء کرام علیٰ جمعہم عموماً و علیٰ افضلہم خصوصاً الصلوات و البرکات و التمجیات [ان سب پر بالعموم اور ان میں سب سے افضل پر خاص کر جن میں و برکات اور صلواتیں ہوں] کے علوم کے مذاق کے عین موافق اور اہل سنت جماعت

شکر اللہ تعالیٰ سعید حمد اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے [کی آراء کے مطابق یہ ہے کہ ان (صفات) کی غیریت کی نفی کا قائل ہوتے ہوئے ان (صفات) کی عینیت کی نفی بھی کی جائے اور یہ کہا جائے، لاہو ولا غیرہ [نہ وہ (ذات) ہی ہیں اور نہ اس کا غیر ہیں] اور اسی لئے ہم نے کہا ہے کہ ان (صفات) کا علم اس (ذات) کا عین نہ ہونے کی وجہ سے علم حضوری کے مشابہ ہے اور جبکہ اس سے صورۃ الگ نہیں ہے اور ان کی ذات کا حضور موجود ہے تو یہ علم حضوری کی قسم سے ہوگا اور اس سے تقیضین کے ارتفعا کا وہم نہ کیا جائے اس لئے کہ تناقض (شکراؤ) کے حصول میں زبان و مکان کا اتحاد شرط ہے اور اس بارگاہ مقدسہ میں زبان و مکان بالکل نہیں ہے پس تناقض متصور نہیں ہے اور لفظ تغیر میں جو تصرف کیا جاتا ہے اور غیر سے اصطلاحی غیر مراد لیا جاتا ہے تو کشفی نظر اس تخصیص کی نفی کرتی ہے اور غیریت کی بھی نفی کرتی ہے خواہ کسی معنی میں ہو کیونکہ بلاشبہ ارباب کشف ذوق و فراست صحیحہ سے جو کہ مشکوٰۃ نبوت سے اخذ کی گئی ہے یہ بات پاتے ہیں کہ صفات جس طرح اپنے زائد ہونے کی وجہ سے عین ذات نہیں ہیں اسی طرح غیر ذات بھی نہیں ہیں اگرچہ (ذات پر) زائد ہیں اور ان دونوں (ذات و صفات) میں دونی کی نسبت ہے، پس اس بارگاہ میں ارباب معقول کا یہ قاعدہ ٹوٹ جاتا ہے کہ دو چیزیں آپس میں متغائر ہوتی ہیں۔

جب تو نے یہ سمجھ لیا تو جان لے کہ بلاشبہ اس مرتبہ مقدسہ کیلئے جو کہ صفات حقیقہ تعالیٰ و تقدس کے ساتھ ذات کا مرتبہ ہے مرتبہ ثانیہ میں کسی تغیر و تبدل کے بغیر ایک طور ہے اور یہ مرتبہ مرتبہ وجود ہے جو کہ خیر محض اور کمالی صرف ہے اور وجود کے سوا کسی چیز میں بھی ظلیت کے طور پر تمام کمالات کا مظہر ہونے کی قابلیت نہیں ہے اور اسی لئے اگر علم اس مرتبہ مقدسہ کے ساتھ متعلق ہو جائے اور اس کے کمالات جدا ہو جائیں تو جو چیز اس (ذات) سے سب سے پہلے جدا ہوگی وہ حضرت وجود ہے اور دوسرے کمالات اس کے تابع ہیں اور اسی لئے صوفیہ کرام وغیرہم کی ایک جماعت ذات مقدس کے لئے وجود کے عین ہونے کی طرف گئی ہے اور اس کے تعین ہونے کے باوجود انہوں نے اس کو لا تعین تصور کیا ہے اور اس تعین وجودی کا ثبوت علم اور خارج کے باور ہے اس لئے کہ خارجی اور علمی وجود مطلق وجود کی اقسام میں سے ہیں اور منقسم کا مرتبہ اقسام کے مرتبہ سے اوپر ہوتا ہے پس حضرت وجود اس حیثیت سے کہ وہ ان دونوں وجودوں پر سبقت رکھتا ہے اور وہاں نہ خارجی وجود متصور ہے اور نہ ذہنی وجود جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ اور حضرت وجود ظلیت کے طریق پر تمام کمالات ذاتیہ و صفاتیہ کا اجمالی اور تفصیلی طور پر جامع ہے پس اجمال تعین اول ہے اور تفصیل گویا کہ تعین ثانی ہے، پس وجود کے مرتبہ اجمال میں ایک کمال

کمال سے اور ایک صفت دوسری صفت سے متمیز نہیں ہوگی اور وجود کے مرتبہ تفصیل میں  
ذات ممتاز ہو جاتے اور صفات ظاہر ہو جاتی ہیں پس وجود کی تفصیل میں پہلی چیز جو ثابت ہوتی ہے  
ذات (زندگی) ہے جو کہ تمام صفات کی ماں ہے اور یہ صفت گویا کہ اس صفت حیات کا ظل ہے  
اس کے لئے حضرت ذات منزہ کے مرتبہ میں ثبوت ہے اور اس کے حق میں لاہود و لا غیرہ (نہ وہ عین ذات  
الذات و نہ اس کا غیر ہے) صادق آتا ہے اور چونکہ اس ظل کا ثبوت اس مرتبہ میں ہے جو مرتبہ ذات تعالیٰ  
پہلے ہے اس کے حق میں لاہود و عین ذات نہیں ہے) صادق آتا ہے اور لا غیرہ [اور اس کا  
ثبوت میں ہے] صادق نہیں آتا بلکہ ذات حق عزوجل سے معائنہ ہوگا اور تمام صفات تعالیٰ کا ہی حال  
ہے اور صفت حیات کے بعد صفت علم ظاہر ہوتی ہے پھر دوسری صفات یعنی ارادہ و قدرت وغیرہ  
ذات علم تعین و جود کی کا جزو اور اس کے حصوں میں سے ایک حصہ ہونے کے باوجود تمام صفات کا  
مجموع ہے اور دوسری صفات اپنے استقلال کی وجہ سے گویا کہ صفت علم کے اجزاء ہیں اس لئے کہ اس  
ذات کے لئے اس کے موصوف کے ساتھ ایک قسم کا اتحاد ہے، یہ اتحاد اس کے غیر کے لئے نہیں ہے  
بلکہ علم عالم اور معلوم کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے اور قدرت قادر و مقدر کے ساتھ متحد نہیں ہوتی  
بلکہ اس طرح ارادہ و سمع (سنا) وغیرہ موصوف کے ساتھ متحد نہیں ہوتے اور صفت علم کے لئے  
ذات کی جامعیت کے ساتھ اجمال ہے جس میں صفات متمیزہ ظاہر نہیں ہوتیں اور تفصیل ہے جس میں  
ذات متمیزہ ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ وجود کے لئے اور اس کے اجمال کے لئے دائرہ کے مرکز کا حکم ہے  
ذات کی تفصیل کے لئے اس (دائرہ) کے محیط کا حکم ہے پس یہاں سے وہ (اعتراض) بھی دور ہو جاتا  
ہے جو کہ وارد کیا جاتا ہے کہ تمام صفات سے حیات کا متمیز ہونا علم کی تفصیل میں ہے جس کو وحدت  
اور البتہ مرتبہ اجمال میں تو وہاں ایک صفت کے لئے دوسری صفت سے متمیز نہیں ہے پس  
ذات کی بنا پر جو کہ ہمارے شیخ و امام (مجدد الف ثانی) قدس سرہ کی عبارتوں میں واقع ہے  
ذات اجمالی پر حیات کے مقدم ہونے کا حکم کس طرح لگایا جاسکتا ہے اور اس اعتراض کرنے والے پر  
ذات ہے کہ وہ اس طائفہ کی اصطلاح کو جو کہ مخالف کے نزدیک غیر مسلم ہے اس کے خلاف حجت کے  
ذات پر کس طرح وارد کرتا ہے، اور اس قسم کی باتیں مخالف مذہب کی حقیقت اور اسکی اصطلاح پر اطلاع  
ذات نے کی وجہ سے ہیں پس وہ اپنی جہالت کو اعتراض شمار کرتا ہے، اور تو نے جان لیا کہ وہ متمیز جو  
ذات حیات کے لئے وجود کی تفصیل میں اس کے حضرت اجمال میں مندرج ہونے کے بعد  
ذات ہے وہ علم اجمالی و تفصیلی پر سبقت رکھتی ہے، پس حاصل یہ ہے کہ وہاں پر دو تفصیلیں

ہیں، ایک تفصیل ان کمالات کی ہے جو وجود کے اجمال میں مندرج ہیں اور حیات وہاں علم پر اپنی دونوں قسموں کے ساتھ مقدم ہے، اور دوسری تفصیل حضرت علم میں ہے جبکہ وہ اس کے اجمال میں مندرج ہو جائے اور حیات یہاں پر علم سے مؤخر ہے پس علم محاط (احاطہ کیا ہوا علم) حیات کے ساتھ ہے (یعنی حیات اس پر سبقت رکھتی ہے) اور محیط (احاطہ کرنے والا) اس پر سبقت رکھتا ہے، اور تجھے معلوم ہے کہ صفت حیات جو علم سے مسبق ہے (یعنی علم جس پر مقدم ہے) وہ حقیقت میں صفت حیات نہیں ہے اس صفت کی صورت علمیہ ہے پس صفت حیات البتہ علم پر مقدم ہے اور اس کی صورت علمیہ علم کے بعد ہے اور ان تمام باتوں سے جو ہم نے ذکر کی ہیں قطع نظر کرنے کے باوجود اس شان حیات کا علم پر مقدم ہونا ان چیزوں میں سے ہے جو فطرت سلیمہ رکھنے والے کے نزدیک دلیل و تنبیہ کی طرف محتاج نہیں ہیں۔ اور میرے شیخ و امام (مجدد الف ثانی) قارینا اللہ بسره السامی نے کسی دوسرے مقام پر ایک اور افادہ کیا ہے کہ حقیقۃ الحقائق اور حقیقت محمدیہ علی مظهر بالصلوٰۃ والسلام و تعیین اور ظہور حجتی ہے اور حُب (تمام) ظہورات کا مبداء اور مخلوقات کی پیدائش کا منشا ہے، اور قدسی میں وارد ہوا ہے: کنت کذا مخفياً فاجبت ان اعرف فخلقته الخلقۃ ہبۃ اس آیت مخفی خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا میں ہوا جاؤں پس اگر یہ حُب ہے وہ ہرگز کسی موجود کو پیدانہ کرتا پس یہاں سے لولا لولمنا لخلق الافلاک [اگر توجہ ہوتا تو میں آسمانوں نہ کرتا] کا بھید ظاہر ہو گیا اور ایک روایت میں ہے لما اظهرت ربوبیۃ (میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ اور یہ حُب مرکز ہے اور اس کا محیط خلقت ہے جو اس مرکز کے لئے فعلی مانند ہے، پس مرکز حقیقت صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس کا محیط وہ دائرہ ہے جو کہ اس مرکز کے لئے ظل کی مانند ہے اور خلقت حجتی ابرہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت اور ان کے تعیین کا مبداء ہے اور جائز ہے خلقت تعیین ثانی ہو لیکن کشفی نظریں یہ مرکز اور محیط ایک ہی تعیین ہے اور تعیین ثانی کشفی نظریں تو وجودی ہے جو اپنی اصل کے عنوان کے ساتھ جو کہ تعیین حجتی ہے اس اصل کے طور سے پہلے ظاہر ہوا ہے۔ پس اگر یہ کہا جائے کہ حُب وجود کی فرع ہے کیونکہ وجود کے بغیر حُب کا تصور نہیں کیا جاسکتا، تو حُب و اصل کس طرح ہوگی۔

ہم (جواباً) کہتے ہیں، پہلے گزر چکا ہے کہ حق جل سلطانہ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے اور اس صفات ثمانیہ تعالیٰ (آٹھ صفات) ذات حق کے ساتھ موجود ہیں اور وہاں وجود اور وجوب کے لئے گنجائش نہیں ہے بلکہ وجود و وجوب اعتبارات میں سے ہیں جو کہ اس بارگاہ سے نیچے کے درجے میں

المعین پہلا اعتبار جو ایجا عالم کے لئے ظاہر ہوا وہ حُب ہے اس کے بعد وجود ہے جو کیا جاد کا مقدم ہے  
 لئے کہ ان دونوں اعتبارات کے بغیر اس مرتبہ مقدسہ کو ایجا عالم سے غنائے ذاتی ہے ان اللہ  
 عَنِ الْعَالَمِينَ [بیشک اللہ تعالیٰ ابنۃ عالمین سے غنی ہے]

سورۃ  
 صافات

اور اگر تو اس مقام کی تفصیل اور اس مقصد کی پورے طور پر تحقیق کرنا اور مقام خلت و حُب  
 کی وجود کی حقیقت جانتا چاہتا ہے تو تجھ پر امام غوث الامام ہمارے شیخ و قبیلہ (مجدد الف تانی) جزا  
 سبحانہ سبحانہ عننا خیر الجزاء [اللہ تعالیٰ ان کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے] کے کلام کا  
 استعمال کرنا لازم ہے۔ اور جان لے کہ تعین علمی اجمالی جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے وہی ہے جس کو شیخ  
 ابوالدین ابن عربی اور ان کے متبعین قدس اسرارہم نے وحدت و تعین اول و حقیقت محمدیہ کے  
 سے موسوم کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ تعینات میں سب سے زیادہ وسیع ہے اور وہی مشہور کلمہ ہے  
 وہی تجلی ذاتی ہے اور اس کے لئے توحید کا اعلیٰ مقام اور اس کا مبدی ہے اور وہ اعتبارات کا ماخذ  
 ان انتسابات و اضافات کا منبع ہے جو وجود میں ظاہر اور عقول اور ذہنوں کے میدان میں باطن  
 (مبہم ثبوت) ہے اور اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ وجود مطلق واحد واجب ہے اور وہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ  
 ذات کا اطلاق اس تعین کے اعتبار ہی سے صادق آتا ہے اس کے علاوہ نہیں اور اس کے ماوراء  
 بلا تعین اور وجود مطلق ہے۔ پس میں کہتا ہوں کاش کہ مجھے معلوم ہوتا کہ انہوں نے نسبتوں  
 سے پاک ذات کے لئے اس کی صفات میں سے کسی صفت کے تعین ہونے کا کس طرح  
 کیا ہے بلکہ اظہر یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ تعین صفت علم کا تعین ہے اور اس کا ظہور مرتبہ ثانیہ میں  
 اور صفت حقیقت میں موصوف کا غیر ہے اور مناسب نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ اس صفت کے ساتھ  
 ذات کا تعین ہے کیونکہ ذات صفت کے ساتھ متعین نہیں ہوتی اور ارباب معقول نے کسی چیز کے  
 علم کے بارے میں کہا ہے کہ معلوم وہی وجہ ہے پس چیز کی ذات کی طرف نسبت کرنے کے اعتبار  
 سے چل متحقق ہوگا اور ثابت شدہ امر کے ساتھ متحقق ہو چکا ہے کہ یہ تعین اس وجود کے حصوں  
 سے ایک حصہ ہے جو کہ وجود کی تفصیل میں متمیز و متعین ہو گیا ہے لیکن وہ سب سے زیادہ جامع  
 ہے اور وہ صفت حیات کے بعد ہے اور حیات وجود کے اجمالی و تفصیلی دونوں مرتبوں کے بعد  
 اور وجود خلت کے بعد ہے اور خلت حُب کے بعد ہے اور حُب تعین اول ہے اور سب سے  
 اعتبار ہے پس تعین علمی اجمالی تعین اول سے چھ مراتب نیچے ہے اور اس مرتبہ سے جو اس  
 سات مرتب نیچے ہے اور ان چیزوں میں سے جن کا جانا ضروری ہے یہ ہے کہ

ہمارے نزدیک تعین کے یہ معنی نہیں ہیں کہ حق عزوجل نیچے اتر آیا پس وہ حُب یا وجود ہو گیا بلکہ تعین  
معنی صدور (ظہور) ہیں کیونکہ وہ تنزیہ کے زیادہ لائق ہے اور انبیاء کرام کی زبان کے زیادہ منا  
علیٰ اجمعہم عموماً و علیٰ خاتمہم خصوصاً الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات (بالعموم اولان کے خاتم پر یا مخصوص رحمتیں اور سلام و برکات نازل ہوں)

## مکتوب ۸۶

مولانا محمد حنیف کے نام نسبتِ قیومیت کے حامل ہونے اور اصالت و محبوبیت ذاتی و کمال  
انفعالی سے حصہ پانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى، برادر عزیز مولانا محمد حنیف اس مسکین

دعا و سلام مطالعہ کرنے کے بعد معلوم کریں کہ جس وقت حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سبحانہ نے  
اپنے مخلصوں میں سے ایک درویش کو خلعتِ قیومیت سے نوازا اور اس کو اس امرِ عظیم سے  
فرمایا، اس درویش کو خلوت میں طلب کر کے فرمایا کہ اس مجمع گاہ (دنیا) کے ساتھ میرے ارتباط  
تعلق ہی قیومیت کا معاملہ رہا ہے جو کہ تجھ کو عطا کر دیا گیا ہے اور کونات (موجودات) پورے  
کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہو گئے ہیں، اب میں اس فانی دنیا میں اپنے رہنے کا کوئی سبب نہیں پا  
اور اس پر آشوب دنیا سے اپنے رحلت فرمانے کا وقت قریب ہونے کی بابت فرمایا، وہ زخمی دل درویش  
مذکورہ بشارت کے سننے کے باوجود جگر سوختہ اور چشم پر نم ہو کر اپنے اندر نہایت غم و اندوہ میں ڈوب  
نزدبان کو کہنے کی طاقت رہی اور نہ ہی کانوں کو سننے کی تاب رہی جب حضرت عالی نے اس  
کو اس مسکین میں مطالعہ کیا (تو) تہایت مہربانی سے فرمایا غم مت کر، اللہ تعالیٰ کی سنت (ط  
اسی طرح جاری ہوئی ہے کہ کسی ایک کو اپنے پاس بلاتے ہیں اور کسی دوسرے کو اس کی جگہ پر بٹھا  
ہیں، اور نہایت لطف و مہربانی سے اس عزیز کی عبارت کو جو کہ وہ نغمات میں لانا ہے زبان ہما  
جاری فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھایا گیا اور حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) آ  
جگہ بیٹھے (پھر حضرت) ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو اٹھایا گیا اور (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) ان کی جگہ پر  
اور (پھر حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کو اٹھایا گیا اور (حضرت) عثمان (رضی اللہ عنہ) ان کی جگہ پر بیٹھے ا  
(پھر حضرت) عثمان (رضی اللہ عنہ) کو اٹھایا گیا اور (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) ان کی جگہ



اُس درویش نے چونکہ اس معنی کی کوئی قابلیت اپنے اندر نہیں پائی اور مذکورہ رنج و غم بھی اس کے دل میں چھپا ہوا تھا ہاں یا نہیں کچھ بھی نہیں کہا اور جن امور کا انکشاف ضروری تھا درمیان میں شایاں یہی وجہ تھی کہ جب حضرت عالیؒ نے فرمایا کہ ایشیا میری قیومیت سے تیری قیومیت کے ساتھ زیادہ <sup>۲۲۴</sup> راضی اور خوش ہیں (یہ درویش) اس کی لیم و علت کو پوچھنے کی بھی جرأت نہ کر سکا کسی نے کیا خوب کہا ہر سہ وحشی گذشت پار و نکر دی حکایتے اے خان و بان خواب زبان تو بستہ پور

(اے وحشی! پار گزر گیا اور تو نے کوئی بات بھی نہ کی - اے خانہاں بر یاد کیا تیری زبان بندھی ہوئی تھی؟) جب حضرت عالیؒ (قدس سرہ) نے اس درویش کا غم بہت ہی زیادہ دیکھا تو فرمایا کہ میرے رحلت کرنے میں قدرے جہلت (تاخیر) ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ کیا تعلق درمیان میں ہے، متوجہ ہو کر ایک لمحہ کے بعد فرمایا میرے وصال کے دنوں تک تیرا قیام میرے ساتھ ہوگا اور افرادِ عالم کا قیام تیرے ساتھ ہوگا۔ یہ قول اس مسکین کے غلگین دل کو قدرے تسکین دینے والا ہو گیا، اس ماجرا (واقعہ) کے ایک سال اور چند روز کم تین ماہ بعد حضرت عالیؒ کے وصال کا واقعہ پیش آیا کیونکہ یہ گفتگو سن ایک ہزار تیس (۱۰۳۲ھ) کے ماہ ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں ہوئی تھی اور اس ہادیٰ انام کا ارتحال (وصال) اٹھائیس صفر سن ایک ہزار چونتیس (۱۰۳۴ھ ہجری) کو ہوا تھا۔ اس خلعت کے عنایت فرمانے سے دس گیارہ سال پہلے جس زمانہ میں وہ درویش چودہ سال کی عمر کے لگ بھگ تھا آپ کی خدمتِ اشرف میں اس نے عرض کیا تھا کہ میں اپنے اندر سے ایک نور پاتا ہوں کہ تمام دنیا اس سے منور ہے اور وہ نور ذراتِ عالم کے ہرزہ میں آفتاب کی طرح سرایت کئے ہوئے ہے اگر وہ نور ختم ہو جائے تو دنیا تاریک ہو جائے حضرت عالیؒ نے اس کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ تو اپنے وقت کا قطب ہوگا اور میری یہ بات یاد رکھ، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس چیز کا وعدہ کیا گیا تھا وہ پوری ہو گئی اور بشارت کا اثر حاصل ہو گیا کیونکہ قطب ہونا قیومیت کا ایک شعبہ ہے۔

اب ہم اصل بات کی طرف جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قیوم اس عالم میں حق جل و علا کا خلیفہ اور اس کا نائب مناب (قائم مقام) ہوتا ہے، اقطاب و ابدال اس کے دائرہٴ ظلال میں داخل اور افراد و اوتاد اس کے کمال کے محیط میں شامل ہوتے ہیں، تمام افرادِ عالم اس کی طرف رخ رکھتے ہیں اور اہل جہان کی توجہ کا قبلہ وہی ہوتا ہے خواہ وہ جانیں یا نہ جانیں بلکہ اہل عالم کا قیام اسی کی ذات سے ہے اس لئے کہ افرادِ عالم چونکہ اسما و صفات کے مظاہر ہیں کوئی ذات ان کے درمیان کائن (موجود) نہیں ہے (اس لئے) سب کے سب اعراض و اوصاف ہیں اور اعراض و اوصاف کو ذات و

جوہر کے بغیر چارہ نہیں ہے تاکہ اُن کا قیام اس کے ساتھ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی عادت جاری ہے کہ طویل زمانوں کے بعد کسی عارف کو ذات سے حصہ عطا فرما کر اس کو ایک ایسی ذات عطا فرماتے ہیں کہ وہ نیابت و خلافت کے طور پر اشیاء کا قیوم ہو جاتا ہے اور اشیاء اس کے ساتھ قائم ہوتی ہیں۔

جاننا چاہئے کہ نسبتِ قیومیت کا حاصل ہونا کسی شخص کو اس وقت تک میسر نہیں ہے جب تک وہ اصالت سے کچھ حصہ نہ رکھتا ہو، اُن عالی حضرت و متعالی منقبت (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) نے جس درویش کو نسبتِ قیومیت کے حاصل ہونے کی بشارت دی تھی اس کو مقامِ اصالت کے ثابت ہونے کی خوشخبری کے ساتھ بھی سر بلند کیا اور نیز فرمایا کہ جس قدر تو اصالت سے حصہ رکھتا رہے اسی کے موافق محبوبیت کی فطرت تیری ذات میں ودیعت کی گئی ہے یعنی محبوبیت ذاتی و کمالی انفعالی کی بھی اس کے حق میں نشاندہی فرمائی ہے۔ وَمَا ذَلِكْ عَلٰی اللّٰهِ بِعَزِيزٍ <sup>۱</sup> اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے لئے <sup>۲</sup> مشکل نہیں ہے۔

## مکتوب ۸۷

میر منصور کے نام اُن امور کے بیان میں تحریر فرمایا کہ جن کی تبلیغ ضروری ہے۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى جو آیت کریمہ ان کفار اہل کتاب کے بارے میں (نازل ہوئی) ہے جو کہ جیلہ و بکر کے ساتھ اہل اسلام کو کفر و ارتداد پر رہنمائی کرتے تھے آپ نے وہ آیت مبارکہ تعریض (دوسروں کو چھیڑنے) کے طور پر اس جماعت کے لئے فرمائی تھی اور اپنے آپ کو اپنے زعم کے مطابق مسلمان اور برحق قرار دیا تھا اور دوسری جانب والوں کو بہکانے اور گمراہ کرنے میں پیور و ابلیس لعین کے ساتھ فی قرار دیا تھا (یہ سب) واضح ہوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل <sup>۱</sup> [اللہ تعالیٰ ہم کو کافی ہے اور اچھا دکیل ہے] تم اپنے آپ کو مسلمانوں اور درویشوں کے گروہ میں شامل کرتے ہو، ہم نے تم کو پاکسی دوسرے کو کب راہِ حق سے روکا ہے، اس بارے میں کوئی بات بھی ہمارے اور تمہارے درمیان نہیں ہوئی ہے بہتان کی بھی کوئی حد (ہوتی) ہے اور ہماری صحبت میں مرتد و گمراہ و کافر کون ہے اور نیز اس گمراہی و ارتداد کی طرف رہنمائی کرنے سے مراد شریعت کی گمراہی اور ارتداد ہے یا طریقت کی گمراہی و ارتداد ہے کہ جس کو شیخ کی اطاعت و طریقت سے خروج کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں جیسا کہ مقرر ہے، پہلی بات خود ہی مراد نہیں ہے اور اگر آپ لوگ یہ مراد لیں تو کیا

علاج ہے، رہی دوسری بات طریقت کی رذت ہے جو کہ وقت کا نصیب ہے۔ آنجناب کو معلوم ہے کہ ہم اس وقت میں اس ملک میں نہیں تھے سیر (سفر) پر گئے ہوئے تھے معلوم نہیں کہ اس ارتداد پر رہنمائی کرنے والا کون تھا اس کا گناہ ہمارے سر نہوینا معقول نہیں ہے دیگر اس جانب سے غیرت وغیرہ کی کوئی بات جو کہ صوفیہ کرام کے طریقہ کا لازمہ ہے کچھ بھی درمیان میں نہیں آئی ہے دوسری مرتبہ ہے کہ تم لڑائی کی ابتدا کرتے ہو اور ایذا پہنچاتے ہو، ادنیٰ درجہ کے مسلمان کے دل کو ایذا دینے کا کیا (بڑا) نتیجہ ہے پس اہل حقوق کو اذیت دینا کیسا ہوگا، تم لوگ خداوند تعالیٰ جل سلطانہ کی غیرت سے نہیں ڈرتے کہ سوئے ہوئے فتنہ کو سیدار کرتے ہو، اس قدر جان لیں کہ ایک کا مقبول سب کا مقبول ہوتا ہے اور ایک کا مردود سب کا مردود ہوتا ہے، ایک سے قطع تعلق کر کے ترقی و وصول کی ہوس (خواہش) اپنے خاطر شریف سے نکال دیں، اگرچہ جائز ہے کہ استدراج کے طور پر کشائش و ترقی کی صورت ظاہر ہو جائے لیکن اس کی حقیقت و معنی سے بے بہرہ ہے شیطان قوی دشمن ہے اس کے مکر سے کوئی شخص امن میں نہیں ہے پس ڈرنا چاہئے اور پھر ڈرنا چاہئے۔ بات دوسرے مقام کے بارے میں ہے کہ جس پر کشائش و ترقی متفرع ہے پس ڈرنا چاہئے اور پھر ڈرنا چاہئے۔ چونکہ تم نے سلسلہ جنبانی کی ہے (اس لئے) اس قدر کہا گیا ہے ورنہ دوسرے اہم امور درپیش ہیں اس قسم کی باتیں کہنے اور لکھنے کی نوبت نہیں آتی اور نیز آشنائی کے حقوق کا بھی تقاضا تھا کہ ایک دفعہ معاملہ کی حقیقت پہنچا دی جائے۔ والسلام

## مکتوبات

مولانا محمد حنیف کے نام اقریبیت کے معارف اور اس سیر کی تفصیل میں جو کہ آفاق و انفس سے ماوراء ہے اور فناء کے ذائق اور حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے طریقہ عالیہ میں مجز و حیرت کے غلیہ کے راز کو منکشف کرنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ: سعادت آثار برادر م مولانا محمد حنیف نے اس دوران قیادہ ضعیف سے کچھ استفسار کیا تھا اس کے حل کے سلسلہ میں چند سطریں لکھنا ہے ہوش کے کانوں سے سماعت فرمائیں۔ ہر کہنے والے سے زیادہ معزز ذات (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا ہے: وَتَحْنُ اقْرَبُ الْيَمِينِ مِنْ حَبْلِ الْوَرْدِ [اور ہم اس کی طرف اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں]

حضرت واجب الوجود (اللہ تعالیٰ) جل سلطانہ کی ذات اور اسی طرح اس تعالیٰ شانہ کے کمالاتِ ذات بندہ سے خود بندہ کی ذات کی نسبت زیادہ نزدیک ہیں پس جو سیر کہ ان مراتب سے تعلق رکھتی ہے وہ سیرِ آفاقی و انفسی سے ماوراء اور اوپر ہوتی ہے اور جذبہ و سلوک سے بھی ماوراء ہوتی ہے اس۔ کہ سلوک سیرِ آفاقی (کا نام) ہے اور جذبہ سیرِ انفسی (کا نام) ہے، سیرِ آفاقی کو بعد در بعد کہا گیا ہے اور سیرِ انفسی کو اگرچہ قُرب در قُرب کہا گیا ہے لیکن وہ قُرب ظالی ہے اس قُرب و اتحاد سے گذر جانا چاہتا کہ اقربیت کا معاملہ رونما ہو جائے جس طرح کہ اشیاء کے علم حصولی کا زوال کہ جس کو فنائے قلبی۔ تعبیر کرتے ہیں سیرِ آفاقی کی تکمیل کے بغیر ممکن نہیں ہے اور سیرِ انفسی میں شروع ہوئے بغیر سیرِ آفاقی اسی طرح کسی شخص کے علمِ حضوری کا زوال جو کہ اس کی اپنی ذات و صفات سے متعلق ہے اور حقیقت میں فنائے نفس ہے، سیرِ انفسی کی انتہا اور مراتبِ اقربیت میں داخل ہونے کے ساتھ وابستہ ہے اور سیرِ انفسی میں عارف کا علمِ حضوری اپنی جگہ پر قائم ہے اس لئے کہ انفس اس مقام میں حقانیت کے عنوان کے ساتھ ظاہر ہے اور اس کی قید سے پوری طرح رہائی حاصل نہیں ہوتی ہے کہ جس سے مطلوب حقیقی تک وصول ظاہر ہو جائے کیونکہ مذکورہ آیت کریمہ کے مطابق مطلوب انفس سے ماوراء۔ اور جو کچھ انفس میں ظاہر ہے رہنمائی کرنے والی نشانیوں میں سے ہے جیسا کہ قرآن مجید اس کے بارے میں اطلاع دیتا ہے: سَتُرْمِمْ اٰتِنَا فِى الْاَفَاقِ وَفِىْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَّبِعُوْنَ كَهْمَا اَنۡهَ الْاَمۡرِ [ہم عنقریب ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں اور ان کے انفس میں دکھائیں گے حتیٰ کہ ان کو ظاہر ہو جائے گا کہ وہی حق ہے اور چونکہ علمِ حضوری عین عالم ہے اس لئے اس کے زوال سے عارف کے نفس کا زوال ہو جائے گا اور اس کا کوئی اثر نہیں رہے گا اور علمِ حضوری کا زوال اس معنی میں ہے کہ جو علمِ عارف کی ذات سے تعلق رکھتا تھا وہاں سے اکھر ذکر واجب تعالیٰ (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ متعلق ہو جائے اور اس مقام میں حق سبحا و تعالیٰ موجود ہو نہ کہ اس (عارف) کی ذات، اور اس کا بیان یہ ہے کہ جو کوئی کمال بھی ممکن میں ظاہر ہے وہ سب مرتبہ و جوب تعالت و تقدست یعنی وجود و حیات و علم و قدرت وغیرہ سے مستفاد و مستعانت ہے اور ممکن نے ان کمالات کو اپنے آپ سے سمجھ کر امانت میں خیانت کی ہے اور جب کسی عارف کو محض فضل و کرم سے اس عاریتی ہونے کی دید سے توارتے ہیں تو ہو سکتا ہے کہ آیت مبارکہ اِنَّ اللّٰهَ يَآمُرُ بِالْاَمْرِ الْاَمۡنِ اِلٰى اٰهْلِهَا [بیشک اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کو دیدو] کے حکم کے بموجب دوبارہ امانتوں کو اہل امانت کے سپرد کر دے۔ اور چونکہ اس کا علمِ حضوری مطلوب کے لئے سورت ۵۳ آیت ۵۷ سورت ۵۸ آیت ۵۸۔

حضور ذاتی کا پر تو ہے (اس لئے) یہ حضور تمام کمالات کی طرح جو کہ اپنے اصول کے ساتھ مل جاتے ہیں اس حضور ذاتی کے ساتھ مل جائے گا، اس وقت میں عارف اپنے آپ کو بالکل خالی پائے گا اور خالص عدم کے ساتھ ملحق دیکھے گا وہ نہ کوئی ذکر اپنے اندر محسوس کرے گا اور نہ کوئی توجہ، نہ کوئی یافت (پانا) ہوگی نہ حضوری، اصل کے ساتھ مل جانے کے بعد اگر یافت (پانا) ہے تو وہ از خود بخود ہے اور اگر حضور ہے تو وہ بھی از خود بخود ہے اس لئے کہ حادث جب قدیم کے ساتھ ملا دیا گیا تو اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہا۔ اس مقام میں جو کہ فنائے نفس کا مقام ہے عارف سے کلمہ انا کا اطلاق (میں) پوری طرح زائل ہو جاتا ہے اور عارف اپنے آپ کو انا کے ساتھ تعبیر نہیں کر سکتا کیونکہ فنائے نفس کے بعد جو کہ کلمہ انا کا مورد (وارد ہونے کی جگہ) ہے انا کے لئے کوئی مورد (وارد ہونے کی جگہ) نہیں رہتا جس پر اس کا اطلاق ہو، یہ معنی نہیں ہیں کہ انا کا حق پر اطلاق ہو اور (عارف) اپنے آپ کو حق دیکھے کیونکہ خوری درمیان میں نہیں رہی ہے اور انا نیت دور ہو چکی ہے۔ اور جو کچھ حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے اپنے مکتوبات کی جلد اول کے کسی مکتوب میں کلمہ انا کے زوال کا منصور ہونا (سکر) کی وجہ سے لکھا ہے اور فرمایا ہے کہ صحو میں اس قسم کی باتیں منصور نہیں ہیں انہوں نے (یہ) سیر نفسی کے بارے میں لکھا ہے بلکہ اس فنائے جذبہ کے بارے میں (لکھا ہے) جس کے ساتھ کامل سلوک شامل نہیں ہوا ہے اس لئے کہ اس مقام میں ابھی کلمہ انا کا مورد (نفس) اپنی جگہ پر ہے لیکن محبت کے غلبہ کی وجہ سے جو سکر کا نشا (جلتے پیدائش) ہے، چھپ گیا ہے زائل نہیں ہوا ہے اس کے زوال کا حکم لگانا محض سکر ہے اگر وہ شخص صحو میں آجائے تو اس کے مورد (وارد ہونے کی جگہ) کو پالے اور اس کے زوال کا حکم نہ لگائے کیونکہ اس سیر کا تمام ہونا ولایتِ صغریٰ کے تمام ہونے کے ساتھ ہے، پس اس بنا پر ولایتِ صغریٰ کے کمالات میں جو کہ سیر نفسی سے وابستہ ہیں کلمہ انا کا چھپ جانا بھی درجہ کمال سے نیچے ہوگا اور وہ کمال کہ جس کا بیان اس مکتوب میں کیا جا رہا ہے ولایتِ کبریٰ کے کمالات میں سے ہے جو کہ آفاق و انفس کے ماوراء سے متعلق ہے اور فنائے نفس کی حقیقت اس مقام میں متحقق ہے اور اس مقام میں کلمہ انا کا مورد جڑ سے اکھڑ گیا ہے کہ اس کے لوٹنے کی کوئی صورت نہیں ہے، فنا و بقا اور صحو و سکر اس کے لئے یکساں ہے وَالْزَّائِلُ لَا يَعُودُ [اور زائل طیس نہیں لوٹتا]۔ اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ فنائے نفس کی حقیقت اس مقام میں متحقق ہے یہ اس لئے ہے کہ فنائے نفس اجمال کے طور پر ولایتِ صغریٰ میں بھی حاصل ہو جاتی ہے لیکن اس کا کمال اس مقام میں ہے چنانچہ اس کی تحقیق مکتوبات شریف (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) کی دوسری جلد میں تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔

اور جب عاشق بیچارہ اپنے آپ کو کلمہ انا کے ورود کے لائق نہیں پاتا اور خودی کو نثرک دیکھتا ہے اور انانیت سے پاک ہو کر سیری (بیزاری) اختیار کرتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ معشوق اپنے فضل و احسان کی رو سے آیہ مبارکہ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ [یا احسان کا بدلہ احسان کے سوا کچھ اور ہے] کے بموجب اس گم شدہ کو اپنی انا کی خلوت گاہ میں جگہ دے اور عاشق صادق سب سے متھ موڑ کر اور بخود ہو کر کعبہ مقصود کی بارگاہ خاص میں اعتکاف اختیار کرے اس طرح نہیں کہ عاشق عین معشوق ہو جائے خیال کج میرا بن جاو شناس کے کو در خدا گم شد خدا نیست

[اس جگہ کج خیالی مت کر اور پہچان لے کہ جو شخص خدا میں گم ہو گیا وہ خدا نہیں ہے] اس مقام میں درد مند عاشق کا کوئی نشان نہیں ہے معشوق ہی ہے جو کہ خود بخود جلوہ گر ہے اور اس نے عاشق کو درمیان اٹھا دیا ہے۔ سوال: جبکہ علم حضوری عین عالم ہو جاتا ہے اور وہ علم کمال (حاصل ہونے) کے بعد اپنی اصل کے ساتھ جو کہ واجب تعالیٰ کا علم حضوری ہے ملحق ہو جاتا ہے اور بی بات طے شدہ ہے کہ ہر کمال کا بحوق اپنی اصل کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ اس ام کے ساتھ جو اس کی اصل کے متضاد ہو تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہر شخص کی حقیقت اور اس کا مبداء تعین علم ہو اور حالانکہ دوسری صفات بھی مخلوق کے مبادی تعینات میں چنانچہ ہمارے حضرت عالی قدس سرہ الاقدس (کی تحقیق) کے مطابق تکوین حضرت آدم علیہ السلام کا مبداء تعین ہے اور کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مبداء تعین ہے اور قدرت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مبداء تعین ہے (عالی نبیہ و علیہم الصلوٰت و التسلیمات) اور جو لوگ کہ ان بزرگوں (مذکورہ انبیاء کرام علیہم السلام) کی طاہتوں میں داخل ہیں ان کے مبادی تعینات درجات کے فرق کے مطابق ان صفات کی جزئیات اور جزئیات کی جزئیات ہیں۔

جواب: جیسا کہ اس گروہ کے نزدیک طے شدہ ہے کہ حقیقت محمدی علیٰ صدرہا الصلوٰۃ والسلام حضرت علم کا اجمال ہے اور تمام مخلوق کے حقائق اس اجمال کی تفصیل ہیں پس اس معنی پر نظر کرتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ تمام مخلوق کے حقائق علم ہے اس لئے کہ تمام مخلوق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور و تفصیل ہے۔ قصہ اس اجمالی حقیقت کے لئے تفصیل کے مرتبہ میں علم کے تفصیلی کمالات کے اندازے کے مطابق جو کہ حضرت اجمال میں درج ہیں بے شمار حصے (اجزاء) ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا باقی اشخاص میں سے ہر شخص کی حقیقت علم کے حصوں (اجزاء) میں سے ایک حصہ (جزو) ہوگی جو کہ اجمال میں مندرج کمالات میں سے کسی کمال کے ساتھ تفصیل کے مرتبہ میں علم کے تعلق کی وجہ سے حاصل ہوا ہے مثلاً حضرت ابوالبشر (آدم) علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ام کا مبداء تعین علم کا ایک حصہ ہے

جو کہ اس کے تعلق سے تکوین کی صفت کے ساتھ جو کہ اجمال میں شامل تھی حاصل ہوا ہے اور اسی پر تمام حقائق کو قیاس کر لیا جائے لیکن چونکہ حصص و حقائق کے درمیان تمیز ان کمالات کے ساتھ ہے (اس لئے) ہر شخص کی حقیقت کو ان کمالات میں سے اس کمال کے ساتھ مسمیٰ کیا گیا ہے جو کہ اس شخص کے ساتھ خاص نسبت رکھتا ہے کہ اس کی تمیز کا سبب ہوا ہے پس (صفت) علم تمام صفات میں اشرف و بزرگ ہوئی اور اس کی برکات تمام موجودات کو شامل ہوئیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کے کسی چیز کے ساتھ متحد ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ پہلی چیز دوسری چیز کی حقیقت ہو یا پھر خاصہ (خاصیت) کو ماہیت کے ساتھ اتحاد کی نسبت ہے حالانکہ یہ عوارض میں ہے۔ اگر کہا جائے کہ اس تقدیر پر کہ علم انسان کی ذات و حقیقت نہیں ہوتی تمام موجودات کے حقائق کو حقیقت محمدی کی تفصیل بنا کس طرح درست ہوگا اس لئے کہ حقیقت محمدی علم ہے (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ ضروری نہیں ہے کہ اجمال ذاتی تفصیل ہو کیونکہ (جنس) حیوان کے تحت درج شدہ انواع کو ماشی (چلنے پھرنے والا) کی تفصیل کہہ سکتے ہیں اگر پید (صفت) ماشی (چلنے پھرنے والا) ہونا اس کی ذاتی (صفت) نہیں ہے، اور اگر ان لیا جائے تو ہم کہتے ہیں کہ حقیقت محمدی کو تمام حقائق کا اجمال و کل کہنا ان حقائق کے ساتھ علم کے اشتغال و جامعیت (شامل و جامع ہونے) کے اعتبار سے ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم کہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ حقیقت محمدی سے مراد تمام کمالات ذاتیہ ہوں جو کہ علم سے اجمال کے طور پر تعلق رکھتے ہوں نہ کہ نفس علم سے جیسا کہ وہ ہے لیکن چونکہ اس مرتبہ میں علم کو ان کمالات سے کوئی تمیز (حاصل) نہیں ہے اور حضور و انکشاف کے سوا کوئی امر اس مقام میں ظاہر و معلوم نہیں ہے اس لئے اس مرتبہ کو وحدت کہتے ہیں اور قابلیت محض سے موسوم کرتے ہیں اور نیز علم کو معلوم کے ساتھ بہت سے محققین کے نزدیک اتحاد ہونا ہے اس لئے انہوں نے اس حقیقت کو علم سے تعبیر کیا ہے لہذا تفصیل کے مرتبہ میں وہی کمالات متمیزہ تمام اشخاص کے حقائق ہیں اور اس صورت میں اجمال کا تفصیل کے ساتھ بے تکلف تقابل ہو جاتا ہے اور اس کے بغیر ایسا نہیں ہے، اور اس توضیح کی تائید

۲۳

اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ہمارے حضرت عالی قدس سرہ الاقدس کے نزدیک حقیقت محمدی تعین وجودی یا تعین حقیقی کا اجمال ہے کہ تعین علمی اس سے کئی درجے نیچے ہے جیسا کہ اس کی تحقیق کسی دوسری جگہ لکھی جا چکی ہے۔ اگر یہ کہیں کہ بعض اکابر کے کلام میں یہ بات آئی ہے کہ علم انسان کی حقیقت ہے چنانچہ مولوی (روحی) قدس سرہ نے فرمایا ہے

لے برادر تو ہمیں اندیشہ منہ [لے بھائی تو یہی اندیشہ و فکر ہے]

اور حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) سے بھی بعض اوقات میں اس کے مثل سنا گیا ہے۔ ہم کہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ ان اکابر نے تجوز و مبالغہ کے طور پر فرمایا ہو یعنی تجھ میں عمدہ چیز یہی فکر و اندیشہ ہے چاہئے کہ وہ مطلوب حقیقی کے سوا اور کسی میں صرف تہہ ہو بلکہ پورے طور پر اس مقدس بارگاہ کی طرف مصروف ہو اس مقام میں تحقیق وہ ہے جو ہمارے حضرت (قدس سرہ) نے افادہ کیا ہے جس جگہ کہ فرمایا ہے ”اس بیان سے لازم آتا ہے کہ علم حضوری میں بھی معلوم کی صورت معلوم کے حضور نفس کے باوجود پائی جاتی ہے کیونکہ نفس معلوم کی حضوری خالص نہیں ہے کسی اعتبار نے اس میں راستہ پایا ہے جو اس کو نفس (ذات) سے صورت میں لے آیا ہے ہر شخص کی سمجھ اس باریکی کو نہیں پہنچتی اور جب تک ذات بحت (محض) سے وصل نہیں ہوتا (محض) بچوئی کے وصول سے اس باریکی کو نہیں پاتا۔“

فصل بالخیر، لے بھائی! وہ جو آپ نے اس فقرے دریافت کیا تھا کہ کیا سبب ہے کہ ہمارے حضرت عالی قدس سرہ کے طریقہ میں جہل و حیرت کی نسبت غالب ہے جو (سالک کی) سمجھ میں کم ہی آتی ہے۔ اس کا حل سابقہ تحقیق سے واضح ہو گیا کیونکہ حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کی نسبت آفاق و انفس سے ماوراء اور اقربیت کے ساتھ متعلق ہے۔ اور اوپر گزر چکا ہے کہ اقربیت کا معاملہ علم حضوری سے تعلق رکھتا ہے علم حصولی سے نہیں، اور یہ بات معلوم ہے کہ پانا اور لذت حاصل کرنا علم حصولی میں ہے علم حضوری میں نہیں ہے۔ کیا آپ نے کسی شخص کے بارے میں سنا ہے کہ اس نے اپنی یافت اور حضور سے لذت حاصل کی ہے، علم حضوری میں اگر یافت (پالینا) اور التنازل لذت حاصل کرنا ہے (نو وہ) متعارف (مشہور) یافت و التنازل کی قسم سے نہیں ہے (بلکہ) ایک ایسی یافت ہے جس کی کیفیت نامعلوم ہے اس لئے اگر کوئی شخص چاہے کہ اپنے احوال پر اطلاع پائے اور اپنے ذاتی و صفاتی کمالات کو جانے تو وہ اپنی ذات و صفات (دو بینی) کے تصور کا محتاج ہوگا اور اس کے بغیر اپنی ذات و صفات کا پتہ نہیں لگا سکے گا اور اپنے آپ کو اپنے آپ سے گم کرنے والا جانے گا چونکہ اس نے دو بینی کی بہت زیادہ عادت کی ہوئی ہے اس لئے وہ حضور ذاتی کو علم نہیں سمجھتا اور جب تک اس کا مدرک اس سے جدا نہ ہو جائے اگرچہ وہ جدائی تصور میں ہی ہو وہ اس کو نہیں پاسکتا۔ اگر کہا جائے کہ اقربیت کے معاملہ میں مزایلت و ممانت (جدا و مخالف ہونا) موجود ہے کیونکہ اقربیت (دو ہونے) کو چاہتی ہے، اتحاد ہے جو کہ مزایلت (جدائی) نہیں رکھتا اور دوئی ہونے سے بری ہے پس سیر انفسی کو علم حضوری پر موقوف ہونا چاہئے کیونکہ اتحاد (کا حاصل ہونا) اور دوئی کا رفع ہونا اس مقام میں ظاہر ہوتا ہے نہ کہ اقربیت کے معاملہ میں جو کہ آفاق و انفس سے ماوراء ہے اور مزایلت (آفاق و انفس کے زوال) کے بغیر تصور نہیں ہے۔



ہم کہتے ہیں چونکہ نفس کے آئینوں میں مشہود مطلوب کے ظلال میں سے کوئی ظل ہے اور اس پر  
 کمالیہ کرنے والی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اس لئے لازماً اس کا حضور و مشہود مطلوب کا حضور  
 مشہود نہیں ہے اگرچہ سیرانفسی والا سالک اس کو مطلوب کا غیر نہ جانتا ہو لیکن حقیقت میں وہ غیر ہے پس  
 اصل مطلوب کی نسبت سے وہ علم حصولی ہوگا کیونکہ ظل کا حضور اصل کا حضور نہیں ہے بلکہ اس مشہود  
 نسبت سے بھی جو کہ نفس کے آئینے میں ہے علم حصولی واقع ہوا ہے کیونکہ آئینے کو اس صورت کے ساتھ  
 دکھائی دے رہی ہے حصولی کی نسبت ہے نہ کہ حضور کی نسبت، اگرچہ مشہود کے وقت میں  
 ظاہری صورت پوشیدہ ہے اور مشہود نہیں ہے لیکن حقیقت میں آئینہ اپنی اصلی حالت پر ہے  
 اور اس طرح کا ارتقاء (دور ہونا) صرف مشہود میں ہے کیونکہ قلب حقیقت  
 اور مطلق کا مقید ہونا محض خیال ہے اور اقربیت کے معاملہ میں زائل اور دور ہونے کا حکم  
 ہے اور اس طرح ہے جس طرح آئینہ میں منعکس ہونے والی صورت کا  
 ساتھ زائل ہونے والے کے ساتھ زائل ہو جانا کہ یہ مزایلت (زائل ہونا) بھی ایک وہم ہے۔ چونکہ قرب کو دوری  
 اور اتحاد میں کہ یہ بھی قرب کے افراد میں سے ہے مزایلت نہیں ہوتی (اس لئے) اقربیت میں  
 ہے دوری و مزایلت زیادہ مفقود ہوگی اگرچہ دوری ہوگی لیکن بعد مزایلت نہیں  
 یہ معاملہ عقل کے طریقے سے ماوراء ہے، حرم عقل کے پابند کے لئے مشکل ہے کہ اس میں (بھید) کو پاسکے،  
 کشف اور فراست (باطنی موجد بوجہ) جو کہ نبوت کے چراغ ان سے حاصل کی گئی ہو ہونی چاہئے تاکہ  
 اس کے ساتھ کچھ ایمان حاصل کرے اور اس مشرب سے کوئی گھونٹ پائے :-

اور (اعتراضِ مذکورہ بالا کو) مان لینے کی صورت میں ہم کہتے ہیں جو مزایلت کہ درک (پانے)  
 انسان کرنے کا سبب ہے وہی مزایلت ہے جو کہ بعد دوری کی راہ سے پیدا ہوتی ہے نہ کہ وہ مزایلت  
 اقربیت کی راہ سے وہم میں آئی ہو (کہ یہ مزایلت) نسبت اتحاد کی یافت و درک سے بھی بہت دور  
 ہے۔ یہاں کہ ہم کہتے ہیں کہ اقربیت کے معاملہ کا علم حضوری کے ساتھ تعلق اس معنی میں نہیں ہے کہ  
 اس کا نفس ابھی اپنی جگہ پہے اور اس کا علم حضوری قائم ہے اس کے باوجود وہ اصل مطلوب کے  
 علم حضوری رکھتا ہے (یعنی) اس کو دو چیزوں کا حضور ہے کہ یہ محال ہے یا نفس (ذات) حاضر کو  
 مطلوب خیال کر کے حضور نفس کو عین اسی کا حضور جان لیا ہے (یعنی اس معنی میں بھی نہیں ہر اس لئے)  
 معاملہ سیرانفسی کے مناسب ہے بلکہ (اقربیت کے معاملہ کا علم حضوری کے ساتھ تعلق) اس معنی  
 ہے کہ عارف اپنے آپ سے معذور ہو گیا ہے اور اپنے ذاتی حضور سے ہٹ گیا ہے اس کا حضور جو کہ

حضورِ واجبی تعالیٰ جلِ سلطانہ (حضورِ الہی) کا پرتو ہے اللہ تعالیٰ کے حضور کے ساتھ ملتی ہو جاتا ہے اور مکمل حقوق کے بعد چونکہ اس کا حضور اس کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے کہ عارف اور اس کے حضور سے کوئی اثر باقی نہیں رہتا اس لئے باطنی نسبت ادراک سے دور جا پڑتی ہے اور علمِ حضوری کی نسبت کے نہ پلنے سے جو کہ اوپر بیان ہو چکی ہے زیادہ منصف ہو جاتا ہے، یہ ہے اس کی وضاحت۔

اب ہم اصل بات کی طرف جاتے ہیں، علمِ مصولی والا منازلِ وصول قطع کرنے کے مراتب میں کمالِ درجہ کے ذوق و شوق میں ہوتا ہے اور اپنے کشف و شہود کے ساتھ لذت اندوز و خوش و خرم اور ہمیشہ حضور کے استغراق میں فانی ہوتا ہے اور اس کی صحبت جذب و کشش بخشنے والی عشق سے ملی ہوئی لانے والی اور وجد کو ابھارنے والی ہوتی ہے اور وہ شخص جس کا معاملہ آفاق و انفس سے ماوراء ہے وہ شوق سے گذر چکنا اور شہوری کی پابندی اور شہود میں مستغرق رہنے سے رہائی حاصل کر چکا ہوتا ہے اور اس کا معاملہ ظہورات سے ماوراء ہے اور اس کا رخاۃ ظلال سے برتر ہے کیونکہ ظہورِ ظلیت کی آمیزش کے بغیر نہیں ہے اور ظل کی نہایت انفس کی نہایت کے ساتھ ہے انفس سے باہر ظل نہیں ہے اگرچہ مراتب بے شمار ہوں۔ ان بزرگوں کی صحبت بعینہ اصحابِ کرام علیہم الرضوان کی صحبت ہے، کیا تو نے کبھی سنا کہ ان بزرگوں کی صحبت میں کسی شخص نے تواجد کیا اور شوق کا نعرہ بلند کیا اور تجلی و شہود کا دم مارا؟ ان مقبولین کا آرام انعامات والی ذاتِ جل و علائشائے کی طاعات میں ہے اور ان کی نیک بختی اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ہے ان کا کام ہمیشہ تیار (عاجزی) ہے اور ان کی لذت کا کمال نماز میں ہے۔ حدیث ارحفی یا بلال [لے بلال! مجھ کو نماز کے ساتھ راحت پہنچاؤ] اور حدیث قرۃ عینی فی الصلوۃ [میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے] ان بزرگوں کے معاملہ کی شاہد (گواہ) ہے۔ اربابِ ظلال کو جو کچھ کام کے آخر میں میسر ہے وہ ان بزرگوں کا پہلا قدم ہے اصل کے ساتھ وصول ان بزرگوں کے لئے مسلم (ثابت) ہے اور وجد و یافت کی حقیقت بھی اہی کو میسر ہے، یہ وجد و یافت سابقہ وجد یافت سے ماوراء دوسری کیفیت سے ہے۔ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدًا وَرَهَى تَمَسُّ مَرْمَسًا السَّحَابِ [اور تو پہاڑوں کو دیکھتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ یہ ہمیشہ کیلئے جمے ہوئے ہیں اور (حالانکہ قیامت دن) یہ بدلے کی طرح اترتے ہیں] پہلے مقام میں اگر وصل ہے تو وہ وصل کی صورت ہے اور اگر یافت ہے تو وہ بھی یافت کی صورت ہے اس لئے کہ علمِ حصولی علمِ حضوری کے ظل کے درجہ میں ہے۔

تنبیہ: لفظ جہل و حیرت سے جو کہ اوپر بیان ہوا تو یہ گمان نہ کرے کہ اس بلند نسبت و آ حضرت اپنی نسبت کا علم نہیں رکھتے، ایسا ہرگز نہیں ہے (بلکہ) علم و یافت کی حقیقت اس مقام پر ثابت ہے

لیکن چونکہ ہر سمجھ میں جلدی آنے والی بلکہ عوام کے نزدیک جو کہ اسفل سافلین (نہایت پستی) کے مقام میں ہیں متحقق بات یہ ہے کہ علم و یافت معلوم کی صورت کے حصول کے ساتھ ہے اور بس، علم حضوری ان کے نزدیک گویا علم نہیں ہے، اس بنا پر اس معاملہ کو جہل و حیرت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور حق بات یہ ہے کہ اس نسبت کو جیسی کہ وہ ہے دریافت کرنا کثرتِ علم اور کمالِ معرفت کے بغیر دشوار ہے اگرچہ وہ نسبت حاصل ہو اور اس نسبت کے دریافت کرنے کا طریقہ یا اس طرح پر ہے کہ حق تعالیٰ کسی عارف کو اس قسم کی تیز بصیرت عطا فرمائے کہ معلوم کی صورت کے حصول کے بغیر تیز کر سکے اگرچہ محدود عقل اس کا پتہ نہیں لگا سکتی لاجملاً عطا یا الملك الامطایاہ [بادشاہوں کی بخششیں ان ہی کی سواریاں اٹھا سکتی ہیں] یا اس طریقہ پر کہ اس مجہول کیفیت والے معاملہ کو اس کی مثالی صورت میں ظاہر کریں یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہو جائے یا رہبر و غیرہ کے بتانے سے معلوم کرے یا حصول نسبت کا یقین ان لذتوں کے ساتھ دین جو کہ اس پر مرتب ہوتی ہیں اور درک کا ادراک حاصل نہ ہو، اور جائز ہے کہ بعض کو وہ معاملہ حاصل ہو اور اس کا علم کسی راستے سے بھی حاصل نہ ہو احوال و مقامات کا تفصیلی علم سب کو نہیں دیتے کسی کسی کو عطا فرماتے ہیں اور دوسروں کو اس علم کے ساتھ کفایت کرتے ہیں لیکن یہ دونوں نفس و حل میں برابر ہیں فرق صرف علم ہونے یا علم نہ ہونے کا ہے جو کہ جزئی فنیت کی قسم سے ہے اور علم میں بھی مختلف مراتب (درجات) ہیں، مختصر یہ ہے کہ جو کچھ مطلوب ہے وہ اس نعمتِ عظمیٰ کا حصول ہے اس کا علم جس قدر بھی ہو گا فن بلاغت میں محسن بدعی (عمدہ صنائع و بدائع) کی مانند زائر احسانات انعامات کی قسم سے ہو گا یہ اس مکتوب کا اخیر ہے، الحمد للہ اولاً و آخراً و الصلوٰۃ والسلام علی رسولہ دائماً و علیٰ و علیٰ الہ الکرام و صحبہ العظام الی یوم القیام۔

## مکتوب

یہ بھی مولانا محمد صلیف کے نام عارف کی جامعیت کے متعلق اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حد و صلوة اور تبلیغ الدعوات کے بعد برادر عزیز کی خدمت میں عرض رساں ہے کہ اس حد و صلوة کے فقراء کے احوال حمد کے لائق ہیں اور اللہ تعالیٰ سے تمہاری عاقبت و شریعت مقدسہ اور سنت عالیہ المصطفویہ علیٰ صلوة و السلام التمجید پر استقامت اور ظاہری و باطنی درجات پر تمہاری ترقی اور آخرت کی ابدی سعادتوں اور تخلیہ و فنا و انقطاع کلی کے لئے دعا کی گئی ہے پس جب تو تخلیہ و فنا سے کما حقہما

خالی و فانی ہو جائے گا تو تجھ کو ایسا نور و جمال دیا جائے گا کہ ہر چیز میں تیرے جمال کے سوا اور کچھ متجلی نہیں ہوگا اور عالم سفلی و علوی تیرے نور و چمک کے آئینے اور تیرے حسن و جمال کے مظاہر ہو جائیں گے اور تو تمام جہانوں کے لئے مرکز و اجمال ہوگا بظاہر ہر چیز میں خلیفہ اور مخلوق میں امام ہوگا اور تیرے حق میں نعمت پوری ہو جائے گی۔ فَاَنْظُرْ اِلَى اَثَرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا [پس تو اللہ کی رحمت کے آثار کی طرف دیکھ کہ وہ زمین کو اس کی موت کے بعد کس طرح زندہ کرتا ہے] والسلام

## مکتوب ۹

خواجہ دینار کے نام عارف کی عدمیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، سعادت آثار میں دینار! اس مسکین خاکسار سے دعائیں مطالبہ فرمائیں، اس حدود کے ققرار کے احوال حمد کے لائق ہیں۔ دور افتادہ دوستوں کی تیریت کے لئے حضرت وہاب جل سلطانتہ کے کرم سے دعا کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ ممکن بیچارہ کہ مطلوب حقیقی سے جس کا نصیب سوائے استہلاک و اضمحلال کے (کچھ) نہیں ہے اس کے کمال کے ادراک سے عاجز و قاصر ہے اور جب اس کی بارگاہ وحدت و احدیت میں معدوم و لاشع ہونے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہے اس کے حسن و جمال کے ادراک سے خالی و حیران ہے۔

گیرم کہ بغم خانہ مایا رخسار کو حوصلہ و طاقت دیدار کہ دارد

[میں مانتا ہوں کہ ہمارے غمخانہ (دل) میں محبوب خوش خرام ہے (لیکن) اس کے دیدار کا حوصلہ و طاقت کس کو ہے] وہی ہے جو کہ الکبریاء ردائی [بزرگی میری چادر ہے] کی خلوت گاہ میں اپنے کمال کا خود ہی مشاہدہ کرنے والا ہے اور انت کما اتینت، علی نفسک [تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تو نے اپنی آپ تعریف کی ہے] کی محفل میں اپنے جمال کا خود ہی نظارہ کرنے والا ہے، پس وہی ہے جس نے اپنی ذات کی تعریف خود کی ہے اور اپنی صفات کے کمال کی ثنا کی ہے پس وہی عارف و معروف ہے اور وہی شاہد و مشہود ہے، عاشق بیچارہ نے اس جلوہ گاہ میں سامان عدم کے صحرائی طرف کھینچا ہے اور مستی (ہونا) و دانش (جاننا) و توانائی (کر سکتا) کو اس کے اہل کے حوالہ کر دیا ہے۔

حسبم مہمہ اشک گشت و حشم بگر بست در عشق تو بے جسم ہی باید ز بست والسلام

[میرا تمام جسم اشکوں میں گیا اور میری آنکھ نے گرہ کیا، تیرے عشق میں جسم کے بغیر ہی جینا چاہئے]

## مکتوب ۹۱

شیخ طاہر بدخشی جو پوری کے نام اپنے پیر دستگیر (حضرت مجدد الف ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت اور حضرت عالی کے اصحاب کی محبت کے اظہار میں تخریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ آپ کو قرب و ارشاد کے مراتب میں ترقیاً  
 بخشنے، آنجناب معارف آگاہ و واقعاتوں کو فراموش نہ فرمائیں چونکہ المرء مع من احب (آدمی اس  
 کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے) کے مطابق جہاں کہیں بھی محبت کا رابطہ درمیان میں ہے اس کے  
 اندازے سے باطنی معیت بھی ثابت ہے امید ہے کہ زمانہ جدائی کی درازی سابقہ نسبت میں کوئی کمی  
 نہیں لائے گی بلکہ اگر مذکورہ بالا محبت کا رابطہ زیادہ قوی ہو جائے جیسا کہ دوستوں سے اس کی توقع  
 کی جاتی ہے تو مذکورہ بالا نسبت بھی اوپر زیادہ ہو جائے گی اور بیش در بیش ہوتی جائے گی۔ اس فقیر کو اس  
 جماعت سے جو کہ حضرت قطب المحققین پیشوائے طالبان خدا حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کی  
 خدمت و قدوسی کے شرف سے مشرف ہو چکے ہیں ایک علیحدہ نسبت ہے (میری) نظر میں وہ لوگ دنیا سے  
 جدا ہیں کسی سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے کیونکہ یہ جماعت محبوب کے آئینے ہیں اور اس بے نشان کی  
 ایک نشانی رکھتے ہیں، محبوب کی خدمت کرنے والے لوگ اس کی غیبت (غیر موجودگی) کے وقت خاص طور پر  
 تہایت محبوب و مرغوب ہیں، عاشقوں اور شائقوں کے نزدیک اس جماعت کی قدر بہت ہی زیادہ ہے  
 اگرچہ یہ لوگ بے پرواہوں اور مذکورہ رابطہ کے لوازم سے دور ہوں لیکن ہم لوگوں کے نزدیک تہایت عزیز  
 ہیں اور ان کی خدمت و محبت ہم پر لازم ہے بہر حال دعا سے غافل نہ رہیں اور توجہ فرمائیں کہ کل (قیامت  
 کے روز) حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے محبت کرنے والوں اور خادموں کے زمرہ میں ایک ہی  
 جگہ ہمارا حشر ہو اور ان کے مبارک پرچم کے نیچے جگہ پائیں، رَبَّنَا آتِنَا نُورًا وَ اغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ  
 كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (اے ہمارے رب! ہماری ہمارا نور (ہدایت) پورا فرما اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے)۔

## مکتوب ۹۲

شیخ حمدا صدیقی کے نام طریقہ بندگی حاصل کرنے پر ترغیب دینے اور اعمال میں عجب پیدا ہونے کے علاوہ کیا اور پیر تخریر فرمایا۔

محبت آثار برادرم شیخ حمید دعا و سلام پڑھیں اور احوال کے لکھنے سے فارغ نہ رہیں، طاعات و عبادات کے ادا کرنے میں مردوں کی طرح رہیں اور کمرِ ہمت کو مولیٰ تعالیٰ جل و علا کی بارگاہ میں چست باندھیں، آج کا دن کام کرنے کا دن ہے (جرمِ مزدوری) کا دن کل (قیامت) کا دن ہے، کام کے وقت میں (جرمِ مزدوری) کی انتظار میں بیٹھا حقیقت میں اپنے آپ کو اجر سے باز رکھنا ہے اور خدایات (طاعات) کی ادائیگی میں لذتوں کے پابند نہ رہیں، اگر لذت دیں تو نعمت ہے اور اگر نہ دیں تو طاعت (بندگی) کو ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہئے، بندگی سے مقصود محنت و مشقت ہے جو کہ نفس سے دشمنی اور خواہش کی مخالفت ہے نہ کہ عیش و راحت کہ جس کو ہوا و نفس چاہتا ہے، وہ لذت و راحت اور چیز ہے جو اس طرف سے عطا ہوتی ہے اور نفس و خواہش کو اس میں ہرگز کوئی دخل نہیں ہوتا کیونکہ نفس اس لذت میں نالہ و فریاد کرتے ہیں ہوتا ہے لیکن چونکہ وہ لذت عطائی ہے (بخشش کی ہوئی ہے) (اس لئے) طاعات کو اس کے نہ ہونے سے چھوڑا نہیں جاسکتا، طاعات کے حاصل کرنے میں جان کے ساتھ کوشش کریں، نجات کی امید

۲۳۶

(اللہ تعالیٰ کی) رحمت سے چاہیں اور طاعات کو بھی اس کی رحمت کا اثر جائیں اور اس کی توفیق کی طرف لوٹنے والی سمجھیں اور اپنی قوت و طاقت کو ہرگز اس میں دخل نہ دیں تاکہ عجب (خود پسندی) سے نکل جائیں اور اگر کبھی قوت و طاقت کو اپنی طرف عائد دیکھیں تو اس سے تادم ہوں اور استغفار کریں (تاکہ) طاعات ناچیز (ضائع) نہ ہو جائیں اور گناہ میں تبدیل نہ ہو جائیں لیکن اس بہانہ سے اعمال و طاعات سے مرک نہ جائیں، طاعت (بندگی) بھی کریں اور اس طاعت سے استغفار بھی کریں اور اس (طاعت) کو اس پاک بارگاہ کے لائق نہ جائیں اور امیدوار رہیں کہ یہ ندامت و استغفار آہستہ آہستہ اس طاقت و قوت کے دیکھنے (اپنی طرف منسوب کرنے) کا علاج کر دے اور اعمال کو قبولیت کے قابل بنا دے۔

چشم دارم کہ دہی اشک مرا حسن قبول اے کہ در ساختہ قطرہ بارانی را

[ اے (اللہ) کہ جس نے بارش کے قطرے کو موتی بنا دیا ہے میں امید رکھتا ہوں کہ میرے آنسوؤں کو حسن قبول عطا فرمائے گا ]۔ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ "عمل کرا و استغفار بھی کر بندگی کا طریقہ ہی ہے۔"

اللهم مغفرتك اوسع من ذنوبي و رحمتك ارحم عندی من عملي (اے اللہ! تیری مغفرت میرے گناہوں سے زیادہ وسعت والی ہے اور تیری رحمت میرے نزدیک میرے عمل سے زیادہ باعثِ امید ہے)۔

دادیم ترا از گنج مقصود نشان گریبان رسیدیم تو شاید برسی

[ ہم نے تجھ کو مقصود کے خزانے کی نشان دہی کر دی ہے، اگر ہم نہیں پہنچے تو شاید تو ہی پہنچ جائے ]

والسلام

# مکتوب ۹۳

حقائق آگاہ شیخ نور محمد پٹنی کے نام اس بات کے حل میں تحریر فرمایا کہ فنا حاصل ہوجانے کی صورت میں فنا کا علم کس طرح ہوگا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی عِبَادِهِ الذِّیْنَ اصْطَفٰہُ۔ معارف  
دشنگاہ کے خدام اس شکستہ آوارہ سے مشتاقانہ دعائیں قبول فرمائیں۔ ع

ازہرچہ میرود سخن دوست خوشتر است (دوست کی جویات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے) [سوال: ماسوا کا نسیان (بھول جانا) اور علم کا پوری طرح زائل ہوجانا فنا کہلاتا ہے پس فنا حاصل ہوجانے کی صورت میں اگر وہ اپنی فنایت کا علم رکھتا ہے تو اس کو فنا حاصل نہیں ہے اور اگر علم نہیں رکھتا تو وہ کس طرح جانتا اور کہتا ہے کہ اس کو فنا حاصل ہے جیسا کہ فنا والوں نے اس کی خبر دی ہے۔]

جواب: مذکورہ حالت کے گزر جانے کے بعد وہ جان لے گا کہ فنا حاصل ہو گئی ہے اور اس کے متعلق پتہ لگائے گا اور دوام فنا کی صورت میں جیسا کہ ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ الاقدس کے نزدیک مختار ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس صورت میں فنا کے لئے بقا لازم ہے، وہ عین فنا میں باقی اور عین بقا میں فانی ہے، پس اس مقام میں عارف کے صفات و افعال اپنے آپ سے فانی ہو کر واجب تعالیٰ و تقدس کے صفات و افعال کے ساتھ متحقق ہوجاتے ہیں مثلاً ممکن کا علم اپنے آپ سے فنا حاصل کر کے واجب تعالیٰ و تقدس کے علم کے ساتھ بقا حاصل کر لیتا ہے اور تمام صفات اسی قیاس پر ہیں، پس اگر عارف فانی اس مقام میں بعض اشیا کو علم کے ساتھ باقی پائے تو یہ اس کے علم کی فنا کے منافی نہیں ہوگا کیونکہ اس نے اس علم سے جو کہ فنا حاصل کر چکا ہے اشیا کو نہیں پایا ہے تاکہ خرابی لازم آتی۔ المرائل لا یعود [نائل واپس نہیں لوٹتا]۔ یہ دوسرا ہی علم ہے کہ جس سے وہ اشیا کا ادراک کرتا ہے۔ ایک بزرگ کہتے ہیں عرفت اللہ باللہ و عرفت الاشیا بنور اللہ [میں نے اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ پہچانا اور اشیا کو اللہ تعالیٰ کے نور سے پہچانا] اشیا کی یہ معرفت اشیا کے نسیان کے منافی نہیں ہے۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ (یہ) درست ہے کہ انسان کے لطائف میں سے ایک لطیف کو فنا حاصل ہوجائے اور اس (فنا) کا علم کسی دوسرے خاص لطیف کو ہو، یا ہم کہتے ہیں کہ فنا خاص باطن کو

حاصل ہو کہ یہ اس کا کام ہے اور اس کی فنا کا علم ظاہر ہو کیونکہ دوام فنا حاصل ہونے کی صورت میں عارف جیسا کہ فنا سے پہلے تھا فنا کے بعد بھی اسی بیخ (حالت) پر ہے بیوی بچوں اور تمام دوستوں کو سابقہ طریقوں پر پہچانتا ہے اگر وہ اپنے باطن کے بعض حالات کو بھی معلوم کر لے اور ان پر مطلع ہو جائے تو تعجب کا مقام نہیں ہے اگر کہیں کہ دانش (جاننے) کا مقام قلب ہے اور جب قلب قانی ہو گیا تو ظاہر کو بھی دانش (جاننے) سے بے نصیب ہو جانا چاہئے۔ ہم کہتے ہیں اگر مراد یہ ہے کہ قلب کی دانش کے بغیر ظاہر سے دانش کی مطلقاً نفی کی گئی ہے اور دانش قلب ہی پر منحصر ہے تو یہ ممنوع ہے اس لئے کہ ہم واضح طور پر پاتے ہیں کہ قلب ماسویٰ کی دید و دانش سے مطلقاً رہائی حاصل کئے ہوئے ہے اس کے باوجود ظاہر اپنی دانش پر (قائم) ہے، اور اگر کوئی اور معنی مراد ہے تو وہ بھی ہمارے مقصد میں مضر نہیں ہے اور تحقیق یہ ہے کہ فنا کے قلب ثابت ہونے کے بعد دانش جو کہ اس سے تعلق رکھتی تھی کسی دوسری جگہ منتقل ہو جاتی ہے اور دانش کا محل وہ جگہ ہو جاتی ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

## مکتوب ۹۲

حقائق و معارف آگاہ شیخ عبدالحی پٹنی کے نام صاحبِ نزہت کے اس شبہ کو دور کرنے کے بیان میں تحریر فرمایا جو کہ انھوں نے قوم کے ثابت شدہ اصول پر کیا ہے کہ گم ہو جانے (فنا) کی صورت میں یاقت (پالینا) کس طرح ہوگا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ  
 اَللّٰهُمَّ طَهِّرْہِمْ، اس فرقت زدہ گنہگار کی کامل دعا قبول فرمائیں۔ اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے کہ ان  
 فقراء کے حالات عاقبت آمیز ہیں آپ کی سلامتی و استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔

میرے مخدوم افنا کے بارے میں صاحبِ نزہت کے اشکال کے حل میں جو چند سطریں لکھی ہیں  
 کسی تقریباً لکھوائی گئی تھیں اس وقت اس کے مصنف کو ہدیہ کے طور پر آنحضرتؐ (آپ) کی خدمت  
 میں ارسال کیا ہے۔ سوال، صاحبِ نزہت کہتا ہے۔

گویند عنان خود چہ تابی  
 این نکتہ نمود تا صوبہ بم  
 گم شو کہ چو گم شوی بیابی  
 چوں گم شوم آں گے چہ یابم  
 از گم شد نم پس او چہ می خواست  
 یابندہ اگر کسے دگر خواست



[وہ کہتے ہیں اپنی باگ کیا مڑتا ہے، تو گم ہو جاؤں تو گم ہو جائے گا تو پالے گا، مجھ کو یہ نکتہ غلط معلوم ہوتا ہے، جب گم ہو جاؤں گا تو اس وقت میں کیا پاؤں گا، اگر پانے والے نے کسی دوسرے کو چاہا تو میرے گم ہونے سے وہ کیا چاہتا ہے] (اس کا) محل جواب یہ ہے کہ گم ہونے کی نسبت ماسوا کے ساتھ ہے اور یافت (پانے) کی نسبت حق جل شانہ کے ساتھ ہے پس اس میں کوئی منافاة (تضاد) نہیں ہے۔ اور مفصل جواب یہ ہے کہ گم ہونا فنا کے مقام میں ثابت ہے جو کہ عین الیقین کا مقام ہے اس لئے کہ اس مقام میں علم عین کے منافی (مخالف) ہے اور یافت (پانا) بقا کے مقام میں جو کہ حق الیقین کا مقام ہے صورت پذیر ہوتا ہے پس گم ہونا یافت (پانے) کے لئے شرط ہوا، اگرچہ (یہ دونوں) ایک وقت میں جمع نہ ہوں پس کوئی اشکال نہیں ہے اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ ہم یافت سے ادراک مرکب مراد لیں اور اگر ادراک بسیط مراد لیں تو عین گم ہونے کے وقت ادراک بسیط حاصل ہے جیسا کہ مقرر (مسلم) ہے۔ ایک بزرگ کہتے ہیں سے

از حضرت ذات بہرہ استہلاک است      استہلاکی کہ از تصور پاک است  
آن معرفتی است نامش ادراک بسیط      آنچہ محل دانش و ادراک است

[حضرت ذات سے نصیب استہلاک ہے، اور یہ وہ استہلاک ہے جو کہ تصور سے پاک ہے، وہ ایک معرفت ہے جس کا نام ادراک بسیط ہے اس جگہ دانش و ادراک کی کیا گنجائش ہے]۔ اور اس تقدیر پر بھی اشکال دور ہو جاتا ہے کیونکہ فنا شہودی ہے نہ کہ وجودی، اور فنا کے وجودی کو فرض کر لینے کی صورت میں بھی جواب وہی ہے جو کہ پہلی شق میں اوپر بیان ہو چکا ہے کیونکہ وجود ہو بہو کے ساتھ موجود کرنے کے بعد جو کہ ولادت ثانیہ سے وابستہ ہے یافت حاصل ہے۔ پس حاصل یہ ہے کہ گم ہونے سے مراد شہودی ہے یا وجودی اور نیز یافت سے مراد بسیط ہے یا مرکب ہر صورت میں محذور (اعتراض) دفع ہو جاتا ہے، کیونکہ اگر شہودی مراد ہے جیسا کہ جمہور کے نزدیک مقرر ہے، یافت سے جو معنی بھی مراد لئے جائیں مدعا ثابت ہے لیکن ادراک مرکب مراد لینے کی صورت میں یافت البتہ متاخر ہے اور ارادۃ بسیط مراد لینے کی صورت میں معیت حاصل ہے لیکن تقدیم ذاتی میں اختلاف کیا گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جب تک نہیں پائے گا ربائی حاصل نہیں کرے گا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ جب تک ربائی (فنائیت) حاصل نہیں کرے گا نہیں پائے گا اور اس کی تحقیق (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات کی) جلد ثانی کے مکتوبات سے طلب کرتی چاہئے۔ اگر وجودی فنائیت مراد ہے تب بھی یافت مرکب کو جیسا کہ عام طور پر متبادر ہوتا ہے یافت سے تاخر (پچھے ہونا) ہے جیسا کہ گذر چکا ہے پس ہر صورت میں درست ہوا کہ جب گم ہو جائیگا تو پائے گا۔ والسلام علیکم۔

۱۳ مثلاً مکتوب ۹۳

## مکتوب ۹۵

خواجہ موسیٰ جذبی کے نام ان بزرگواروں کی نسبت حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔  
 حمد و صلوة و تبلیغ دعوات کے بعد اپنے بزرگ بھائی کی خدمت میں عرض ہے کہ اس فقیر کے  
 احوال ہر لحاظ سے حمد و شکر کے مستحق ہیں اور دوستوں کی خیریت جمعیت کے لئے دعا اور امید کی گئی ہے  
 آپ کے خطوط پہنچتے رہتے ہیں اور اس طرف سے جواب بھیجے ہیں قصور واقع ہو جانا ہے (امید ہے کہ)  
 معذور رکھیں گے، ہر حال میں غائبانہ دعا سے فراموش نہ کریں اور کیفیات تحریر فرماتے رہیں اور طاعات  
 کی پابندی میں قدم مضبوط رکھیں اور مطلوب حقیقی کی بارگاہ میں شاہدی و مشہوری کے وصف کے  
 بغیر دائمی توجہ پیدا کریں کیونکہ اس مقام میں توجہ و حضور خود بخود ہے اور عارت کو استہلاک و  
 اضمحلال کے سوا اس (مقام) میں کچھ نصیب نہیں ہے، اس کے بعد ان ثمرات کے منتظر رہیں جو کہ اس  
 نسبت پر مرتب ہوتے ہیں اور دوستوں کو بھی اس معنی کا طالب نہائیں، والسلام علیکم

## مکتوب ۹۶

خواجہ محمد کاظم کے نام نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

برخوردار سعادت اطوار قرۃ العین خواجہ محمد کاظم ظاہری و باطنی عاقبت کے ساتھ رہیں، اس  
 حدود کے فقراء کے حالات حمد و شکر کے مستحق ہیں، آپ کی سلامتی و استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے  
 حالات لکھتے رہیں اور کوشش کریں کہ اللہ تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں عجز و نیستی کے وصف کے ساتھ دائمی  
 حضور و توجہ پیدا کریں اور جو چیز اس دولت کے منافی ہو اس سے علیحدگی اختیار کریں اور جوانی کی قوت  
 کو بتدگی کے معمولات میں صرف کریں کیونکہ یہ زمانہ بہت ہی غنیمت ہے، اس قوت میں فتور آجانے کے  
 بعد اس کی قدر معلوم ہوتی ہے اور حسرت باقی رہ جاتی ہے مختصر یہ ہے کہ اس وقت کچھ فائدہ کاموں  
 میں صرف کرنا ایک ایسا الم ہے کہ جس کا تدارک ممکن نہیں ہے والسلام

## مکتوب ۹۷

ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام دوستانہ شکایت کے اظہار میں تحریر فرمایا۔

۲۲۰  
الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى، سیادت و نقابت پناہ کے خدام طاہری و باطنی عاقبت کے ساتھ رہ کر دو راقداہ دوستوں کو یاد کرتے رہیں، قلم خود بخود رک گیا ہے کیا چیز لکھے کہ اولاد (حضرت فاطمہ) بتول (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میں سے اس برگزیدہ بزرگ کی قبولیت کے لایق ہو اور اس قابل ہو کہ اس سخاوت کی کان کی جانب سے اس کا جواب ظاہر ہو، جس قدر مذکورہ فکر کے سمندر میں غوطہ زنی کی تاکہ کوئی موتی حاصل کرے اور اس کو اہل بصیرت کے لیے تحفہ بنائے (لیکن) بیسر نہیں ہوا اور خالی ہاتھ اس کے ساحل سے سر باہر نکالا، آخر کار عاجزی کا اعتراف کر کے اور اپنے آپ کو اس محال تمنا سے ہٹا کر دو نامربوط کلموں سے آپ کے فیض کی نشانیوں والے دل میں اپنی یاد دلائی سے حافظ و طبقہ تو دعا رکھتے است و بس در بند آن مباش کہ نشید یا شنید (لے حافظا تیر کام دعا کرتا ہے اور بس، تو اس فکر میں مت رہ کہ اس نے سنا ہے یا نہیں سنا) اگر کبھی دعا و توجہ کے ساتھ یاد کریں تو بعید نہیں ہوگا اگرچہ محال ہونے میں یہ تمنا سابقہ تمناؤں سے بھی مضبوط قدم رکھتی ہے پس اس کے بعد اللہ تعالیٰ ہی ہم کو کافی ہے اور وہ اچھا وکیل ہے۔

## مکتوب ۹۸

مولانا حسن علی کے نام عبودیت کے پسندیدہ طریقہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوة و تبلیغ دعوات کے بعد سعادت آثار برادر م مولانا حسن علی سے عرض ہے کہ اس حدود کے فقرا کے احوال بجز اللہ عاقبت آمیز نہیں، دو راقداہ دوستوں کی خیریت کی امید اور دعا کی جاتی ہے (آپ کو) چاہئے کہ حالات لکھتے رہیں اور اوقات کو معمولات سے آباد رکھیں اور اہم کاموں میں صرف کریں اور خلوت و جلوت میں خوف و تقویٰ کے ساتھ رہیں اور جوانی کی قوت کو طاعات میں صرف کریں اور شب بیداروں کو غنیمت جانیں اور اندھیری راتوں کو اذکار و افکار، گریہ و زاری، گناہوں کو یاد کرنے اور قیامت کی فکر کے ساتھ منور رکھیں اور جہان تک ہو سکے سنت پر عمل کرنے کو ہاتھ سے نہ جلنے دیں، بدعت و بدعتی سے

بچتے رہیں، کوشش کرتے رہیں کہ ماسوی اللہ کی مزاحمت کے بغیر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ دائمی حضور حاصل کر لیں اور ہمت اس بات پر صرف کریں کہ نفس حاضر (اس کی اپنی ذات) بھی درمیان سے اٹھ جائے تاکہ اس کا حضور اس کے ساتھ حاصل ہو جائے اور اس کے اوصاف و اخلاق اس کے اوصاف و اخلاق کی بجائے ممکن ہو جائیں (یعنی متخلق باخلاق اللہ ہو جائے) اور نفسِ امارہ کی اتانیت زائل ہونے لگے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

۲۳۱

پو جان آئی بجان من نشینی مراد گیر بجائے من نہ بینی

توئی از ہر دو عالم آرزویم ترا چوں یافتم از خود چہ گویم

[تو جان کی طرح آجائے اور میری جان میں بیٹھ جائے (پھر) تو مجھ کو دوبارہ میری جگہ نہ دیکھے۔ دونوں جہانوں سے تو ہی میری آرزو ہے جب میں نے تجھ کو پایا تو اپنے بارے میں کیا کہوں] مختصر یہ ہے کہ اگر نجات مطلوب ہے تو حق سبحانہ و تعالیٰ کی مرادوں کو اپنی مرادوں پر ترجیح دینی چاہئے بلکہ اپنے آپ کو تمام نسبتوں سے خالی دیکھنا چاہئے اور کلمہ لا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ [اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی طاقت نہیں ہے] کو اس سے سننا چاہئے بیشک وہی حمید و مجید ہے، بندگی کا طریقہ یہی ہے، بیشک وہ ہر دشوار کا کو آسان کرنے والا ہے اور وہ جو کچھ چاہتا ہے اس پر قادر ہے اور اس لائق ہے کہ قبول کرے، امید ہے کہ اس بے حاصل کو سلامتی خاتمہ کی دعا کے ساتھ یاد کرتے رہیں گے کیونکہ غالبانہ دعا کرنا قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔

## مکتوب ۹۹

خواجہ محمد فاروق کے نام معرفت حاصل کرنے پر ترغیب دینے اور ضبط اوقات کے بارے میں تخریر فرمایا۔

میرے مخدوم و مکرم! چونکہ نورع بنی آدم (انسان) کی ایجاد و پیدائش کا اصلی مقصد صلح اللہ تعالیٰ (جہل و عدا کی معرفت حاصل کرنا ہے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ معروف میں فنا حاصل ہوئے بغیر معرفت حاصل نہیں ہوتی) پس ہم جیسے مجوروں کے لئے ضروری ہے کہ عمر عزیز کو اس مطلوبہ دولت (کے حاصل کرنے) میں صرف کریں اور اس فانی زندگی میں فنا (موت) سے پہلے فانی ہو کر حقیقی باقی عزت شانہ کی بقا کے ساتھ کوشش کریں۔ افسوس ہے کہ جو کچھ اس شخص سے طلب کیا گیا ہے وہ بجا نہیں لانا اور دوسرے کاموں میں مشغول ہوتا ہے اور جس چیز کی تخریب چاہی گئی ہے اس کی تعمیر کے درپے ہوتا ہے اور وقت عزیز کے سرمایہ کو فانی لذتوں کے پورا کرنے کے لئے خرچ کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے

ناز و نعمت کی زندگی سے پرہیز کر لیں بیشک اللہ تعالیٰ کے بندے ناز و نعمت والے نہیں ہوتے، ہر ایت  
تجالت شرمندگی ہر کہ انسان اس قیاس فرصت میں مطلوب کی طرف سے دعوت کے باوجود اس کو اپنی آغوش  
میں نہ لیتے ہوئے اور قبول نہ کرتے ہوئے اس دعوت کی جگہ ہے سامان یا نذرہ لیتا ہے اور اپنے آپ کو  
بعد و حجاب (دوری و پرہ) کے عذاب میں جو کہ دوزخ کے عذاب سے بھی بدتر ہے ٹھہرا لیتا ہے اور قرب و  
وصال کی لذت سے بھاگتا ہے پس اس شخص پر افسوس ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ سے روگرانی کی اور اس  
شخص پر حسرت ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے تجاوز کیا، دنیا میں دوبارہ آنا نہیں ہے: وَمَنْ كَانَ  
فِي هَذِهِ أَحْسَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا (اور جو شخص اس دنیا میں اندھا رہا پس وہ آخرت  
میں بھی اندھا اور راستہ سے بہت بھٹکا ہوا ہوگا) ۵

سورۃ  
یوسف

ترجمہ کہ یار بامانا آشنا بماند تا دامن قیامت این غم بماند

(بڑتا ہوں (مبارا) محبوب ہمارے حال) سونا آشنا ہی رہو اور یہ غم قیامت تک ہمارے ساتھ رہے [مختصر یہ ہے کہ کام کرنا چاہو ۲۲۲  
صرف کہنے سننے سے کوئی راستہ نہیں کھلتا۔ امید ہے کہ اس ناکارہ کے بارے میں اس جگہ کے صلحا سے نوجو دعا  
کی درخواست کریں گے۔ والسلام

## مکتوبات

مرزا لطف اللہ کے نام صوفیہ کرام کے طریقہ عالیہ کے حاصل اور بعض نصیحتوں کے بیان میں تحریر فرمایا  
بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ۔ مکتوب گرامی کے  
ورد سے مشرف ہوا، کتنی اچھی نعمت ہے کہ عین شباب اور عیش و کامرانی کے اسباب کی موجودگی میں  
مطلوب حقیقی کے عشق کا سودا دل کی گہرائی میں پیدا ہو جائے اور ہوت غیبت (حق تعالیٰ) کی محبت  
جان کی پیشانی سے ظاہر ہو جائے، درویشوں کی محبت اس کی نشانی ہے اور ان کے ساتھ نیاز مندی کا  
ہونا اس پر واضح دلیل ہے، پیر انصار قدس سرہ فرماتے ہیں: یا الہی یہ کیا حالت ہے جو تو نے اپنے دوستوں  
کے لئے کردی ہے کہ جس نے ان کو پہچان لیا تجھ کو پایا اور جب تک تجھ کو نہ پایا ان کو نہیں پہچانا، اس  
گروہ سے محبت کرنے والا اس گروہ کے ساتھ ہے المرء مع من احب [ آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ  
محبت کرتا ہے ] آپ نے سنا ہوا ہوگا۔ اے سعادت کے آثار والے! اس جوانی اور فراغت کے زمانہ کو غنیمت  
جائیں اور اس (جوانی) کی قوت کو مولیٰ (اللہ تعالیٰ) کی طاعات میں صرف کریں کام کا وقت یہی عمر ہے

بڑھاپے اور اعضا کی مستی کے وقت زندگی و فراغت کی تقدیر پر معلوم ہے کہ کیا کچھ ہو سکتا ہے۔ حدیث شریفہ میں آیا ہے: سات قسم کے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اُس دن اپنے سایہ میں رکھے گا جبکہ اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا، امام عادل اور وہ جوان جو اللہ کی عبادت میں پروان چڑھا اور وہ شخص جس کا دل مساجد کے ساتھ لگا رہا، اور وہ لو آدمی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبت کی اسی پر اکٹھے ہوئے اور اسی پر جبراً ہوئے، اور وہ آدمی جس کو منصب و حسن و جمال والی عورت نے (گناہ کی) دعوت دی تو اُس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور وہ آدمی جس نے کوئی صدقہ دیا پس اس کو چھپایا حتیٰ کہ جو کچھ اس کے ہاتھ ہاتھ نے خرچ کیا اس کا بایاں ہاتھ (بھی) اس کو نہیں جانتا، اور وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا پس اس کی دونوں آنکھیں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس کو امام بخاری و امام مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ کوشش کریں کہ اخیر کے چھ اعمال پر قائم رہیں اور امام کی نیابت کے ساتھ عدالت پر مستقیم رہیں۔

جان لیں کہ ہمارے بزرگوں قدرتنا اللہ تعالیٰ باسرار ہم العلیہ کے طریقہ کا حاصل سنت کا اتباع اور بدعت سے اجتناب اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں عجز و نیستی کے وصف کے ساتھ دائمی توجہ و حضور ہے اس حد تک کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے ماسوا سے کامل قطع تعلق حاصل ہو جائے اور اشیاء سے اس کا علمی و حسی تعلق ٹوٹ جائے اور ماسوا کی غلامی سے آزاد ہو جائے نہ وہ اس کی خوشی و خوش ہو اور نہ اس کی غمی سے غمگین، اور نیز دل کو مطلوب حقیقی کے ساتھ حضور و آگاہی اس قسم کی پیدا ہو جائے جس کے بعد غیبت (عدم حضور) نہ ہو وہ حضور جس کے بعد غیبت ہوتی ہے ان اکابر کے نزدیک معتبر نہیں ہے، جب تک حضور و آگاہی ملکہ (عادت ثانیہ) نہ ہو جائے اور اس کا ذاتی وصف نہ بن جائے جیسا کہ سننا کان کی صفت اور دیکھنا آنکھ کی صفت ہے، یہ نسبت شریفہ حاصل نہیں ہوتی، اور نفس حاضر (اپنی ذات) کی نفی کرنا ہے، جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے فضل سے کلی طور پر قائمیت ہو جائے اور مطلوب کا حضور و شہود خود بخود پیدا ہو جائے تو اس وقت کسی شاہد و مشہود کے وصف کے بغیر شہود ہوتا ہے اس کے بعد مَثَلٌ قَتَلْتَهُ فَأَنَا دِيْتٌ [جس کو میں قتل کرتا ہوں تو میں اس کا خون بہا ہوجاتا ہوں] کے مصداق وجود ہو ہو ب (عطائی وجود) کے ساتھ موجود ہوتا ہے اس وقت میں معشوق کی سیر عاشق میں ہے، کسی نے کیا اچھا کہا ہے

آئینہ صورت از سفر دور ست کان پذیر لائے صورت از نور است

[عاشق آئینہ کی طرح سفر سے دور ہے (یعنی سفر کا محتاج نہیں ہے) کہ وہ صورت کو نور کی وجہ سے قبول کرتا ہے]

اور جو کچھ میں نے اوپر کہا ہے کہ ہمارے بزرگوں کے طریقہ کا حاصل یہ ہے الخ یہ اس لئے کہ ان برگزیدہ بندوں کی حقیقت اس گفتگو کے ماوراء ہے۔ یہ ایک ایسا بھید ہے کہ اس کی تعبیر اس قسم کی عبارتوں سے کرنا مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ من لم یذق لم یقدر [جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا]۔ جانتا چاہئے کہ ان مذکورہ معانی کا ذوق و وجدان کے ذریعہ پانا اس طریقہ عالیہ کے اکابر کی طویل صحبت و خدمت کے بغیر دشوار ہے، اس فرقت زدہ گنہگار سے جو کہ ان امور کے ذکر کرنے سے لرزاں و ترساں (کانپتا اور ڈرتا) ہے ان معانی کے حصول کا سوال کرنا ایسا ہے جیسا کہ کسی سائل سے سوال کرنا۔ فقیر نے اگرچہ اس عالی مرتبہ گروہ کی محبت کی راہ سے ان معانی کے ساتھ قدرے ایمان حاصل کیا ہے لیکن چونکہ محبت میں ناقص ہے (اس لئے) ان چیزوں میں بھی جو کہ محبت سے حاصل ہوتی ہیں ناقص ہی ہونا چاہئے کیونکہ محبت کرنے والے کے لئے محبوب کی اطاعت کرنا لازم ہے: ان المحب لمن ہوا مطیع [محبت کرنے والا اپنے محبوب کا مطیع ہوتا ہے] اور جب ان اکابر کے طریقے اپنے اندر بیت کم پاتا ہے تو اس پر متفرع ہونے والی چیز کو کامل درجہ پر کس طرح پائے گا۔ ہاں حدیث قدسی انا عند ظن عبدی بی [میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں] کے مصداق چونکہ آپ ان ناکارہ فقرا کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں احتمال ہے کہ آپ کے ظن کے مطابق آپ کے ساتھ معاملہ کریں۔

می تو اندک دہدا شک مرا حسن قبول آنکہ در ساختہ است قطرہ بارانی را

[جس نذر اللہ نے بارش کے قطرہ کو موتی بنا دیا ہے وہ میرے آنسوؤں کو بھی قبولیت کا شرف بخش سکتا ہے] والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الہدی والتم متابعۃ المصطفیٰ علیہ علی اللصلوات البرکات الخ

## مکتوبات

سیادت پناہ میر محمد نعمان کے نام اس بارہ میں تحریر فرمایا کہ صوفیہ کلام کی نسبت کے حصول کا مصداق احکام شریعت کے ساتھ آلاشگی ہے۔

بسم اللہ حامداً ومصلياً علی رسولہ الکریم و اللہ تعالیٰ (آپ کی) ذات یا برکات کو اپنے الطاف میں شامل رکھ کر ارشاد (ہدایت) کی مندرجہ جلوہ فرما رکھے اور ہستی موموم (انانیت) سے آزاد کر کے ہمیشہ کی نیستی (فنائیت) کے ساتھ موصوف کرنے تاکہ حقیقی ہستی (بقا باللہ) جلوہ گر ہو اور خود اپنے ساتھ

حاضر ہے، یہ معنی ذوقی اور وجدانی ہیں کہنے اور سننے میں صحیح طرح پر نہیں آتے اور نظر و فکر سے یہ معما نہیں کھلتا کہ آسمانی (قطری) تکالیف کے باوجود تمہونے کے کیا معنی ہیں اور ہونا اور نہ ہونا ایک ہی وقت میں کس طرح ہوگا عرفت ربی بجمع اکا صد اد [میں نے اپنے رب کو صدوں کے جمع ہونے سے پہچانا] ایک بزرگ نے کہا ہے کہ ہر چیز میں رحمت ہے سوائے عشق کے کہ قتل کرتے ہیں اور مقتول سے خون بہا مانگتے ہیں۔ یعنی گم شدہ (فانی) سے احکام بندگی معاف نہیں کرتے اور اس نسبت کا مصداق شرعی احکام کے ساتھ آراستہ ہونا ہے کیونکہ اس کا کمال فنا اور اطمینان نفس تک پہنچانا ہے اور نفس مطہتہ سے موافقت کے سوا اور کچھ نہیں آتا۔ شریعت کا مخالف اور اس میں سستی کرنے والا جو شخص بھی اس نسبت کا دعویٰ کرتا ہے مغز سے سوائے جھلکے کے اور کچھ حاصل نہیں رکھتا اور جو کچھ رکھتا ہے وہ استدرراج کے راتہ سے ہے

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ ۝ (اور جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے گا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ والا ہے)

میں سے ہوگا) امید ہے کہ اس ناکارہ کو دعائے خیر سے نہیں بھلائیں گے اور قبولیت اوقات میں اس کیلئے استقامت کی دعا کرتے رہیں گے پس بیشک استقامت کرامت سے افضل ہے۔ والسلام

## مکتوبات

اکبر آباد کے اجاب خصوصاً ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام صانع جل و علا (اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے پر نصیحت اور اس سے محرومی پر خوف دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى، اما بعد: یہ اس زخمی دل خستہ و خراب کی

جانب سے ہوشیار دوستوں کے لئے ایک یاد دہانی ہے پس لے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو، جان لیں

کہ انسان کی پیدائش سے مقصود حق تعالیٰ جل و علا کی معرفت حاصل کرنا ہے اور معرفت میں لوگوں کی استعداد

۲۴۵ کے تفاوت کے اعتبار سے لوگوں کے قدم مختلف ہیں (کہ بعض کو بعض پر فوقیت ہوتی ہے، ہر شخص نے

معرفت کے بارے میں اپنے عرفان کے بقدریات کی ہے لیکن جس بات پر اس بلند مرتبہ گروہ کا اجماع ہے

اور جو بات قدر مشترک ہے اور قرب کے درجات میں ضروری ہے وہ یہ ہے کہ معروف میں فنا ہوئے بغیر

معرفت حاصل نہیں ہوتی ہے

، سچ کس راتانہ گردد اوقتا نیست رہ در بارگاہ کبریا



[جب تک کوئی شخص قناتہ ہو جائے اس کیلئے بارگاہ الہی میں باریابی نہیں ہے]۔

ازتست حجاب تو یقین است      شرط ہمہ رہروان ہمین است  
می بین ونگوے مذہب این است      می باش وباش مشرب این است

[یہ یقینی بات ہے کہ تیرا حجاب تجھ ہی سے ہے، سب راستہ چلنے والوں کی شرط یہی ہے۔ مذہب یہی ہے کہ دیکھنا اور کچھ نہ کہہ، اور مشرب یہی ہے کہ موجودہ اور مت رہ] پس عقلمند دوستوں پر لازم ہے کہ اپنے کام کے نتیجہ اور موجودہ حالت میں اچھی طرح غور فرمائیں جس کسی کو اوپر لکھی ہوئی معرفت حاصل ہے پس اس کے لئے سعادت و بشارت ہے، چاہے کہ اس حامل (شدہ معرفت) کو ان امور میں صرف کرے جو حاصل نہیں ہوئے اور بہت اس بات پر لگائے کہ اصل کو نطل کی طرح چھوڑ دے اور جس شخص کے لئے معرفت کی راہ نہیں کھولی گئی اور اس دولت کی طلب اور گم شدگی کا درد بھی نہیں دیا گیا پس اس کے لئے نہایت ہی افسوس ہے، جو کچھ اس کی پیدائش سے مقصود تھا وہ اس نے ادا نہیں کیا اور اس عالم میں اس سے جو چیز طلب کی گئی تھی وہ اس کو بجا نہیں لایا اور دوسرے کاموں میں مشغول ہو گیا اور اس سے جس چیز کی تخریب کا مطالبہ کیا گیا ہے اس نے اس کی تعمیر کی اور عمر عزیز کے سرمایہ کو خواہش اور لالیعنی امور میں خرچ کر دیا اور اسباب حاصل ہونے کے باوجود اپنی استعداد کی زمین کو بیکار چھوڑ دیا نہایت ثمر ندرگی ہے کہ اس قلیل فرصت میں مطلوب کو اس کی طرف سے دعوت کے باوجود (اپنی) آغوش میں نہ لاکر اس دعوت گاہ سے سامانِ سفر، باندھ لیتا ہے کل (قیامت کے روز) کس مُتھ سے اس کی بے نیاز بارگاہ میں آئے گا اور کون سے جیلہ کے ساتھ عذر کی زبان کھولے گا، دُوری اور محرومی دوزخ کے عذاب سے بھی بدتر ہے جیسا کہ قرب و وصال کی لذت جناتِ نعیم (بہشت) کی لذتوں سے زیادہ ہے پس اس شخص پر افسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی اور اس شخص پر حسرت ہے جس نے احکامِ الہی سے تجاوز کیا۔ دوبارہ دنیا میں آنا نہیں ہے: مَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا [جو شخص

اس دنیا میں اندھا رہا پس وہ آخرت میں بھی اندھا اور راستہ سے بھٹکا ہوا ہوگا]۔

ترسم کہ یار بامانا آشنا بماند      تا دامن قیامت این غم بما بماند

[ڈرتا ہوں کہ یار ہم سے نا آشنا ہو (اور) قیامت کے دامن تک یہ غم ہمارے ساتھ رہے]۔

کہتے ہیں کہ استاد ابو القاسم قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بوعلی دقاق قدس سرہ کو وفات کے بعد

خواب میں دیکھا کہ بہت بے چین تھے اور روتے تھے۔ انہوں نے کہا اے استاد کیا ہوا ہے، کیا دوبارہ دنیا میں آپس آنا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں لیکن دنیا کی مصلحت کے لئے نہیں اور نہ اس لئے کہ میں مجلس بیان کروں

۲۴۶ بلکہ اس لئے کہ کمر باندھوں اور لاپٹی لوں اور ہر روز ایک ایک دروازے پر جاؤں اور حلقہ (کنڈی) اور لاپٹی دروازے پر جاؤں اور کہوں کہ مت کرو (کیونکہ تم نہیں جانتے ہو کہ تم کس سے باز رہ جاتے ہو)

صاحب خانہ را دہم آواز کز پئے بیچ ماند از ہمہ باز  
عمر بگذشت در پریشانی بنگری کز چہ باز می مانی

[میں گھر کے مالک کو آواز دلاؤ کہ وہ بیچ چیز کے لئے تمام چیزوں سے محروم رہ گیا، عمر پریشانی میں گذر گئی تو دیکھ کہ تو کس چیز سے محروم ہو رہا ہے] پس ہم جیسے ہجرت زدوں پر لازم ہے کہ قابلِ قدر عمر کو ان عجیب و غریب معانی میں غور و خوض کرنے کے لئے صرف کریں اور اس فنا ہونے والی زندگی میں اس اصول کی سمجھ تک پہنچنے کی حکمت طلب کریں اور صالحین کی سیرتوں اور عارفین کے بیانات سے ان معانی کی تشریح اور اس حدیث کی تفسیر تلاش کریں اور اس کی طلب میں جان کے ساتھ کوشش کریں اور جس جگہ سے بھی اس کی بود بولغ میں پہنچے اس کے پیچھے ہو جائیں اگرچہ طمع کا ہاتھ اس خزانہ کی نقدی سے خالی ہو لیکن اس کی طلب اور نہ پانے کے درد سے ذرا بھی قانع نہ رہیں اور سرکشوں کے گروہ سے الگ ہو جائیں کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

بچہ مشغول کتم دیدہ و دل را کہ مدام دل ترا می طلبد دیدہ ترا می خواہد

محبوب

[میں آنکھ اور دل کو کس چیز کے ساتھ مشغول کروں کیونکہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھ کو چاہتی ہے]

طالب کو چاہئے کہ طلب میں اپنے آپ کو آرام نہ دے اور ہمیشہ مضطرب (بے چین) رہے۔ ابو بکر

طہستانی قدس سرہ نے کہا ہے کہ تصوف اضطراب (کا نام) ہے جب سکون آ گیا تو تصوف نہ رہا۔

محب کو محبوب کے بغیر چین نہیں ہے اور اس کے ماسوا کے ساتھ کسی طرح بھی انس و الفت اختیار نہیں کرتا، اور بزرگوں نے کہا ہے کہ مرید کو اس صفت کے ساتھ ہونا چاہئے جو کہ کلام مجید میں لکھی

ہوتی ہے: حَتَّىٰ اِذَا ضَاغَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاغَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْفُسُ وَهُمْ كَانُوا

كٰنُوْا اَنْ لَا مَلْجَا مِنْ اِلٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ [بیان تک کہ جب ان پر زمین باوجود کشادہ ہونے کے تنگ ہوگی

اور ان پر ان کی زندگیاں تنگ ہو گئیں اور وہ سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ سے بچنے کے لئے کہیں پناہ نہیں مگر

اسی کی طرف] جب طالب آوارہ اس صفت کا ہو جاتا ہے تو تَمَّتْ تَابٌ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوْا [پھر اللہ تعالیٰ

ان پر مہربان ہوا تاکہ وہ لوٹ آئیں] اے مصداق امید ہے کہ بخشش کا سمت رجوش میں آئے اور عاشق

صادق کو اس خروش (جوش) سے نکال لائے اور معرفت کی کوئی کھڑکی اس کے باطن میں کھول دے،

اس بے نشان کا کوئی نشان ظاہر کر دے اور رِجَالٌ لَا تُلْهِهُمُ تِجَارَةٌ اِلٰهِیَّةٌ [یہ وہ لوگ ہیں جن کو

۱۔ سورہ ۹ آیت ۱۱ ۲۔ سورہ ۲۱ آیت ۳

خبر پر فروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے عاقل نہیں کرتی) کے گروہ میں شامل کر دے۔ اور لا یصیبہم ظمأٌ  
وَلَا نَصَبٌ وَلَا فُجُورٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الْآیۃ [ان کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو پائین محنت اور بھوک

پہنچتی ہے یا وہ ایسی جگہ چلتے ہیں کہ جہاں کافروں کو غصہ آئے یا دشمنوں کو کوئی چیز لیتے ہیں تو ہر بات پر ان کیلئے نیک عمل لکھا جاتا ہے اور فیضاً

بس کتم خوزیر کان را این بس است بانگ دردم اگر در رہ کس است

آپیں بس کرنا ہوں، عقلمندوں کے لئے یہی کافی ہے اگر گاؤں میں کوئی ہے تو میں نے درندہ (کے خطرہ) کی آواز لگا دی ہے

مقبول دوستوں سے امید کی جاتی ہے کہ اس دور افتادہ کو مقبول دعاؤں سے فراموش نہیں کریں گے

اور اس کے بارے میں مذکورہ بالا معانی کے حصول کے لئے دعا فرمائیں گے۔ بیشک وہ اللہ تعالیٰ (قریب سے

اور قبول کرنے والا ہے۔ رَبَّنَا اَنْتُمْ لَنَا نُورٌ نَاوَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَصَلَّى اللّٰهُ

اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین کما ذکرہ الذاکرین وکما غفل عن ذکرہ العاقلون علی الہ وصحبہ وسلم تسلیماً کثیراً

لینا کثیراً علی جمیع الانبیاء والمرسلین علی ملائکتنا المقربین وعلی عبد اللہ الصالحین

## مکتوب ۱۰۳

ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام محبت کے اظہار اور قصور اعمال کے دیکھنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى، شرافت و تجابت دستگاہ کے خدام ان دور

افتادہ دوستوں کو دعائے خیر سے نہ بھلائیں، باطنی محبت کا رابطہ اور ظاہری ملاقات کا شوق جو کہ

اس خیر کو آپ کی ذات کے ساتھ ہے محتاج تحریر نہیں ہے چونکہ دل کو دل سے راہ (تعلق) ہوتی ہے

اس لئے اپنی حقیقت جامعہ کی طرف رجوع فرمائیں المجاز قنطرة الحقیقة [مجاز حقیقت کا پل ہے]

اس جگہ ایک بہت عجیب و غریب بھید ہے: ان اللہ خلق آدم علی صورته [بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم

علیہ السلام کو اپنی صورت (صفات) پر پیدا کیا] اس سیر (بھید) کا ظاہر کرنا اس دلفگار کا کام نہیں ہے اگر

آیت کریمہ ان اللہ یحول بین المرء وقلوبہ [بیشک اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے قلب کے درمیان

حائل ہو جاتا ہے] سے اس سیر کا پتہ لگا سکتے ہوں تو ممکن ہے کیونکہ یہ آیت کریمہ ایک بے پایاں سمندر ہے

کوئی غوطہ خور ایسا ہونا چاہئے جو وہاں سے زمانہ کے بیش قیمت موتیوں کو حاصل کرے: ان فی ذالک

لذکر ای لمن کان له قلب [بیشک اس میں اس شخص کیلئے نصیحت ہے جس کے پاس (سمجھ والا) دل ہے] سبحان اللہ

۱۲۰ آیت ۱۲ سورۃ آیت ۱۲ سورۃ آیت ۱۲ سورۃ آیت ۱۲ سورۃ آیت ۱۲

بات اپنے حوصلہ سے یا ہر چلی گئی اور ایسی جگہ تک پہنچ گئی کہ جہاں سے وہ خود راہ میں ہے۔ ہم جیسے  
 ہوا ہوس لوگوں کو اس قسم کی باتوں سے کیا نسبت ہے، جو شخص گناہوں کی گہرائی میں ڈوبا ہوا ہو  
 اس کو اپنے گناہوں کی فکر اور خطاؤں کا ماتم کرنا تمام امور سے زیادہ اہم ہے، آج یا کل ہے کہ یکایک  
 موت کا طمانچہ خوشگوار عیش و آرام کے منہ پر پیچے گا اور قبر و قیامت کے معاملات پیش آنے والے  
 ہیں اور اس شخص کا عیبوں سے بھرا ہوا نامہ اعمال غلام الغیوب (اللہ تعالیٰ) کے حضور میں ظاہر  
 ہو جائے گا اور اس کے معاملہ کی برائی اس بارگاہ میں ظاہر ہو جائے گی پس ہمارے اعمال پر شرمندگی ہو  
 اور ہماری نافرمانیوں پر حسرت ہے۔ ربنا لا تؤاخذنا ان نسينا او اخطانا [اے ہمارے رب  
 ہماری بھول اور خطاؤں پر ہمیں نہ پکڑ]۔

## مکتوب جناب

میرزا عبید اللہ کے نام فنائے نفس کی تحقیق اور آداب شرعیہ کے التزام پر دلالت کرنے اور  
 مطلوب جل و علا کے ماورا ہونے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

۲۲۸  
 حمد و صلوة و تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ اس معزز بھائی کے مکتوب لطیف اور  
 پسندیدہ حالات کے مطالعہ سے مسرور و لطف اندوز ہوا۔ آپ نے لکھا تھا "کہ دل مامورہ اذکار کے  
 عمل سے آرام پذیر نہیں ہے اور تمام افعال کے اپنی طرف منسوب ہونے کو تہمت و ہی کی نسبت کے  
 سوا اور کچھ نہیں جانتا اور اپنے وجود کو بلکہ تمام وجودوں کو ایک ایسے وجود کے غلبہ کے تحت مضحل  
 پاتا ہے جس کے نفی و اثبات میں لا و ہو کئی منزل پیچھے رہنے والوں میں سے ہیں اور اوامر کی ادائیگی  
 اور نواہی سے اجتناب میں وقت کو جبراً لگا کر تکلف کے ساتھ بجالاتا ہے" میرے مخدوم! یہ مراقبہ  
 اور ایسا دیکھنا پاکیزہ و عمدہ ہے اور اس مراقبہ کا کمال یہ ہے کہ اوصاف و افعال کی یہ وہی نسبت  
 بھی اپنے ساتھ نہ دیکھے اور یہ افعال و اوصاف پوری طرح اصل کے حوالہ کر دے اور اپنے آپ کو عدم  
 صرف کے ساتھ ملا ہوا پائے اور محض لاشئ اور خالص نیست دیکھے تاکہ اپنے آپ کو اتنا کے ساتھ  
 تعبیر نہ کر سکے، اس کی علامت یہ ہے کہ اپنے اندر نہ کوئی ذکر پائے اور نہ کوئی توجہ، نہ کوئی تہمت دیکھے  
 اور نہ کوئی حرارت، دل سے ذکر کی حرکت اور مذکورہ توجہ بالکل سلب ہو جائے اور اگر کبھی دل میں  
 کوئی حرکت یا کوئی توجہ و حرارت پائے تو اس کو مذکورہ بالا مراقبہ کی صفائی نہ ہونے کی دلیل سمجھے

دل کو ذکر سے آرام اس وقت ہوتا ہے جبکہ نفس ذکر جاگزیں ہو جائے، ذکر و توجہ دوری اور نہایت جدائی کا پتہ دینے والے ہیں اور جب یہ گمان درمیان سے اٹھ گیا تو قہار واحد کے سوا کچھ نہیں رہا، اس معنی میں نہیں کہ ممکن واجب ہو گیا اور اس پاک ذات کے ساتھ اتحاد پیدا کر لیا، کیونکہ یہ واقع کے خلاف ہے بلکہ اس معنی میں کہ ممکن نہیں رہا اور اپنی وہمی خلعت سے مجرد (انخلا) اختیار کر لیا اور واجب اپنے مطلق محض ہوتے پر صیبا کہ تھا اب بھی ہے اور (آئندہ بھی) رہے گا۔ افعال و اوصاف کے اہل کے ساتھ لاحق ہو جانے کے بعد اگر ذکر و توجہ ہر تراز خود بخود ہی کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

ولو تجھ من وجھ قمر ولعینہ من عبندہ کحل

دلو جہی  
ولعینی

[ اور اس کے چہرہ کے لئے اسی کے چہرہ سے چاند ہے۔ اور اس کی آنکھ کے لئے اسی کی آنکھ سے سرمہ ہے ] اور دیگر کیفیات جو آپ نے لکھی ہیں ان سب میں بہترین وہی مراقبہ ہے جو کہ اوپر بیان ہوا ہے چاہئے کہ تمام واردات میں شرعی آداب و حدود کی اچھی طرح رعایت رکھیں اور ان آداب میں سے کسی ادنیٰ ارب کے ترک کرنے میں تساہل نہ برتیں اور اگر علماء کے فیصلے کے خلاف کوئی امر ظاہر ہو جائے تو جان لیں کہ وہ سکر اور محبت کے غلبہ کی وجہ سے ہے اور نجات دینے والی حقیقات وہی ہے جس کو علماء نے بیان کر دیا ہے، سیر و سلوک سے مقصود حصول فنا و نیستی ہے اور مطلوب حقیقی (اللہ تعالیٰ) کے ماسوا کیا آفاق اور کیا انفس سب کی گرفتاری (محبت) کا زائل ہونا ہے تاکہ بصیرت (باطن) کی آنکھ میں کوئی چیز منظور و مشہود نہ رہے حتیٰ کہ مشہور و محبت میں اسما و صفات بھی ذات مجرد کے ساتھ شریک نہ ہوں، اہمیت مجردہ کی بارگاہ کے گرفتار (محبت کرنے والے) کسی امر کی شرکت کے لئے راضی نہیں ہیں اور تمام مشہودات اور محبت کو لا کے نیچے لا کر نفی کرتے ہیں خواہ وہ اسم ہو یا صفت۔ اور آپ نے لکھا ہے کہ خیالی صورتوں کے وجود کو چونکہ صفات کے شیون کے ظلال جانتا ہے (اس لئے) ان کی نفی کو وقت کے خلل کا باعث شمار کرتا ہے اور واضح یقین کے ساتھ (بی بات) عین علمی کے نصیب ہوئی ہے کہ خطا کار و درست کار میں سے ہر ایک وجود کے فرمانِ قہرمان کے تحت میں ہے اور ان کی تلویں کا ملوون دوسرا ہے۔

میرے مخدوم! اگرچہ سب کے سب وجود کے فرمانِ قہرمان کے تحت میں ہیں لیکن چاہئے کہ جس سے طلب و محبت کا تعلق ہو وہ اس درجہ کا ہو کہ کسی نسبت و اضافت نے اس بلند بارگاہ کی طرف راہ نہ پائی ہو اور مشہودات و تمجیلات سے ماوراء ہو، ظہورات و ظلال سے منہ موڑ کر ہمیت کا مرجع سوائے اس ذات ظاہر کے جو کہ ان مراتب سے ماوراء ہے اور کوئی چیز نہ ہو۔ چاہئے کہ تمام

مشہودات کو لا کے نیچے لائیں تاکہ ان سب کی نفی ہو جائے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد ہے کہ اس قسم کے مشہودات (آپ کی) نظر میں بہت معلوم ہوئے ہیں جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ ”یہ سب کشاکش عدم وصول کی وجہ سے ہے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی توجہ سے ماسوی سے رہائی کی درخواست رکھتا ہے۔ اللہ ہمدارنا الحق [اے اللہ! ہمیں حق بات دکھا دیجئے]۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے ”اگر کوئی وارد پیش آئے تو دل کو وقت کا تابع بنائے“ میرے مخدوم! جو وارد بھی ظاہر ہو اس کا شکر بجالائیں اور اس میں تمکن (پختگی) حاصل ہونے کے بعد اس سے ترقی کے طالب رہیں اور ہل من فرید [کیا اور بھی ہے] کہتے ہوئے اس کے پیچھے دوڑتے رہیں۔

بمیرد نشہ مستسقی و دریا ہنچناں بانی  
نہ خشن غایتے دار نہ سعدی را سخن پایا  
[تہ اس کے حسن کی انتہا ہے اور نہ ہی سعدی کے سخن کی انتہا ہے، استسقا کی بیماری والا شخص پیاسا مر جاتا ہے اور دریا اسی طرح باقی رہتا ہے] یہاں تک کہ وقت مقررہ آجائے۔

## مکتوب ۱۰۵

شیخ محمد صالح تھا نیسری کے نام فقر کی فضیلت اور فقاہل کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

برادر عزیزم شیخ محمد صالح کا مکتوب مرغوب پہنچا، مسرور کیا، آپ نے زمانہ کی تنگیوں کے بارے میں لکھا تھا، حق سبحانہ و تعالیٰ کے فعل و ارادہ پر راضی بلکہ لذت یاب ہونا چاہئے اور فقر کی سختی اور فاقہ کی تلخی کو خوشگوار نعمت جان کر اس کو جمیل مطلق (اللہ تعالیٰ) کے فعل و صفت کا ائینہ تصور کرنا چاہئے اور (اس فقر و فاقہ کی سختی کو) اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جو کہ خلقت سے مقصود اور خلت و محبت کے دائرہ کامر کر ہیں پسندیدہ طریقہ جانتا چاہئے۔ حدیث شریفہ الفقراء الصابرون جلساء اللہ عند ایوم القیامۃ [صابر فقرا کل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے جلسے ہوں گے] آپ نے سنی ہوگی۔ دنیاوی زندگی چند روز سے زیادہ نہیں ہے اس تھوڑی سی فرصت میں قبر و قیامت کی فکر ضروری ہے اور معنوی بیماری کا علاج کبھی جس کو ماسوی اللہ تعالیٰ کے ساتھ گرفتاری و محبت سے تعبیر کرتے ہیں، سب سے اہم کام ہے جو دل غیر اللہ کا گرفتار ہے اس سے خیر کی کیا توقع ہے دل کی سدا تکرار، راستہ کی سب سے پہلی شرط ہے اس وقت متحقق ہوتی ہے کہ ماسوی کے لئے

دل میں کوئی گنجائش نہ رہے، نہ محبت کے طور پر گنجائش اور نہ علم کے طور پر، اس طرح پر کہ اگر اشیاء کو تکلف کے ساتھ بھی یاد کرے تب بھی اس کو یاد نہ آئیں وہ اُس وقت اُس نسیان کے ذریعے سے جو دل کو ماسوی اللہ سے حاصل ہوا ہے اسرار کے وارد ہونے اور قدامت کے انوار نازل ہونے کا محل ہو جاتا ہے اور تجلیات بے کیف کا مقام ہو جاتا ہے مصرع

اِس كَارِ دَوْلَتِ اسْتَكُونُ تَا كِرَامَتِہٖ [یہ نصیب کی بات ہر دیکھے ابس کو عنایت کرتے ہیں]

وَ فِي ذٰلِكَ فَلَيْتَنَّا فِى الْمُنْتَفِئَاتِہٖ [اور چاہے کہ رغبت کرنے والے اس میں رغبت کریں] وَالسَّلَامُ

## مکتوبات

خواجہ محمد فاروق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ محبت ذاتی میں جمال سے زیادہ جلال لذت بخشتا ہے۔

خوشی اور تکلیف میں اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور سردارِ انبیا اور آپ کی آل اصفیا پر صلوة و سلام ہو جو مصیبت کہ ان دنوں میں زمانہ کی اس معزز ہستی کو پہنچی ہے وہ دو افتادہ دوستوں کے لئے رنج و غم کا باعث ہوئی، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاٰجِعُوْنَ [بیشک ہم سب اللہ تعالیٰ کے ہیں اور ہم سب اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں] لیکن چونکہ حق تعالیٰ جل و علا کا فعل ہے اور خاص اپنے فاعل کی طرف دلالت کرتا ہے خوش نصیبوں کے لئے اس بارگاہِ عالی کے وصول کا وسیلہ ہے اور یہ ظاہری تلخی کتنی ہی باطنی حلاوتوں کا سبب ہے۔

مے تلخ است جو رنگ لعداراں کہ ہر چیزش خوری باشد گواراں

ہر آتش کان بیفروردت سیم خلیلاں را بود باغِ براہیم

[پھول جیسے رخساروں والے (حسینوں) کا جو تلخ شراب ہے اس کو جتنا بھی تو پیئے گا پسندیدہ ہوگی، ہر وہ آگ جس کو وہ چاندی کا بُت (حسین محبوب) جلاتا ہے وہ خلیلوں کے لئے باغِ ابراہیم (علیہ السلام) ہے] جو لذت کہ محبوب کے جلال و ایلام (رنج و الم دینے) کے ذریعے سے ہے عاشقِ صادق کے لئے اس کے جمال و انعام کی لذت سے زیادہ ہے کیونکہ دوسری قسم کی لذت کے برخلاف پہلی قسم کی لذت خواہش نفس کی آمیزش سے پاک ہے اور یہ (محبوب کی خالص مراد ہے، یہ کمال محبت ذاتی سے پیدا ہوتا ہے بلکہ محبت ذاتیہ میں بھی علیحدہ خصوصیت رکھتا ہے کیونکہ مطلق ذاتی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ رنج و الم

اور انعام دونوں برابر ہوں اور ایلام کا زیادہ ہونا ایک دوسری کیفیت رکھتا ہے اور وہ دوسری شان لانا ہے کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

۲۵۱

آں دارداں نگار کہ آنت ہر چہست آنرا طلب کنید حرفیاں کہ آں کجاست

[وہ محبوب ایسی شان رکھتا ہے کہ جو کچھ ہے وہی ہے، لے ساتھ اس کو طلب کرو کہ وہ کہاں ہے۔] مکتوبات شریفہ یکے بعد دیگرے پہنچے ہیں اور جواب میں کوتاہی واقع ہوئی ہے (امید ہے کہ) آپ معذوریں کریں چونکہ اس طرف کا قصد کرنے والا کوئی شخص معلوم نہیں تھا اس لئے اس مقصد سے رکارہا۔ والسلام

## مکتوبات

شاہ فضل اللہ بریلوی کے نام مطلوب کی عظمت اور طالب صادق کی بزرگی کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہمیشہ رحمانی عنایات کے ساتھ ممتاز رہیں، نہیں جانتا کہ دور افتادہ دوستوں کو کیا لکھے، محبوب کی ہر باتیں اس سے زیادہ ہیں کہ اس فضول گو کی زبان پر جاری ہوں اور معشوق کی خوبیاں اس سے بتر ہیں کہ اس بواہوس کا قلم اس کی ترجمانی کا خیال کرے جبکہ ان دقائق کی یاد و خیال ہوش باختر کرتا ہے اور فکر و اندیشہ کا خیال اس کے تصور سے لغزش کھاتا ہے تو اس بات کی گنجائش ہے کہ زبان ان اسرار کی ترجمانی کے میدان میں گونگی ہو جائے اور قلم اس کی تعبیر کی وادیوں میں پھٹ جائے، بیچارے عاشق کا معاملہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کے تصور و خیالات کو بھی اس جگہ اجازت نہیں دیتے، دوسرے اس کی حقیقت کو کیا معلوم کر سکیں۔

دلہا ہمہ آب گشت و جانہا ہمہ خون تا چہست حقیقت از پس پردہ بروں

[تمام دل پانی ہو گئے اور تمام جا میں خون ہو گئیں تاکہ (معلوم کریں کہ) پردے کے پیچھے سے باہر حقیقت کیا ہے] ہاں معشوق کی غیرت اس کے احسان کے مطابق ہے جس قدر احسان زیادہ ہوگا (اسی قدر) غیرت زیادہ ہوگی۔

## مکتوبات

محمد قاروق ولد خواجہ عبدالغفور سمرقندی کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔



برخوردار سعادت اطوار اس گرفتار (کی طرف) سے دعا پڑھیں، چاہئے کہ دینی علوم کے حاصل کرنے میں پوری کوشش کریں اور اہتمام کریں کہ عمل اس (علوم دینی) کے مطابق حاصل ہو جائے اور ناجنس و اہل تفرقہ (دنیاداروں) اور اہل بدعت کی صحبت سے احتراز کرتے رہیں اور باطن کو حاصل کی ہوئی نسبت سے آباد رکھیں اور اس کے دوام میں کوشش کریں اور ہر اس چیز سے جو کہ اس کے دوام کے منافی ہو اعراض کریں۔ (یہ) ۲۵۲

کتنی بڑی نعمت ہے کہ ظاہر شرعی احکام کے ساتھ آراستہ ہو اور باطن اس نسبت سے آباد ہو اور اپنے بڑے بھائی کی صحبت و خدمت کو غنیمت شمار کریں اذکار میں مشغول ہونے کو ان کی مجلس میں تازہ رکھیں اور وہ جس طریقے سے بھی رہنمائی کریں حتی الامکان اس کی رعایت رکھیں اور حالات لکھتے رہیں اور فقر کی محبت پر قائم رہیں۔ والسلام

## مکتوبات

خواجہ محمد فاروق کے نام تحریر فرمایا ہے اس حالت کی تفصیل میں جو کہ قیامت میں اور موت اور نیند کے وقت میں پیش آتی ہے اس نسبت پر جو کہ اس دار (دنیا) میں حاصل ہوتی ہے اور جاگنے کی حالت میں پیش آتی ہے اور اس بارے میں کہ جس طرح دنیا میں عالم امرا صل ہے اور عالم خلق اس کے تابع ہے آخرت میں معاملہ بعکس ہے اور بعض کا بلین ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی دنیا کے لئے آخرت کا حکم ہوتا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم والصلاة والسلام على رسول الكريم وعلى من تبعه في سلوك  
 صفة المتجه القويم۔ میرے مخدوم! سنا گیا ہے کہ آپ اوقات کی تعمیر (آبادی) میں پوری کوشش کرتے ہیں اور حتی الامکان  
 ان امور میں مشغول نہیں ہوتے حمد اللہ سبحانہ علی ذلک [اس پر اللہ تعالیٰ کا حمد و شکر ہے] کتنی بڑی  
 نعمت ہے کہ جوانی کے ایام اور کامیابی کے اسباب کی موجودگی میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں  
 توجہ ہو کر اوقات کی جمعیت میں کوشش کی جائے اس نعمت عظمیٰ کا شکر بجالائیں اور اس کے اضافہ میں  
 کوشش کریں لیں شکرتمہ لکڑیہ تکملاً [اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور تم کو اور زیادہ دوں گا] اور جان لیں کہ جمعیت  
 سوری جو کہ ظاہر کے ساتھ وابستہ ہے معنوی نسبت کا اثر ہوتی ہے جو کہ باطن کا حصہ ہے اور ضروری نہیں  
 ہے کہ باطن کی نسبت جیسی کہ وہ ہے ظاہر پر جلوہ گر ہو جائے کیونکہ وہ نسبت بمنزلہ اس کے معشوق کے ہے  
 اور ظاہر اس کے عاشق کی مانند ہے اور (یہ بات) مشکل ہے کہ معشوق عاشق کی قید میں آجائے کیونکہ ناز و ادا  
 معشوق کی خصوصیت ہے اور جیسا اس کی دامنگیر ہے، عاشق بیچارہ معشوق کا جس قدر والہ و شیدا ہو گا اسی قدر

معشوق کے ناز و انداز کو زیادہ کرنے کا اور وہ عاشق سے گردن کھینچنے کا (منہ موڑے گا) اگرچہ باطن ظاہر کی اس سے ترقی کرتا ہے اور اس کی دستگیری سے قرب کے مدارج میں عروج حاصل کرتا ہے۔

عاشقان را نصیب از معشوق جز خرابی و جاں گدازی نیست

[عاشقوں کو معشوق کی طرف سے خرابی اور جاں گدازی کے سوا اور کچھ نصیب نہیں ہے]

عجیب معاملہ ہے (کہ) ظاہر باطن کی خدمات میں جس قدر کوشش کرتا ہے اور اس کی ترقی میں جس قدر عمدہ سعی کرتا ہے باطن اُس سے انتہائی زیادہ بیگانہ ہو جاتا ہے اور اس کی آغوش سے زیادہ دور چلا جاتا ہے کیونکہ ظاہر کے طاعات و مجاہدات باطن کے حسن و نازگی کو زیادہ کرنے کا سبب ہیں اور اس کی صفت معشوق

۲۵۳

کہ ناز و استغلا بے نیازی) جس کے لازم سے ہے کمال کو پہنچ جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ انتہا میں نسبت با

ادراک سے دُور تر چلی جاتی ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ نسبت باطن جس قدر چھالت کی طرف لی جاتی ہو اسی

زیادہ اچھی ہوتی ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے، الحجر عن دراک الا دراک

ادراک [ادراک کے حاصل کرنے سے عاجز ہو جاتا ہی ادراک ہے] اور یہ ظاہر کا پیا سا ہونا اور نہ پانا اس

تک ہے جیتک کہ ظاہر کا رخصتہ قائم ہے اور جب اس میں خلل واقع ہو جاتا ہے اور الرجیل (کوچ) کی آ

پہنچ جاتی ہے تو باطن میدان خالی پا کر سینکڑوں آب و تاب کے ساتھ بے پردہ طور کے جلوہ میں آ جاتا۔

اور مدد رک ہو جانا اور مطلوب کی نسبت کے ہم آغوش ہو جانا ہے کیونکہ اس کا حجاب جو کہ اس نسبت ظاہر

وجہ سے تھا کوچ کر گیا اور نیز چونکہ موت قیامت کے مقدمات (پہلے آنے والی چیزوں) میں سے ہے مشہ

اس جگہ اتم و اکمل ہے اور ظلمت سے دُور اور اصالت سے نزدیک تر ہے اور چونکہ نیند کو موت کے سا

بھائی چارہ اور مناسبت ہے (اس لئے) بعض خوش نصیبوں کو نیند کے وقت میں ایک ایسی حالت پیش آتی۔

جو کہ موت کی حالت سے مشابہ ہوتی ہے اور بیداری کی حالت پر فوقیت رکھتی ہوتی ہے۔ مصرع

زہے مراتب خوابے کہ بہ زبیداری ست خواب کے مراتب کیا خوب ہیں کہ بیداری سے بہتر

اس معاملہ کی تفصیل کو اس حقیر نے کسی دوسری جگہ لکھا ہے وہاں سے طلب کرنا چاہئے۔

جان لیں کہ جب بزرخ صغریٰ (قبر) کا معاملہ انجام کو پہنچ جائے گا اور بزرخ کبریٰ (قیامت) ہوگی اور منتشر اجزا اور بوسیدہ ہڈیوں کو جمع کریں گے اور معاملہ خلل سے رہائی پائے گا اس وقت میں ق

کی دولت بالا صالت بدن عنصری کے لئے ہوگی اور ایہ کریمہ وَ تَرِيدُ أَنْ تَمُوتَ عَلَى الَّذِينَ اسْتَضَعُوا

الْأَرْضِ وَ تَجْعَلُهُمْ أُمَمًا وَ تَجْعَلُهُمُ الْوَارِثِينَ ط (اور ہم چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان کریں جن کو

۲۵۴

دُلت) میں کمزور کیا جا رہا تھا اور ان کو پیشوا بنا دیں اور ان کو وارث بنا دیں]۔

کے مصداق اس نامراد غمگین بدن کو جو کہ کتنی ہی دنیاوی محنتیں اور شدتیں دیکھے ہوئے اور مخلوق کی زیادتی اور ایذا رسانی برداشت کئے ہوئے اور اوامر و نواہی کے بوجھ کے نیچے دبا ہوا اور موت کی تلخی چکھے ہوئے اور قبر کی خاکساری کے ساتھ موافقت کئے ہوئے اور فراق کی آگ اور شوق کی سوزش کے ساتھ جلا ہوا ہے سینکڑوں خوبی و ناز کے ساتھ مخلوقات کے معرکہ میں تخت سلطنت پر ٹھہا دیں گے اور نہایت عزت و جاہ کے ساتھ اس کو عالم امر کے لطائف کا امام و پیشوا بنا دیں گے اور دنیاوی معاملہ کے برعکس کہ (جس میں) باطن قرب کے معاملات میں اصل ہوتا ہے اور ظاہر اس کا تابع ہوتا ہے وہاں پر ظاہر اصل ہوتا ہے اور باطن اس کے تابع ہوتا ہے، اس معنی میں نہیں کہ باطن سے نسبت کو سلب کر کے ظاہر کو دیدیں گے اور اس کو ظاہر کے تابع کر دیں گے بلکہ اس معنی کے لحاظ سے ہوتا ہے کہ باطن سابقہ نسبت کے ساتھ متمکن (مضبوط) رہتا ہے ظاہر کو ایک ایسا امر دیتے ہیں اور ایسا قرب و عزت بخشے ہیں کہ باطن اپنے معاملہ کے باوجود شوق و آرزو کے ساتھ ظاہر کے تابع ہونا چاہتا ہے اور اپنی نسبت کو اس کی نسبت کے مقابلہ میں فانی اور مٹا ہوا دیکھتا ہے اذاجاء تھرا لله بطل تھر عیسیٰ [جب اللہ کی تہرا گئی تو عیسیٰ کی تہر باطل ہو گئی]۔

(تنبیہ) بعض کالمین ایسے ہوتے ہیں کہ اس عالم (دنیا) میں وہ کچھ پاتے ہیں کہ جو دوسرے لوگ کل (قیامت کے روز) پائیں گے اور آج ان کے ظاہر کو ان کے باطن پر فضیلت دیکر اس (ظاہر) کو متبوع اور اس (باطن) کو تابع کر دیتے ہیں اور ان کی دنیا کو آخرت کا حکم دیدیتے ہیں، ان (کالمین) کی آخرت کو اس پر قیاس کر لیتا چاہئے کہ اس کا کیا حکم ہوگا، جیسا کہ ہمارے حضرت عالی قدس سرہ کو اس خطاب کے ساتھ مشرف فرمایا گیا ہے کہ میں نے تیری دنیا کو آخرت کا حکم (درجہ) دیدیا ہے۔

اگر اپنی لحظہ ممکن کا رشب نیست ز بخت مقبلاں اپن ہم عجب نیست

(اگرچہ اس وقت رات کا کام ممکن نہیں ہے لیکن اقبال مندوں کے نصیب سے یہ بھی عجب نہیں ہے)

جاننا چاہئے کہ قرب نبوت عالم خلق کے ساتھ اور قرب ولایت عالم امر کے ساتھ تعلق رکھتا ہے

جس کسی کو قرب نبوت کے ساتھ توازن ہے اس کے حق میں یہ کمال ثابت ہوتا ہے۔ مصرع

ابن کار دولت است کنوں تا کراد ہند [بہ نصیب کی بات دیکھے اب کس کو غایت کرتے ہیں]

بات دوسری طرف چلی گئی مقصود یہ ہے کہ ظاہری جمعیت کے ساتھ رہیں اور المرء مع من احب [آدمی

جس کے ساتھ محبت کرنا ہر اسی کے ساتھ ہے] کے بموجب محبت کی راہ سے اپنے بزرگوں کے ساتھ جمعیت پیدا کریں

اور دُور افتادہ دوستوں کو دعاؤں کے ساتھ یاد کرتے رہیں۔ والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

# مکتوبات

فقیر حقیر محمد عبید اللہ عقی عنہ کے نام عارف بلند مقام شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ کی رباعی کی شرح میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى۔ رباعی

زلفش بکشی شب دراز آید ازو چوں بگذاری چنگل باز آید ازو  
گریک گرہ از پیچ و خمش بکشائی عالم عالم مشک طراز آید ازو

[جب تو اس کی زلف کو کھینچے تو اس (کی وجہ) سے رات لمبی ہو جائے، جب تو اس کو چھوڑ دے تو اس کا پیچ واپس آ جائے اگر تو اس کے پیچ و خم میں سے ایک گرہ کھول دے تو تمام عالم میں اس کی وجہ سے مشک طراز (ترکستان کا ایک حسن خیز شہر) پھیل جائے] کہتے ہیں کہ اس رباعی کو حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ نے قضا و قدر کے ستر (بجید) میں کہا ہے، اس کے حل کے بارے میں چند صورتیں (میرے) ناقص دل میں آتی ہیں: پہلی صورت یہ ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے اپنی قدرت کاملہ کو حکمت کے پردہ میں چھپا دیا ہے اور اسباب کو جو کہ حکمت کا مقتضا ہیں قدرت کو چھپانے والا بنا دیا ہے اور قطعی دلائل کے ساتھ اپنی قدرت پر دعوت دی ہے اور نیز سبب و حکمت کے باقی رکھنے پر دلالت فرمائی اور سبب و مسبب کے درمیان جمع کرنے کو کمال قرار دیا، اسی وجہ سے حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف اپنی کتاب مجید میں کی کہ انھوں نے دونوں (سبب و مسبب) کے درمیان جمع کیا جس جگہ کہ (قرآن مجید) میں کہا ہے: **وَ اِنَّ لَدُوْ عِلْمِ مٰلَا عَلَمْنَا هٗ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ** [اور اس میں شک نہیں کہ (حضرت یعقوب) ایک علم رکھتے تھے جو ہم نے ان کو تعلیم فرمایا تھا لیکن اکثر لوگ (اس راز سے) واقف نہیں] پس جس شخص کی نظر عالم حکمت پر مقصور ہوئی اور وہ اسباب کی قید میں رہ گیا اور اس نے مسبب حقیقی جل و علا کی قدرت کا پتہ نہ لگا یا وہ گمراہ ہو گیا اور ایک عالم (دنیا) کو گمراہی میں لے گیا اور جس شخص نے سبب کو درمیان میں سے بالکل اٹھا دیا اور حکیم مطلق عزیر ہانہ کی حکمت سے آنکھ بند کر لی اس نے اللہ تعالیٰ کے عظیم کارخانے کو معطل (بیکار) کر دیا اور کام کو اہل عالم پر بند کر دیا اور جو شخص کہ سبب کو درمیان میں لایا اور تمام اشیاء میں مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ جل و علا کے فعل کو دیکھا وہ حق کے مرکز کے ساتھ ہدایت یافتہ ہوا اور دونوں مقامات ہلاکت سے رہائی پا گیا اور عالم (دنیا) کو ہدایت کی طرف لے گیا۔

یہ ہے کہ حجاز میں محبوب کے چہرہ کو چھپانے والی ہے حضرت شیخ کی رباعی میں گویا کہ حکمت سے کنایہ ہے قدرت کے چہرہ کو چھپانے والی ہے، اگر تو اس کو قدرت کے چہرہ پر ڈالے اور قدرت کو اس سے کھینچے اور اپنے اوپر کھینچے اور اس کے ساتھ لنگ جائے اور قدرت کا پتہ نشان نہ لگائے اس سے رات دراز ہو جائے یعنی تاریکی و گمراہی جو کہ ہدایت کے نور کی طرف کوئی راستہ نہیں کھتی اس سے ظاہر ہو جائے جب تو اس کو چھوڑ دے یعنی اگر تو حکمت کو ہاتھ سے جانے دے اور اسباب کو نکل ترک کر دے تو پھر اس کا قبضہ ہو جائے یعنی وسعت و بسط کے باوجود تنگی و انقباض پیدا ہو جائے

گریک گرہ از بیچ و خمش بکشائی

صراع اگر تو اس کے پیچ و خم سے ایک گرہ کھول دے یعنی اگر تو سب کو اپنی جگہ پر رکھے اور اس کے پیچ و خم سے ایک گرہ کو ایک دنیا جس کے ساتھ بندھی ہوئی ہے اور اس کے پیچ سے رہائی نہیں پائی ہے اور معاملہ حقیقت کی طرف نہیں دوڑی ہے کھولے اور اس کی بندش سے رہائی حاصل کر لے اور حقیقت کی طرف گئے اور جو اسرار کما سباب کی ایجاد میں ودیعت کے گئے ہیں ان کے چہرہ سے گرہ کھولے اور ان اسرار پر اطلاع پائے تو دونوں طرف کی تنگی سے رہائی پا جائے اور بارگاہ ذوالجلال کے وصول کی شاہراہ آبد میں آجائے اور ایک دنیا کا رہتا ہو جائے چنانچہ (شیخ موصوف نے اس رباعی میں) کہا ہے:

عالم عالم مشک طراز آید ازو

تمام دنیا اس سے مشک کے ساتھ معطر ہو جائے یعنی زلف جو کہ کثیر جماعت کی گمراہی کا سبب ہے اس وقت میں ہدایت و رہنمائی کا وسیلہ ہو جاتی ہے کہ "مشک طراز آید" اسی سے کنایہ ہے یا اس وقت میں خاص اس شخص کو اس زلف سے مشک طراز حاصل ہے کیونکہ مشک طراز کی خاصیت اچھی ہے کہ وہ آفاق (دنیا) میں پھیل جاتی ہے اور ایک دنیا اس کے ساتھ گمراہی سے ہدایت کی طرف آجاتی ہے۔

۲۵۲

(اس رباعی کی شرح کی) دو ساری صورت یہ ہے کہ بندہ کے افعال کا خالق حق تعالیٰ جل سلطان ہے لیکن بندہ کا کسب حق تعالیٰ کے فعل کو چھپانے والا ہو گیا ہے پس زلف سے مراد بندہ کا کسب ہے اور اس صورت میں زلف کی اصناف اس (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ اس بنا پر ہے کہ بندہ کا کسب بھی اللہ تعالیٰ کی واضح قدرت کے ساتھ مستند ہے اگر تو اس کو فعل کے چہرے پر یا اپنے اوپر کھینچے (یعنی اپنی طرف منسوب کرے) اور بندہ کے فعل کو بندہ کا مخلوق جانے جیسا کہ قدریہ کا مذہب ہے تو گمراہی کو بڑھائے گا اور اگر تو بندہ کے کسب کو مطلقاً منظور نہ رکھے اور جبر کی طرف جائے تو پھر اس کے چنگل (قبضہ) میں آجائے اور طاعت و بندگی سے عاجز رہ جائے اور اگر تو گرہ کو کسب کے چہرے سے کھولے اور حق تعالیٰ کی صنعت کو درمیان میں

مطالعہ کرے اور بندہ کے فعل کو حق سبحانہ و تعالیٰ کی جملہ مخلوقات میں سے اور بندہ کا کسب جانے او  
 جبر و نفویض کی درمیانی راہ حق کو مانے تو ہدایت پا جائے اور ایک عالم (دنیا) کو ہدایت کی طرف لے جائے  
 تیسری صورت یہ ہے کہ اگر تو کثرت کو جو کہ وحدت حقیقی کے چہرے کو چھپانے والی ہے  
 وحدت کے چہرے پر کھینچے اور کثرت کے شہود کے ساتھ وحدت کے شہود سے عاجز رہ جائے تو کثرت کی  
 کثیر ظلمتوں میں جا پڑے اور وحدت کے نور سے محجوب (محروم) ہو جائے اور اگر تو کثرت کو درمیان سے  
 اٹھادے اور مرتبہ جمع میں مستہلک (فانی) ہو جائے اور افعال کثیرہ کو ایک فاعل کا فعل جلانے اور بندہ  
 کی حرکت اختیار کرے اور عرش کے مرض والے شخص کی حرکت کی مانند پائے اور اسباب کو درمیان میں نہ دیکھے  
 اور کفر حقیقی کے ساتھ متحقق ہو جائے تو وہ بلاشبہ باز کے چنگل اور صیاد کی گرفت میں  
 آ جائے گا اور تو جیسا کہ ہونا چاہئے مقام ارشاد کے لائق نہیں ہوگا اور اگر تو کثرت کو جو کہ اس (اللہ تعالیٰ  
 کی مصنوعہ) بنائی ہوئی ہے اور مراتب (وجود) میں سے ایک مرتبہ ہے اپنی جگہ پر رکھے تو اس کی قدردانی  
 سے رہائی پالے یا جو اسرار کثرت میں ودیعت کئے گئے ہیں ان کے چہرے سے گرہ کو کھولے اور کثرت کے  
 آئینوں میں غیبی اسرار کا اس طرح مطالعہ کرے کہ ایک کا شہود دوسرے کے شہود کا مانع نہ ہو اور جمع سے  
 جمع الجمع میں آ جائے اور فرق بعد الجمع کی طرف مائل ہو جائے اور اسباب کو درمیان میں دیکھے اور بندوں کے  
 افعال کو اہل حق کے قول کے موافق پائے اور قضا و قدر کے سر (بھید) پر مطلع ہو جائے اور کفر حقیقی سے  
 اسلام حقیقی کے ساتھ مشرف ہو جائے اور دعوت کے مقام پر جو کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مقام  
 ہے پہنچ جائے کہ بزرگوں نے کہا ہے ”النهاية هي الرجوع الى البداية“ [برایت (ابتداء) کی طرف رجوع  
 کرنا ہی نہایت ہے] تو تمام دنیا میں اس سے مشک طراز پھیل جائے، وہ کثرت جو مطلوب سے دوری او  
 محرومی کا سبب تھی اس کے قرب و وصال کا وسیلہ بن جائے، اے تجھ کو اس مقام کے باعث تکمیل و ارشاد  
 حاصل ہو جائے۔

چوتھی صورت، جو اگرچہ بلا جملہ و تکلف قضا و قدر کے سر سے مناسب نہیں رکھتی یہ ہے:  
 ”زلفش بکشی شب دراز آید ازو“ میں زلف پردہ تعین سے کٹا یہ ہے جو کہ ذات تعالیٰ کی غیب ہوت کے  
 چہرہ پر اعتبار کیا جاتا ہے اور مرتبہ لا تعین کو متعین کر دیتا ہے اگر تو اس پردہ کو درمیان سے کھینچ لے اور اٹھا  
 اور اس (غیب ہوت) کے پھوڑے تو غیب کی ظلمت ظاہر ہو جائے اور راستہ گم ہو جائے اس لئے کہ  
 تعین کے ماورایں (آگے) کہ لا تعین ہے سیر و سلوک و معرفت و شہود مفقود ہے جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے  
 کہ اس بلند مرتبہ سے سوائے محرومی کے کچھ نصیب نہیں رکھا ہے جب تو اس زلف کو چھوڑ دے گا تو پھر اس کا

نہ بگل رینجہ قبضہ آجائے گا" یعنی اگر تو تعین کے پردے کو اس کے حال پر چھوڑ دے گا اور اس کو طلب  
 نہ کرے گا تو تجھ کو شکار کر لیں گے اور اگر تو اس کا اہل ہوگا تو تیرے ماسوائے تجھ کو لے لیں گے اور چونکہ طالب  
 ذوق و ادق نے اس مقام میں ذاتِ بحت اور غیبِ ہوت سے مطلق محرومی اور محض محبوبیت سمجھ لیا ہے اس لئے  
 اس کی تسلی کے لئے فرمایا کہ "اگر تو اس کے پیچ و خم سے ایک گرہ کھول دے یعنی اگر تو اس تعین کی حقیقت  
 جیسی کہ وہ ہے پالے اور اس کی دونمائی (درد دکھلانے والی) کی گرہ کو کھول دے اور یہ جان لے کہ تعین  
 ذاتِ تعالیٰ میں محض اعتبار ہے اور متعین (ذاتِ حق) پر ہرگز کوئی زیادتی نہیں رکھتا اور نیز جان لے کہ  
 پردہ کس کے پردہ کے انکشاف و ظہور کا سبب ہے چنانچہ مولوی جامی قدس سرہ نے کہا ہے کہ  
 باگل رخ خویش گفتم اے غنچہ دہاں      ہر لحظہ میوش چہرہ چوں عشوہ دہاں  
 ز خندہ کہ من بعکس خوبانِ جہاں      در پردہ عیاں باشم و بے پردہ نہاں  
 میں نے اپنے پھول جیسے رخسار والے محبوب سے کہا کہ اے غنچہ جیسے منہ والے تازو کرشمہ کے منہ والوں کی طرح  
 تم پر وقت چہرہ کو مت چھپا، وہ ہنسا کہ میں دیتا کہ حسیوں کے برعکس پردہ میں ظاہر ہوتا ہوں اور بے پردہ پوشیدہ  
 ہوتا ہوں [تو عالم عالم مشک طراز آید ازو] یعنی اس پردہ نے جب محرومی سے رہائی دی اور بے نصیبی  
 سے چھٹکارا بخشا اور اس بے نشان کچھ نہ نشان دیدیا اور مطلوب کو ظاہر و نمایاں کر دیا تو مشک طراز  
 اس سے ظاہر ہوئی اور وصال کی بو عطا کی اور لازوال شراب کا مہوش کر دیا۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔

## مکتوب

مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ حامداً اللہ تعالیٰ ومصلياً علی رسولہ الکریم [اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے  
 اور اس کے رسول کریم پر صلوة و سلام بھیجتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں]۔ آپ کے مکتوبات گرامی  
 پڑھے ویکے بعد دیگرے پہنچے خوشوقت ولذت اندوز بنایا، صد شکر ہے کہ آپ فقرا کی یاد سے غافل  
 نہیں ہیں اور بہت کی نگاہ ایک مطلب پر جمائی ہوئی ہے کبھی اس کے وصال کے خیال کے ساتھ خوش  
 حرم ہیں اور کسی وقت اس کے نہ ہونے کے دہم سے غمزدہ ہیں کسی نے کیا اچھا کہا ہے کہ  
 جاناں غم خود دو اند اندر بر من      من شادی خود فدائے جاناں کر دم  
 [محبوب نے اپنا غم میرے پہلو میں دوڑا دیا ہے، میں نے اپنی خوشی محبوب پر فدا کر دی ہے]

آپ اکثر خاتمہ کا خوف غالب آنے کی بابت لکھتے رہتے ہیں۔ میرے مخدوم! یہ ایسا غم جو قبر کے کنارے تک ساتھ ہے، کسی مسلمان کو اس غم سے خالی نہ رہنا چاہئے خواہ (یہ غم) تھوڑا ہو زیادہ، جس کسی کو دوسری شق (غم کثیر) عطا ہو جائے تو اس کے ایمان کے کامل ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اس نعمت کا شکر بجالائیں لَعْنٌ شُكْرٌ تَمَدُّدٌ لَزَيْدٍ تَكْمُلٌ اَلْاٰمِرُ شُكْرٌ رُوٰگے تو ضرور میں تمہیں اور زیادہ دوں گا۔ آپ نے لکھا تھا کہ ایمان حاصل ہونے کے بارے میں کوئی بشارت بیسر نہیں ہوتی، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد ہے کہ آپ نے کامل ایمان طلب کرنے کی بشارت پائی ہے کیونکہ آپ نے لکھا ہے کہ ”ہمیشہ استدرا کرنا تھا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اس شخص کو ذرہ ایمان نصیب کرے، اب اس بیماری میں جو کہ ماہ رمضان میں لاحق ہوئی تھی ابہام کیا گیا کہ ہماری بارگاہ میں کوئی کمی نہیں ہے ایمان کامل کی طلب کرنا اور جب کوئی کریم ایسی چیز کے مانگنے پر جو کہ اس کے پاس ہے رہنمائی کرے تو یہ عطا کرنے کی نشانی ہے، اگر آپ صریح بشارت بھی پائیں (تو وہ) چونکہ قطع نہیں ہے (اس لئے) نفس ابہام باقی ہے اور خوف دائمگیر ہے ہر خید ابہام سے ابہام تک فرق ہے۔ دیگر آپ نے لکھا تھا کہ ”بعض اسرار میں بیماری میں حاصل ہوتے ہیں کہ جن کو تحریر برداشت نہیں کر سکتی یَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ [میرا سینہ تنگ ہو جاتا۔ اور میری زبان نہیں چلتی] ان اسرار کے حسب حال ہو جاتا ہے اگرچہ منکشف ہیں اور اظہر من الشمس [سورج سے زیادہ ظاہر] ہو گئے ہیں لیکن تقریر و تحریر میں ہرگز ٹھیک نہیں آتے اس کے مطالعہ سے بہت لطف اندوز ہوا اللہم زدب [اللہ تعالیٰ اور زیادہ کرے] لیکن اگر آپ اس قدر لکھتے کہ وہ اسرار کس قسم کے ہیں اور کس چیز سے متعلق ہیں صرف تعقل (سمجھ) سے وابستہ ہیں یا تحقق (حصول) کے بارے میں ہیں ان گنجائش تھی۔ آپ نے صوفی محمد شریف کی بے ادبیوں کے بارے میں دوبارہ لکھا ہے۔ میرے مخدوم! اس جو لے ادبی بھی کی ہے صرف آپ ہی کے ساتھ نہیں کی ہے (بلکہ) اس سلسلہ کے بزرگوں کے ساتھ دکھائی ہے، جب آپ جو کہ اس کے پیر ہیں اس سے آزرده رہیں گے تو ہمارے لئے اس کے ساتھ کیا آشنائی رہے گی، انتقامی قوت اس فقیر میں بہت کم ہے ڈوکلے غیرت کے تقاضے سے اس کو لکھے گئے ہیں اگر اس نے اثر قبول کیا تو اچھا ہے ورنہ وہ جانے اور اس کا کام جانے۔ آپ نے لکھا تھا بے حلاوتی ہمت کی بلندی کی وجہ سے ہے یا استعداد کی کمی کی وجہ سے۔ میرے مخدوم! نسبت باطن جس قدر زیادہ بلند ہو جاتی ہے جہالت کے زیادہ نزدیک ہو جاتی ہے ظاہر کو بے حلاوت رکھتی ہے کیونکہ باطن سے زیادہ دور جا پڑتی ہے اور زیادہ بیگانہ ہو جاتی ہے، عارف معرفت میں جس قدر پیش قدمی کرے گا اسی قدر نایابی اور عدم شناخت زیادہ حاصل کرے گا اور جس قدر زیادہ نزدیک ہوتا جائے گا اتنا ہی زیادہ دور

۱۳/۲/۲۰۲۱



جاڑے گا پس وہ واجدِ قادرِ ایسا پانے والا جو نہ پانے والا ہو اور قریب بعید (ایسا قریب جو بعید ہے) وہی رسی بٹنے والے کے شاگرد کا قصہ ہے جو اپنے استاد سے کہتا تھا کہ میں جس قدر زیادہ کام کرتا ہوں تجھ سے زیادہ دور ہوتا جاتا ہوں۔ آپ نے لکھا تھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ مخلوق کا رجوع کرنا کمال کے ساتھ وابستہ نہیں ہے، ہاں اسی طرح ہے جبکہ مخلوق میں مقبول ہونا خالقِ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہونے کی دلیل نہیں ہوتی کیونکہ باطل چیزوں کو بھی مخلوق کی قبولیت حاصل ہے تو یہ کمال کی دلیل کیسے ہو سکتا ہے۔ والسلام علیکم۔

## مکتوبات

شیخ محمد شریف کابلی کے نام خطا کے موقع پر تنبیہ کے متعلق اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مرید کو پیر کی خوشنودی طلب کرنا لازم ہے۔

حمد و صلوة کے بعد بیان کیا جاتا ہے اس اثنا میں سنا گیا تم نے مولانا محمد صدیق کو جو کہ تمہارے پیر ہیں رنج پہنچایا ہے اور گستاخیاں بولے ادبیاں کی ہیں اور سابقہ سلوک میں بہت تبدیلیاں آگئی ہیں اور مولانا تم سے بہت زیادہ رنجیدہ ہیں اس حد تک کہ معاملہ تبرا (بیزاری) اور اجازت کے سلب تک پہنچ گیا ہے ان لواضعات اور فرائضوں اور خدا طلبیوں سے جو کہ تم سے ظاہر ہوتی تھیں یہ امور بہت ہی خلاف توقع اور نہایت تعجب خیز ہیں جب تم پیر سے قطع تعلق کرتے ہو تو پھر کس کے ساتھ تعلق جوڑو گے شاید اللہ تعالیٰ جل شانہ سے بھی قطع تعلق چاہتے ہو، مریدوں کی وجہ سے پیر سے قطع تعلق نہیں کرنا چاہئے اور مخلوق کی رضامندی کے لئے خالق تعالیٰ شانہ سے قطع تعلق نہیں کیا جاسکتا۔ کیا مصیبت ہے دنیا سے حقوق اٹھ گئے۔ تم جیسے لوگوں سے بھی اس قسم کی نازیبا حرکات ظاہر ہوتی ہیں پس دوستوں اور اہل ارادت سے اعتماد اٹھ گیا جو شخص تربیت حاصل کر لے گا اور کچھ قبولیت ہم پہنچالے گا یا وہ کسی وقت میں کچھ صفائی (اپنے اندر) دیکھے گا وہ پیر سے روگردانی اور ترک آشنائی اختیار کر لے گا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ ہونا چاہئے کہ ان امور کے مشاہدہ کے ساتھ پیر کے ساتھ محبت کا رابطہ اور اعتقاد کی مضبوطی اور زیادہ ہو جائے اور اس کے آستانے کے ساتھ انکساری و خاکساری زیادہ سے زیادہ ظاہر کرے کیونکہ یہ دولت اس کی پھیلائی ہوئی ہے اور یہ صفائی و قبولیت اس کے انوار و برکات سے ہے، نہ کہ اس سے سرکشی کرے اور رعونت (غور) ہم پہنچائے کیونکہ

اس وقت میں مشیخت (پیری مریدی کرنا) اور طالبوں کے ساتھ صحبت رکھنا طریقت کے محرمات میں سے ہے ایمان کا سلامت رہنا ہی عجب بات ہے طالبین سے صحبت رکھنا ایک علیحدہ امر ہے۔ نفحات میں ایک بزرگ سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص تیرے پیر کو رنجیدہ کرے اور تو اس سے نفرت نہ کرے تو کتنا تجھ سے بہتر ہے، چہ جائے کہ مرید خود پیر کو رنج پہنچائے۔ تم نے غلط سمجھا ہے، جلدی تدارک کرو اور جس طرح سے بھی مولانا راضی ہوں اُن کو اپنے آپ سے راضی کرو اس کے علاوہ اور کوئی علاج نہیں ہے، اگر مولانا راضی ہیں تو ہم بھی راضی ہیں ورنہ ہم بھی راضی نہیں ہیں ہمارا راضی ہونا مولانا کے راضی ہونے کی فرع (شخ) ہے۔ ایک شخص کہتا تھا کہ تم سرسند آنے کا ارادہ رکھتے ہو، مولانا کو راضی کئے بغیر سرسند آنا محض بے فائدہ ہے کہ پھر پشاور جانا اور (مولانا کو) راضی کرنا پڑے گا جب مولانا ہم کو لکھیں گے کہ ہم فلاں شخص سے راضی ہو گئے ہیں اس کے بعد ہم بھی راضی ہیں خواہ تم (یہاں) آویانہ آؤ۔ میرے مخدوم! جو کچھ لکھا گیا ہے وہ تمہاری دوستی اور بھلائی کے لئے لکھا گیا ہے برائے ما نہیں۔

۲۶۰

من آنچه شرط بلاغ است با تو میگویم تو خواه از سخن پند گیر و خواه ملال

[میں تجھ سے وہ بات کہتا ہوں جس کا سچا نا ضروری ہو خواہ تو میری بات سے نصیحت حاصل کر یا رنجیدہ ہو]

نصیحت بظاہر تلخ ہے، سعادتمند وہ ہے جو اس تلخی کو شکر کی طرح چبلے اور معنوی شیرینی سے بہرہ مند ہو، چونکہ مولانا کے بہت سے خطوط تمہاری مختلف قسم کی شکایتوں کے بارے میں پہنچے اس بنا پر لکھا گیا، نہایت تاکید ہے کہ ان چیزوں سے جو کہ درمیان میں آئی ہیں آپ شرمندہ ہوں اور مولانا کی رضامندی میں (دل و جان کے ساتھ) کوشش کریں۔

## مکتوبات

مخدوم زادہ عالی قدر جامع علوم ظاہری و باطنی خواجہ محمد نقشبند سلمہ ربہ کی خدمت میں

آیت کریمہ اللہ تُوْر السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْآیۃِ الْکُبْرٰی کی تادیل میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حدیث شریف میں آیا ہے: اول ما خلق اللہ توری [اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جو چیز پیدا کی وہ میرا توری ہے] سب سے پہلی چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا وہ توری محمدی تھا علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ، اور تمام علوی و سفلی مخلوقات کو اس توری سے پیدا کیا اور حق تعالیٰ گویا اس جگہ پر اپنی تعریف اس توری کے ساتھ کرتا ہے جہاں فرماتا ہے اللہ تُوْر السَّمَوَاتِ

۲۶۱

وَالْأَرْضِ أَيْ ذُو نُورِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ [اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے یعنی آسمانوں اور زمین کے نور کا مالک ہے] حق سبحانہ و تعالیٰ اس نور کا مالک ہے کہ جس نور سے سب آسمان اور زمینیں اور جو کچھ ان سب کے درمیان میں ہے وہ سب کچھ پیدا ہوا ہے۔ مَثَلُ نُورِهِ (یعنی) اس نور کی صفت (مثال) جو کہ اس ذات (اللہ) تعالیٰ کی طرف منسوب ہے اور وہ نور گویا تعین اول اور حقیقتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والیٰحۃ سے کنایہ ہے کِمِشْكُوٰةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ طاقچہ میں (رکھے ہوئے) ایک چراغ کی مانند ہے اور کاف تشبیہ کا مشکوٰۃ پر داخل ہونا اس بنا پر ہے کہ وہ مشکوٰۃ (طاقچہ) مصباح (چراغ) پر مشتمل ہے اور مشکوٰۃ آنسو و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدنِ عنصری کو تصور کرنا چاہیے اَلْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ وہ چراغ شیشہ کی قندیل میں روشن ہے اور وہ قندیل گویا اس خلاصہ موجودا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باطن مبارک ہے کہ اس نور نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باطن کی راہ سے بدنِ عنصری کے ساتھ تعلق حاصل کر لیا ہے اور باطن یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک ہر یا آپ کی ہیئت و صدائی ہے جو کہ عالمِ خلق و عالمِ امر کے دس اجزا کی ترکیب سے حاصل ہوئی ہے۔ یا ہم کہتے ہیں کہ زجاجہ (قندیل) تعین وجودی سے کنایہ ہے جو کہ تعین ثانی ہو کیونکہ تعین اول جو کہ تعین حقیقی ہر مافوق کی نسبت سے تعین وجودی کے احاطہ میں ہے اور ہو سکتا ہے۔ زجاجہ تعین علمی سے کنایہ ہو کیونکہ علم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خصوصیت ہے جو کہ کسی دوسری صفت کو نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوبیت کے ساتھ اس صفت کے لئے ایک بھید ہے کہ کوئی دوسرا اس کا محرم نہیں ہے اس لئے ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کے مطابق اُس (اللہ تعالیٰ) کے نزدیک سب سے محبوب صفت ہی صفت ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ زجاجہ تعین وجودی اور مشکوٰۃ تعین علمی ہو مختصر یہ ہے کہ اَلزُّجَاجَةُ (یعنی) وہ آبلینہ جس معنی میں بھی ہو کمال صفائی و تازگی کے باعث كَا تَهَّاكَوَكْبًا دَرِيًّا گویا وہ ایک درخشاں ستارہ ہے۔

جاننا چاہئے کہ تعین اول و حقیقتِ محمدی ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) کے نزدیک تعین حقیقی ہے، پہلی چیز جو کہ مرتبہ اطلاق اور پوشیدہ خزانے سے ظہور کے میدان میں آئی اور متعین ہوئی وہ حُب ہے جو کہ اعتبار وجود کا مبداء ہے جیسا کہ حدیثِ قدسی کنت کتزا عتفیا فاجبت ان اعرف فخلقت الخلق لا اعرف [میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں جانا پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ میں پہچانا جاؤں] اس پر دلالت کرتی ہے، یہ تعین حقیقی جو کہ آنسو و عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوبیت ذاتیہ کا نشاۃ دائرہ کا مرکز ہے اور اس کا محیط خلقت ہے جو کہ حقیقتِ ابراہیمی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہے

مرکز کا حسن ملاحظت کے حسن کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور محیط کا حسن صباحت کے حسن کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے، صباحتِ حسن ایک تفصیل ہے جو بیان ہو سکتی ہے جیسا کہ عالم مجاز میں اس کو خوش قامتی اور رخساروں کی صباحت اور آنکھ و ابرو کی لطافت وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں اور ملاحظت ایک معنوی حسن ہے اور ذوقی ادا ہے جو کہ تعبیر کے احاطہ سے باہر اور مذکورہ بالا خوش قامتی و لطافت سے ماورائے ہے کہ جس سے اس حسن (صباحت) کو تعبیر کرتے ہیں کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

آں دارد آں نگار کہ آنت ہر چہست آتر اطلب کنید حرفیاں کہ آں کجاست

[وہ معشوق ایسی شان رکھتا ہے کہ جو کچھ ہے وہی ہے، اے ساتھیو! اس کو طلب کرو کہ وہ کہاں ہے] اور یہ ایک تعین کا مرکز و محیط ہے جو کہ اُس کے اشرف و اسبق اجزاء کے ساتھ مستمی ہے کہ مرکز یعنی حُب ہے اور دوسرا تعین تعین و جودی ہے کیونکہ حُب ہی ہے جو کہ وجود و ایجاد کا سبب بنی ہے اور تعین علمی تعین و جودی کے نیچے ہے اور اس کے حصوں میں سے ایک حصہ ہے لیکن سب سے زیادہ جامع حصہ ہے جیسا کہ اس کی تحقیق دوسری جگہ لکھی جا چکی ہے۔

ہم اصل بات کی طرف جاتے ہیں کہ وہ روشن چراغ جو کہ آبگینہ (شیشہ) میں ہے یوقد جلا یا جاتا ہے اور اس کے نور کو زیادہ کیا جاتا ہے من شجرۃ مبارکہ زیتونہ بہت برکت والے اور بہت فائدے والے درخت سے جو کہ زیتون کا درخت ہے کہ شام کی مقدس سرزمین میں آگاہ ہے یہ مبارک درخت گویا کہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی خلعت کی حقیقت سے کتایا ہے اور چونکہ آں حضرت (ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) شجرۃ انبیا ہیں اور قرآن مجید میں آپ کے حق میں وارد ہوا ہے وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَىٰ اسْحٰقَ [اور ہم نے اس (ابراہیم علیہ السلام) پر اور اسحاق پر برکت نازل کی] اس بنا پر شجرۃ مبارکہ کو آپ سے تعبیر کر سکتے ہیں اور زیتون کو آپ کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ زیتون کے اُگنے کی جگہ ملک شام کی سرزمین ہے اور نیز (یہ) درخت مبارک ہے جیسا کہ منقول ہے کہ شتر پیغمبر ان علیہم السلام نے اس پر برکت کی دعا کی ہے کہ جن میں سے ایک حضرت خلیل علیہ السلام ہیں اور نیز روایت کرتے ہیں کہ زیتون پہلا درخت ہے جو کہ (نوح علیہ السلام کے) طوفان کے بعد آگاہ ہے اور آں حضرت (خلیل اللہ علیہ السلام) بھی پہلے اولوالعزم پیغمبر ہیں جو کہ (نوح علیہ السلام کے) طوفان کے بعد ظہور فرما ہوئے ہیں اور چونکہ خلعت کی حقیقت زمین و آسمان کے طبقات سے بہت بلند ہے (اس لئے) اس کو لا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ [نہ وہ شرقی رخ و نہ مغربی رخ] فرمایا، یَا كَادُ زَيْتُونًا يَصْنَعُ وَاوَلَمَّا مَسَّهُ نَارٌ قَرِيبٌ هِيَ كَأَسَدٍ خَالِدٍ يَأْكُلُ جِلْدَ الْبَاطِنِ [اور جب وہ آگ سے نہ کرے۔

یعنی حقیقتِ قلتِ روشنی اور ہدایت دینے میں اس درجہ کی ہے کہ بغیر اس کے کہ محبت کی آگ اس سے مشتعل ہو روشنی دینے والی ہے اور اس کی صباحتِ ملاحت کی ملاوٹ کے بغیر مطلوب کی طرف رہبر ہے اور جب ولایتِ ابراہیمی و ولایتِ محمدی علیہما الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے اور محبت کا شعلہ قلت سے روشن کیا جاتا ہے اور اس ولایت کی صباحت اُس ولایت کی ملاحت کے ساتھ مل جاتی ہے اور محیط کمال کے کمالات مرکز میں رونما ہو جاتے ہیں نُورِ عَلٰی نُورِ تُوْر پر نور پڑھ جاتا ہے اور صباحت کا نور ملاحت کے نور کے ساتھ یکجا ہو جاتا ہے اور ابراہیمی نور محمدی نور علیہما الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے اور ملاحت صباحت کے ساتھ رنگین ہو جاتی ہے۔

پدر نور و سپر نورے ست مشہور ازین جاہم کن نورِ علی نور

پیر باب نور ہے اور بیٹا ایک مشہور نور ہے یہیں سے نورِ علی نور کو سمجھ لے [انہی دو نوروں کے اجتماع اور وسعت و بکثرت کے یکجا ہونے سے محبوبیتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اعلیٰ درجہ پر پہنچ جاتی ہے اور معاملہ عبودیت کے دو طوق سے ایک طوق تک آ جاتا ہے اور ملتِ ابراہیم علیہ السلام کے اتباع کے امر سے جو مقصود ہے وہ پوری طرح سے ظہور تک پہنچ جاتا ہے اور کما صلیت [جیسا کہ تونے درود بھیجا حضرت ابراہیم پر] کی دعا میں کامل طور پر قبول ہو جاتی ہے (پس) یہ کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں کامل طور پر حاصل ہو گیا اور جس چیز کی دعا کی گئی ہے وہ قبول ہو گئی الحمد للہ سبحانہ علیٰ ذلک وعلیٰ جمیع نعمائہ حمداً لا یشیر اکثریرا [اس پر اللہ سبحانہ کے لئے حمد ہے اور اس کی تمام نعمتوں پر بکثرت حمد ہے]

معین سے معاملہ کے حاصل ہونے کے بعد جو توجہ کہ یہ خود ان پیمانہ گان کے حال کے ساتھ رکھنا تھا بہت کم رہ گئی ہے اور امت کے افراد میں سے ایک فرد کو ان کی نگہبانی پر مقرر کر دیا ہے اور خود خاص خلوت خانہ میں محبوب کے ساتھ خلوت رکھتا ہے علیہ علی آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والتسلیمات والبرکات والتجیات۔  
حال بعض امور کی تفصیل جو یہاں اجمال کے ساتھ ذکر کی گئی ہے ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) کے مکتوبات میں آج مذی آیات سے طلب کرنا چاہئے۔ والسلام

مکتوبات

مولانا محمد صدیق پشادری کے نام بلند سی ہمت و محبت و حزن کی فضیلت میں تحریر فرمایا  
بسم اللہ الرحمن الرحیم و برادر عزیز مولانا محمد صدیق کے گرامی نامہ نے وصول ہو کر مسرور کیا

آپ نے جو غایات و برکات، بلند ہمتیوں، پیاس (طلب) اور دیوانگیوں کے وارد ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا تھا اس کے مطالعہ سے لذت اندوز ہوا، آدمی کے جوہر کی قیمت اس کی ہمت کے موافق ہے اور جوہر حسب قدر زیادہ قیمتی ہوگا اسی قدر زیادہ محبوب و مرغوب ہوگا، یہی وجہ ہے کہ روایت میں آیا ہے ان اللہ یحب معالی الہم و بیغض مسافلہا [بیشک اللہ تعالیٰ بلند ہمتیوں کو پسند کرتا ہے اور سبت ہمتیوں سے بغض رکھتا ہے] بلند ہمتی جب محبت و ارتقی کے نشہ کی کیفیت کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے اور حزن و عشق کے ساتھ یکجا ہو جاتی ہے تو نور علی نور ہو جاتی ہے اور قیمت پر قیمت بڑھاتی ہے اور ترقی کی راہ زیادہ سے زیادہ کھول دیتی ہے من یرد اللہ بہ خیر اجعل فی قلبہ نائحہ [جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کرنا چاہتا ہے اس کے قلب میں اپنا گریہ پیدا کر دیتا ہے] اور نیز (روایت میں) آیا ہے ان اللہ یحب کل قلب حزن [بیشک اللہ تعالیٰ ہر غمگین دل کو پسند کرتا ہے] حضور انور علی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر کسی امت میں کوئی غمگین شخص روتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے رونے کی وجہ سے اس امت پر ضرور رحم کرتا ہے مصرع

لے شادی آن دل کہ دراں دل غم تست

[جس دل میں کہ تیرا غم ہے وہ دل کتنا خوش ہے] عشق و درد ہی تو ہے جس نے آدمی کو تمام مخلوقات پر فضیلت دی ہے اور قرب و معرفت کی دولت سے نوازا ہے، جو شخص کہ محبت و شفیگی کے نشہ سے خالی ہے وہ حیوانات کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اگر انسان کے لئے فضیلت و بزرگی عشق و محبت کو قرار دیا جائے تو کس قدر اچھا اور زیبا ہے مکمل طور پر مجرد و عقل کا پائند نہیں ہوتا چاہئے اور اس قید سے تھوڑی سی رہائی طلب کرنی چاہئے اس قید سے کسی جگہ پہنچنا دشوار ہے۔

۲۶۴

دل اندر زلف لیلی بند کار از عقل مجنوں کن کہ عاشق رازیاں دارد مقالات خرد مندی

[دل کو لیلی کی زلف میں قید کرنے (اور) مجنوں کی عقل سے کام کر کیونکہ عقل مندی کی باتیں کرنا عاشق کے لئے نقصان دہ ہیں) میرے مخدوم! ملا محمد شریف کابلی کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ اُس نے ان دنوں میں (اپنی بہت زیادہ اصلاح کر لی ہے اور سابقہ عادات کو تبدیل کر لیا ہے اس بت پر گنجائش ہے کہ اس کی لغزشوں کو معاف کر دیا جائے اور چونکہ ہدایت و اثر والی صحبت رکھتا ہے اس کو اس عظیم امر پر مقرر کیا جائے اور تعلیم طریقت کی اجازت دیدینی چاہئے اور چونکہ آپ اس کے عادات و اطوار سے فقیر سے زیادہ واقف ہوں گے خوب غور اور استخارہ کر کے دل کے مائل ہونے کے بعد اس کو ہر حلقہ مقرر کریں اور طریقہ سکھانے کی اجازت دیدیں، جس درجہ کا اخلاص ارادت بھی رکھتا ہے غنیمت ہے بظاہر کوئی دوسرا اس سے ظہور میں آئیگا جو کہ اس سے بہتر ہوگا آپ کے اجازت دینے کے بعد فقیر بھی اس کے موافق اس کو کچھ لکھدیگا والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

## مکتوب ۱۱۵

شیخ عبداللطیف شکرخانی کے نام محبوب حقیقی جل شانہ کے تہنید (پاکی) کے بیان میں تحریر فرمایا۔  
 الحمد للہ وسلام علی رسول اللہ، اس مسکین کی غریبانہ دعا فتوح ابواب کا وسیلہ ہو،  
 اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حمد و شکر ہے کہ اس نواح کے فقراء کے حالات نیکی کے طریقہ پر ہیں اور ایک نگرانی  
 کے سوا کسی طرح پر بھی کوئی دوسری نگرانی نہیں ہے اور ظاہری گرفتاریوں (پابندیوں) کے باوجود حقیقت  
 میں ایک ہی گرفتاری ہے اگرچہ اس بے نشان کا کوئی پتہ نشان حاصل نہیں ہے، اس جگہ کا تمام کاروبار  
 سوز و گداز ہے اور اس طرف کی تمام بود و باش درد و انتظار ہے، ایک پوشیدہ درد ہے اور نالہ کے بغیر ایک  
 سوز ہے اور بے حد ہے - مصرع کہ می سوز دروں چوں شمع و پیرا من نمی سوزد  
 (کہ باطن شمع کی طرح جلتا ہے حالانکہ پیرا من (یا اس ظاہر نہیں جلتا)

## مکتوب ۱۱۶

میرزا عبید اللہ کے نام حق سبحانہ و تعالیٰ کی درایت کے بیان میں تحریر فرمایا۔  
 الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ برادر رشید عبید اللہ بیگ اس ناکارہ کو دعائے  
 خیر سے فراموش نہ کریں اور ہمیشہ قرب کے مراتب میں جذبات و غمناکی کے ساتھ ممتاز رہیں اور گفتگو سے  
 خموشی میں اور علم سے نادانی میں آئیں بلکہ سلوک و جذبہ کے مراتب کے لئے کوشش کریں اور معرفت و حیل  
 (نادانی) سے برتر کوتلاش کریں کیونکہ ہم جس امر کے درپے ہیں وہ جذبہ و سلوک سے بلند تر ہے اور آفاق و  
 انفس سے باہر اور فنا و بقا، تجلیات و ظہورات، دخول و خروج، قرب و بعد، توحید و اتحاد، شہود و  
 مشاہدات، لفظ و معنی، علم و حیل، کثرت و وحدت، اسم و صفت، قید و اطلاق، شیون و اعتبارات،  
 مہومات و تجلیات و مکاشفات اور نجلی افعال و صفات و ذات تعالیٰ و تقدس سے ماوراء ہے۔ اصل  
 اس بارگاہ سے ظل کی طرح راہ میں ہے پس وہ سبحانہ و تعالیٰ در راہ الوراہ ثم وراء الوراہ ہے۔ یہ درایت  
 قرب کی جانب میں ہے نہ کہ بعد کی جانب میں، جو کچھ تصور کیا جائے اس سے نزدیک تر ہے بلکہ اس شخص کی ذات  
 سے بھی اس شخص کے زیادہ نزدیک ہے بعد کی جانب میں وراثت (ماوراء ہونا) و ہم کی جولا نگاہ ہے اور

یہ وراثت عقل و ادراک اور وہم و خیال کی آنکھ سے باہر ہے کیونکہ قہم و وہم کسی اپنے سے زیادہ نزدیک کا تصور نہیں کر سکتے پس وہ ذات تعالیٰ و تقدس وجود میں سب سے زیادہ قریب اور وجدان سے بہت ہی بعید ہے، یہ کمال کمالات و ولایت انبیاء علیہم الصلوٰت و البرکات میں سے ہے اس لئے کہ کمالات و ولایت اولیاء مراتب قرب میں منحصر ہیں کیونکہ قرب کی غایت (انتہا) اتحاد اور درونی کارف ہوتا ہے جو کہ اس ولایت کی نہایت ہے اور اقربیت کا معاملہ اتحاد سے بھی زیادہ نازک تر ہے، اتحادتہ گذر جانا چاہئے تاکہ اقربیت کا معاملہ رونما ہو جائے۔ مصرع لذت فی شناسی بخدا تانہ چشتی

[خدا کی قسم جب تک تو نہیں چکھے گا شراب کی لذت کو نہیں پہچانے گا]

## مکتوب ۱۱۸

ملا شہداد کے نام فنائے قلب و نفس کے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

دعائیں دینے کے بعد برادر دم ملا شہداد کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اس فقیہ کے احوال لائق

حمد ہیں اور دوستوں کی خیریت کے لئے دعا و امید کی گئی ہے، چاہئے کہ سنت کی اتباع میں کوشش کریں

اور اوقات کو طاعات کی پابندیوں کے ساتھ آباد کرنے میں پوری پوری کوشش کریں اور ذکر و قلبی توجہ پر

پوری ہمت کے ساتھ مداومت رکھیں یہاں تک کہ مذکور (جس کا ذکر کیا جائے یعنی اللہ تعالیٰ) کے ماسوا

(سب کچھ) سینہ کی وسعت سے نکل جائے اور اس کا علمی و حجتی تعلق اس (اللہ تعالیٰ) کے ماسوا سے منقطع

ہو جائے کہ اگر تکلف سے (بھی) ماسوا کو یاد دلائیں تو (بھی) یاد نہ آئے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ حضور

دل کا ملکہ (طبیعتِ ثانیہ) بن جائے جیسا کہ سننا قوتِ سامعہ کی صفت اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہے

اس وقت فنائے قلبی حاصل ہوتی ہے اس کے بعد اگر محض فضل سے نفسِ حاضر (ذاتِ سالک) بھی زوال

کی طرف رخ کرے اور پوری طرح فنا ہو جائے اور حضور و توجہ کی نسبت اس طرف سے منقطع ہو کر اس کے

ساتھ مل جائے اور اس کا حضور اس کے ساتھ رونما ہو جائے تو فنائے نفس سے مشرف ہو جائے مصرع

ابن کار دولت است کنون تا کراد ہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو دیتے ہیں]

## مکتوب ۱۱۸



مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام مقامِ مشیخت کی رعایت اور اس کے بعض لوازم کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى، مکتوب مرغوب نے جو کہ آپ نے اس عرصہ میں ارسال کیا تھا موصول ہو کر مسرور کیا حق سبحانہ و تعالیٰ (اپنے) پسندیدہ طریقے پر استقامتِ عنایت فرمائے اور مبارک مقصد تک پہنچنے کی رکاوٹوں سے بچائے، آپ نے لکھا تھا کہ حکم کے مطابق طالبین کے مجمع کو ایک طرح سے مشغول رکھنا تھا اور کوئی شخص تاثیر کے بغیر نہیں رہتا تھا حتیٰ کہ ان میں اکثر پہلی ہی توجہ میں متاثر ہو جاتے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ کا حمد و شکر ہے، اس بڑی نعمت کا شکر بجالاتے ہیں اور عجب (خود پسندی) اور غرور سے ڈرتے رہیں اور اس امر کو جو کہ مقامِ دعوت ہے عظیم اور بزرگ جانیں اور اس کے حق کی ادائیگی سے (اپنے) قصور کا اعتراف کرتے رہیں اور طالبین کی طرف توجہات کرنے اور ان کے احوال کی جستجو میں تساہل نہ برتیں کہ یہ بہت بڑی عبادتوں میں سے ہے، اس امر سے قراغت اور اس کا حق ادا کرنے کے بعد اپنی طاقت کے مطابق دوسری طاعات مثلاً درس و اذکار میں مشغول ہوں، آپ نے یہ سنا ہوگا: ان احب عبادة الله الى الله من جب الله الى عبادة [بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے بندوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے بندوں کے دلوں میں ڈال دے]۔

آپ نے طالبین کی بوالہوسی اور عدم استقامت کی کچھ شکایت کی تھی اور انہیں طریقہ سکھانے سے افسردگی کا اظہار کیا تھا۔ میرے محروم! اس زمانے کے اکثر طالبوں کا یہی حال ہے، طالبِ صلاح کم ہیں لیکن خود استخارہ کرنے اور اس کے استخارہ کرنے اور شرح صدر حاصل ہو جانے کے بعد طریقہ سکھا دینا چاہتے ہیں اس کے بعد اگر بے استقامتی اور روگردانی کسی شخص میں ظاہر ہو کہہ دیجئے کہ ہوا کرے اس میں اسی کا نقصان، قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي اَدْعُو اِلَى اللّٰهِ عَلَىٰ بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنْ اَتَّبَعَنِي وَشِئْنِ اللّٰهِ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ [آپ کہہ دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ تعالیٰ کی طرف اس طرح پر دعوت دیتا ہوں کہ میں اور میرا اتباع کرنے والے واضح دلیل پر ہیں، اللہ تعالیٰ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔]

## مکتوب ۱۱۹

مولانا محمد امین کے نام ان کے خط کے جواب میں جو کہ واردات پر مشتمل تھا اور آیت مبارکہ قُلْ كُلُّ

مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اور آیت مبارکہ مَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ کے درمیان توفیق دینے کی

صورت میں اور حضور نقشبندیہ اور دیگر سوالات کے جواب میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى۔ برادر عزیز مولانا محمد امین کا مکتوب مرغوب موصول ہو کر فرحت و مسرت کا باعث ہوا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کا ذوق و شوق و توفیق زیادہ کرے! آپ نے ہجرت (جدائی) کے آلام کا اظہار کیا تھا۔ میرے مخدوم! دنیا دار الفراق (جدائی کی جگہ) ہے دعا کریں کہ ہم دار السلام (جنت) میں اکٹھے ہو جائیں، آپ نے لکھا تھا کہ "ان دنوں میں نیستی (فنائیت) اور سرلمحہ اہل دنیا کے تغیر کی دید تے سرے سے نازہ ہو گئی ہے"۔ میرے مخدوم! نیستی (فنائیت) کا دیکھنا عدم سے تعبیر کیا جاتا ہے جو کہ فنا کا مقدمہ (ابتداء) ہے اور سرلمحہ اہل دنیا کا تغیر سالک کے شہود سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل آٹھ منے زبانی بیان ہو چکی ہے۔ اور تیرا آپ نے لکھا تھا کہ تمام اہل جہان کو حق تعالیٰ جل و علا کے ظہورات پاتا ہوں اور مظاہر کے غلط دکھانے والے آئینے میں ذات واحد کے سوا اور کچھ مشہود نہیں ہوتا ہے اور نہیں جانتا کہ معبود کیا ہے اور عابد کون ہے"۔ میرے مخدوم! اس دید اور اس شہود کو دوسرے مشائخ کمال جانتے ہیں اور فتح الباب (دروازہ کا کھل جانا) کہتے ہیں اچھا و مبارک ہے، لیکن اس حال کے غلبہ کے وقت شرعی آداب کی پوری طرح حفاظت (رعایت) کرنی چاہئے اور بزرگی کے حقوق اچھی طرح بجالانے چاہئیں، اور یقین کرنا چاہئے کہ یہ شعبہ صحیح ہونے کی صورت میں محبوب کی محبت کے غلبہ کی وجہ سے ہے کیونکہ محبت (عاشق) جو کچھ دیکھتا اور جانتا ہے وہ محبوب (معشوق) کے سوا نہ کچھ دیکھتا ہے اور نہ کچھ جانتا ہے اور جہاں کہیں سے لذت حاصل کرتا ہے (اس کو) محبوب کی طرف منسوب کرتا ہے اور آپ نے جو عابد و معبود کے درمیان تمیز نہ ہونا لکھا ہے یہ مقام جمع سے پیدا ہوا ہے کہ جس کو کفر حقیقی بھی کہتے ہیں جب (سالک) فرق بعد الجمع کے مقام میں پہنچتا ہے اور کفر سے اسلام حقیقی میں آجاتا ہے تو عابد کو معبود سے متمیز (ممتاز) پاتا ہے اور خلق (مخلوق) کو خالق تعالیٰ سے جدا دیکھتا ہے اور جو کچھ اوپر بیان ہوا کہ "یہ شعبہ صحیح ہونے کی صورت میں" کیونکہ کثرت کے آئینوں میں ذات واحد تعالیٰ مشہود نہیں ہے۔

خلق را وجہ کے نماید او در کرام آئینہ در آید او

[وہ مخلوق کو چہرہ کب دکھاتا ہے؟ اور وہ کون سے آئینے میں آتا ہے]۔

آپ نے لکھا تھا "سبحان اللہ ان الحق اور سجانی کہنے والے کو اہل ظواہر لعنت بلامت کرتے

ہیں (برا کہتے ہیں) شاید وہ نہیں جانتے کہ غیرت کی نسبت سے کیا کھلتا ہے اور اس گرداب والوں کو کیا حال ہوتا ہے انہ" جان لیں کہ ممکنات کے حقایق عدوات میں جنہوں کے کمالات کے انعکاس کے ذریعہ سے امتیاز

حاصل کر لیا ہے، پس کمالات مرتبہ و جوب سے مستعار و مستفاد ہوتے ہیں اور ان کی ذاتیں عبادات کے سوا کوئی اور چیز نہیں ہوتیں اور جب یہ عبادت کا دیکھتا عارف پر غالب آجاتا ہے تو وہ انوکھی کمال کو ٹھیک اصل کے سپرد کر دیتا ہے اور اپنے آپ کو محض عدم دیکھتا ہے اور مستی اور اس کے توابع کی بو اپنے اندر نہیں پاتا اس وقت وہ فناے حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے نہ یہ کہ اپنے آپ کو عین حق تعالیٰ پائے کیونکہ خودی اس سے زائل ہو چکی اور اتانیت کی جڑ اکھر چکی ہے (اس لئے) اپنا الحق اور اس جیسے دوسرے کلمات نہیں کہتا، معدوم کو موجود حقیقی کے ساتھ کیا اتحاد اور کونسی شرکت ہے، غیرت کی نفی سے مقصود خیر و کمال میں واجب تعالیٰ کے ساتھ ممکن کی شرکت کا منتفی ہونا ہے اور یہ شرکت کی نفی اس صورت میں پورے طور پر حاصل ہے اس اشراک کی نفی کے لئے کیا ضرورت ہے کہ ہم عینیت کے قائل ہوں اور جن چیزوں سے

بچنا چاہئے ان میں مبتلا ہوں۔ ان روایتوں یعنی آیہ کریمہ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ [کہہ دیجئے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے] اور آیہ کریمہ مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنَ نَفْسِكَ [جو بھی بھلائی تجھ کو پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو بھی برائی تجھ کو پہنچتی ہے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے] کے درمیان توفیق کی صورت آپ نے دریافت کی تھی۔ جان لیں کہ سیئات کہ جس سے مراد اس جگہ بلیات (آزماشیں) ہیں کا پیدا کرنا حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ہے لیکن جزا بندے کے بُرے اعمال کی وجہ سے ہے اور وہ اپنے عمل کی شامت (برائی) کی وجہ سے بلا و مصیبت کا موثر نازل ہونے کی جگہ ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا ما من مسلم یصیب

وصب ولا نصب حتی الشوكة یشاکرھا و حتی انقطاع شسع نعلہ الا بذنب و ما یعفو اللہ اکثر [کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ جس کو کوئی بیماری یا سختی پہنچے حتیٰ کہ اس کو کاٹنا لگے یا اس کی جوتی کا کوئی تسمہ ٹوٹے مگر یہ کہ وہ کسی گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور اکثر گناہوں کو تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔] پس بلا (مصیبت) کی پیدائش اور اس کے پہنچنے کے اعتبار سے فرمایا قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ اور گناہوں کے کسب کے ذریعہ اس (مصیبت) کو خود پر مسلط کر لینے کے اعتبار فرمایا فَمِنَ نَفْسِكَ پس کوئی تضاد (مخالفت) نہیں ہے بخلاف حسنہ (بھلائی) کے کہ محض (اللہ تعالیٰ کا) فضل و کرم ہے، بندہ کے تمام نیک اعمال وجود کی نعمت کا بدلہ بھی ادا نہیں کر سکتے دوسری نعمتوں کو تو کیا پہنچیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: لا یدخل الجنة احد الا برحمة اللہ قبل ولا انت قال علی و علی الہ الصلوٰۃ و السلام و ما انا [جنت میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر داخل نہیں ہوگا۔ عرض کیا گیا اور کیا آپ بھی

سے ترجمہ کہہ دیجئے سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ سہ ترجمہ: پس تیری اپنی ذات کی طرف سے ہے۔

نہیں داخل ہوں گے؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور میں بھی نہیں [اور یہ جو دنیا و آخرت کی بعض نعمتوں کو قرآن و احادیث میں بندہ کے عمل کی جزا فرمایا ہے یہ بھی فضل و کرم کی وجہ سے ہے کہ محض فضل کی وجہ سے بندہ کے عمل کو اس درجہ تک پہنچا دیا گیا ہے۔

چشم دارم کہ دیدار شک مرا حسن قبول آنکہ در ساختہ است قطرہ بارانی را

(اے اللہ) کہ جس نے بارش کے قطرہ کو موتی بنا دیا ہے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ میرے آنسوؤں کو حسن قبول عطا فرمائے گا۔ اور نیز جو وجود کہ بالاصالت حضرت معبود تعالیٰ کے لئے خاص ہے وہ ہر خیر و کمال کا مبداء ہے پس مبداء حسنات وہی ذات تعالیٰ و تقدس ہے اور عدم جو کہ ممکن کی ذات ہے ہر شر و نقص کا منشا (جائے پیدائش) ہے پس بیانات (برائیوں) کا منشا ذات ممکن ہوئی اور آئیہ کریمہ قل کل من عند اللہ پیدا کرنے کے اعتبار سے ہے منشا اور چیز ہے اور پیدا کرنا اور چیز ہے جیسا کہ کہتے ہیں کہ بیانات کا منشا (جائے پیدائش) زمین ہے اور مروارید کا منشا پانی ہے حالانکہ ان کا پیدا کرنا اُس (اللہ) تعالیٰ کی طرف سے ہی نسبت نقشندہ اور ان اکابر کے حضور خاص کے بارے میں دریافت کیا گیا تھا، جان لیں کہ نسبت نقشندہ اور ان حضرات کا حضور ایک ایسا شہود ہے جو شاہدی و شہودی کے وصف سے بری (پاک) ہے اور ایک ایسا حضور ہے جو حاضر اور حاضریت کی نسبت سے برتر ہے کیونکہ حیرت سے تعلق رکھتا ہے اور اس مقام میں حتی سجانہ کا شہود خود بخود ہے اور اس حضور کو حضور بے غیبت بھی کہتے ہیں۔ قدوة المحققین ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) نے لکھا ہے کہ اندراج النہایت فی البدریۃ (ابتداء میں انتہا کا درجہ ہونا) اس مقام میں صورت پذیر ہوتی ہے اور اس طریقہ میں طالب کو اس نسبت کا حاصل ہونا ایسا ہے جیسا کہ دوسرے سلسلوں میں اپنے پیروں سے اذکار و اواراد کا اخذ کرنا ہے تاکہ اس پر عمل کرے اور مقصود کا پتہ لگائے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا [میرے گلستان سے میری بہار کو قیاس کر]

اور نیز آپ نے مشائخ نقشندہ کے بارے میں لکھا تھا کہ ”وہ فرماتے ہیں کہ ہم فضلی ہیں کیونکہ دوسروں کی نہایت (انتہا) ہماری بدایت (ابتداء) میں مندرج ہے، پس ان حضرات رضی اللہ عنہم کی نہایت سے کیا مراد ہے۔“ میرے محترم! اس معنی کا بیان ان اکابر کی کتابوں میں کسی جگہ نظر سے نہیں گذرا معلوم نہیں ہے کہ (سوائے ہمارے حضرت عالی قدس سرہ کے) کسی نے اس معنی کی شرح کی ہو، کیونکہ آپ نے اس سوال کا جواب تفصیل کے ساتھ مکتوبات شریفہ کی جلد اول کے دو سو اکیسویں مکتوب میں لکھا ہے اگر اس معنی کا شوق دامتگیر ہو تو وہاں سے مطالعہ فرمائیں اور جو واقعہ آپ نے دیکھا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ قدوة المحققین ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) تمام اولیاء سے حتیٰ کہ فلاں عزیز سے بھی افضل ہیں اور اپنے

اس واقعہ سے ایک گونا گونا ضرب ظاہر کیا ہے۔ میرے مخدوم! اضطراب کا کوئی مقام نہیں ہے کیونکہ اس جگہ افضل النفع کے معنی میں ہو سکتا ہے اور اسی معنی میں حضرت خواجہ خازن قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے

سایہ رہبر بہ است از ذکر حق - [رہبر کا سایہ حق تعالیٰ کے ذکر سے بہتر ہے]

یعنی پیر کی صورت کی حفاظت کہ جس کو رابطہ کہتے ہیں مرید کے لئے ذکر کرنے سے زیادہ قادرہ مندر ہے۔ اور جو واقعہ کہ آپ نے بوا سیر کی انگوٹھی کے بارے میں دیکھا ہے وہ آپ نے لکھا تھا، حق یہ ہے کہ فقیر بھی اس انگوٹھی کو اچھا نہیں سمجھتا۔ حدیث شریف من علق شیئا وکل الید [جس نے کوئی چیز لٹکائی وہ اس کے سپرد کر دیا گیا] کا مضمون آپ نے سنا ہوگا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "نا انصاف لوگ تہمت لگاتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔" میرے مخدوم! اگر آپ میں ریبات نہیں ہے تو ان کی تہمت آپ کے لئے کفارہ ہو جائیگی دل میں کچھ خیال نہ لائیں نعوذ باللہ من المحور بعد الکور [ہم فراخی کے بعد تنگی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں] حق سبحانہ و تعالیٰ سے استقامت طلب کریں اور اس دور افتادہ کو دعا سے فراموش نہ کریں۔

## مکتوب ۱۲۰

مولانا محمد حنیف کے نام، اس کے عرصہ کے جواب میں تحریر فرمایا جو کہ بلند حالت اور روشن واقعہ پر مشتمل تھا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ۔ برادر عزیز مولانا محمد حنیف کا مکتوب گرامی پہنچ کر بہت زیادہ خوشی و مسرت کا باعث ہوا حضرت حق سبحانہ قرب کے درجات میں بے حد ترقیات عنایت فرمائے آپ نے لکھا تھا کہ "یہاں پہنچنے کے بعد ایک کیفیت ظاہر ہوتی ہے اور تمام بدن میں سرایت کرتی ہے الخ" اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ ایسا سمجھ میں آتا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کو اس نسبت کے حاصل ہونے میں کامل دخل ہے جس قدر تلاوت کرتا ہے وہ نسبت طاقت پکڑتی ہے اور اگر تلاوت میں کچھ قوتور ہوتا ہے تو اس نسبت میں بھی قوتور واقع ہو جاتا ہے۔

میرے مخدوم! ہو سکتا ہے کہ اس کیفیت کا انتشار (جائے پیدائش) حقیقت قرآنی ہو اور چونکہ آپ محبت کا رابطہ اس نسبت والوں کے ساتھ درست رکھتے ہیں اور استعداد کی جمعیت بھی رکھتے ہیں اس کیفیت اور اس قسم کی اور کیفیات کا حاصل ہونا آپ سے نزدیک ہے مختصر یہ ہے کہ مذکورہ نسبت ظلال کی نسبتوں سے اوپر ہے اور اصل الاصل کے ساتھ وابستہ معلوم ہوتی ہے، آپ نے مخصوص کمالات اور ضمنی نسبت کا شوق

ظاہر کیا تھا ہو سکتا ہے کہ اس سے کچھ حصہ حاصل ہو چکا ہو، اور یہ کیفیت جو آپ نے لکھی ہے اسی کا اثر ہو، فقیر نے اس بارے میں غور نہیں کیا ہے امیدوار رہیں۔

ازاں طرف نہ پذیرد کمال او نقصان      وزیں طرف شرف روزگار من باشد

[اُس (اللہ تعالیٰ) کے کمال میں تو کوئی کمی نہیں آتی اور میرا درجہ بلند ہو جاتا ہے] آپ نے جدید مسودات طلب کے تھے اگر توفیق پائی تو ہم ایک دوست سے کہیں گے کہ اگر اس میں سے کوئی چیز نقل کے قابل ہو تو نقل کر کے بھیج دے۔ اور یہ واقعہ جو آپ نے دیکھا تھا کہ گویا کوئی شخص اپنے منہ کا تنوک میرے منہ میں ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ آسرو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امانت ہو جو آنحضرتؐ نے آپ کیلئے دی تھی میں نے پہنچا دی، نہایت اہل اور امید دلانے والا ہے اگرچہ اس کا اثر فی الحال ظاہر نہ ہو۔

اور جو کچھ آپ نے اپنے دوستوں کے حالات میں لکھا تھا (اس نے) بہت مسرور کیا، تمام حالات موزوں اور مقبول ہیں ایک دوسرے کے ساتھ دست و گریبان (مربوط) ہیں، اللہ تعالیٰ ترقیات عطا فرما کر مطلب حقیقی تک پہنچائے اور چونکہ اعتکاف کے دن تھے اور ضروری کام درپیش تھے زیادہ تحریر کے ساتھ مشغول نہیں ہو سکا اور ضروری جوابات پر کفایت کی۔ رَبَّنَا آئِمَّةً لَّنَا وَرَبَّنَا وَاعْفِرْ لَّنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ [اے ہمارے رب ہمارے لئے ہمارے نور کو پورا کر دے اور ہمیں معاف فرما دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے] خط لکھنے کے بعد نسبت ضمنیہ کے حاصل ہونے کے بارے میں قدرے غور کیا گیا کچھ واضح نہیں ہوا اگر مقرر ہے تو پھر اس بارے میں پوری طرح غور و توجہ کریگا۔ انہ المیسر لکل عہد [بیشک وہی (اللہ تعالیٰ ہی) ہر مشکل کو آسان کرتے والا ہے]

## مکتوبات

پیرزادہ خواجہ عبید اللہ کی خدمت میں اس بارے میں تحریر فرمایا کہ سبقت (پیشقدمی) اصل کی طرف سے ہے اور ظل کسی چیز کے ساتھ مستقل نہیں ہے۔

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے نبی کریم اور ان کی آل اجداد علیہم الصلوٰات والبرکات الی یوم التناد کے طفیل یہ حضرت مخدوم و مخدوم زادہ کو دیر تک دوستوں اور بھلائی چاہنے والوں کے سروں پر باقی اور قائم رکھے۔ آپ کے گرامی عنایت نامہ کے ورود سے مشرف ہوا امید ہے کہ اس فراق زدہ ناکارہ کو کبھی کبھی اپنے معطر دل کے گوشہ میں لا کر لطافت و عنایات سے نوازتے رہیں گے، اس طرف سے سراسر کوتاہی ہے معاف فرمائیں بیشک گرم گرمیوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ مصرع

درخانہ بکد خدائی ماتدہمہ چیز [گھر میں ہر چیز مالک کی ہوتی ہے] ابتداءً مبداء کی طرف سے اور پیشقدمی اصل کی طرف سے ہونی چاہئے، پہلے ہی سے اسی طرح ہونا آیا ہے اور اشد شوق اس بارگاہ کے ساتھ منسوب ہوا ہے جو خیر و کمال کہ ظل رکھتا ہے اصل سے مستفاد و مستفاد کا ظل کسی چیز میں بھی اپنے ساتھ استقلال نہیں رکھتا اگر وہ خیر و کمال کی نسبت اپنی طرف کرے تو خائن ہوگا اور اصل کے ساتھ برابری کا دعویٰ کرے گا اس کے حق میں اپنے آپ سے کمال کی نفی کرنا ہی کمال ہے اور خیریت (بھلا ہونے) کے سلب (نفی) میں ہی خیریت (بھلائی) ہے جو حصہ کہ وہ اصل سے رکھتا ہے انتسابات کو اس (اصل) کی طرف لوٹانے کے بعد (ظل کے لئے) محمولات سے ہوتا ہے جس قدر اصل کا ظہور زیادہ ہوگا اسی قدر ظل کا محمولاتی ہونا زیادہ ہوگا کسی نے کیا اچھا کہا ہے

۲۷۲

معشوق اگرچہ گشت ہمنمائے ما ویران تر از اول ست ویرانے ما

[اگرچہ معشوق ہمارا ہمنمائے ہو گیا ہے لیکن ہمارا ویرانہ پہلے سے بھی زیادہ ویران ہے] ظل بیچارہ جو کہ نفی ہونے کے سوا اصل سے اور کچھ حصہ نہیں رکھتا اس کے کمال و جمال سے کیا خبر رکھتا ہوگا مگر یہ کہ عدم کے بعد پایا جائے اور ولادتِ ثانیہ کے ساتھ پیدا کیا جائے پس اس وقت (اس قابل ہو سکتا ہے، کیونکہ) بادشاہ کی بخششیں اس کی سواریاں ہی اٹھاتی ہیں

ومن بعد هذا ما يدق صفاته وما كثر احطى لديره واجمل

[اور اس کے بعد وہ مقام ہے جس کی صفات کلیان بہت مشکل اور وہ مقام ہے جس کا چھپانا اس کے نزدیک زیادہ مناسب بہتر ہے] بات دوسری جگہ چلی گئی، مقصود یہ ہے کہ اس طرف کی تفصیلات پر نظر نہ کرتے ہوئے غائبانہ توجہ سے فراموش نہ کریں اور اس عاصی کو دعائے خیر و سلامتی خاتمہ سے یاد فرماتے رہیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

## مکتوب ۱۲۲

مولانا محمد صدیق پشاوری کے نام ان کے احوال کی شرح اور ان سوالات کے جوابات میں جو

انہوں نے پوچھے تھے اور ان کے دوستوں کے احوال کی تحسین کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى: آپ کا پسندیدہ مکتوب پہنچا چونکہ حالات و کیفیات

کی استقامت اور احوال کی سنجیدگی کی خبر دینے والا اس لئے اس کے مطالعہ نے فرحت بخشی، اللہ تعالیٰ جل و علا کا شکر بجا لائیں اور مزید انعامات کے طالب رہیں لئن شکرتم لآزیدنکم [اگر تم شکر کرو گے

تو میں ضرور تم کو اور زیادہ دونگا) آپ نے لکھا تھا کہ ”خود کو دوسرے عالم میں جانتا ہے اور اس عالم کے ساز کوئی مساس (تعلق) نہیں رکھتا“ اس کا منشا (جائے پیدائش) باطن کا عالم سفلی سے انقطاع اور عالم علوی کے ساتھ اس کا اتصال ہے لیکن یہ دید (مشاہدہ) عروج کے وقت میں ہے اور نزول کے وقت جبکہ ظاہر و باطن (دونوں) کے ساتھ مخلوق کی طرف متوجہ ہے یہ دید مفقود ہے، اور یہ جو آپ اپنے جُتہ (بدن) کو حجاب کی طرح بے حس و حرکت پاتے ہیں اور مستی کا کوئی اثر اپنے اندر نہیں سمجھتے فنا کی وجہ سے ہے اور جو آپ خود کو انوار میں گھرا ہوا دیکھتے ہیں اور نور کے دریاؤں کو اپنے اندر حلول کرتا ہوا پاتے ہیں اور نور کے اجزائیں سے ہر جزو کو اپنے اجزا جانتے ہیں ہو سکتا ہے کہ بقا کی وجہ سے ہو۔

جان لیں کہ فنا سے نفس میں معنی یہ ہے کہ سالک ذوق (وعدان) کے ساتھ اپنے وجود و توابع وجود یعنی صفات کمال کو کمالاتِ واجبی (تعالیٰ) کا ظلال پائے اور یہ دید (دیکھنا) ایسی غالب آجاتے کہ ان کمالات کو پوری طرح اصل کے سپرد کر دے اور خود کو مردہ جہاد دیکھے اور انا کے ساتھ تعبیر نہ کرے، نہ اپنے اندر کوئی ذکر پائے اور نہ کوئی توجہ، محقق (اس مقام پر پہنچنے) کے بعد اس کی توجہ اس کے ساتھ ہے اور بقا و ولادتِ ثانیہ کے ساتھ وابستہ ہے من قتلتمہ فانا دینہ [جس کو میں قتل کرتا ہوں اس کا خونہا میں خود ہوتا] اس وقت عارف کو اپنے پاس سے اوصاف و اخلاق عطا فرماتے ہیں اور عارف اپنے آپ کو معروف کے اوصاف کے ساتھ زندہ اور جاننے والا اور سننے والا اور دیکھنے والا اور بولنے والا پاتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ فنا و بقا حقیقت میں اس اسم کے ساتھ ہے جو کہ سالک کا مبداء تعین ہے نہ کہ حق تعالیٰ و تقدس کی ذات اقدس کے ساتھ، اگر فنا و استہلاک ہے اسم میں اور اگر تحقق (موجود ہونا) و بقا ہے تو وہ بھی اس اسم کے اوصاف کے ساتھ ہے کیونکہ ہر اسم اسما و صفات کا جامع ہے اور یہ بات کہ سالک بغیر اس کے انتسابات کو اصل سے جانے اور اصل کے سپرد کرے اپنے آپ کو نہ پائے اور معدوم دیکھے تو اس کو معدوم سے تعبیر کیا جاتا ہے جو کہ فنا سے جذبہ ہے کہ اس (کیفیت) سے عود (واپس لوٹنا) ممکن ہے بخلاف فنا سے حقیقی کے جو کہ عود سے محفوظ ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ نمازیں تصور کرتا ہے کہ رکوع اور سجدہ کرنے والا کوئی دوسرا شخص ہے اور نماز کے بعد خاص کیفیت پیش آتی ہے اس طرح پر کہ باطن تمام کا تمام حلاوت اور لذت اندوزی میں چلا جاتا ہے۔ یہ حالت بہت ہی اچھی ہے اور حالت نماز کی کیفیت کو بغیر نماز کی کیفیت پر بہت زیادہ توقیت ہے جولذت کہ نماز ادا کرنے میں خاص کفرض نمازیں ظاہر ہوتی ہے وہ کام کی انتہا کی خبر دینے والی ہے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ واردات اور بلنداشارات والی بشارات کا وارد ہونا اور معارف و اسرار کا



ظہور کمال کے لئے شرط ہے یا نہیں؟ (ان امور کا) شرط ہونا مفقود ہے اگرچہ ان امور کا مرتب ہونا کمال پر  
موقوف ہے۔ اور نیز آپ نے پوچھا تھا کہ وہ علامات جو متوسط و انتہی کے حال سے تعلق رکھتی ہیں کونسی  
ہیں اور انتہی متوسط سے اور متوسط انتہی سے کن چیزوں کے ساتھ ممتاز ہوتا ہے؟ جان لیں کہ توسط و انتہا کے  
درجے بہت سے مراتب ہیں ولایت میں کتنے ہی مراتب ہیں جن میں سے بعض بعض کے اوپر ہیں (اس طرح) کہ نیچے  
کے مرتبہ کی انتہا اوپر کے مرتبہ کی ابتدا ہے اور ولایت کے مراتب طے کرنے کے بعد مرتبہ نبوت کے کمالات  
میں کہ ان (مراتب ولایت) کی نہایت اس (مرتبہ نبوت) کی ابتدا ہے لیکن پہلی (مراتب ولایت) کا کمال  
انتہا و انتہا قتا ہے جس کو ماسوا کے نسیان اور زوالِ علوم سے تعبیر کرتے ہیں، اگر اشارہ کے علم حصولی کا زوال  
تو قفائے قلب ہے اور اگر علم حصولی کا زوال ہے تو قفائے نفس ہے، یہ نسیان قرب ولایت میں فی  
نفسا نفسہ کمال بھی ہے اور دوسرے ان کمالات کے لئے جو اس کے اوپر ہیں شرط بھی ہے اور نماز میں لذت کا  
ممتاز ہونا انتہا کی خصوصیات میں سے ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ سیر کی انتہا بقا باللہ  
بلکہ ہے یا فنا و بقا باللہ کے معاملات گزر جانے کے بعد نہایت کسی دوسری چیز سے تعلق رکھتی ہے اور  
یہ وہ کیا ہے؟ جان لیں کہ فنا و بقا جو کہ اصول اور اصول اصول کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں (ان) کے معاملات  
ممتاز سے گزر جانے کے بعد جہل و حیرت کے ساتھ واسطہ پڑتا ہے یہ وہ جہل و حیرت نہیں جو کہ متعارف (مشہور)  
ہوتا ہے کہ وہ تو نقص ہے یہ وہ جہل و حیرت ہے جو کہ علم و معرفت پر ہزاروں درجہ فوقیت رکھتی ہے من لم  
تدبذق لم یدر جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا اور نیز اس معاملہ کے گزر جانے کے بعد ایسی نسبت  
کی ہے جس کی کیفیت معلوم ہو ظاہر ہوتی ہے کذا و کذا اثم کذا و کذا [یعنی پھر اس کے بعد اس قسم کی معمول کیفیت  
تو نسبت ظاہر ہوتی ہے اور پھر اس کے بعد بھی اسی طرح کی کیفیت پیش آتی ہے] ان معاملات کے بارے میں سوائے  
ان اشارات کے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ (آپ کی) موجودگی میں اگرچہ میں چاہتا تھا کہ اس قسم کی باتیں آپ سے  
جان بیان کروں لیکن چونکہ آپ کے شوق کی باگ کو اس سے پھرا ہوا دیکھتا تھا تو میں بھی سخن کی باگ کو پھیر لیتا  
بالتعاقب جبکہ معاملہ سر پر آ گیا ہے شوق کی رگ کو حرکت ہوئی ہے مزید چند سطریں آپ کے مفہم کے مطابق  
ہوتے لکھتا ہوں غور سے سنیں۔

قفائے نفس کا معاملہ جو کہ اوپر بیان ہو چکا ہے تجلی صفات کا نتیجہ ہے اور اس (مقام) سے  
خسارہ کرنے کے بعد معاملہ تجلی ذات کے ساتھ ہے اور اس تجلی کا معاملہ گفتگو سے باہر ہے ذوقی و وجدانی ہے  
بیانی اور ترجمانی نہیں ہے اس قدر ہے کہ یہ تجلی ذاتی دائمی ہے اس لئے کہ ذات جب تجلی فرماتی ہے تو پھر  
اس کے لئے استتار (پوشیدگی، چھپنا) نہیں ہے، یہاں سے معلوم ہوا کہ تجلی برقی جو بزرگوں نے کہا ہے

وہ تجلی ذات تعالیٰ و تقدس نہیں ہے (بلکہ) ذات تعالیٰ کے شیونات میں سے کسی شان کی تجلی ہے اور حضرت شیخ ابن عربی قدس سرہ نے تجلی ذات کو اس عبارت سے تعبیر کیا ہے "ذات کی تجلی متجلی لہ کی صورت کے ساتھ ہونے کے سوا نہیں ہوتی پس متجلی لہ نے حق کے آئینہ میں اپنی صورت کے سوا نہیں دیکھا اور اس نے حق کو نہیں دیکھا اور یہ ممکن (رہی) نہیں ہے کہ وہ اس کو دیکھے" اور شیخ قدس سرہ نے اس تجلی کو تجلیات کا منتہی کہا ہے اور فرمایا ہے "پس اس بارے میں کہ تو تجلی ذاتی کے اس درجے سے ترقی کرے طمع نہ کر اور اپنے آپ کو نہ تھکا" اور ہمارے حضرت عالی (محمد الف ثانی) قدس اللہ سبحانہ سرہ الاقدس نے اس تجلی کو ذات تعالیٰ کے شیونات میں سے کسی شان کی تجلی مقرر فرمایا ہے کیونکہ وہ شان اس اسم کے اصول میں سے ایک اصل ہے جو کہ سالک کا مبداء تعین ہے اور اس تعلق کی وجہ سے عارف کی صورت کی آئینہ داری کی ہے اور اس کے رنگ میں ظاہر ہوئی ہے نہ کہ تجلی ذات تعالیٰ بلکہ تجلی شان بھی تنزیہی طریق پر نہیں ہے صورت کی آئینہ داری کے ساتھ مقید اور اس کا حکم لئے ہوئے ہے۔

"آپ نے غائبانہ توجہ کے لئے لکھا تھا کہ کس طرح پر ہے" توجہ میں حضور و غیب (حاضر اور غائب ہونا) برابر ہے اس معاملہ میں عمدہ واحد ہونا اور اپنے آپ کو متفرق توجہات سے جمع (یکسو) کرنا ہے، اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ "مریدوں کے احوال کا علم نہ ہونا نقص کا سبب ہے یا نہیں"۔ جان لیں کہ اختیاری سلوک و تسلیک میں پیر کو مرید کے احوال کا علم ہونا اور اسی طرح مرید کو اپنے احوال کا علم ہونا ضروری ہے اور ہمارے طریقہ میں جو کہ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے یہ کچھ درکار نہیں ہے نہ پیر کی جانب میں نہ مرید کی جانب میں کیونکہ اس طریقہ میں فائدہ پہنچانا اور فائدہ حاصل کرنا انعکاسی اور انضباطی (رنگ میں رنگا جانا) ہے، مرید شیخ کامل کی صحبت میں بقدر محبت اور فانی الشیخ ہونے کے ہر گھڑی اس کے رنگ میں رنگا جانا ہے اس صورت میں فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے میں علم ہونے کی کیا ضرورت ہے، خرپوزہ جو کہ سورج کی گرمی سے پک جاتا ہے کیا ضروری ہے کہ سورج یا خرپوزے کو پختہ کرنے یا پختہ ہو جانے کا علم ہو، اس طریق میں اپنے شیخ کے ساتھ مناسبت کی جس قدر وجوہ زیادہ پیدا کرتا ہے اس کے حق میں اسی قدر انضباط (رنگ میں رنگا جانا) زیادہ حاصل ہوتا ہے اور مناسبت کے ایسا حاصل کرنا ظاہر و باطن میں شیخ کا اتباع کرنے کے ساتھ ہے کہ اپنے اندر بال برابر بھی مخالفت و اعتراض کی مجال نہ پائے کہ یہ راستہ کی رکاوٹ اور خسارہ کا سبب ہے اور نیز اس کی خدمت اور آداب کی رعایت کرتے ہیں جیسا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے اور پیر کے ساتھ محبت و اعتقاد میں سختی ہونے میں ہے سے

زان روئے کہ چشم تست احوال      معبود تو پیر تست اول

کیونکہ تیری آنکھ احوال (پڑھا دیکھنے والی ہے) اس لئے اول تیرا معبود تیرا پیر ہے [ آپ نے لکھا تھا کہ مریدوں میں فنائے قلبی کے حاصل ہونے تک ان کے ساتھ شوق سے نسبت رکھی جاتی ہے اس کے بعد اتریت کم معلوم ہوتا ہے اور حیدراں ادراک میں نہیں آتا۔ میرے محرم! ہمارے بزرگوں کی نسبت بلندی کے کمال کی جانب میں جہالت و حیرت سے زیادہ قریب ہے جس قدر ظلال کی قید سے رہائی پاتا ہے اور اصل کے ساتھ تعلق پیدا کرتا ہے علم و معرفت کے مقامات ظن سے اس قدر زیادہ دور جا پڑتا ہے۔ قدوة المحققین ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سرہ الاقدس نے لکھا ہے: "باطن کی نسبت جس قدر جہالت میں جائے گی اسی قدر زیادہ اچھی ہوگی" مریدوں کو اذکار و طاعات کی پابندی میں مشغول رکھیں اور خدشات کے بجالانے اور آداب کی رعایت کرنے کی ترغیب دیتے رہیں اور بیکار نہ چھوڑیں امید ہے کہ بزرگوں کی خاص نسبت سے پرہ ور ہوں گے، مقصود نسبت کا حاصل ہونا ہے۔ اس کا علم ہونا دوسری بات ہے اگر دیں تو بہت اچھا اور خوب ہے ورنہ غم نہیں ہے، نسبت جب دیر سے نکلتی اور تکلیف اٹھا کر حاصل ہوتی ہے تو قدر و منزلت رکھتی ہے اور جو چیز آسانی سے اور جلدی حاصل ہو جاتی ہے کچھ زیادہ قدر و منزلت نہیں رکھتی اور اگر کوئی شخص جلد بازی کرے وہ بواہوس ہے طالب اور صحبت کے بلکہ قابل نہیں ہے، لوگ کمینہ دنیا کے طلب کرنے میں کیا کچھ تکلیفیں نہیں اٹھاتے حق جل و علا کی طلب سے اس (تکلیفیں اٹھانے) کی زیادہ حقدار ہے بزرگوں نے اس طلب میں بہت سی ریاضتیں میں دینا عمریں گزاری ہیں

اوحدی شصت سال سختی دید تاشے روئے نیک بختی دید

بر سر پائے چلہ داشتہ ام تخم وحدت بسینہ کاشتہ ام

[ اوحدی نے ساٹھ سال تک سختی دیکھی تب کہیں ایک رات نیک بختی کا چہرہ دیکھا۔ میں نے چلہ کو ٹھوکر پر رکھا،

(یعنی خیر جانا ہے اور) وحدت کا بیج سینے میں بویا ہے]۔ فنائے قلبی جو کہ ہمارے طریقہ میں بعض طالبوں کو

سہولت کے ساتھ حاصل ہو جاتی ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کسی کی آنکھیں باندھ دیں اور کچھ

منزل پر پہنچا دیں اور کئی سالوں کا راستہ آنکھ جھپکنے میں طے کر دیں، ہزاروں احوال و مواجید و تلویحات

اور متلونہ و غیر متلونہ الوان و اتوار کے مشاہدات اور کشوف و واردات جو کہ حقیقی مقصد سے اتنا زیادہ

تعلق نہیں رکھتے اس نسیان کی گرد کو بھی نہیں پہنچتے، اور طالبان کے حق میں اس معنی کا حاصل ہونا

آسان کام نہ جائیں اور سیرالی اللہ کا دائرہ کہ جس کا اندازہ پچاس ہزار سال کے راستہ کے ساتھ کیا

گیا ہے پوری طرح طے کرنے کو آسان نہ جائیں اور تلویحات سے پوری طرح نکلنے اور تمکین کے ساتھ

مل جانے کو خیر امر خیال نہ کریں ہاں یہ معاملہ دوسرے کمالات کی بہ نسبت جو کہ اس کے اوپر ہیں

ایسا ہے جیسا کہ دریائے محیط کے بالمقابل ایک قطرہ ہے

آسمان نسبت بعرش آمد فرود ورنہ بس عالی مست پیش خاک تو

[آسمان عرش کی بہ نسبت بہت نیچے واقع ہوا ہے ورنہ خاک کے تودہ کے سامنے تو بہت ہی بلند ہے] حضرت شیخ الشیوخ (شہاب الدین سہروردی) قدس سرہ کتاب عوارف (عوارف المعارف) میں عوارق و کرامات کے ذکر کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ جل شانہ کی عنایات ہیں ایک جماعت کو اس کے ساتھ مشرف کرتے ہیں اور کبھی (ایسا) ہوتا ہے کہ ان سے بزرگ ایک جماعت ہوتی ہے کہ ان کو ان عوارق و کرامات میں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ سب عوارق و کرامات ذات تعالیٰ کے ذکر سے حقیر ہیں اور قلب کے ذکر کے ساتھ تجوہر یعنی ملکہ حضوری حاصل کرنے پر کم درجے کے ہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ "ملا عبد اللہ نام ایک دوست ایک ہفتہ میں فنائے قلبی کو پہنچ گیا اور ابتدائے زمانہ سے ایک ماہ کے بعد اس نے اپنے ذکر کے جو احوال ظاہر کئے وہ سب فنائے نفس کے مشابہ ہیں اور اس فنا کی علامات ظاہر ہوئی تھیں۔" میرے مخدوم! یہ نادر اور عجیب و غریب امور میں سے ہے مگر بہت کم لوگوں کو اس تیرکی کے ساتھ یہ دونوں دولتیں میسر ہوئی ہوں گی۔ آپ نے لکھا تھا کہ "ملا ادریس بہت بلند احوال رکھتا ہے اور اس کی صحبت اثر کرنے والی ہے استخارہ کے بعد لوگوں کی ایک کو ذکر سکھانے) کی اجازت اس کو دے دی گئی ہے۔" میرے مخدوم! جب مشا را لیبہ (شخص مذکور) اس تعداد کو پورا کر لے تو پہلی تعداد سے دو چہر یا اس سے زیادہ کی اس کو اجازت دیدیں اور اسی طرح تعداد بڑھاتے ہیں اور وقت اس میں شرعی طریقوں اور صوفیوں کی عادات و اطوار پر استقامت سمجھیں اور فنا و تمکین کا معاملہ مشاہدہ کریں اگر بہتر جائیں تو استخاروں کے بعد سفارت کے طریق پر سنت سنیہ علی مصدرہا الصلوات و التسلیمات پر استقامت کی شرط کے ساتھ مطلق اجازت دیدیں۔ اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ صوفی محمد شریف جو کہ مریدوں میں سے ہے کابل سے آیا ہے اس کی نسبت و حال کو اپنی نسبت و حال سے فائق پایا۔ میرے مخدوم! فقیر نے بھی اس عزیز کے ساتھ ایک مجلس میں مجالست کی تھی اور بہت خوش ہوا تھا لیکن فوقیت رکھنے میں توقف ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اور تمام بھائیوں کو کرامت و ترقی و توفیق میں زیادتی عطا فرمائے۔ رَبَّنَا آتِنَا نُورًا وَاعْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۰۰﴾ ہمارے رب! ہمارے لئے ہمارے نور کو پورا فرمادے اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

۲۷۷

بسم عوارف برہا شیبہ اجاء ص ۳۲۹ جز ثانی - ۸۷ سورت ۶۶ آیت ۸۔

## مکتوب ۱۲۳

مرزا عبید اللہ کے نام بلند ہمتی پر زغیب اور دوسرے مشاہدات پر اس شہود کی فضیلت کے بارے میں جو کہ احکام شرعیہ میں رونما ہوتا ہے تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى: برادر اعزاز شدار حمند کا مکتوب عزیز میر دوست محمد نے سچا کر خوشوقت کیا، اللہ تعالیٰ عافیت اور ترقیات کے ساتھ رکھے۔ آپ نے لکھا تھا کہ غیر وغیرت کے شہود کی اس حد تک کامل نفی ہو گئی ہے کہ کسی ظلی اور اعتباری معاشرت کو بھی پسند نہیں کرتا بلکہ کوئی دوسرا وجود ثابت کرنا کفر معلوم ہوتا ہے اس کے باوجود بندگی اور عبادت کی رعایت اپنی جگہ پر قائم ہے اور آپ ظاہری شرع کے طریقوں سے حتی الامکان ایک دقیقہ بھی ترک نہیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اجل سلطانی کا شکر بجالائیں کہ باطن اس قسم کے حال سے پوری طرح مغلوب ہو اور ظاہر آداب شرعیہ پر قائم رہے، حق سبحانہ و تعالیٰ دن بدن استقامت کو زیادہ کرے کیونکہ یقینی نجات اس میں ہے اور اس کے ماسوا میں خطرہ ہے ہمت کو بلند رکھیں اور ان احوال کو وصول کے لئے ساز و سامان جائیں ترقی کے زینے تصور کریں اور مطلوب کو دراز الوراہ طلب کریں اور شہود و مشاہدہ سے باہر تلاش کریں۔ ایک بزرگ نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا عرض کیا یا رسول اللہ! توحید کیا چیز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کچھ تیرے دل میں وسوسہ گزرے یا تیرے خیال میں آئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس سے ماوراء ہے۔

آپ نے لکھا تھا "حضرت خاتمیت علیہ من الصلوات اور مہاومن التسلیمات امہا کی حقیقت کے ساتھ محبت کرنا ایک کامل ترین مقام سے ہے اور احکام شرعیہ کے غوامض (بارکیاں) خاص شکلوں میں کیفیت کے بغیر متجلی ہوتے ہیں اور مقصود کے چہرہ کو دوسرے آئینوں سے زیادہ صاف انکشاف بخشتے ہیں۔" میرے مخدوم! اس شہود کو جو کہ احکام شرعیہ کے آئینوں میں ظاہر ہوتا ہے ان شہودات کے ساتھ جو اس عالم فانی کے آئینوں میں ظاہر ہوتے ہیں کیا نسبت؟ اس لئے کہ احکام شرعیہ کو عالم آخرت کے موجودات کے ساتھ مشابہت ہے کیونکہ اس عالم میں ممکن کے وجود کی جانب کو ترجیح دیکر صفات کے حسن و جمال کا مظہر بنائیں گے جو کہ ان کے وجود میں ثابت ہیں بخلاف اس عالم فانی کی موجودات کے کہ ممکن کے عدم کی جانب کو تربیت دیکر اس حسن و جمال کا مظہر بنایا گیا ہے جو عدم صفات کے احتمال کی جانب میں نمودار ہوا ہے اس لئے کہ صفات واجبہ کے لئے کہ ہر دو عالم (عالم فانی و عالم آخرت) کی موجودات

جن کے مظاہر ہیں جس طرح ان کے وجود کی جانب میں حسن و جمال موجود ہے (اسی طرح) ان کے عدم کے احتمال کی جانب میں بھی حسن و جمال ثابت ہے لیکن جو حسن کہ عدم میں نمودار ہوتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ حنظل کو شکر کے ساتھ علاف (SUGAR COATED) کر دیں اور شیریں محسوس کرادیں اس لئے آخرت کی لذتیں اور نعمتیں سب پستیدہ، مقبول اور ترقی بخش ہوئیں اور آخرت رضا کا گھر ہو اور دنیا غضب کا گھر ہوئی اور اس کی فانی نعمتوں میں مشغول ہونا ناپسندیدہ ہو کیونکہ اس مقام کا حسن و جمال عدم کے زیر آب کے ساتھ مخلوط ہے، اس معاملہ کی تحقیق ہمارے حضرت عالی قدس سرہ کے مکتوبات کی جلد ثالث کے مکتوب صدم میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے وہاں سے طلب کریں، بلکہ ہم کہتے ہیں کہ احکام شرعیہ جو کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی ہیں (یہ سب) خطابِ انبی ہیں جو کہ صفتِ کلام سے تعلق رکھتے ہیں پس اس جگہ نفسِ اسم کا ظہور عدم کے آئینوں کے بغیر ہوگا اور ان تمام ظہورات کو جو کہ عدم کے آئینوں میں اسماء کے ظلال کے ساتھ وابستہ ہیں اس ظہور سے کیا مساوات اور کونسی نسبت ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ ”اس وقت میں لوگ طریقہ کے لئے بہت زیادہ مجبور کرتے ہیں التم“ میرے مخدوم! جس جگہ طالبِ صادق دیکھیں اور استخارہ موافق آجائے اور دل بے تکلف متوجہ ہو جائے تو طریقہ بتادیں ورنہ مجبوری نہیں ہے لیکن اگر بعض وسوسے اور اندیشے اس کام میں پیش آئیں تو ان سے استغفار ضروری ہے۔ آپ نے ولایتِ کبریٰ کے کمالات اور نبوت کے خصائص اور قدوة المحققین ہمارے حضرت عالی قدس سرہ الاقدس کی ولایت کے خواص میں سے بعض کے بارے میں دریافت کیا تھا میرے مخدوم! ان امور میں سے اکثر حضرت عالی (قدس سرہ) کے مکتوبات میں واضح اور مشرح ہیں (ان کو) مطالعہ فرمائیں، اگر کسی جگہ کوئی پوشیدگی رہ جائے (سمجھ میں نہ آئے) تو دریافت کر لیں، ولایت سے گناہ کہ ولایتِ صغریٰ، ولایتِ کبریٰ اور ولایتِ علیا میں کی تفصیل مکتوباتِ شریفہ جلد اول کے مکتوب ۲۶ میں ہے اور حضرت عالی (قدس سرہ) کی ولایت اور اس کی خصوصیات مکتوباتِ شریفہ کی جلد ثالث کے مکتوب ۱۰۲ و ۱۰۵ میں مذکور ہے (وہاں) دیکھ لیں اور اچھی طرح غور کریں کیونکہ ہر مکتوب ایک گہرا سمندر ہے (ان) بے پایاں اسرار میں غوطہ لگانا چاہئے تاکہ (ان) چاروں مکتوبات میں سر بیٹھال موتیوں کو نکالے اور (اپنے) مقام سے نہ ہٹے اور دو گناہ شکر بجالائے۔ البتہ بہت سے ایسے اسرار ہیں جو تحریر کی قید میں نہیں آئے ہیں لیکن وہ تحریر میں پوری طرح ادا نہیں ہو سکتے (بلکہ) صحبت پر موقوف ہیں

آسودہ شبے با پید و خوش ہنتابے      تابا تو حکایت کم از ہر بابے

[ایک فرصت کی رات اور اچھی چاندنی ہونی چاہئے تاکہ تجھ سے ہر چیز کے بارے میں بیان کر دوں] السلام اولاداً  
صاحبزادگان و متعلقین اطمینان و سکون کے ساتھ رہیں۔

# مکتوب ۱۲۲

مولانا محمد صدیق کے نام عوام و خواص و خواص الخواص کے ایمان کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ مراتب شہود کو جو کہ ظلال کے ساتھ وابستہ ہیں طے کر اگر غیب الغیب کے ساتھ جو کہ اصل کے ساتھ تعلق رکھتا ہے ایمان نصیب کرے اور اس وصل سے جو کہ پانی معلوم ہونے والے سراب کی مانند ہے رہائی دے کر کام کی حقیقت تک پہنچائے، ایمان بالغیب یا عوام کو نصیب ہے یا خواص الخواص کا حصہ ہے کہ جنہوں نے کمالات نبوت سے کچھ حصہ پایا ہے اور وہ نہایت نہایت سے بقدر استعداد آگاہ ہیں، خواص و متوسطین شہود کی لذت کے ساتھ خوش ہیں اور وصال کے خیال کے ساتھ مطمئن ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے ۵

بوقت صبح شور، پچور و ز معلومت کہ باکہ باختم عشق در شبِ دیکور

[صبح کے وقت تجھ کو دن کی طرح معلوم ہو جائے گا کہ تو نے اندھیری رات میں کس کس کے ساتھ عشق بازی کی ہے] جو سو ستیرے دل میں آئے اور جو کچھ تیرے خیال میں گذرے پس اللہ تعالیٰ اس کے خلاف (ماوراء) ہے۔ عوام کا ایمان بالغیب ظلمانی و نورانی پردوں کے چھپے سے ہے اور خواص اگرچہ ظلمانی پردوں سے پوری طرح رہائی حاصل کر چکے ہیں لیکن نورانی پردوں سے پوری طرح نہیں نکلے اور ان میں پھنسے ہوئے ہیں اور ان کے شہود کو مطلوب کا شہود تصور کر لیا ہے اور جو عشق بازیاں کہ صرف مطلوب سے کرنی چاہئیں ان کے ساتھ کرنے لگے ہیں اور خاص الخواص کا ایمان بالغیب نورانی و ظلمانی پردوں سے گذرنے کے بعد ہے، یہ بزرگوار دوسرے گروہ کے شہود کو پس پشت ڈال کر ذات و رامالوراء کے گرفتار ہیں، انہوں نے یقین کیا ہے کہ اس عالم میں اس مقدس مرتبہ سے یقین کے سوا اور کچھ نصیب نہیں ہے کیونکہ رویت (دیدار باری تعالیٰ) کا وعدہ آخرت میں کیا گیا ہے، اگرچہ وہ کسی قسم کا پردہ حائل نہیں رکھتے لیکن بصر و بصیرت (ظاہری و باطنی نظر) کا ضعف شہود کے ادراک سے مانع ہے، ان دونوں ایمانوں اور دونوں غیبوں کے درمیان بہت فرق ہے: رَبَّنَا آثِمْنَا نُوْرَنَا وَاعْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ [اے ہمارے رب! ہمارے لئے ہمارے

تور کو پورا فرما دے اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے]۔

۵ سورت ۶۶ آیت ۵

# مکتوب ۱۲۵

مولانا حسن علی کے نام و عطا و نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

۲۸۰  
۱۲۲  
۱۲۳  
استجیبوا لربکم من قبل ان یأتی یوم لا ھد لکم من اللہ مالکم من متاجرا  
یومئذ و مالکم من نیکیرط [قبل اس کے کہ ایسا دن آہنچے جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لوٹانے والا

تھیں ہے تم اپنے رب کا حکم مانو، اس روز نہ تمہارے لئے کوئی چاہے پناہ ہوگی اور نہ تمہارے لئے کوئی راستہ سے

روک لوگ کرنے والا ہوگا] پس صوفی کی شان رب الارباب (اللہ تعالیٰ) کی طرف شوق کرتے ہوئے

اس کے احکام ماننے کی طرف جلدی کرنا اور پسندیدہ کاموں اور درجات کو طلب کرتے ہوئے

نیکیوں اور عبادات کی طرف سبقت کرنا ہے۔ سارعوا الی مغفرة من ربکم و جنۃ عرضھا

۱۲۲  
۱۲۳  
السّموات [تم اپنے رب کی بخشش اور جنت کی طرف جس کا عرض تمام آسمان ہیں جلدی کرو] پس اس کی

عظمت و کبریائی کے میدان میں عارفین کے قلوب سرگشتہ ہیں اور اس کی ملاقات کے شوق میں مجتہدین کے

جگر جل رہے ہیں پس اس شخص پر افسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی اور اس شخص پر حسرت

جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام (کے معاملہ) میں حد سے تجاوز کیا، تو اس چیز کی تعمیر میں مشغول نہ ہو جس کی تخریب

(پر بادی) کا تجھ کو حکم دیا گیا ہے اور تو اپنے باطن کی تعمیر اور اس کی پاکیزگی میں کوشش کر اور تو کسی چیز

کی طرف نظر نہ کر مگر اس وقت جبکہ تو اللہ سبحانہ کو اس کے قبل اور اس کے بعد دیکھے اور کسی کے ساتھ

صحبت اختیار نہ کر مگر اس وقت جبکہ تو اللہ تعالیٰ کو اس کے ساتھ دیکھے اور تو جان لے کہ بیشک

وہ عزت شانہ شکستہ و غمگین، بکثرت گریہ و زاری کرنے والے، محبت کی آگ میں جلنے والے، غفلت والی

فکر سے خالی، دارالغرور (دنیا) سے کنارہ کش اور دارالقرار (آخرت) کے لئے تیار رہنے والے دل کے

ساتھ ہے خبردار! مالداروں اور ظالموں کی ظاہری آرایش کی طرف مائل نہ ہوں۔ اَلَا تَهْتَفُونَ فِیْ هِرَابِیۃِ

۱۲۲  
۱۲۳  
مِن لِقَاءِ رَبِّہِمْ اَلَا اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ حَیْطٌ [آگاہ رہ کہ بلاشبہ یہ لوگ اپنے رب سے ملنے کے بارے میں شک و شبہ

میں ہیں آگاہ کہ بیشک وہ (اللہ تعالیٰ) ہر چیز کو احاطہ لئے ہوئے ہے] والسلام

# مکتوب ۱۲۶



شاہ خواجہ ترمذی کے نام آیت کریمہ **اَسْتَجِیْبُو الرَّیْکُمْ اَللّٰہِ** میں ذکر کی ہوئی استجابت کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ بیشک تمام کمالات شریعتِ غرا میں مندرج ہیں۔

**اَسْتَجِیْبُو الرَّیْکُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاتِیَ یَوْمَ الرَّاٰہِرَةِ لَكُمْ مِنْ اللّٰہِ مَا لَمْ تُدْعُوْا مِنْ مَّالِکِیَا وَ مِیْذِنِ مَا لَمْ تُدْعُوْا مِنْ نِّکِیْرِهِ** [قبل اس کے کہ ایسا دن آپہنچے جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لوٹانے والا نہیں ہے، تم اپنے رب کا حکم مانو، اس روز تمہارے لئے کوئی جلے پناہ ہوگی اور تمہارے لئے کوئی (اللہ سے) مانگا ٹوک کرنے والا ہوگا] ظاہری استجابت (ماننا) احکام شریعت کے ساتھ آراستہ ہونا اور سننِ مصطفویہ لعل علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے ساتھ جو کہ ظاہر کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں زینت حاصل کرنا ہے اور لعل علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و تقدس کے ماسوا سے انقطاع و بندے تعلق پیدا کرنا اور اللہ تعالیٰ کے اُن اسرارِ باطنی استجابت حق تعالیٰ و تقدس کے ماسوا سے انقطاع و بندے تعلق پیدا کرنا اور اللہ تعالیٰ کے اُن اسرارِ باطنی استجابت حق تعالیٰ و تقدس کے ماسوا سے انقطاع و بندے تعلق پیدا کرنا ہے۔ پہلی بات (ظاہری استجابت) شریعتِ ظاہری کی صورت ہے اور دوسری بات (باطنی استجابت) شریعت کی حقیقت ہے، پس ظاہری و باطنی کمالات شریعتِ حقہ کے دائرے میں داخل ہیں، لہذا شریعت کی صورت اصل ہے اور اس کی حقیقت اس پر مرتب ہے ہونے والا پھل ہے پس یہ (شریعت) کَشْبَرَةٌ طَیْبَةٌ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَ فَرْعُهَا فِی السَّمَاءِ [اس پاکیزہ شریعت کی مانند ہے جس کی اصل (جڑ) ثابت (قائم و مضبوط) ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں] پس اصل (جڑ) کی قوت کے مطابق پھل اور شاخیں اکثر و اعلیٰ ہونگی پس کمال و وصول کی علامت کمالِ تقویٰ و کمالِ کمالِ اتبلع شریعتِ غرا، دارالغرور (دنیا) سے کنارہ کشی اور دارالقرار (آخرت) کے لئے تیار رہنا ہے۔ اور نبی مختار اور آپ کی آل برابر اور تمام انبیاء کرام و ملائکہ عظام اور تمام صالحین پر صلوٰۃ و سلام ہو جب تک اترات اندھیری اور دن روشن ہوتا رہے (یعنی ہمیشہ ہو) آمین۔

## مکتوب ۱۲۷

افادت و سنگاہ شیخ میرک شاہ کے نام ممکن کی حقیقت اور فتنائے حقیقی کی وضاحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نبی کریم اور آپ کی آلِ امجاد علیہم الصلوٰۃ و البرکات الی یوم النہ کے طفیل (آپ کی) ذاتِ بابرکات کو (اپنے) قرب کے ہارج میں جذبات و غمایات کے ساتھ ترقیات عطا فرمائے۔ (یہ فقیر) نہیں جانتا کہ اس عالی جناب (آپ) کی خدمت میں کیا لکھے، ممکن بیچارہ کہ جس کو مطلوب حقیقی

استہلاک و اضمحلال (فنا و نیستی) کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہے اس کے کمال سے کیا حاصل کرے اور اس کے حسن و جمال کا کس طرح پتہ لگائے کیونکہ اس کی ذات عدم ہے کہ جس نے کمالات و جود کی انعکاس کے واسطے سے نمود بے بود پیدا کر لی ہے اور اس نمود بے بود کے ساتھ اپنے آپ کو کامل و خیر خیال کر لیا ہے اور اس بے بنیاد نمود پر طویل بنیاد رکھی ہے اور حجب (اللہ تعالیٰ کی) عنایت سبقت کرتی ہے اور اصل کا کمال پر تو ڈالتا ہے اور معاملہ کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے تو انعکاسی کمالات اصل کی طرف لوٹ جاتے ہیں اور امانت اہل امانت کی ہو جاتی ہے، عارف صحرائے عدم کی طرف رخ کر لیتا اور اپنی ہستی سے جدا ہو جاتا ہے اس وقت وہ قتائے حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے، اور ممکن اگر اپنی طرف خیر و کمال کی نسبت کرے تو جائن ہوگا اور اصل کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ ظاہر کرے گا، کمال اس کے حق میں اپنے آپ سے کمال کی نفی کرنا ہے اور اچھا ہونا (اس کے حق میں) اچھا ہونے کی نفی کرنے میں ہے یہ دیکھو اور یہ انخلاع (اپنی ہستی سے جدا ہونا) اس محبت کی زیادتی کا اثر ہے جو اس نے اصل کے ساتھ پیدا کی ہے کیونکہ کمال محبت کا مقتضا محبت کا فنا ہو جانا اور محبوب کو باقی رکھنا ہے۔

عشق آن شعلہ است کو چوں بر فروخت ہر چہ جز معشوق باقی خجلہ سوخت

[عشق وہ شعلہ ہے کہ جب وہ جل اٹھا تو معشوق کے سوا جو کچھ باقی ہے اُس نے سب کو جلا دیا] اور اصل کا ظہور جس قدر زیادہ ہوگا اس شرکت سوز محبت کا غلبہ بھی اسی قدر زیادہ ہوگا اور محویت و فنا بیت بھی اسی قدر زیادہ ہوگی۔

آنرا کہ بحسن دیدہ تیز است . . . این عشق بلائے خانہ خیر است

[جس شخص کی آنکھ حسن کے لئے تیز ہے اس کے لئے یہ عشق خانہ خیر آفت ہے] حضرت حق سبحانہ نبی اُمّی علیہ علی آلہ الصلوٰت والبرکات العلی کے طفیل کہ جن کی آنکھ نے کبھی نہیں کی اور حد سے تجاوز نہیں کیا ہم فرقت زدوں کو ان معانی کے ساتھ کچھ ایمان نصیب فرمائے اور اس سرچشمہ سے کچھ مشروب عطا کرے۔

## مکتوب ۱۲۸

حافظ عبد الغفور کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مواجید کا طالب ماسوی کا طالب ہے۔

میرے مخدوم! چونکہ آپ شکستہ (دل) فقر کے ساتھ اللہ عزوجل کے لئے محبت رکھتے ہیں امید ہے کہ نتیجہ بخش ہوگی اور کام میں کشادگی پیدا کریگی۔ احوال کی تلویحات (زنگارنگیاں) جو بعض طالبین کو

فتاویٰ کا درجے تک پہنچنے سے پہلے اثنائے راہ میں حاصل ہوتی ہیں مقاصد میں سے نہیں ہیں اور وہ حق تعالیٰ کا غیر ہیں، طالب حق جل و علا کو اس سبحانہ و تعالیٰ کے ماسوا سے روگردانی ضروری ہے تاکہ توجہ کا قبلہ منتشر نہ ہو جائے، پس احوال و مواجید کا طالب ماسوا کا گرفتار ہے بیشک البتہ فتاویٰ مقاصد میں سے ہے اس کے حاصل کرنے میں کوشش کرنا اور اسی طرح اس کی طلب کرنا اہم کاموں میں سے ہے کیونکہ ولایت اُس کے ساتھ وابستہ ہے اور حق سبحانہ کی معرفت جو کہ انسان کے پیدا کرنے سے مقصود ہے اس پر موقوف ہے دیگر جس قسم کا ولولہ شوق اور شعلہ عشق کہ مجاز میں پیش آتا ہے وہ حقیقت میں درکار نہیں ہے اس لئے کہ وہ (حقیقی) عشق و محبت چونکہ اس بے کیف بیچون (بے مثل) کے ساتھ ہے (اس لئے) بیچونی (بے مثل ہونے) کا کچھ حصہ رکھتا ہے اسی لئے اس کو بعض بزرگوں نے ارادہ طاعت سے تعبیر کیا ہے کبھی (ایسا) ہوتا ہے کہ وہ محبت چون کہ لباس میں ظاہر ہوتی ہے اور نعرہ و زاری ظاہر کرتی ہے اور کبھی (ایسا) ہوتا ہے کہ اس طریق پر ظاہر نہیں ہوتی اور اپنی بے کیفی کی حقیقت پر رہتی ہے بلکہ جائز ہے کہ بعض اوقات اس محبت کی نفی کرے اور (حالانکہ) حقیقت میں محبت کمال پر ہو، کیا تو نہیں دیکھتا کہ عالم مجاز میں کسی شخص کو کوئی چیز اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہیں ہے کیونکہ مال اور بیوی بچوں میں سے جس چیز کو بھی وہ دوست رکھتا ہے اپنے لئے دوست رکھتا ہے اور اپنی محبت میں کوئی نعرہ و شوق درمیان میں نہیں ہے اور یہ جو ہم نے (اوپر) "عالم مجاز میں" کہا ہے یہ اس لئے (کہا) ہے کہ عالم حقیقت میں محبوب حقیقی اپنی ذات سے بھی زیادہ محبوب ہے اسی لئے فنا اس محبت کا اثر ہوئی۔ مصرع "گراں سودا بجان بودے چہ بودے" [اگر یہ سودا جان کے ساتھ ہوتا تو کیا ہوتا] اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی محبت بھی اسی قسم سے ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے: لَنْ يُوْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهِ وَاهْلِهِ وَالنَّاسِ جَمِيعًا [تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ہرگز مومن (کامل) نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان، اس کے اہل و عیال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں] اور شیخ طریقت چونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قائم مقام اور اللہ تعالیٰ کے فیوض کے پہنچنے کا ذریعہ (ہوتا) ہے (اس لئے) اس کی محبت بھی اسی طریقے پر ہونی چاہئے، والسلام

## مکتوب ۱۲۹

مولانا محمد صدیق کے نام اس واقعہ عالی کی تعبیر میں تحریر فرمایا جو انھوں نے لکھا تھا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى: مدت ہوئی کہ اس برادر دینی کی طرف سے کوئی خط موصول نہیں ہوا، دل منتظر ہے، ہر حال میں جمعیت کے ساتھ رہیں اور انسانی کمال کو پہنچیں اور دور افتادہ دوستوں کو سلامتی خاتمہ کی دعا سے فراموش نہ کریں، اس سے کافی عرصہ پہلے آپ نے لکھا تھا کہ ”خواب میں دیکھنا ہے کہ ٹیڑھی دیوار کے اوپر جو تہایت بلند اور باریک ہے چڑھا ہے اور ڈرتے اور کانپتے ہوئے تہایت خوف کے ساتھ اس دیوار کے اوپر عبور کیا ہے اور اس دیوار کی ایک گز یا دو گز (جگہ) رو گئی تھی کہ دیوار کی پشت سے گر پڑا اور پھر مضبوط ہو کر اوپر کراچی طرح باندھ کر سینکڑوں مشقت کے ساتھ اپنے آپ کو دیوار کے اوپر کیا اور جب دیوار کی پشت پر نگاہ کی تو دیکھا کہ چند سطر جلی قسم کے ساتھ اس دیوار کے اوپر لکھی ہوئی ہیں ”ہذا جدار العشق وسيف المحبة“ [یہ عشق کی دیوار اور محبت کی تلوار ہے] ان کلمات کو دیکھتے ہی فقیر کے اندر سے نعرہ بلند ہوا اور اپنے آپ کو ہوا میں معلق پایا اسی اثنا میں افاقہ حاصل ہو گیا الخ“

میرے مخدوم! ہو سکتا ہے کہ یہ دیوار عین ثابتہ کی تمثیل ہو کہ اصل ولایت اس کے وصول کے ساتھ وابستہ ہے اور اس تک وصول تعین امکانی سے سالک کی فتا اور حق تعالیٰ کی طرف سے عطا کیے ہوئے وجود کے ساتھ اس کی بقا کا سبب ہے اس لئے وہ سبب محبت ہوگی اور چونکہ عین ثابتہ کا یہ تعین اطلاق (ذات مطلق) کے چہرے پر ایک پردہ ہے اس لئے عشق کی دیوار اور معشوق کا پردہ ہوگی کیونکہ عشق بمعنی معشوق ہے اور (یہ بھی) جائز ہے کہ عشق بمعنی عاشق ہو اور فدا کی اصناف عشق کی طرف اصناف بیانیہ ہو اور اس مرتبہ پر عاشق کا اطلاق اس مرتبہ کے ساتھ عاشق کے بقا و تحقق کے اعتبار سے ہو اور یہ تعین اگرچہ وجود مہوہوب کے ساتھ حاصل ہوا ہے لیکن جزو ہونے کے کوچہ سے نہیں نکلا ہے اور اطلاق سے نیچے کے درجے میں ہے اور عاشق جس مرتبہ میں بھی ہو معشوق کا حجاب ہے: انت الغمامة على شمسك فاعرف حقيقتك [تو اپنے سورج پر ایک بادل ہے پس تو اپنی حقیقت کو پہچان لے] اور اس کے اوپر چڑھنا اس تعین کے حجاب کے رفع ہونے اور مرتبہ اطلاق کے مشہود سے کتایہ ہے اور ہوا میں (معلق) ہونا یا تو اس تعین سے بالکل گزر جانے اور اس کے اوپر سیر کرنے سے کتایہ ہے یا نزول مراد ہے جس کو سیر عن اللہ باللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے جو کہ سیر فی اللہ کے بعد حاصل ہوتی ہے اور یہ تعبیر اس سے زیادہ مناسب ہے کہ اس دیوار کو تعین امکانی کے ساتھ تعبیر کیا جائے اور اس واقعہ کی ایک اور بہت اعلیٰ تعبیر ہے جو کہ منجملہ قذوة المحققین ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کے اسرار میں سے ہے وہ معنی سیر دست آپ کے حوصلہ کے لائق معلوم نہیں ہوتے اَلَا اَنَّ يَشَاءُ رَبِّي شَيْئًا وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا

[مگر یہ کہ میرا رب کوئی چیز چاہے، میرا رب علم کے اعتبار سے ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے] چونکہ آپ کی محبت اس نسبت والوں کے ساتھ ایک طرح سے درست ہے (اس لئے) امیدوار رہیں فان المرء مع من احب [پس بیشک آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] آپ اجمالی محبت رکھتے ہیں اور تفصیل کا شوق نہیں رکھتے اس کی بھی قدر کریں اور غنیمت جانتیں اور زیادتی کے طالب رہیں وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا [اور آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے رب میرا علم زیادہ فرما]۔

قریادِ حافظا میں ہمہ آخر بہرہ نیست ہم قصہ غریب و حدیث عجیب مست  
[حافظا کی یہ قریادِ آخر فضول تو نہیں ہے یہ تو نادر قصہ اور عجیب بات ہے] والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

## مکتوبات ۱۳

خواجہ محمد حکیم ولد قاضی اسلم کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ تمام کمالات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع میں منحصر ہیں اور اس بات کے بیان میں کہ مرشد کے باطن سے فیض حاصل کرنا مرید کی محبت کے اندازے کے مطابق ہے۔

حمد و صلوة و تبلیغ دعوات کے بعد شفقت شعاری کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اس حدود کے فقرا کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں اور اللہ سبحانہ سے آپ کی سلامتی اور شریعت پسندیدہ و سنت منورہ مصطفویہ علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے راستہ پر آپ کی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے پس بیشک ظاہری و باطنی کمالات شریعت منورہ کے دائرے میں مندرج اور خاتم الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام والبرکات العلیٰ کے اتباع میں منحصر ہیں پس جذبہ و سلوک (کی) آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آثار سے امید رکھی جاتی ہے اور فنا و بقا (دونوں) آنحضرت کے طریقوں (سنتوں) میں موجود ہیں اور تینوں لائیں یعنی صغریٰ و کبریٰ و علیا آپ کے سمندروں کے قطرے ہیں اور نبوت و رسالت (دونوں) آنحضرت کے انوار سے ماخوذ ہیں اور مقطعات قرآنیہ آنحضرت کے اسرار کے رموز ہیں صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وارضاه وسلم

گرامی نامہ نے جو کہ آپ نے اس دور افتادہ ناکارہ کے نام موسوم فرمایا تھا پہنچ کر مسرور کیا، امید ہے کہ آپ اس طریقہ کی نگہداشت رکھیں گے باطنی تعلق کے سلسلہ کو جاری رکھیں گے جو کہ دعا اور غائبانہ توجہ کا سبب ہے اور اس بات کی کوشش کرتے رہیں گے کہ یہ سلسلہ اور زیادہ قوی ہو جائے اور کمال کو پہنچ جائے کیونکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ فیض پہنچانے والے کے باطن سے برکات جاری ہوتا اس تعلق کے مطابق ہے

طالب کا باطن ان انوار سے جس قدر زیادہ روشن ہوگا فیض پہنچانے والے کے باطن سے صورتِ فیضیہ کا ظہور اسی قدر زیادہ کامل ہوگا، کسی نے خوب کہا ہے۔ مصرع

بقدر آئینہ حسنِ تومی نماید روے [تیرا حسن بقدر آئینہ رونما ہوتا ہے]

دوستوں سے سلامتیِ خانمہ کی دعا کی امید کی گئی ہے۔ والسلام

## مکتوب ۱۳۱

حافظ محمد شریف کے نام فنائے قلبِ نفس حاصل کرنے کی نصیحتِ ترغیب کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى: کلام مجید کے حافظ کے خدام اس دو اوقات (کی طرف)

سے دعائیں پڑھیں اور دعائے خیر سے فراموش نہ کریں اور اوقات کی تعمیر میں کوشش کریں اور ظاہر باطن

میں ورع و تقویٰ (پرہیزگاری) کے ساتھ رہیں اور قیامت کو نصیبِ لعین بنائیں اور ذکر و حضور

مراقبہ پر اتنی ہمیشگی کریں کہ حضور کے یہ معنی دل کی صفتِ راستہ (ملکہ) بن جائے اور یاد کر کے تکلف سے نجات

حاصل ہو جائے جیسا کہ سننا قوتِ سامعہ کی صفت اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہے اور چونکہ وہ بارگاہِ

مقدس (اللہ تعالیٰ) عزا سمہِ خالص دین چاہتی ہے اور شرکت کے ساتھ راضی نہیں ہے (اس لئے) کوشش کریں

کہ مذکورہ (اللہ تعالیٰ) کے ماسوا (ہر چیز) میدانِ قلب سے سامانِ باندھ لے (رخصت ہو جائے) اور ماسوا سے

اس کا علمی و حسی تعلق اس حد تک ختم ہو جائے کہ اس نسیان کے واسطے سے جو اس کے دل کو ماسوا سے حاصل

ہوا ہے اگر تکلف کے ساتھ بھی ماسوا کو یاد کرے تو میسر نہ ہو، اس وقت سالک فنائے قلبی کو پہنچ جاتا ہے اس کے

بعد اگر محض فضل سے نفس حاضر (ذاتِ سالک) بھی درمیان سے سامانِ باندھ لے اور کوچ کا تقارہ بجائے

اور ذکر و توجہ و حضورِ خود بخود ہو جائے تو فنائے نفس سے مشرف ہو جاتا ہے اور قربِ معرفت کی قابلیت پیدا کر لیتا ہے۔

دادیم بزاز گنج مقصود نشان گریبانہ رسیدیم تو شاید برسی

[ہم نے تجھ کو مقصود کے خزانے کی نشاندہی کر دی، اگر ہم نہ پہنچے تو شاید تو ہی پہنچ جائے] والسلام اولاً و آخراً۔

## مکتوب ۱۳۲

یہ بھی حافظ محمد شریف کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

جناب برادرِ م حافظ محمد شریف اوقات کی حفاظت اور نسبتِ باطن کے شرف سے مشرف ہو کر اس کی کیفیت کے زیادہ کرنے میں کوشاں رہیں، آپ نے ذکرِ قلبی کے دوام کے بارے میں لکھا تھا مبارک ہے کوشش کریں کہ ذکر سے مذکور تک پہنچ جائیں اور دال (رہنمائی کرنے والا) سے مدلول (جس کی طرف رہنمائی کی جائے) تک آجائیں اور صورت سے حقیقت کے ساتھ ہو جائیں اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہو جائیں کسی نے خوب کہا ہے۔

قومے زوجودِ خویش فانی رفتہ زحروفِ درمعانی

[ایک قوم اپنے وجود سے فانی ہے وہ حروف سے معانی کے اندر چلی گئی ہے] اس پر مزید (لکھنے) کی گنجائش وقت میں نہیں ہے

آسودہ شبے باید و خوش مہتابے تابا تو حکایت کنم از ہر بابے

[ایک فرصت کی رات اور اچھی چاندنی ہونی چاہئے تاکہ میں تجھ سے ہر چیز کے بارے میں بیان کروں] والسلام والا کرام۔

## مکتوب ۱۳۳

مولانا محمد صدیق کے نام اُن کے مکتوب کے جواب میں جو کہ حالات و سوالات پر مشتمل تھا تحریر فرمایا۔

حمد و صلوة اور تبلیغِ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے، مکتوبِ مرغوب پہنچا، آپ نے لکھا تھا کہ ابتداءً حال میں اپنے آپ کو محبت کے غلبات میں اہلِ شغل کی جماعت سے ممتاز پایا تھا، اب اپنے آپ کو ایک طرح سے خالی اور نکما خیال کرتا ہے کہ تمام مخلوقات سے کمتر شمار کرتا ہے اور اپنے اندر کسی قسم کی قبولیت کی بونہیں سمجھتا اور اپنے شغل و اذکار و مراقبہ کو ناچیز سمجھتا ہے الخ۔ امید ہے کہ اس سے زیادہ خراب خالی ہو جائیں گے اور عدمِ محض کے ساتھ مل جائیں گے اور ہر وقت فقر ذاتی منظور ہوگا اور امانتِ اہلِ امانت کے سپرد اور عدمِ دوسرے عدم کے ساتھ ہو جائے گا، اوقات کی تعمیر اور عبادات و ریاضات کے وظائف کی پابندی جس قدر بن سکے غنیمت و محمود ہے اور ترقی بخشنے والی اور باطن کو نورانی کرنے والی ہے اگر چہ اس کا اثر بظاہر بہت کم محسوس ہو اور اس کا ذوق و لذت فی الحال ادراک میں نہ آئے۔

آپ نے الہام اور نیک امور کا خیال دل میں آنے کے درمیان فرق دریاقت کیا تھا۔ آپ جان لیں کہ الہام بھی دل میں آنے والے خیالات میں سے ہی ہے لیکن ان دونوں میں جس چیز سے امتیاز کیا جاسکتا ہے وہ الہام کی ہوتی چیز کے ساتھ یقین یا غلبہ ظن کا حاصل ہونا اور اس کے ساتھ باطن کا انشراح ہے اور نیز صاحبِ الہام سمجھتا ہے کہ کس جگہ سے القا (ہوا) ہے اور دل میں آنے والے خیال کا منشا (جائے پیدائش)

اس شخص کا نفس ہے اور بس۔ اور آپ نے قلے روجی و ستری و خفی و اخفی کی علامات اور ان میں سے ہر ایک کے مابالابتیاز کے بارے میں دریافت کیا تھا۔ میرے مخدوم سر دست وقت اس تفصیل کی باوری نہیں کرتا کیونکہ (وقت) گنجائش نہیں رکھتا اور قاصد روانہ ہو رہا ہے اگر کسی دوسرے وقت کچھ معلوم ہوا اور توفیق پائی تو انشاء اللہ تعالیٰ لکھے گا، انشاء اللہ نفس کامل طور پر فنا ہوتا ان لطائف کی فنا کو شامل ہے کیونکہ فنا سے پہلے بھی اور فنا کے بعد بھی ان لطائف عشرہ کا ریس وہی ہے خیار کم فی الجاہلیۃ خیار کم فی الاسلام اذا فقہوا [تم میں سے جو لوگ جاہلیت میں بہتر ہیں وہ اسلام میں (آنے کے بعد) بھی بہتر بنیں گے جبکہ وہ سمجھ حاصل کر لیں] اگر آپ اس مکتوب میں غور کریں جس میں طریقہ کا بیان ہے تو امید ہے کہ آپ ان لطائف میں سے ہر ایک کی فنا کو الگ الگ سمجھ لیں گے۔ میرے مخدوم! دین اور طریقہ میں نئے پیدا شدہ امور سے بچنا ضروری ہے، طریقہ میں کوئی ایسی نئی بات لوگ پیدا کریں جو کہ بزرگوں میں نہیں تھی وہ اس بدعت کی مانند ہے جو مکمل دین میں نئی پیدا کی جائے، طریقہ کی برکتیں اس وقت تک جاری رہتی ہیں جب تک لوگوں نے اس طریقہ کو نئے پیدا کئے ہوئے امور سے آلودہ نہ کیا ہو۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ [اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ لوگ اپنے آپ کو نہ بدلیں] علم شرط ہے۔

## مکتوبات ۱۳۳

مولانا حسن علی کے نام اس طریقہ عالیہ کے بزرگوں کی تعریف میں اور ان کے اسرار عالیہ کے اشارات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

.. الحمد للہ و سلام علی عباده الذین اصطفیٰ حضرت حق سبحانہ، شریعت متورہ اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ و علی آلہ الصلوٰت و التسلیمات کی سنت کے طریقہ پر قائم و دائم رکھے۔ میرے مخدوم! ہمارے بزرگوں نے سنت پر عمل کرنا اختیار کیا اور بدعت سے پرہیز فرمایا ہے جو امور کہ دین میں نئے پیدا ہو گئے ہیں اگرچہ وہ بظاہر باطن کے لئے فائدہ مند معلوم ہوں ان پر عمل نہیں کرتے اور اتباع سنت کو اگرچہ وہ بظاہر حقیقت میں فائدہ مند معلوم نہ ہو ترک نہیں کرتے، اسی لئے ان (بزرگوں) کا طریقہ بلند ہوا اور ان کے وصول کا پیش طاق (چھتے) اونچا ہو گیا ان بزرگوں کی ہدایت (ابتدا) نہایت (انتہا) آمیز ہو گئی اور انہوں نے کام کی حقیقت سے آگاہی حاصل کر لی اور ظلال سے گذر کر اصل کے ساتھ مل گئے اور امتیاء کرام



علیہم الصلوات والتحيات والبركات والتسليمات کے مخصوص کمالات سے کامل حصہ پایا اور فیصلہ کر دیا کہ نبوت ولایت سے افضل ہے اگرچہ اُس نبی ہی کی ولایت ہو اور جو فیصلہ کہ اس کے برخلاف ہوا ہے انہوں نے اس کو سُکرِ وقت پر محمول کیا ہے اگر ان اکابر کے معاملہ کی حقیقت سے ذرہ بھر بھی بیان کرے تو قریب ہے کہ نزدیک کے لوگ دوری تلاش کریں اور واصلین ہجر (جہرائی) کے راستہ پر دوڑیں، سننے والا ہوش سے جانا رہے اور کلام کرنے والے کو طاقت نہ رہے۔

فرباد حافظا این ہمہ آخر ہرزہ نیست ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست

[حافظ کی یہ سب فریاد آخر فضول تو نہیں ہے یہ تو نادر قصا اور عجیب بات ہے] قرآن مجید کی آیات تشابہات اس کا ایک سرفرہ ہیں اور فرقانِ حمید کے مقطعات اس کا ایک اشارہ ہیں، یہ دولت اصالت کے طور پر (یعنی بلا واسطہ) انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسليمات کو حاصل ہے اور کامل وارثوں کو بھی ان بزرگوں (انبیاء علیہم السلام) کے اتباع کی وجہ سے وراثت کے طور پر حاصل ہے اگرچہ قلیل و نادر درجے میں ہو پس آپ پر خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والبركات کا اتباع لازم ہے تاکہ آپ ان کے برکات کو حاصل کر لیں اور ان کے اذواق (مزوں) کو چکھیں اور ان کی شفاعت کے ساتھ قیامت کی ہلاکت کا ہول سے نجات پائیں۔ والسلام علیکم وعلی من لدیکم [آپ پر اور آپ کے پاس والوں پر سلام ہو]۔

## مکتوب ۱۳۵

یہ بھی مولانا حسن علی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ منصبِ قضا سے عہدہ برآ ہونا بہت ہی مشکل ہے۔

حد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد برادر عزیز مولانا حسن علی، اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کے حال کو نیک کرے اور اس کی امیدیں پوری فرمائے، کو عرض کرتا ہے کہ، اس حدود کے فقرا کے احوال حمد کے لائق ہیں، اُس بھائی (آپ) کا خط پہنچا، اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن کی جمعیت (اطمینان) کے ساتھ رکھے اور ماسوا کی دید و دانش سے رہائی دے اور آفاق و انفس سے ترقی بخشنے۔ اور آپ نے قاضی محمد رفیع کے بارے میں جو لکھا تھا، میرے مخدوم! یہ معاملہ اگرچہ صحت سے تعلق رکھتا ہے لیکن مشارالیه (شخص مذکور) کے شوق کو دیکھ کر طرفہ لکھتا ہے حق سبحانہ فائدہ مند بنائے، منصبِ قضا سے عہدہ برآ ہونا بہت ہی مشکل ہے قاضی کو شرع کا پابند ہونا چاہئے تاکہ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس (قدر) علم و تقویٰ کے باوجود اس منصب کو قبول نہیں فرمایا۔ ڈرتے اور کانپتے رہنا چاہئے اور ہمیشہ

آہ وزاری کے ساتھ اس منصب سے رہائی کی دعا کرنی چاہئے، لقمہ میں احتیاط اس راستہ کی شرط ہے، یہ معنی حسن ادا کے ساتھ مشارالہ (قاضی محمد رفیع) کو بیان کر دیں۔ والسلام علیکم۔

## مکتوبات ۱۳۶

ملائعت اللہ کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

برادر عزیز مولانا نعمت اللہ! اللہ تعالیٰ جل شانہ کے انعامات کے ساتھ ممتاز رہیں، آپ کا خط پہنچا، اوقات کی تعمیر میں پوری پوری کوشش کرتے رہیں اور مخلوقات کے ساتھ میل جول بقدر ضرورت کریں اور شب بیداری کو غنیمت جانیں اور اپنے کردار پر گریہ وزاری کرتے رہیں اور اس دور افتادہ کو دعا کے ساتھ یاد کریں، والسلام علی من اتبع الهدی [جس شخص نے ہدایت کی پیروی کی اس پر سلام ہو]۔

## مکتوبات ۱۳۷

میرزا عبید اللہ کے نام اجمالی طور پر دقیق اسرار کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ (جملہ احوال قابل شکر ہیں۔ اور اس راہ سجانہ سے آپ کی عاقبت واستقامت اور قرب کے مدارج میں ترقی درجات اور ولایات ثلاثہ کے مراتب تک پھر ان سے علوم ولایات تک پہنچنے اور مرتبہ نبوت کے کمالات سے حصہ پانے پھر ان سے خاتم الانبیاء علیہم وعلیہم وعلی آل کل الصلوات والبرکات کے مقام تک اطلاع پانے کے لئے دعا کی گئی ہے تاکہ نفس کامل درجہ کا اطمینان حاصل کر لے اور سینہ کو کاخہ انشراح حاصل ہو جائے اور مختلف عناصر میں اعتدال پیدا ہو جائے پس وہ خلقت و محبت ذاتیہ سے حصہ اور ان پوشیدہ اسرار سے بہرہ حاصل کر لے جن کی طرف صحابی کی زبان سے اشارہ کیا گیا ہے کہ "اگر میں ان اسرار کو تم پر فاش کر دوں تو ضرور یہ گلا کاٹ دیا جائے" اور تجھے جان لینا چاہئے کہ ولایت صغریٰ کے کمالات حاصل کرنے میں عمدہ چیز مراقبہ اور قلبی اذکار یعنی اسم ذات و نفی اثبات کا ذکر ہے اور آخری دونوں ولایتوں (ولایت کبریٰ و علیا) کے حاصل کرنے میں نفی اثبات کا زبان کے ساتھ ذکر کرنا (تہلیل لسانی) ہے اور جو کمالات مرتبہ نبوت کے ساتھ وابستہ ہیں ان کے حصول میں مدد دینے والی چیز قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور نمازیں پڑھنا بالخصوص فرض نمازیں

پڑھا ہے پھر اس کے بعد وہ مقام آتا ہے جس میں نہ عمل کے لئے کوئی نتیجہ ہے اور نہ ہی اعتقاد کے لئے کوئی اثر ہے، وہاں ترقی محض فضل و احسان کے ساتھ وابستہ ہے اور یہ مقام اصالت کے طور پر انبیائے مرسلین علیہم السلام والبرکۃ کے ساتھ مخصوص ہے اور ان کے تابع ہو کر دوسروں کے لئے بھی اس مقام سے حصہ ہے پھر اس کے اوپر وہ کمال آتا ہے جس میں تفضل سے محبت کی طرف ترقی ہوتی ہے پس اس کمال کے حصول میں ترقی کرنا محبت صرفہ (خالص محبت) پر موقوف ہے، اور محبت میں بھی محبت و محبوبیت دو کمال ہیں پس محبت ذاتیہ کے کمالات کا ظہور اصالت کے طور پر کلیم (حضرت موسیٰ) علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہے اور محبوبیت ذاتیہ کے کمالات پہلے تو حبیب خدا علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰت وکامل التحیات کے ساتھ مخصوص ہیں اور پھر ان دونوں (کلیم وحبیب علیہما الصلوٰۃ والسلام) کے طفیل سے دوسروں کے لئے ان دونوں کمالوں کی امید ہے۔ والسلام

## مکتوب ۳۸

مولانا محمد صدیق کے نام بلند ہمتی کی ترغیب اور اس بار کو منکشف کرنے میں تحریر فرمایا کہ توجہ کے برخلاف غیر توجہ میں نسبت زیادہ ہوجاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ! آپ کے گرامی نامہ نے پہنچ کر خوشوقت کیا، آپ نے اپنے آپ کو ناقص دیکھنے اور بلند ہمتی اور حاصل کے ہونے امور پر اکتفا نہ کرنے کے بارے میں (جو کچھ) لکھا تھا (وہ) نیک و مبارک ہے، ممکن بیچارہ جو کہ فی نفسہ خیر و کمال سے خالی ہے کمال اس کے حق میں نقص کی دید اور کمال کی نفی کرتا ہے اور بھلا ہونے کی نفی اور نقص و شریت کے مشاہدہ میں بھلائی ہے، اپنے آپ کو موہوم کمال سے خالی کرنے اور امانت (اہل امانت کو) واپس کرنے کے بعد اس قابل ہوا کہ غنی مطلق (اللہ تعالیٰ) سے بھیک مانگے اور گداگری کرے اور چونکہ اس (حق تعالیٰ) کے عطیات و کمالات کی کوئی حد نہیں ہے اور اس (بندہ) کا پیاسا اور مفلس ہونا بھی کمال درجہ کا ہے (اس لئے) جس قدر ہمت کو بلند کرے اور ہل من مزل (کیا اور بھی ہے) کی صدا لگائے اس کو سزاوار ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "جس وقت ارادہ کر کے متوجہ اور مراقب ہوتا ہے تو خاطر خواہ نسبت محسوس نہیں ہوتی اور جب توجہ کو ترک کر دیتا ہے تو بلا طلب و بے ارادہ مخصوص نسبت محسوس ہوتی ہے اور اسی لئے مراقبہ میں بہت کم مشغول ہوتا ہے" میرے مخدوم! باطنی نسبت جس قدر اصالت کی طرف جاتی

اور ظلیت کی قید سے آزاد ہوتی جاتی ہے ظاہر کے ادراک (پاتے) سے دُور چاڑھتی ہے اور مراقبہ کے احاطہ میں نہیں آتی، مراقبہ کمالاتِ ظلی کے ساتھ وابستہ ہے اور کمالاتِ اصلی سے بہت کم حصہ رکھتا ہے، شہود و مشاہدہ والے حضرات مراقبہ کے ساتھ لذت حاصل کرتے ہیں اور جو شخص شہود سے گذر چکا ہے وہ مراقبہ میں بہت کم مشغول ہوتا ہے۔ جانتا چاہئے کہ یہ جو کچھ بیان ہوا اہل انتہا اور اخص خواص کا معاملہ ہے اور خواص و متوسطین کے لئے اس معنی کا لازمیہ ہے کہ جب سالک کا ظاہر اپنے باطن کی طرف توجہ نہیں رکھتا تو باطن اپنے معاملہ میں مشغول ہے اور کسی مزاحمت کے بغیر اپنے مقصد میں لگا ہوا ہے اور جب ظاہر باطن کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو باطن کو بھی ظاہر کے ساتھ ایک گونہ توجہ پیدا ہو جاتی ہے اور اس مشغولیت میں جو کہ وہ اپنے معاملہ میں رکھتا تھا کچھ فتور آ جاتا ہے اور اس سکون و حضور میں خلل واقع ہو جاتا ہے، واللہ سبحانہ الملمہد بالصواب [ اور اللہ سبحانہ ہی صحیح بات کا اہلکارنے والا ہے ]

## مکتوب ۱۳۹

پشاور کے دوستوں کے تآعارفِ کامل کی حقیقت کے بیان میں تحریر فرمایا  
 برادرانِ کرام خواجہ محمد صدیق و مولانا حسن علی اور بلا نعمت اللہ کی طرف حمد و صلوة اور تبلیغ  
 دعوات کے بعد عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو خواہشات و ارادات سے فنا نصیب فرمائے اور اپنی مرضیات  
 و تمام کمالات کے ساتھ بقا عطا فرمائے اور تقویٰ کے لباس سے زینت بخشے اور تجلیات کے زیور سے آراستہ  
 کرے اور انھیں شیون کی تفصیلات سے ذات کے اجمال کی طرف عروج عطا فرمائے کیونکہ جو عارفِ کامل  
 بقا بذاتی کے ساتھ مشرف ہے وہ اپنے جمال کو جہانوں کے آئینوں میں مشاہدہ کرتا ہے اور اپنی ذات کو کلی  
 و اجمالی طور پر اور عالم کو اپنے مظاہر و تفصیل دیکھتا ہے اور اپنی ذات کو افرادِ عالم میں سرایت کے ہوئے  
 اور اس طرح احاطہ کے ہوئے معائنہ کرتا ہے جس طرح گل اپنے اجزاء کو احاطہ کے ہوئے ہوتا ہے بلکہ ان  
 میں سے بعض کو ایسا احاطہ ہے جیسا کہ ذات کا احاطہ صفات کے لئے ہوتا ہے پس اس کے لئے ذات ہے  
 اور اس کے ماسوا صفات کے مظاہر ہیں اور یہ آخری قسم کا ملین میں سے بعض افراد کے ساتھ مخصوص ہے  
 تادیر ہونے میں اس کے لئے عتقا کا حکم ہے اگر کوئی (اس کا) پانے والا ہزاروں سال کے بعد (اس کو) پالے تو بیشک  
 اس کو غنیمت جانے سے اگر پادشہ بردر پیرزن بیاید تو اے خواجہ سبلیت مکن  
 [ اگر بادشاہ بڑھی عورت کے دروازے پر آجائے تو اے خواجہ توجہ نہ کر ]

## مکتوبات

شیخ عظیم جلال آبادی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے بعض درجات کسی ہیں اور بعض وہی، اور اعتقاد عمل کو بعض میں دخل ہے اور بعض میں دخل نہیں ہے۔

حمد و صلوة و تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ اس حدود کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ دور افتادہ دوست بھی نیکی کے راستے پر ہوں گے اور سید کائنات فخر موجودات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات کی متابعت پر ظاہری و باطنی طور پر قائم ہوں گے اور اس متابعت کے درجات و مراتب ہیں، حضرت قبلۃ الواصلین اسوۃ المحققین خلیفۃ اللہ فی العالمین ہمارے حضرت عالی قدر سنا اللہ سبحانہ بسره الاقدس نے مکتوبات جلد ثانی کے مکتوب ۵۴ میں متابعت کے سات درجے قرار دیئے ہیں اگر ہو سکے تو اس مکتوب کا مطالعہ کریں، ان میں سے پہلے دو درجے کسی ہیں جو کہ ظاہری باطنی اعمال سے تعلق رکھتے ہیں اور تیسرا درجہ ایک لحاظ سے کسی اور ایک لحاظ سے وہی ہے کیونکہ اس کے میادی و مقدمات (ابتدائی امور) کسی ہیں اور فی نفسہ وہ وہی ہے، چوتھا درجہ وہی ہے لیکن اعتقاد و عمل کو اس کے حصول میں دخل ہے،

۲۹۲

پانچواں اور چھٹا درجہ اس سے بھی بلند تر ہے اور ساتویں (درجے) کے بارے میں کیا لکھے (وہ تو نہایت بالاتری) خواص اہل اللہ کے اس قسم کے اذواق کے مطالعہ سے مقصود و چیزیں ہیں (اول) اپنے عجز و قصور پر اطلاع ہونا (دوم) ان اکابر کے کمال پر ایمان لانا کہ یہ برکات کا پھل دیتا ہے اور (اس سے) ان حضرات کے ساتھ محبت میں زیادتی حاصل ہوتی ہے تاکہ المرء مع من احب [آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوتا ہے] کی بشارت میں داخل ہو جائے۔ والسلام والاکرام

## مکتوبات

میرزا عبید اللہ بیگ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ موجود حقیقی کو موبوم کے ساتھ کچھ بھی نسبت نہیں ہے حمد و صلوة و تبلیغ دعوات کے بعد برادر م عبید اللہ بیگ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ آپ کے مکتوب لطیف نے جو کہ احوال شریفہ پر مشتمل تھا پہنچا تو خوشوقت کیا، اس میں جو یہ درج تھا کہ توحید علم کو بدل دینے کے سوا (اور کچھ) نہیں ہے اس پر فنا کا اطلاق بعید ہے، اور نیز درج تھا کہ "تنزیہ کو اس مرتبہ ظاہر کرتے ہیں کہ تشبیہ کی طرف ہرگز رخ نہیں رکھتی اور تشبیہ کو اس کمال کے ساتھ جلوہ گر کرتے ہیں

کہ ہرگز تہنزیب کے ساتھ کوئی نزاع نہیں رکھتی“ یہ سب درست و معقول ہے، موجود حقیقی کو (موجود) مہوم کے ساتھ کیا نزاع اور کونسا تضاد ہے، موجود ایک ایسے مرتبہ میں موجود ہے کہ جہاں مہوم کا کوئی نام و نشان نہیں ہے، آئینہ کو اُس صورت کے ساتھ جو اس میں منعکس ہوئی ہے کوئی نسبت نہیں ہے یہ نہیں کہہ سکتے کہ صورت آئینے میں داخل ہے یا اس سے خارج ہے، اس کے ساتھ متصل ہے یا اس سے جدا ہے یہی نسبت مہوم کو موجود کے ساتھ ہے کہ دونوں ایک ہی مرتبہ میں ہیں آئینہ خارج میں ہے اور صورت و ہم کی اختراع کی ہوئی ہے، توجیر اس مرتبہ میں اگرچہ علم کو بدل دینا ہے لیکن اس مشہور عبارت کو کہ وجود مہوم کی فنا وجود حقیقی کی بقا میں ہے اس معنی کی طرف پھیرا جاسکتا ہے، اور آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ ”اب فکر شہود کے جس نتیجے پہنچتی ہے دوسرے شرعی اعمال (بھی) وہی شہود بنتے ہیں“ (یہ) درست ہے، اللہ تعالیٰ اس دید کو کمال تک پہنچائے اور احکام شرعیہ میں سے ہر حکم سے مطاب کی طرف راستہ کھولے۔  
والسلام

## مکتوب ۱۴۲

محمد کاشف کے نام اس سوال کے جواب میں جو انھوں نے ذکر سانی نفی اثبات کے بارے میں کیا تھا کہ (اس میں) کلمہ محمد رسول اللہ کو کلمہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ کتنی بار میں ملائے اور نماز وتر کے بعد سجدہ کرنے کے متعلق ان کے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد برادر شہید خواجہ محمد کاشف کج عرض کرتا ہے کہ آپ نے جو مکتوب اس اثنا میں جمال (قلی) کے ہاتھ عصاؤں کے ساتھ بھیجا تھا پہنچا اور (عصاؤں کو) پہنچایا، اللہ سبحانہ قبول فرمائے۔ آپ نے دریافت کیا تھا کہ کلمہ طیبہ نفی اثبات کے تکرار کے وقت کلمہ مبارکہ محمد رسول اللہ کو بھی اس کے ساتھ ملائے یا نہ ملائے، اور اگر ملائے تو کتنی مرتبہ کے بعد ملائے؟ جواب (کتنی) مرتبہ کا کوئی تعین نہیں ہے ہر دس یا بیس یا ہر پچاس یا سو کے بعد ملائیں اور اس کلمہ کے تکرار سے اپنے مقاصد اور ارادوں کی نفی کریں تاکہ اپنے ارادوں سے پوری طرح خالی ہو جائیں اور واحد حقیقی و مطلب تحقیقی کے سوا کچھ مقصود نہ رکھیں، اپنی مراد تلاش کرنا بندگی کے مقام کے لائق نہیں ہے مشائخ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ تیرا مقصود ہے وہ تیرا معبود ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص نے اپنی فکروں کو ایک فکر بنا لیا اللہ تعالیٰ اس کی دنیا و آخرت کی فکروں کے لئے کافی ہوتا ہے اور ایک روایت میں تھا واحد اہم المعاد یا ہمد الاخرة [ایک فکر یعنی فکر معاد یا فکر آخرت] آیا ہے معاد یا آخرت سے مراد

دار الخلود (ہمیشگی کا گھر) ہے جو کہ دار اللقا، (ملاقات کا گھر) ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد اصل کی طرف بازگشت (وُتُنَا) ہو، جیسا کہ مولوی (رومی) علیہ الرحمہ نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

ہر کے کو دور ماندا زاصل خویش باز جوید روزگار واصل خویش

[جو شخص کہ اپنی اصل سے دور رہ گیا وہ اپنے اصل کا وقت پھر سے تلاش کرے]۔ آپ نے دوسرا سوال و نیز کے بعد سجدہ کرنے کے بارے میں کیا تھا، فقیر نے اس کا جواب روایت کے ساتھ اس سے پہلے بھیجا ہے تعجب ہے کہ نہیں پہنچا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمارا عمل اور ہمارے حضرت عالی (حضرت مجدد الملت ثانی قدس سرہ) کا عمل نہیں ہے۔ اور علمائے اس کو منع کیا ہے اس لئے کرتا نہیں چاہئے (کتاب سنن الہدیٰ میں ہے کہ نماز و نیز کے بعد دو سجدے کرنا اور ان کے درمیان جلسہ (بیٹھنے) کے ذریعے فصل کرنا اور اس (جلسہ) میں آیت الکرسی پڑھنا کہ ان دونوں سجدوں پر بلاد ہند میں عمل کیا جاتا ہے اخبار و آثار (احادیث و روایات صحابہ) میں ان دونوں سجدوں کی کوئی اصل نہیں ہے اور فقہ مختار میں بھی ان دونوں کے لئے کوئی روایت نہیں ہے اور اہل عرب کا بھی ان دونوں سجدوں پر کوئی عمل نہیں ہے بلکہ شافعیہ ان دونوں کی حرمت کے قائل ہیں اور اکثر احناف ان دونوں سجدوں کو بالکل جانتے ہی نہیں ہیں اور میں نے ان دونوں سجدوں کے بارے میں فقہائے دیرینہ سے دریافت کیا تو انھوں نے ان دونوں میں کراہت کا ہونا نقل کیا ہے، والسلام

## مکتوبات ۱۲۳

شیخ محسن کشمیری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ طالب نابینا کا حکم رکھتا ہے اور اس کا کسی کامل کی خدمت میں پہنچا محض عطاء الہی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حضرت خدیج سبحانہ و تعالیٰ اُس ذات کے طفیل جس کی نگاہ نے کبھی نہیں کی اور نہ وہ گمراہ ہوا علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰت والبرکات والتسلیمات العلیٰ، ماسوا کی غلامی سے آزاد کر کے اپنی بارگاہ مقدس کا پوری طرح گرفتار بنائے اور احسان کی حقیقت تک پہنچائے جس کی علامت از تعبد اللہ کا نذک تراء ہے [یعنی تُوَاثِقُ تَعَالٰی کی عبادت اس طرح کرے گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے] تاکہ اُس (اللہ) تعالیٰ شانہ کی معیت کا جو کہ احسان کی صفت والے بندوں کے ساتھ ہے جیسا کہ کلام مجید سے معلوم ہوتا ہے ہر راز (ظاہر ہو اور اسم سے مسعی کی طرف دلالت کرے اور شرح صدر کے ساتھ متصف کرے جو کہ اطمینان نفس اور سینہ میں ایک نور کے آنے کے ساتھ وابستہ ہے جس کی علامت دار الغرور (دنیا) سے الگ ہونا

لے غایبا آیر ان الله مع المؤمنین و المراد ہے۔ (مترجم)

اور دارالقرار (آخرت) کی طرف آمادہ ہوتا ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے۔

آپ کے مکتوب شریف نے جو کہ مطلوب بے مثال کی طلب و شوق کے درد کی خبر دینے والا تھا شرف کیا (یہ) کس قدر نعمت ہے کہ گونا گوں تعلقات اور اہل دنیا کی صحبت کے باوجود مطلوب حقیقی کا سودا دل کی گہرائی میں پیدا ہو جائے اور ہوتی غیب (ذاتِ حق تعالیٰ) کی خواہش جان کی پیشانی سے ظاہر ہو جائے، درویشوں کی محبت اس کا اثر ہے اور ان کے ساتھ تیا ز مندی اس پر واضح دلیل ہے، اس گروہ سے محبت کرنے والا اس گروہ کے ساتھ ہے اور ان کا ہمنشین ان میں سے ہے المرء مع من احب (آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے) نبی کریم علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث ہے، حق سبحانہ سے اس طلب کی زیارتی کے لئے دعا کرتے رہیں اور اس خواہش و شوق کی تقویت طلب کریں تاکہ اس طلب میں یک رخ و یک جانب رہیں اور اس نفیس جوہر کو فانی آرزوؤں کے غبار سے بے نور و بے رونق نہ بنائیں اور آہ و زاری کے ساتھ اس نے تعالیٰ شانہ کے کرم سے دعا کریں کہ (کسی) کامل کی صحبت میں پہنچائے تاکہ استعداد کا جوہر روشن ہو جائے اور انسانی کمال اس کی صحبت میں ظاہر ہو جائے اور ناقص کی صحبت کا گرفتار نہ بنائے کیونکہ ناقص (کے ذریعہ) سے کامل نہیں بنتا اور سالک کی استعداد ضائع ہو جاتی ہے۔ ص

از کوزہ ہماں بروں تراود کہ دروست [کوزہ (برتن) سے وہی چیز باہر ٹپکتی ہے جو کماؤں میں ہے] طالب بیچارہ نابینا کی طرح ہوتا ہے مشکل ہے کہ وہ کامل و ناقص میں تمیز کرے اس جگہ فضل کی سبقت درکار ہے اور رحمت کی دستگیری ہونی چاہئے اور پس۔ اور اس بے پروبال عاجز سے حصول کمال کا سوال کرنا بے نوال (مفلس) سائل سے سوال کرنے کی مانند ہے اگرچہ اس عالی مرتبہ گروہ کی محبت کی راہ سے ان اکابر کے کمال کے ساتھ کچھ ایمان حاصل کیا ہے اس لئے بعض طالبین نے جو کہ اس کے ساتھ نشست و برخاست کرتے ہیں حُسن ظن کی وجہ سے بلکہ محض (اللہ تعالیٰ کے) فضل و کرم سے اس سرچشمہ سے کچھ ثمرت حاصل کیلئے اور کرتے رہتے ہیں اور ایک جماعت کے رشد و ہدایت کا ذریعہ بنتے ہیں لیکن چونکہ یہ ناکارہ اس محبت میں ناقص ہے اس پر متفرع ہونے والے میں بھی (محبت) ناقص ہی ہونی چاہئے، البتہ چونکہ آپ نے ان بے سروسامان فقرا کے ساتھ کچھ حُسن ظن پیدا کیا ہے اس لئے حدیث قدسی انا عند ظن عبدی بی [میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں] کے مصداق امید ہے کہ فضل و کرم سے اُس (حُسن ظن) کے مطابق اُس طرف سے بھی معاملہ فرمائیں۔

۲۹۵

می تواند کہ دہرا شک مرا حسن قبول آنکہ در ساختہ است قطرہ بارانی را

[جس نے بارش کے قطرہ کو موتی بنا دیا ہے ہو سکتا ہے کہ وہ میرے آنسوؤں کو حُسن قبول عطا فرمائے] والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الهدی والتم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات والتعجبات والبرکات العلی۔



# مکتوب ۱۲۳

مولانا محمد صدیق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اصل کا معاملہ دربار الوفا ہے اور جو کچھ اس کے خلاف ہے وہ ظلال سے ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میرے توفیق آثار بھائی جناب مولانا محمد صدیق اس دور افتادہ کی طرف سے دعا و سلام عافیت انجام پڑھیں اور عبادات و اذکار کے معمولات پر محنت کرتے رہیں اور رات کی نماز (تہجد) اور صبح کی گریہ و زاری کو غنیمت شمار کریں اور اس معاملہ کے طالب رہیں جو کہ ادراک (پانے) کے حوصلہ سے باہر ہو اور وہ کسی عبارت سے تعبیر اور کسی اشارہ کے ساتھ اشارہ نہ کیا جاسکے اور وہ وہم کی رسائی کا میدان نہ ہو، جو معاملہ کہ اصل کے ساتھ وابستہ ہے وہ ایسا ہی ہے اور جو ایسا نہیں ہے وہ ظلال و اوصاف سے تعلق رکھتا ہے۔ سید الطائفہ (حضرت جنید بغدادی) قدس سرہ نے مرنے کے بعد خواب میں جو اپنے حال کی خبر دی ہے شاید اس میں) اسی معاملہ کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ انہوں نے فرمایا عبارات ضائع ہو گئیں اور اشارات فنا ہو گئے اور ہم کو ان دور کعتوں کے سوا جو ہم نے رات کے حصے میں پڑھی تھیں اور کسی چیز نے نفع نہیں دیا، اس لئے کہ عبارات و اشارات جو کہ ظلال و صفات کے ساتھ وابستہ ہیں اصل کے ظہور کے بعد ہباءً مَنثورًا ادا (ترتیب سے) ہو گئے اور فانی و ناچیز بن گئے اور ان کا کوئی اثر نہ رہا اور چونکہ بندہ سے بندگی کے وظائف ادا کرنے کے سوا اور کوئی چیز اس بارگاہ عالی کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتی خاص طور پر نماز کا ادا کرنا جو کہ مومن کی معراج اور تمام عبادات کی جامع ہے خاص کر وہ نماز جو کہ رات کے حصے میں ادا ہو کہ وہ وقت زمانہ کی سب سے بزرگ ساعت ہے اور اس آسمان (آسمان دنیا) پر (حق تعالیٰ کے) نزول کا وقت ہے اس لئے فرمایا کہ ہم کو ان دو رکعتوں کے سوا جو ہم نے رات کے خلا میں پڑھی تھیں اور کسی چیز نے نفع نہیں دیا۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا کہ میں سات سال تک مولانا عارف (الدیک کرانی قدس سرہ) کے ہمراہ اس دورِ دھوپ (کوشش) میں رہا کہ اصل سے آگاہی حاصل کروں تین بار حجاز کے سفر پر گیا اگر میں وہاں مولانا (عارف) کی مثل یا مولانا کے کمالات کا ذرا سا بھی مظہر کسی کو پاتا تو ہرگز وہاں سے واپس نہ لوٹتا، پس ہم جیسے ہجرت زدوں پر لازم ہے کہ اس طلب میں جان و دل کے ساتھ کوشش کریں اور جہاں کہیں سے اس نعمت کی بُو باطن کے دماغ میں پہنچے اس کے پیچھے چلیں۔ والسلام اولاً و آخراً۔

# مکتوب ۱۲۵

محمد عاشور بخاری کے نام اس بارے میں کہ کلمہ طیبہ توجیر کے تمام سلوک کے خلاصہ کو شامل ہے اور مفید نصیحتوں کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى! آپ کے گرامی نامہ نے خوش وقت کیا۔ حضرت حق جل و علا ما سوا کی گرفتاری سے پوری طرح نجات دے اور درجات قرب میں ترقیات نصیب فرمائے اور کلمہ طیبہ کی برکات سے سیراب کرے۔ اہل اللہ کے نزدیک مسلم ہے کہ باطن کو منور کرنے میں اس کلمہ مبارکہ سے زیادہ نفع دینے والی کوئی چیز نہیں ہے، صاحب استعداد سالک اس کلمہ کے پہلے جزو (لا اِلهَ) کے ساتھ مطلوب حقیقی کے ما سوا کی نفی کرتا ہے اور اس کے دوسرے جزو (اِلَّا اللهُ) کے ساتھ معبود برحق کا اثبات کرتا ہے جو کہ تمام سلوک کا خلاصہ ہے۔

تا بجا روبر لا نہ رو بی راہ نرسی در سر اے اِلَّا اللهُ

[جب تک تو لا کی جھاڑو سے راستہ کو صاف نہیں کریگا (سو وقت تک) اِلَّا اللهُ کی سر اے میں نہیں پہنچے گا] آپ نے اخلاق پر مشتمل نصیحتیں طلب کی تھیں، میرے مخدوم باعلوم شرعیہ کی کتابیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی حدیثیں اس امر کی کامل طور پر ضامن ہیں، شریعت منورہ کے مقتضایہ عمل کریں اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کو تمام امور میں پیشوا بنائیں کیونکہ آخرت کی نجات اور قرب الہی جل شانہ کے درجات تک پہنچنا اس کے ساتھ وابستہ ہے اور اوقات کی آبادی میں پوری کوشش ملحوظ رکھنی چاہئے کیونکہ وقت نہایت قیمتی ہے لایعنی (فضول کاموں) میں صرف نہ ہو جائے، اور مخلوق کے ساتھ میل جول بقدر ضرورت کرنا چاہئے کیونکہ لوگوں کے ساتھ قدر ضرورت سے زیادہ صحبت رکھنا اس راستہ میں مہلک دیرنہ دکی مانند ہے، اور راتوں کی شب بیداری اور صبح کے وقت کی گریہ و زاری کو غنیمت شمار کرنا چاہئے اور فانی لذتوں میں مشغول ہونے سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ (یہ) باطن کو گدلا اور بے رونق کرتا ہے اور تمام لوگوں کے ساتھ خندہ پیشانی اور کشادہ رُوئی سے پیش آنا چاہئے اور خوش سلوپی کے ساتھ نیکی کا امر کرنے اور بُرائی سے روکنے میں دریغ نہیں کرنا چاہئے اور کھانے، سونے اور کلام کرنے میں اعتدال کا خیال رکھنا چاہئے۔

نہ چنداں بخور کزدہانت برآید نہ چنداں کہ از ضعف جانت برآید

[نہ اتنا (زیادہ) کھا کہ تیرے منہ سے نکلنے لگے (اور) نہ اتنا کم کھا کہ کمزوری سے تیری جان نکل جائے]

حق جل و علا کی طلب میں مضطرب اور بے آرام رہنا چاہئے۔ ابو بکر طستانی (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا ہے کہ تصوف اضطراب (کا نام) ہے، جب سکون آگیا تو تصوف نہیں رہا، محب کو محبوب کے بغیر چین نہیں ہے اور وہ <sup>۲۹۷</sup> ماسوا کے ساتھ کسی طرح انس و الفت اختیار نہیں کرتا (بزرگوں نے) کہا ہے کہ مرید کو اس صفت کے ساتھ ہونا چاہئے جیسا کہ کلام مجید میں مذکور ہے: حَقِّ اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ اَنْفُسُهُمْ <sup>۱۱۸</sup> [بیانتک کہ جب زمین اپنی فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور وہ خود اپنی جانوں پر تنگ آگئے] اور جوانی کے دنوں کو غنیمت جانیں اور اس کی قوت کو مولا تعالیٰ کی طاعات میں صرف کریں، بڑھاپے کے وقت میں زندگی و فراغت کو فرض کرتے ہوئے معلوم ہے کہ کیا ہو سکتا ہے حدیث شتاب نشانی عبادۃ اللہ [وہ جوان جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں نشوونما پائی] آپ نے سنی ہوگی۔ اور بدعتی کی صحبت سے دور رہنا اور بدعت کے کاموں سے الگ ہو جانا چاہئے کیونکہ نجات سنت (پر عمل کرنے) میں ہے اور حق سبحانہ سے ہمیشہ دعا کرتی چاہئے کہ (کسی) کامل کی صحبت میں پہنچائے تاکہ استعداد کا جوہر جلا (چمک) حاصل کرے اور انسانی کمال ظاہر ہو جائے اور ناقص کی صحبت کا گرفتار نہ بنائے کیونکہ ناقص (کی صحبت کے ذریعے) سے کامل نہیں بنتا اور سالک کی استعداد ضائع ہو جاتی ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ ”وحدت (توحید) کا عقیدہ اس قدر راسخ (بختہ) ہو گیا ہے کہ دل ساعت بساعت فیض حقیقی کے سرایت کے مشاہدہ سے متاثر ہوتا ہے اور بعض امور کے سوا تمام امور میں پوری محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ رکھتا ہے الخ“ بہت بڑی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کا شکر بجالائیں اور اس دید کی زیادتی طلب کریں تاکہ سب جگہ اس کا جمال مطالعہ کریں اور سب کو اس کے کمال آئینے سمجھیں اور اپنی قدرت و قوت سے پوری طرح باہر ہو جائیں اور تمام امور اس کے سپرد کئے ہوئے جانیں اور اپنے آپ سے مودوم اور اس کے ساتھ موجود رہیں اور اس کی ذات کو دربار اور انصوور کریں جو واقعہ کہ آپ نے دیکھا اور لکھا تھا نہایت پسندیدہ اور واضح ہے اور کامل مناسبت کی خبر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ باطنی امور کو قوت سے فعل میں لائے انتقرب مجیب [بیشک وہ قریب ہے اور دعا کو قبول کرنے والا ہے]۔

بس کتم خود زیر کاں را ایں بس است بانگ در دردم اگر درده کس است

[ابیں بس کرتا ہوں عقلمندوں کو یہی کافی ہے اگر گاؤں میں کوئی شخص ہر تومیں نے درندے (سے خطرے) کی آواز لگا دی ہے] والسلام علیکم

مکتوبہ ۱۲۶

مولانا محمد صدیق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے جلال کے ظہور کو اس سبحانہ کے جمال و انعام کی طرح ترقی و لذت کا سبب سمجھنا چاہئے۔

الحمد لله في السراء والضراء [خوشی ورنج دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے] جو کچھ محبوب حقیقی جل سلطانہ کی طرف سے آئے محب کی نظر میں بلکہ حقیقت میں خوبصورت و زیبایا ہے، محب اس کے رنج دینے سے (ایسی ہی) لذت حاصل کرتا ہے جیسی کہ اس کے انعام سے، ایک کو اس کے جمال کا ظہور اور دوسرے کو اس کے جلال کا مظہر دیکھتا ہے دونوں کو کمال کی صفت سمجھتا ہے اور صفت کو موصوف کا زینہ بناتا ہے اور صفت سے موصوف کی طرف مائل ہوتا ہے۔ فرزند بکر گوشہ کے رحلت کر جانے سے رضا و صبر اختیار کریں بلکہ محبوب حقیقی کا فعل ہونے کی وجہ سے اس سے لذت حاصل کریں اور فعل کو فاعل تک پہنچنے کا زینہ بنائیں، پیشانی پر شکن لانے اور بے صبیری کرنے کی کیا گنجائش ہے جس طرح بیٹے کے وجود سے فائدہ حاصل کرتے تھے اور اس کو حق جل و علا کی نعمت کا ظہور تصور کرتے تھے اس کے جاتے رہنے سے بھی خوشوقت رہتا چاہئے اور اپنے حق میں صفاتِ جلالی کی تربیت جائیں اور اپنی سعادت اس درد و اہم میں سمجھیں جو مالک حقیقی جل سلطانہ کی رضامندی کا دیکھ ہے، اس چہان کی مصیبتیں اگرچہ بظاہر زخم کو چھیل دینے والی ہیں لیکن باطن پر نظر کرتے ہوئے مرہم و راحت ہیں اور قرب و تفرقات کا سبب ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے: ربی باعی

بدر دیا ساز چوں دوئے تو منم در کس منکر کہ آشنائے تو منم

گر بر سر کوئے عشق من کشتہ شوی شکرانہ بدہ کہ خونہائے تو منم

[چونکہ میں تیرا علاج ہوں تو درد کے ساتھ موافقت اختیار کر، تو کسی کو مت دیکھ کیونکہ میں تیرا آشنا ہوں، اگر تو میرے

عشق کے کوچہ کے سرے پر مار ڈالا جائے تو شکرانہ ادا کر کہ تیرے خون کا بدلہ میں ہوں]

## مکتوب ۱۲۶

میر محمد خانی کے نام تعمیر اوقات پر ترغیب اور مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنے اور حسنِ خلق کے فضائل کی احادیث کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ سبحانہ ہمیں اور آپ کو سید المرسلین حبیب رب العالمین علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوٰات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔ اے شفقت کے آثار والے! دنیوی زندگی نہایت

قلیل ہے اور اب دبی ودالمی معاملات اس کے ساتھ وابستہ ہیں، سعادت مند وہ شخص ہے جو اس تھوڑی فرصت کو غنیمت جان کر اس میں آخرت کے کام بنائے اور طویل سفر کا توشہ مہیا کرے اور چونکہ حق تعالیٰ نے آپ کو لوگوں کی ایک جماعت کی ضروریات کا مرجع بتایا ہے (اس لئے) اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کا شکر بجا لا کر مخلوق خدا کی حاجات روائی میں اچھی طرح کمر ہمت باندھیں اور اپنے مالک (اللہ تعالیٰ) کے بندوں اور بندوں کی خدمت گاری کو دنیا و آخرت کے درجات حاصل کرنے کا وسیلہ تصور فرمائیں اور مخلوق کے ساتھ نیک سلوک و احسان کرنے اور ان کے ساتھ کشارہ روئی و خوش خلقی سے پیش آنے اور ان کے معاملات میں نرمی و سہولت اختیار کرنے کو مولائے حقیقی جل سلطانہ کی رضامندی کا دریچہ (کھڑکی) جانیں اور نجات کا سبب اور ترقی درجات کا ذریعہ سمجھیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مخلوق اللہ تعالیٰ کا کتبہ ہے پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب وہ شخص ہے جو اس کے کتبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنے، اُن کو خوش کرنے، حُسنِ خلق، نرمی کرنے، مہلت دینے اور بزرگ باری کی فضیلت کے بارے میں چند حدیثیں تحریر کرتا ہے، اچھی طرح غور فرمائیں اور اگر کسی حدیث کے معنی (سمجھنے) میں کوئی پوشیدگی رہ جائے تو کسی دیندار طالب علم سے اس کا حل طلب کریں۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان مسلمان کا (دینی) بھائی ہے وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور اس کو (کسی دشمن یا ہلاکت کے) سپرد نہیں کرتا اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے اور جس شخص نے کسی مسلمان کا کوئی غم دور کیا اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے غموں میں سے کوئی غم دور کر دے گا اور جس شخص نے کسی مسلمان (کے بدن یا عیب) کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی پردہ پوشی فرمائے گا، اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور مسلم کی روایت میں ہے اور جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرنے میں رہے اللہ تعالیٰ اس بندہ کی مدد میں رہے گا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق ہے جن کو لوگوں کی حاجات (پوری کرنے) کے لئے ہی پیدا کیا ہے، لوگ اپنی حاجات میں اُن کی طرف رجوع کرتے ہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مامون ہیں، اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی کچھ قومیں (لوگ) ہیں جن کو اس نے بندوں کے فائدوں کے لئے نعمتوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور جب تک وہ ان نعمتوں کو (اللہ کے بندوں پر) خرچ کرتے رہیں گے اللہ تعالیٰ اُن کو ان نعمتوں میں برقرار رکھے گا لیکن جب وہ ان نعمتوں کو (خرچ کرنے سے) روک لیں گے تو اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کو ان لوگوں سے چھین لے گا اور دوسروں کی طرف منتقل کر دے گا، اس کو ابن ابی الدنیا و طبرانی نے روایت

کیا ہے، اور نیز حدیث شریف میں ہے جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے کیلئے چلا (یعنی کوشش کی) تو یہ عمل اس کے لئے دس سال کے اعتکاف سے بہتر ہے اور (حالانکہ) جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ایک دن کا اعتکاف کیا اللہ تعالیٰ اس کے اور روزخ کے درمیان تین خندق کا فاصلہ کر دے گا ہر خندق دوسری خندق سے اتنے فاصلہ پر ہوگی جتنا کہ زمین کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک (مشرق سے مغرب تک) فاصلہ ہے اس کو طبرانی اور حاکم نے روایت کیا اور کہا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہیں اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اپنے (مسلمان) بھائی کی ضرورت (پوری کرنے) میں کوشش کی یہاں تک کہ اس کو اس کے لئے پورا کر دیا اللہ عزوجل اس کے لئے پچھتر ہزار فرشتوں کا سایہ کرے گا جو اس پر اگر وہ صبح کا وقت ہوگا تو شام تک اور شام کا وقت ہوگا تو صبح تک رحمت طلب کرتے اور اس کے لئے دعا کرتے رہیں گے اور وہ کوئی قدم نہیں اٹھائے گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اس کا ایک گناہ مٹا دے گا اور اس کے ساتھ ایک درجہ بلند کر دے گا، اس کو ابن جہان وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت (پوری کرنے) میں کوشش کی، اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم پر ستر نیکیاں لکھے گا اور اس کے ستر گناہ مٹا دے گا یہاں تک کہ جہاں سے وہ چلا تھا وہاں واپس آجائے پس اگر اس بھائی کی حاجت اس کے ہاتھ پر پوری ہوگئی تو وہ (کوشش کرنے والا شخص) اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا جیسا کہ اس روز پاک ہوتا ہے جب اس کی ماں نے اس کو جنا تھا اور اگر اس (کوشش) کے دوران ہلاک ہو گیا تو وہ جنت میں بغیر حساب داخل ہو جائے گا، اس کو ابن ابی الدنیائے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے لئے کسی نیک مقصد کو حاصل کرنے اور کسی تنگی کو آسان کرنے کے بارے میں کسی صاحب اقتدار کی طرف پہنچا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز پل صراط سے گزرنے کے وقت اس کی مدد فرمائے گا <sup>۳</sup> جبکہ لوگوں کے قدم لرزہ کھڑا رہے ہوں گے اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ سب سے افضل عمل کسی مومن کو خوش کرنا ہے یعنی تو اس کی ستر پوشی کرے یا اس کی بھوک کو دور کرے یا اس کی حاجت پوری کرے اس کو طبرانی اور ابوالشیخ نے روایت کیا ہے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرائض (کی ادائیگی) کے بعد سب سے پسندیدہ عمل کسی مسلمان کو خوش کرنا ہے اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی آدمی کسی مومن کو خوش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس خوشی سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو کہ اللہ عزوجل کی عبادت کرتا اور اس کی توجیہ بیان کرتا ہے (یعنی لا الہ الا اللہ کہتا ہے) پس جب بندہ اپنی قبر میں منتقل ہو جاتا ہے

تو وہ خوشی اس کے پاس آتی ہے اور کہتی ہے کیا تو مجھ کو نہیں پہچانتا تو وہ اس کو کہتا ہے کہ تو کون ہے  
 میں، وہ کہتی ہے کہ میں وہ خوشی ہوں کہ تو نے مجھے فلاں شخص پر داخل کیا تھا آج میں تیری وحشت کو  
 انس میں تبدیل کر دوں گی اور تجھ کو حجت (دلیل) کی تلقین کروں گی اور مجھ کو قول ثابت (کلمہ شہادت) پر ثابت  
 رکھوں گی اور یوم قیامت کی حاضری کے مقامات میں تیرے ساتھ حاضر رہوں گی اور تیرے لئے تیرے  
 رب کی طرف شفاعت کروں گی اور تجھ کو جنت میں تیری منزل دکھاؤں گی، اس کو ابن ابی الدنیا اور  
 ابو الشیخ نے روایت کیا ہے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اس چیز  
 کے متعلق دریافت کیا گیا کہ جس کے ذریعہ اکثر لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو آپ نے فرمایا (وہ چیز) اللہ تعالیٰ  
 سے ڈرنا (تقویٰ) اور اچھے اخلاق ہیں۔ اور آپ سے اس چیز کے متعلق دریافت کیا گیا جس کی وجہ سے اکثر  
 لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے تو آپ نے فرمایا وہ منہ اور شرمگاہ ہے، اس کو ترمذی، ابن حبان اور بیہقی نے  
 روایت کیا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ ایمان کے اعتبار سے سب سے کامل مومن وہ ہے جو اخلاق  
 میں سب سے اچھا ہو اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ سب سے زیادہ مہربان ہو، اس کو ترمذی و عالم نے  
 روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک بندہ ضرور اپنے حسن خلق کی وجہ سے آخرت کے  
 درجات بڑے درجے اور بہت بلند منزل پر پہنچے گا اور بیشک یہ (اس کی) عبادت (کے ثواب) کو کوئی ناکارہ دیکھا  
 بیشک وہ ضرور اپنی بد اخلاقی کی وجہ سے جہنم میں سب سے نیچے کے درجے میں پہنچے گا، اس کو  
 ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کیا میں تم کو ایسی عبادت کی خبر دوں جو کہ  
 بہت آسان ہو اور بدن پر ہلکی ہو، (وہ) خاموشی اور حسن خلق ہے، اس کو ابن ابی الدنیا نے روایت کیا۔ اور  
 نیز حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آپ کے چہرہ مبارک  
 سے ایات سے آیا اور کہا یا رسول اللہ! کونسا عمل افضل ہے آپ نے فرمایا حسن خلق، پھر وہ شخص آپ  
 سے بائیں جانب سے آیا اور عرض کیا کونسا عمل افضل ہے، آپ نے فرمایا حسن خلق، پھر وہ آپ کی بائیں  
 جانب سے آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! کونسا عمل افضل ہے، آپ نے فرمایا حسن خلق۔ پھر وہ شخص  
 آپ کی پشت کی جانب سے آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! کونسا عمل افضل ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کی طرف مڑے اور فرمایا تجھ کو کیا ہو گیا ہے کہ تو سمجھ نہیں رہا (وہ عمل) حسن  
 خلق ہے (اور وہ) یہ ہے کہ اگر تجھ سے ہو سکے تو غصہ نہ کیا کر، اس کو محمد بن نصر المروزی نے روایت کیا ہے۔  
 حدیث شریف میں ہے کہ میں اس شخص کے لئے جنت کے احاطہ میں گھر دلانے کا ضامن ہوں جو  
 اگر نافرمان کر دے اگرچہ وہ حق پر ہی کیوں نہ ہو اور اس شخص کے لئے جنت کے وسط میں گھر دلانے کا

ضامن ہوں جو جھوٹ بولنا ترک کر دے اگرچہ جھوٹ بولنا مزاح کے طور پر ہی ہو اور اس شخص کے لئے جنت کے اعلیٰ درجے میں گھر دلانے کا ضامن ہوں جو اپنے اخلاق کو اچھا بنائے، اس کو اوداؤد و ابن ماجہ اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث قدسی میں آیا ہے بیشک یہ وہ دین ہے جس کو میں نے اپنے لئے پسند کیا ہے اور سخاوت و حسن خلق کے سوا اور کوئی چیز اس کے لئے سزاوار نہیں، پس جب تک تم اس (دین) پر قائم رہو ان دونوں اوصاف سے اس (دین) کا اکرام کرو، اس کو طبرانی اور بزار نے روایت کیا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے حسن خلق گناہوں کو اس طرح پگھلا (مٹا) دیتا ہے جس طرح کہ پانی برف کو پگھلاتا ہے اور برا اخلاقی عمل کو اس طرح فاسد کر دیتی ہے جس طرح کہ سرکہ شہد کو فاسد کر دیتا ہے، اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ ترمی کرنے والا ہے اور تمام کاموں میں ترمی کرنے کو پسند کرتا ہے، اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ ترمی کو پسند کرتا ہے اور اس سے راضی ہوتا ہے اور اس پر ایسی سزا دیتا ہے جو وہ سختی پر نہیں کرتا، اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کیا میں تم کو اس شخص کے بارے میں خبر نہ دوں جو دوزخ کی آگ پر حرام کر دیا جاتا ہے یا (یوں فرمایا) جس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی جاتی ہے (سنو) یہ ہر اس شخص پر حرام کر دی جاتی ہے جو آسانی، ترمی اور سہولت والا ہے، اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ ڈھیل دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلدی کرنا شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ عذر قبول کرنے والا کوئی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک علم (بردباری) سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز نہیں ہے اس کو ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک بتدہ علم (بردباری) کے ذریعہ صائم و قائم (دن کو روزہ رکھنے اور رات کو نماز پڑھنے والے) کا درجہ پالیتا ہے، اس کو ابن جان نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص کو غصہ آیا پھر اس نے اس کو ضبط کیا تو اللہ تعالیٰ اس سے ضرور محبت کرے گا اس کو اصفہانی نے روایت کیا۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ کیا تم کو اس چیز کی خبر نہ دوں جس کے باعث اللہ تعالیٰ (جنت میں) مکان کو اونچا کرتا ہے اور جس کی وجہ سے درجات کو بلند کرتا ہے، صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ (ص) اور ارشاد فرمایا (آپ نے فرمایا) وہ یہ ہے کہ جو شخص تجھ سے جہالت (کا برتاؤ) کرے تو اس سے بردباری کر اور جو شخص تجھ پر ظلم کرے تو اس کو معاف کر دے اور جو شخص تجھ کو محروم کرے تو اس کو عطا کرے اور جو تجھ سے قطع تعلق کرے تو اس سے میل جول کرے، اس کو طبرانی و بزار نے روایت کیا اور نیز حدیث شریف میں ہے کسی کو کچھاڑ دینے سے طاقتور نہیں ہوتا، درحقیقت طاقتور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے



بخاری و بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک یہ بھی ایک قسم کا صدقہ ہے کہ تو کشارہ رونی کے ساتھ لوگوں کو سلام کرے، اس کو ابن ابی الدنیانے روایت کیا ہے، اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے سامنے تیرا تبسم کرنا تیرے لئے صدقہ (نیکی) ہے اور تیرا امر بھائی کے خلاف نہ کرنا تیرے لئے صدقہ ہے اور راستہ بھٹکنے کی زمین (جگہ) میں تیرا کسی کو راستہ بتانا تیرے لئے صدقہ ہے اور تیرا راستہ سے پھریا کاٹنا یا بھڑی دود کرنا تیرے لئے صدقہ ہے اور تیرا اپنے ڈول میں سے اپنے لئے کئی کے ڈول میں پانی ڈال دینا تیرے لئے صدقہ ہے، اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ بیشک جنت میں ایک ایسا بالا خانہ ہوگا جس کے باہر کا حصہ اس کے اندر سے اور اندر کا حصہ اس کے باہر سے (شفاف ہونے کی وجہ سے) نظر آئے گا تو ابو مالک اشعری نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ (بالا خانہ) کس لئے ہوگا؟ آپ نے فرمایا اس شخص کے لئے ہوگا جس نے اچھا کلام کیا اور (لوگوں کو) کھانا کھلایا اور رات کو سو گیا اور وہ نماز کے لئے کھڑا ہوا، اس کو طبرانی و حاکم نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیثیں کتاب ترغیب و ترہیب سے لی گئی ہیں جو کہ علم حدیث کی معتبر کتابوں میں سے ہیں، اللہ تعالیٰ تعالیٰ کے مشاہد عمل عطا فرمائے، اپنے حال کے صفحہ کو ان احادیث کے مضمون کے ساتھ موازنہ کریں، ان کے موافق معلوم ہو اس پر اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کا شکر بجالانا چاہئے اور جو کچھ ایسا نہ ہو تو حق سبحانہ و تعالیٰ کی توفیق حاصل ہے، اللہ تعالیٰ اس بات سے اپنی پناہ میں رکھے کہ کسی کو عمل کی توفیق بھی حاصل نہ ہو اور اپنے آپ کو قصور وار بھی نہ جانے کیونکہ ایسے شخص کو اسلام سے بہت کم حصہ حاصل ہے۔

ہر کس کہ بیافت دو لے یافت عظیم  
وآں کس کہ نیافت در دنیا یافت بس است

[ جس شخص نے پایا اس نے ایک بڑی دولت پائی اور جس شخص نے نہیں پایا اس کو نہ پانے کا درد ہی کافی ہے ]

## مکتوب ۱۲۸

ارشاد پناہ میر محمد نعمان کی خدمت میں اس بارے میں تحریر فرمایا کہ بڑائی و شہرت حسن جمال کے آئینے ہیں۔ اللہ تعالیٰ راہ کی ذات بابرکات کو (اپنے) الطاف میں شامل رکھ کر ارشاد کی مسند پر رونق افروز ہے۔

لَا يَهْرُ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ آيِدِي النَّاسِ (لوگوں کی شامت اعمال کی وجہ سے)

خشکی اور سمندر میں فساد پھیل گیا۔ دوسرا سال ہے کہ ہماری شامتِ اعمال سے مخلوقِ فحط کی آرمایشیں گزشتہ  
ہے، لوگ استسقاء، (بارش طلب کرنے کی نماز و دعا) کے لئے (شہر سے باہر) نکلے تھے اور یہ ناکارہ (ہیں)  
بھی اُن میں شامل تھا اس قدر گناہوں کا بوجھ ہوتے ہوئے یقین کے ساتھ تصور کرتا تھا کہ اس بلا (فحط)  
کا نازل ہونا اس کے بُرے اعمال کا نتیجہ ہے، لوگ اس کے (میرے) وجود سے برکت تلاش کرتے تھے اور  
اس کو سختی کے دور ہونے کی طلب کا وسیلہ بناتے تھے اور حقیقتِ حال سے واقف نہیں تھے اور حکام  
کے ظلم کی شکایت کرتے تھے اور وہ چونکہ اس ظلم کو اپنے اعمال کی طرف منسوب کرتا تھا (اس لئے) اس کے  
بالمقابل اُس (اعمالِ حکام) کو **هَبَاءٌ مِّنْثُورًا** [بکھرا ہوا گرد و غبار] خیال کرتا تھا۔

میرے محذوم! ان تمام تقصیرات کے باوجود عزیزیوں اور دوستوں سے امید رکھتا ہے کہ اس کے  
حال پر کچھ رحم کریں گے اور (اللہ تعالیٰ سے) اس کی لغزشوں کی معافی طلب کریں گے اور (اس کے) گناہوں  
کی کثرت کی وجہ سے اس کو (دعا سے) محروم نہیں کریں گے، اگرچہ گنہگار ہے لیکن (اللہ تعالیٰ کی) رحمت کا امیدوار ہے  
ارحم الراحمین (اللہ تعالیٰ) بھی (رحمت کے) امیدوار گنہگاروں کے حال پر رحمت کی نظر رکھتا ہے، کل (قیامت  
کے روز) شفاعت بھی گنہگاروں ہی کو نصیب ہوگی جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔ روایت کرتے ہیں کہ قیامت  
کے روز حضرت یحییٰ بن زکریا علی نبینا وعلیہا الصلوٰت والتسلیمات کو لائیں گے اور ان کے دیوان (نامہ اعمال)  
میں کوئی گناہ (درج) نہیں ہوگا اس کو گنہگاروں کے دیوان (نامہ اعمال) میں رکھیں گے یہاں تک کہ ان سے  
حساب لیا جائے گا، مغفرت کی صفت گنہگاروں کے لئے ہے اور ستاری (پردہ پوشی کی صفت) گناہوں اور  
عیبوں کو چاہتی ہے اور عفو (معاذ کرنے کی صفت) تقصیرات کو ڈھونڈھتی ہے، خیریت (نیکی) کے ظہور  
کے لئے تشریت (برائی) ہونی چاہئے اور خداوندی کے لئے بندگی درکار ہے۔

منم کاستاد را استاد کردم غلامم خواجہ را آزاد کردم

[میں ہی ہوں کہ جس نے استاد کو استاد کر دیا، میں وہ غلام ہوں کہ جس نے خواجہ (مالک) کو آزاد کر دیا۔]

پس برائی اور نقص و شر کی وجہ جس قدر زیادہ ہوں گی حسن و کمال و خیر کی نمائش و ظہور اسی قدر  
زیادہ ہوگا۔ سبحان اللہ! برائی اور نقص نے اس جگہ حسن و کمال کے معنی پیدا کر لئے، عدماتِ مقیدہ شرارت  
کے باوجود چونکہ عارضی خیریت (بھلائی) کے وجہ رکھتے ہیں (اس لئے) یہ اسما و صفات کے آئینہ دار ہو گئے  
عدمِ مطلق جو کہ بھلائی کی کوئی وجہ (صورت) نہیں رکھتا (اس لئے) وہ شرمحض ہے وہ وجودِ صرفِ تعالیٰ کے  
ساتھ تقابل (آمتا سامنا) رکھتا ہے اور اس مرتبہ مقدسہ کی آئینہ داری کے ساتھ قائم ہے۔

غلام خویشتم خواند لاله رخسارے سیاہ روئی من کرد عاقبت کارے

[ایک لاد زخار (محبوب) نے مجھ کو اپنا غلام کہا آخر کار میری سیاہ رونی کچھ کام آئی گئی۔] طویل زمانوں کے بعد ہزاروں عارفوں میں سے کوئی ایک اس کمال کے حصول کے ساتھ ممتاز (ہوتا) ہے اور عدم صرف کی طرف تزلزل فرماتا ہے اور اسما و صفات سے خالی محض حضرت ذات تعالیٰ کا مظہر بنتا ہے اور اس کی ہدایت کا نور عرش سے فرش تک چھا جاتا ہے اسی لڑ خاک کی پستی اس کی سر بلندی کا سبب ہو گئی اور خاکوں (انسانوں) میں سے خاص حضرات کو قدسیوں (فرشتوں) پر فضیلت دیدی۔ بات دوسری جگہ چلی گئی، مقصود یہ ہے کہ اس ناکارہ کو مقبول اوقات میں دعا کے ساتھ یاد رکھیں اور اس کی لغزشوں کی معافی طلب کریں۔

## مکتوب ۱۲۹

مولانا محمد صدیق کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ حزن اس دار دنیا کے لئے لازمی ہے اور یہ کہ نسبت اگر ظاہر سے چھپ جائے اور باطن پر جلوہ گر ہو تو مضر نہیں ہے۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى، برادر عزیز مولانا محمد صدیق کے مکتوبات تشریف نے پہنچ کر خوشوقت اور سرور کیا، اللہ سبحانہ آپ کی ترقی و شوق کو زیادہ کرے، شکر و شکایت کے بارے میں جو کچھ آپ لکھتے ہیں وہ واضح ہو جاتا ہے۔ میرے مخدوم! دنیا جدائی کا گھر ہے ملاقات (دیدار) کا مقام آگے آنے والا ہے آیہ کریمہ **كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ** [جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنے کی امید رکھتا ہے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ساعت ضرور آنے والی ہے] اس معنی کا پتہ دینے والی ہے پس اُس (اللہ) تعالیٰ کا طالب اس عالم میں سوائے اس کے کہ سوز و گداز کے ساتھ موافقت کرے اور حزن و فکر کے ساتھ موصوف رہے اور کچھ چارہ نہیں رکھتا۔ جب حبیب خدا علیہ السلام افضل الصلوات والتسلیمات کی صفت دائمی حزن اور متواتر فکر ہو تو دوسروں کو کیا حاصل ہوگا زیادہ سے زیادہ یہ کہ طالب کی تسلی کے لئے بعض وعدہ کئے ہوئے امور کا کچھ نمونہ اس کے باطن پر جلوہ گر کرتے ہیں۔

بلا بودے اگر ایں ہم نمودے [اگر یہ بھی نہ ہوتا تو مصیبت ہوتی]

آپ نے ہمان (نئی کیفیات) کے گم کرنے سے رنج و الم کا اظہار کرتے ہیں، کوئی ڈر نہیں ہے، اگر ظاہر سے پوشیدہ ہو گیا ہے تو باطن پر جلوہ گر ہے، نقحات میں منقول ہے کہ ایک درویش نے ابو محمد جریری سے کہا کہ میں اس کی بساط پر تھا بساط کا ایک دروازہ مجھ پر کھول دیا گیا میں اپنے مقام سے پھسلا اور اس سے محروم ہو گیا، (اب) میں اپنے گم کردہ (مقام) کا راستہ کس طرح پاؤں آپ مجھے اس راستہ کی

رہنمائی کیجئے جو اس (مقام) تک پہنچا دے، ابو محمد روئے اور کہا کہ اے بھائی! سب اس درد میں گرفتار  
اور اس داغ میں مبتلا ہیں لیکن میں تیرے سامنے چند شعر پڑھتا ہوں جو اس گروہ کے کسی بزرگ نے کہے ہیں یہ

قِفْتُ بِاللَّيْلِ بِأَرْقَمِهِدَا أَتَارَهُمْ  
كَمْ قَدْ وَقَفْتُ بِهَا أَسْأَلُ فُجْرًا  
فَأَجَابَتْنِي دَائِعِي الْهَوَى فِي رَسْمِهَا

نعرین

[تو ان گھروں کے پاس ٹھہر کہ یہ ان کے آثار میں (جن کے لئے) احباب حسرت و شوق میں روتے ہیں اور میں ان گھروں  
کے پاس کتنا ہی عرصہ ٹھہرا تا کہ کسی منجر یا صادق یا مشفق سے ان گھروں کے مالکوں کے بارے میں دریافت کروں  
پس محبت کی دعوت دینے والے نے اس کے آثار و نشانات کے بارے میں مجھ کو جواب دیا کہ جس سے تو محبت کرتا تھا تو اس سے جدا ہو گیا  
اب تو اس مقام سے جا ملا جو نادر ہے یعنی مقامِ اسما و صفات سے گذر کر مقامِ ذات تک پہنچ گیا جہاں پہنچنا نادر ہے۔]

## مکتوبات

شیخ محمد شریف کابلی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس راہ میں فنا پہلا قدم ہے۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى: میرے برادر گرامی مولانا محمد شریف اس ناکارہ کو  
صائے غیر سے فراموش نہ کریں اور سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر قائم رہیں اور مستی موبوم  
سے پوری طرح خالی ہو کر وہی وجود کے ساتھ متحقق ہو جائیں اور نیستی کے جال سے ہستی کا شکار کریں  
اور مستی اور اس کے توابع کا ظہور کامل نیستی کے بغیر نہیں ہے اور محبوب کے اخلاق کے ساتھ متخلق ہونا  
تعلقات سے فنا حاصل کئے بغیر ممکن نہیں ہے، اس کے اوپر اور دوسرے کمالات بہت ہیں لیکن وہ سب  
اس فنا کے ساتھ مشروط ہیں۔

بیچ کس راتانہ گردد اوفتا نیست رہ در بارگاہ کبریا

[جب تک کوئی شخص فنا نہ ہو جائے اس کے لئے بارگاہِ الہی میں باریابی نہیں ہے]

پس فنا اس راستہ میں پہلا قدم ہے۔

ومن بعد هذا ماتدق صفاته وما كتمه اخطى لذيه واجمل

[اور اس کے بعد وہ مقام ہے کہ جس کی صفات کا بیان بہت مشکل ہے اور وہ مقام ہے جس کا چھپانا اس کے  
نزدیک زیادہ مناسب اور بہتر ہے۔]

## مکتوبات ۱۵۱

لانعمت اللہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ نسبت باطن جس قدر قوی ہوتی جاتی ہے احکام شرعیہ کے ساتھ آراستگی اسی قدر زیادہ ہوتی جاتی ہے۔

برادر م مولانا نعمت اللہ کے خطوط نے موصول ہو کر خوشوقت کیا، جمعیت واستقامت کے ساتھ رہیں فان الاستقامة فوق الكرامة [پس بیشک استقامت کرامت سے اوپر (افضل) ہے] اور موبہوم ہستی سے نکل کر دائمی نیستی کے ساتھ موصوف ہو جائیں تاکہ مطلوب حقیقی کی ہستی جلوہ فرمائے اور سالک کو اپنے آپ سے لیا کر (وارفتہ کر کے) خود اپنی ذات کے ساتھ حاضر ہو جائے، یہ معنی ذوقی اور وجدانی ہیں کہتے اور لکھنے میں اچھی طرح نہیں آتے اور نظر و فکر سے یہ معاملہ نہیں ہوتا کہ احکام شرعیہ کا مکلف ہونے کے باوجود نہ ہونا کس معنی سے ہے اور ہونا اور نہ ہونا ایک وقت میں کس طرح ہوگا۔ عرفت ربی بجمع الاضداد [میں نے اپنے رب کو اضداد کے جمع کر دینے سے پہچانا]۔ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ ہر چیز میں رحمت ہے سوائے عشق کے کہ اس میں رحمت نہیں ہے، مارتے ہیں اور مرے ہوئے سے خوبہا طلب کرتے ہیں یعنی گم شدہ سے احکام بندگی معاف نہیں کرتے۔ عجب معاملہ ہے کہ جس قدر یہ نسبت عارف پر غالب آتی ہے اس کے احکام شرعیہ کے ساتھ آراستہ ہونے میں زیادتی کا سبب بن جاتی ہے اس لئے کہ نفس امارہ جو کہ ذاتی طور پر احکام شرعیہ کا منکر ہے (اس وقت) مطیع ہو جاتا ہے اور (احکام شرعیہ کے ساتھ) آراستگی کا کمال (نفس کے) مطمئن ہو جانے سے (وابستہ) ہے اور (شرعیات کے کاموں) میں سستی کرنے والا شخص جو اس نعمت کا دعویٰ کر لے وہ نسبت کی حقیقت سے بے بہرہ ہے، پوست کے ساتھ درہ کر مغز سے عاجز رہ گیا ہے کیونکہ اس نسبت کا کمال اطمینان تک پہنچانا ہے اور اطمینان کی علامت نازل شدہ احکام کا کامل اتباع ہے اور جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں ہے۔ اللہ سبحانہ ہمیں اور آپ کو صاحبِ شریعت علیہ علی آلہ الصلوٰات والتسلیمات والتجیہ کی کامل متابعت پر ثابت قدم رکھے۔

## مکتوبات ۱۵۲

فتح خاں شیرپوری کے نام اس شبہ کے حل میں تحریر فرمایا جو انھوں نے حضرت خواجہ بزرگ

(خواجہ بہاؤ الدین نقشبند) قدس سرہ کے کلام پر ظاہر کیا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: آپ نے پوچھا تھا کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا روزہ ماسوا کی نفی ہے، پس معلوم ہوتا ہے کہ ماسوا ہے، وہ کیل ہے، وہ حقیقت میں وجود رکھتا ہے یا نہیں؟ اگر حقیقت میں وجود رکھتا ہے تو ہمارے نفی کرنے سے اس کی نفی نہیں ہوگی اور اگر حقیقت میں وجود نہیں رکھتا تو نفی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جواب: حضرت خواجہ قدس سرہ سبحانہ بسرہ الاقدس کی نفی ماسوا سے مراد واشر اعلم بالصواب ماسوا کے تعلق اور اس کے مقصود ہونے کی نفی ہے بلکہ ماسوا کے شہود و شعور کی نفی ہے جو کہ فنا کا حاصل اور توحید شہودی ہے جو کہ اس راہ کے لئے شرط ہے ماسوا حقیقت میں موجود ہو یا نہ ہو، توحید وجودی کچھ درکار نہیں ہے ماسوا کے وجود کی نفی کی جائے، جو چیز ضروری ہے اور قرب کے منازل تک پہنچنا جس پر موقوف ہے وہ توحید شہودی ہے۔ چاہئے کہ سالک کی بصیرت (باطن) کی آنکھ میں ماسوی کا کوئی نام و نشان نہ رہے اور ماسوا سے اس کا علمی و حسی تعلق ٹوٹ جائے تاکہ قدیم ذات کے انوار کے ظہور کی قابلیت پیدا کرے اور بارگاہ قدس کی طرف کوئی راستہ پالے اور اس کے سوا سب کچھ بیکار ہے۔ یہ بات مسلم ہے کہ جب تک رہائی حاصل نہیں کرے گا نہیں پائے گا۔ ہم کو اشیاء کے وجود کی نفی سے کچھ سروکار نہیں ہے باطنی مرض جو کہ وصول (الی اللہ) کا مانع ہے (اس کا علاج ہمارے نزدیک سب سے اہم کام ہے اور وہ (باطنی مرض) اشیاء کے ساتھ تعلق و گرفتاری اور ماسوا کا شہود و شعور ہے کیونکہ ولایت کے طریق پر کوئی (حادث) علوم معرفت الہی جل سلطانہ کے ساتھ جمع نہیں ہوتے اور کثرت کا شہود و وحدت کے شہود کے ساتھ یکجا نہیں ہوتا (اس لئے) سالک کے لئے ضروری ہے کہ لا کے ساتھ ان امور کی نفی کرے تاکہ ماسوا کا نسیان ہو جائے اور فنا ظاہر ہو جائے۔

تا بجا رویہ لا زروبی راہ ترسی در سرائے الا اللہ

[تو جب تک لا کی جھاڑو سے راستہ صاف نہیں کریگا الا اللہ کے محل میں نہیں پہنچے گا]

آپ نے لکھا تھا: اگر کہا جائے کہ ماسوا حقیقت میں وجود مجازی کما وجود نہیں رکھتا (تو اس کا جواب یہ ہے کہ) یہی وجود مجازی اس کے اپنے مرتبہ میں ہے یا نہیں ہے، اگر ہے تو ہمارے نفی کرنے کا کیا فائدہ اور اگر نہیں ہے تو (بھی) اس کی نفی کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں وجود مجازی چونکہ ذہنوں میں وجود حقیقی کے عنوان کے ساتھ لایا ہو گیا ہے (اس لئے) سالک اس (وجود مجازی) کے اس عنوان کی نفی کرتا ہے کہ وہ حقیقی ہے تاکہ مجاز حقیقت کے عنوان کے ساتھ ظاہر نہ ہو جائے اور وجود حقیقی جل و علا کے ساتھ مشارکت پیدا نہ ہو جائے اور سالک کے لئے سدا رہا نہ ہو جائے المجاز بنفی

(مجازی نفی کی جاتی ہے) آپ نے سنا ہوگا ہوگا۔ آپ نے لکھا تھا کہ اگر کہا جائے کہ وجودِ موموم کے سوا اصلاً کچھ نہیں ہے (تو جواب یہ ہے کہ) جب اصلاً کچھ نہیں ہے تو وہم و موموم کہاں سے ہوگا۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ مرتبہ وہم جو کہ نمودِ بے بود سے عبارت ہے اللہ تعالیٰ کے علم میں کائن (موجود) ثابت ہے۔ جائز ہے کہ حق سبحانہ عالم کو اس مرتبہ میں جو کہ اس تعالیٰ شانہ کے علم میں ہو وجود (موموم) کے ساتھ پیدا فرمائے اور خارج میں بالکل نہ ہو، اس معنی کی تحقیق ان بزرگوں کی کتابوں میں مذکور ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ اگر وجود ظلی کہا جائے تو جواب یہ ہے کہ ایک وجہ سے ہوگا اور ایک وجہ سے نہیں ہوگا اور یہ نفی اس وجہ میں ہے جو کہ نیست ہست نام ہے (یعنی بظاہر ہست ہے اور حقیقت میں نیست ہے) لہذا نفی کی نفی کرتا ہے فائدہ ہے۔ (اس کے جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ چونکہ سالک نے نیست ہست نام (عدم وجود نما) کو ہست حقیقی کے عنوان کے ساتھ تصور کیا ہے اور اس بے بنیاد پر طویل بنیاد رکھی ہے (اس لئے) اس کے اس عنوان کی نفی کرتا ہے کہ وہ حقیقت میں ہست ہے تاکہ ذوق و حال کی رو سے اس کی ذاتی نیستی ظاہر ہو جائے اور ہست حقیقی (کی بلندی) پر چڑھنے کے لئے زنبہ ہو جائے اور ظل سے اصل کی طرف کوئی شاہراہ کھل جائے۔

## مکتوب ۱۵۳

حاجی حسین کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ فنا و بقا سے مقصود ماسوی کی گرفتاری کا زائل ہونا اور خالص بندگی ہے تاکہ کوئی اور بات۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم جناب حاجی حرمین شریفین اس دور افتادہ دوست سے سلام عافیت انجام پڑھیں، مکتوب شریف موصول ہو کر مسرت کا سبب ہوا، پسندیدہ احوال اور سنجیدہ ادواق و مواجہہ کیفیات کے مطالعہ نے خوشی پر خوشی بخشی، اللہ تعالیٰ بے اندازہ ترقیات عطا فرمائے اور تازہ علوم و کیفیات بخشے۔ میرے مخدوم! چونکہ میدانِ عمل کرنے کی جگہ ہے اور کھیتی اور کام کرنے کا مقام ہے عمل کی کثرت میں پوری پوری کوشش کرنی چاہئے اور اس کی کمیت و کیفیت (مقدار و صفت) کی زیادتی میں کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ فنا و بقا سے مقصود حق سبحانہ کے ماسوا کی گرفتاری کا زائل ہونا ہے جو کہ معبود حقیقی کی مقدس بارگاہ کی طرف دائمی توجہ کی ملنے سے اور اعمال و طاعات میں آسانی حاصل ہونا اور شرکِ خفی کی باریکیوں سے عبادات کا پاک (خالص) ہونا ہے، فنا کے حصول اور عدم ہونے کی دید سے بندہ غائب

اور معدوم مطلق نہیں ہو جاتا اور بندگی کے حلقہ سے سر باہر نہیں نکالتا (ترک نہیں کرتا) اور جانب بقا میں بھی (بتدہ) حق جل و علا کے ساتھ حقیقت میں ایک اور متحد نہیں ہو جاتا، مقصود بندگی کی صفائی (خالص ہونا) اور معاملہ میں اُس (اللہ) سبحانہ کے ساتھ اچھا ہونا ہے، یہ معنی فنا میں (تو ظاہر ہے اور بقا میں بھی چونکہ اتحاد کی دید (متحد دیکھنا) ہے پس انا عند ظن جدی بنی [میں اپنے بندہ کے گمان کے نزدیک ہوں] کے مقتضی کے مطابق گویا کہ حضرت معبود تعالیٰ یہ لباس پہن کر عبادت میں آگیا ہے اور یہ مسلم ہے کہ جو کچھ اس مقدس بارگاہ کے ساتھ منسوب ہے کامل ترین و مکمل ترین ہے: لا احصى ثناء عليك انت كما اثنيت على نفسك [میں تیری ثنا پوری طرح ادا نہیں کر سکتا تو ایسا ہے جیسا کہ تو نے خود اپنی ثنا کی ہے] پس جو عبادت کہ بقا کے وقت میں ہوگی وہ کامل ترین و مکمل ترین ہوگی۔

## مکتوب ۱۵۴

میرزا عبید اللہ کے نام اُن کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ اُن کے عریضہ میں درج تھے۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى! جو مکتوب گرامی آپ نے شیخ نور الدین رویش کے ہمراہ ارسال کیا تھا سچا اس کے مطالعہ سے لطف اندوز ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "ان دنوں میں نماز ادا کرنے کے دوران ایک ایسی حالت پیش آتی ہے جو کہ اس سے قبل نہیں تھی ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ جسم حرکت میں دوسرے جسم کے تابع ہے جیسا کہ کپڑا بدن کے تابع ہے اور یہ حالت ہرگز نظر سے پوشیدہ نہیں ہوتی اور بعض اوقات نماز سے باہر (بھی) حرکت و سکون میں یہی حالت (ہوتی) ہے۔" میرے مخدوم! یہ حالت تہایت اعلیٰ ہے جس طرح کہ نماز کو غیر نماز پر فوقیت ہے (اسی طرح) نماز کی حالت کو بھی بغیر نماز کی حالت پر فوقیت ہے اور یہ دوسرا جسم متبوع جو کہ آپ نے لکھا ہے ممکن ہے کہ وجود محبوب کی مثالی صورت ہو جو کہ ولادت ثانیہ کے ساتھ وابستہ ہے کہ اس اسم کے ساتھ جو کہ اس سالک کا مبداء تعین ہے فنا و بقا ثابت ہونے کے بعد وہ وجود حاصل ہوا ہے اور عارف کا اطن بن گیا ہے اور اس کے عالم خلق و امر کے لطائف عشرہ اس (باطن) کی یہ نسبت ظاہر کہلائے ہیں اور یہ ظاہر و باطن اس ذہاب و باطن کے ماسوا ہے جو کہ قوم میں متعارف ہے کہ یہ لوگ عالم خلق کو ظاہر کہتے ہیں اور عالم امر کو باطن کا نام دیتے ہیں اور یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ عارف ظاہر میں خلق کے ساتھ اور باطن میں حق جل و علا کے ساتھ ہے۔

از بروں در میان بازارم      وز درون خلوتے ست با یارم



[میں ظاہر میں بازار کے درمیان ہوں اور باطن میں اپنے یار کے ساتھ خلوت میں ہوں] اس سے مراد متعارف (مشہور) ظاہر و باطن ہے اور تصفیہ باطن اسی معنی سے کہتے ہیں کیونکہ تصفیہ باطن پہلے معنی کے لحاظ سے کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور مطلوب کے ساتھ اس کی نگرانی و توجہ صورت پذیر نہیں ہوتی اس لئے کہ توجہ و نگرانی (ایک دوسرے سے) علیحدہ و جدا ہونے کی خبر دیتی ہے اور یہ باطن جو کہ ظاہر کے لئے قیوم کا حکم رکھتا ہے اگرچہ عالم اجسام میں سے نہیں ہے لیکن معنوی (باطنی) امور اس راہ میں بہت ہیں جو کہ مثالی صورت میں اجسام کے عنوان سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ ”باوجودیکہ عرض کیا ہے کہ اپنے ساتھ نسوب نسبت و ہمہ اصل کے سپرد ہے اور یہ حال جو عرض کیا گیا ہے اس کے متضاد ہے“ میرے مخدوم! ان دونوں حالتوں کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے، ہو سکتا ہے کہ نماز کی مذکورہ بالا حالت بقا پر مرتب ہو اور نسبت و ہمہ اصل کے سپرد کرنا فنا ہے اور فنا کو بقا کے ساتھ کوئی تضاد نہیں ہے فنا و بقا ہمارے نزدیک دائمی ہے عین فنا کی حالت میں باقی ہے اور عین بقا کی حالت میں فنا ہی ہے کیونکہ فنا مطلوب کے ماسوا سے ہے اور بقا مطلوب کے ساتھ ہے، آپ کا یہ شبہ صاحبِ تربت کے شبہ کی مانند ہے کہ اس نے قومِ صوفیہ کے مقررہ اصول کو غلط کہا اور اعتراض کیا ہے اور کہا ہے

گو بند عنانِ خود چہ تابی      گم شو کہ چو گم شوی بیابی  
 این نکتہ نمود نا صوابم      چوں گم شوم آن گے چہ یابم  
 یا بندہ اگر کے دگر خواست      از گم شدم پس او چہ می خواست

[لوگ کہتے ہیں کہ تو اپنی باگ کیا مڑتا ہے (بلکہ) تو گم ہو جا کہ جب تو گم ہو جائے گا تو پائیگا مجھ کو یہ نکتہ درست

معلوم نہیں ہوتا (کیونکہ) جب میں گم ہو جاؤں گا تو اس وقت میں کیا پاؤں گا۔ پلنے والا اگر کسی دوسرے کو چاہتا تھا تو پھر وہ میرے گم ہونے سے کیا چاہتا تھا۔]

پس اعتراض بھی دور ہو جاتا ہے کیونکہ گم ہونا جو کہ فنا ہے یہ ماسوا کی نسبت سے ہے اور پالینا جو بقا سے (متعلق) ہے حق تعالیٰ کی نسبت سے ہے اور ان دونوں کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے، اس فقیر نے اس مطلب کو کسی کاغذ (مکتوب) میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اگر کوئی پوشیدگی رہ جائے تو وہاں رجوع کریں۔ میرے مخدوم! انکو نبیِ نبیِ امورا و مردوں کے احوال میں سے جو کچھ ظاہر ہو ضروری نہیں ہے کہ اس کو تفصیل سے لکھیں، اجمال کے طور پر لکھنا بھی کافی ہے کیونکہ (یہ) اصلی مطلب سے کچھ زیادہ تعلق نہیں رکھتا لیکن جو چیز یاد رکھنے کی ہو اور جو چیز کہ اصلی مطلب کے ساتھ تعلق رکھتی ہو اگر اس کو تفصیل سے لکھیں تو مستحسن ہے اور جس شخص میں طلب کا جذبہ پائیں طرفین کے استخارہ کے بعد

اس کو طریقہ بتادیں اور اگر ہجوم اچھا نہیں لگتا تو صحبت میں کم آدمیوں کو موقع دیں اور احوال کو چھپانے کا طریقہ محمود (اچھا) ہے، (اس کے) پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے، ایک بزرگ نے آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب میں دریافت کیا یا رسول اللہ! تصوف کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا تصوف دعویوں کو ترک کرنا ہے اور معانی (باطنی حالات و کیفیات) کو چھپانا ہے۔ اور آپ نے جو مقامِ فردیت کی بشارت حاصل ہونے کے بارے میں لکھا تھا وہ مبارک ہے لیکن آپ نے یہ نہیں لکھا کہ آپ نے اس کے آثار اپنے اندر کچھ پائے ہیں یا نہیں، البتہ آپ نے اس قدر لکھا ہے کہ اس میں مقامِ ارشاد مقامِ فردیت سے نیچے متصور ہوا، فقیر بھی اس بارے میں توجہ کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ بیشک عروج کے مراتب میں مقامِ فردیت مقامِ ارشاد پر فوقیت رکھتا ہے، ارشاد چونکہ عروج و نزول دونوں کو شامل ہے (اس لئے) فردیت پر فضیلت رکھتا ہے کیونکہ فردیت میں بھی (محض) عروج اور حق تعالیٰ کی طرف رخ ہے، نزول اور خلق کی طرف رخ نہیں رکھتا جو کہ تکمیل و دعوت کا مقام ہے وَ لِكُلِّ وَّجْهَةٍ (اور ہر ایک کیلئے ایک سمت ہے) ہاں جو شخص کہ فردیت اور قطبیت کے کمالات کا جامع ہو وہ کبریتِ احمد (سرخ گندھک) ہے جیسا کہ ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) شروع میں ان دونوں نسبتوں کے جامع رہے ہیں اس کے بعد وہ کمالات وراثت (وراثتِ انبیاء علیہم السلام) کے ساتھ ملحق ہو گئے تھے اور سید الطائفہ (حضرت جنید بغدادی) قدس سرہ بھی (ان دونوں نسبتوں کے) جامع تھے، نسبتِ فردیت ان کو شیخ محمد قصاب سے حاصل ہوئی تھی اور نسبتِ قطبیت کو شیخ سری سقطی سے (حاصل کیا تھا) انھوں نے نسبتِ قطبیت کو نسبتِ فردیت کے بالمقابل فراموش کر دیا ہے جیسا کہ انھوں نے فرمایا کہ لوگ جانتے ہیں کہ میں سری سقطی کا مرید ہوں، نہیں (بلکہ) میں محمد قصاب کا مرید ہوں۔

اور الوان و انوار کا ظہور فنا و نیستی کی نسبت کے ساتھ کچھ زیادہ مخالفت نہیں رکھتا اور ان کے ظہور کے وقت اپنے آپ کو ان کے ساتھ مشغول نہیں کرنا چاہئے اگرچہ لذت بخش ہوں، اپنی نسبت کی طرف متوجہ رہنا چاہئے۔

آپ نے لکھا تھا کہ ”واقعات میں دوسرے سلسلوں (کے بزرگوں) کے ساتھ صحبت بہت واقع ہوتی ہے اور ان کی طرف سے) توجہات بہت معلوم ہوتی ہیں بلکہ بعض اوقات اس قدر واضح انکشاف ہوتا ہے کہ ارواح کو دیکھنے میں ظاہری آنکھ باطنی نظر کے شریک (ہوتی) ہے، وہ اپنے طریقوں کا مکلف بتاتے ہیں، اس سے ہم بہت رکھتا ہے وغیرہ وغیرہ“ میرے مخدوم! آپ اپنے کام میں مشغول رہیں، اور بزرگوں کا احترام ملحوظ رکھیں لیکن توجہ کے قبلہ کو منتشر نہ کریں اور توجہ کو ایک جانب قائم رکھیں

(یہ حضرات) بزرگ ہیں (حال کے اندر) ظاہر ہونے کی صورت میں شفقت کرتے ہیں، جو شخص ایک جگہ تعلق رکھتا ہے وہ ہر جگہ سے فیض حاصل کر لیتا ہے اور جو شخص ہر جگہ تعلق رکھتا ہے وہ کسی جگہ سے بھی فیضیاب نہیں ہے۔ جانا چاہئے کہ اس راہ کے اس طالب پر جو کسی شیخ کا مرید ہو چکا ہے ظاہر ہو جائے کہ اس کو کوئی نسبت یا نور کسی دوسرے بزرگ سے پہنچا ہے تو اس کو چاہئے کہ اس نسبت کو اپنے پیر سے جانے کہ جس نے اس بزرگ کی شکل میں ظاہر ہو کر فائدہ پہنچایا ہے اور اعتقاد کرے کہ اس کا پیر جامع ہے اس کے لطائف میں سے کسی لطیفے جو کہ اس بزرگ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اپنے آپ کو اس بزرگ کی صورت میں ظاہر کیا ہے، یہ دوسرے بزرگ سے فیض سمجھنا طالبین کی غلطیوں میں سے ہے، آپ خود تو محفوظ ہیں لیکن دوستوں کو اس باریکی سے آگاہ کر دیں، شیطان طاقتور دشمن ہے ایسا نہ ہو کہ اس ذریعہ سے طالبین کی توجہ کے قبلہ کو منتشر کر دے اور مطلوب تک پہنچنے سے روک دے بلکہ راستہ ہی سے گمراہ کر دے۔

میرے مخدوم! آپ کا ایک مکتوب اس سے کچھ مدت پہلے پہنچا تھا وہ آپ نے ترک (گوشت نشینی) سے پہلے لکھا تھا اس کے بعد اس خط کے سوا جس کا جواب لکھا گیا آپ کا اور کوئی خط نہیں پہنچا اور اس خط میں ترک و استنکاف (خلوت و علیحدگی اختیار کرنا) اور اس وضع سے جو آپ رکھتے تھے کامل بے رغبتی کا شوق بہت زیادہ (درج) تھا اور آپ نے اس بارے میں ابتدائی امور کی کچھ تفصیل بیان کی تھی اور نیز اس خط میں درج تھا کہ ان دنوں میں گریہ و حسرت و عاجزی و محتاجی بہت زیادہ ہے اور ارادہ و عمارت (نیازی) و طاقت و ہمت (حوصلہ) جو کہ شروع میں معلوم ہوتی تھی بہت کم ہے (پہلے) اسباب کے واسطے کے بغیر مسبب علمی نظر میں تھا اب وہ اسباب کے قبوں میں ہے پہلے صنعت صانع کی مدلول (جس چیز سے صانع پر دلالت کی جائے) تھی، اب قضیہ برعکس ہے (پہلے) ایک شعور کی آند تھی اب آرزو کے شعور کا زوال ہے (پہلے) فنا کو بقا پر قبول کرتا تھا اب (صرف) بقا کا انتخاب کرنا ہے (پہلے) صفات کو تحقیق کی رو سے بلا کم و کاست عین ذات جانتا تھا اب ان امور میں وجود کا منضاد ہونا مفہوم ہوتا ہے (پہلے) صحو کی آرزو معتبر تھی، اب دل سُکر کا گروی ہے (پہلے) جلوت و محافل (لوگوں اور محفلوں میں ہونا) و سیر و سفر اچھے لگتے تھے، اس زمانے میں گوشتے (خلوت گاہیں) اور اقامت (گھر پر رہنا اور سفر نہ کرنا) اور بیٹھے رہنا ہمت کو اچھا لگتا ہے۔ میرے مخدوم! معاملہ ابتدا سے جس قدر دور ہوتا جاتا ہے مذکورہ امور دور ہوتے جاتے ہیں، ابتدا کی طرف رجوع کرنا ہی انتہا ہے (اس خط میں) درج تھا کہ "سلوک قدمی کا مرتبہ اور سلوک نظری کا مرتبہ بظاہر کسی فرق کے بغیر ایک ہی معنی میں ہو گا یا نہیں" ایک ہی معنی میں نہیں ہے جیسا کہ حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) نے مکتوبات شریفہ میں اس معنی کو تفصیل سے لکھا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الهدی والتمم متابعتہ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والبرکات العلیٰ  
وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین وعلیٰ کل ملائکہ المقربین وسائر الصالحین امین۔

## مکتوب ۱۵۵

شیخ عرب بخاری کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ظاہر کی تعمیر باطن کی تخریب ہے اور یہ کہ جو حالت  
تماز میں پیش آتی ہے وہ انتہا کی خبر دینے والی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً ومصلياً، برادر عزیزم شیخ عرب اس دلفگار درویش کا سلام  
عاقبت انجام پڑھیں، آپ کے ارسال کردہ خط نے مسرور کیا، اللہ سبحانہ کا حمد و شکر ہے کہ ظاہری عاقبت  
اور باطنی شادابی و رکھن کے ساتھ سعادت یافتہ ہیں، اللہ تعالیٰ ترقیات نصیب فرمائے اور زیادہ سے زیادہ  
عطا کرے من استوی یوماً فہو مغبون [جس شخص نے دو دن برابر سوئے یعنی دوسرے دن ترقی نہیں کی وہ خالصے میں ہی بہترین  
اوقات کو وظائف بندگی کے ساتھ مصروف رکھیں اور اس قلیل فرصت میں باطن کی تعمیر اور اس کی تنویر  
(صفائی و جلا) میں مشغول رہیں افسوس در افسوس کہ ظاہر کی تعمیر باطن کی تخریب کا سبب ہے اور اس کے  
برعکس (باطن کی تعمیر ظاہر کی تخریب کا سبب) ہے اور ہم بواہوس لوگ ظاہر کی تعمیر کے درپے ہیں پس ہم  
باطن کی کیا خبر رکھیں گے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: فانی بعثت بخراب الدنیا ولما بعث بعمار تھا  
[میں دنیا کی خرابی (یعنی اس سے توجہ کو ہٹانے) کے لئے بھیجا گیا ہوں اس کی تعمیر اس کی طرف مشغول کرنے) کیلئے نہیں بھیجا گیا]۔  
آپ نے لکھا تھا کہ ”پانچوں تمازوں کے دوران عجیب کیفیت پیش آتی ہے اور نیستی (فنایت) کی  
دیدہ پیشگی کے طور پر ہے خاص کر ذکر و مراقبہ کے وقت میں نہ وجود کا کوئی نشان نظر میں آتا ہے اور نہ عدم کا کسی  
کام کا ارادہ دل میں نہیں آتا۔“ میرے محذوم (یہ) احوال سنجیدہ اور پسندیدہ ہیں خاص طور پر وہ حالت جو کہ نماز ادا  
کرنے کے دوران پیش آتی ہے بہت عمدہ ہے اور اس کی کیفیات انتہا کی خبر دینے والی ہیں والسلام اولاً و آخراً۔

## مکتوب ۱۵۶

اپنے پیرزادے خواجہ محمد عبید اللہ کی خدمت میں اس بارے میں کہ فتاویٰ توحید و تجلی ذات کے ماوراء دوسرے  
معاملات بہت ہیں اور تماز کے بعض کمالات کے بیان اور حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری مدظلہ)

کے اس کلام کی شرح میں کہ انھوں نے فرمایا ہے فنائیت کے بعد ہوا جس دوساوس (شیطانی و نفسانی خطرات) کا ظہور مضر نہیں ہے، تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ: مخدوم زادہ کے قدام کے لئے اخلاص کے ساتھ دعا کرتے والوں میں سے کترین کی عرض دعا و نیاز قبول فرمائیں، آپ کے عنایت نامہ گرامی نے مشرف فرمایا، امید ہے کہ اسی طریق پر دور افتادہ دوستوں کو تازہ الطاف و معارف سے نوازتے رہیں گے، یہ گنہگار تباہ کار بہت شرمندگی و خجالت کی وجہ سے جو کہ باری تعالیٰ کی مقدس بارگاہ سے رکھتا ہے اپنے آپ کو اس کے لائق نہیں جانتا کہ تحقیق یا تقلید کے ساتھ اس بارگاہ مقدس کے ارد گرد کی کوئی بات زبان یا قلم پر لائے اور اسی وجہ سے بعض اوقات عنایت ناموں کے جواب ارسال کرنے میں کوتاہی ہو جاتی ہے لیکن اس وقت (آپ کے) امر شریف کے مطابق جرأت کرنا ہے اور جو کچھ اس احقر کی ناقص سمجھ میں آتا ہے لکھتا ہے اور کوتاہیوں کی معافی کی امید رکھتا ہے۔ میرے مکرم! کامل درجہ کی فنا تجلی ذات کے بغیر نہیں ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ تجلی ذات (کے ظہور) سے ماوراء دوسرے معاملات بہت ہوں کہ (اس) سعادتِ عظمیٰ کا حاصل ہونا ان کے ساتھ وابستہ اور (ہو سکتا ہے) انبیائے کرام علیہم الصلوٰات والبرکات کے درمیان آپس میں (ایک دوسرے پر) فضیلت دینے والی چیز بھی یہی معاملات ہوں۔ بیشک انبیاء کا طریقہ تیسری (فنائیت) و گزشتگی (گذر جانا) و آنا دی ہے لیکن حقیقت انبیاء علیہم التحیات والتسلیمات بظاہر اس کے ماوراء ہوگی طریقت سے حقیقت تک بہت فرق ہے فنا فی نفسہ مطالب مقصودہ میں سے نہیں ہے، مقصود اصلی دوسرے امور ہیں کہ فنا ان کے لئے شرطاً <sup>۳۱۶</sup> وَفِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ (اور رغبت کرنے والوں کو چاہئے کہ ضرور اس میں رغبت کریں) اگرچہ جو صاحب نفی نقطہ نفی کے انتہائی درجہ تک نہیں پہنچا ہے وہ مجملًا اثبات سے کچھ حصہ رکھتا ہے اگرچہ تھوڑا سا ہی ہو، لیکن ایک حصہ سے دوسرے حصہ تک بہت فرق ہے، وہ لوگ جن کی اصلی فطرت نفی کے مقام سے ہے اگرچہ وہ اثبات کے مقام سے کسی قدر حصہ رکھتے ہیں لیکن یہ حصہ طفیلی ہے ذاتی نہیں ہے جو کچھ ان کا ذاتی حصہ ہے وہ نفی و شفی ہوتا ہے اور جو لوگ کہ فطری استعداد کے مطابق اثبات کے مقام سے کچھ حصہ رکھتے ہیں نفی ان کا طفیلی حصہ ہے، اثبات کے ضمن میں جو کہ اس جماعت کا ذاتی حصہ ہے نفی بھی حاصل ہو جاتی ہے ان دونوں حصوں میں بہت زیادہ فرق ہے، ان معاملات میں سے جو کہ مقام اثبات سے تعلق رکھتے ہیں اور ان میں کچھ تقلید کی راہ سے اور کچھ تحقیق کی راہ سے اس بے حاصل کی سمجھ میں آئے ہیں اگر کچھ بیان کرے تو قریب ہے کہ نزدیک کے لوگ دوری تلاش کریں اور ڈرتا ہے کہ اس کے حق میں قطع البعلوم (گلا کاٹ دیا جائے) صادق آئے سے سراپا آتشی امشب قدر گود گیرے پُر کن کہ خواہد سوخت مجلس تا توئے درجام خواہی کرد <sup>۳۱۳</sup>

[تو آج کی رات سنا یا آگ ہے اس لئے کسی دوسرے کو کہہ دے کہ پیالہ پڑ کرے کیونکہ اگر تو پیالہ میں شراب ڈالے گا تو مجلس قبل جائیگی] اس مقام میں اس قاصر کے (میرے) گمان میں توحید ذاتی اور کثرت میں وحدت کے شہود کا کوئی

نام و نشان ظاہر نہیں ہے اور اسی طرح مخلوق کے ارشاد (ہدایت) کے لئے اس مقام سے کامل نزول کے بعد کثرت میں وحدت کا شہود نہیں سمجھتا اور ضروری نہیں جانتا اور بتدی اور غیر مرجوع یعنی نزول کی طرف رجوع نہ کرنے والے اور مرجوع یعنی نزول کی طرف رجوع کرنے والے متوسط کو اس معرفت میں کوئی فرق نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اگر کثرت کے آئینوں میں مشہود مطلوب حقیقی ہے اور نفی کے لائق نہیں ہے تو پھر بتدی اور متوسط کو یہ معرفت نقصان دہ کیوں ہو اور اس کی نفی میں کوشش کیوں کی جائے اور اگر مطلوب حقیقی نہیں ہے اور قابل نفی ہے جیسا کہ حضرت تواجہ بزرگ تواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ دیکھا، سنا اور جانا گیا ہے وہ سب غیر ہے کلمہ لا کی حقیقت کے ساتھ اس کی نفی کرتی چاہئے تو

نتہی مرجوع (نزول کی طرف لوٹے ہوئے) کہ کیوں اس سے چارہ نہیں ہوتا اور کس قصور میں اس کو غیر مطلوب کے مشاہدہ سے آرام دیتے اور اس غیر واقع معرفت کو اس پر ظاہر کرتے ہیں اور اطلاق کی فضا میں آزادی حاصل کرنے کے بعد اس کو تنگ کوچہ (توحید وجودی) کے قیدخانہ میں کیوں قید رکھتے ہیں جیسا کہ ہمارے

خواجہ حضرت مویب الدین الرضی باقی باشد قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ توحید وجودی (تنگ کوچہ ہے شاہراہ اور ہی ہے۔ اس عبارت شریفہ سے دو چیزیں حاصل ہوتی ہیں ایک یہ کہ توحید وجودی) مطالب میں سے

نہیں ہے (بلکہ) مطلوب کا راستہ ہے کیونکہ مطلوب کوچہ و شاہراہ کے ماوراء ہے، دوسری چیز یہ کہ یہ ایک بہت تنگ راستہ ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مطلوب سے باز رکھنا ہے اور یہ عبارت اس پر دلالت نہیں

کرتی کہ کامل ترین فنا اور پوری طرح نزول کے بعد یہ معرفت ضرور ظاہر ہونی چاہئے۔ اگر لوگ کہیں کہ کثرت کے آئینوں میں اگرچہ مطلوب کلی طور پر مشہود نہیں ہے لیکن اس کے ظہورات ہیں جو کہ جزئیت کے عنوان

کے ساتھ مشہود ہوتے ہیں، پس بتدی و متوسط چونکہ مطلوب تک نہیں پہنچے ہیں شاید اس معرفت کے ظہور کے وقت جزئی مشہود کے ساتھ کلی مشہود سے باز رہ جائیں اور نتیجہً چونکہ مطلوب کوچہ چکا ہے (اس لئے)

اس کے رجوع کے بعد مدت دعوت کی تکمیل کے زمانہ تک اگر اس کو ان جزئی مشاہدات کے ساتھ ماؤں رکھیں تو اس کی گنجائش ہے (وہ) غیر مطلوب کو مطلوب نہیں جاتے گا اور اس کے ساتھ کامل طور پر آرام

نہیں لے گا اور تنگ کوچہ (توحید وجودی) کا مقید نہیں ہوگا کیونکہ فضائے اطلاق میں آزادی حاصل کر چکا ہے اور مطلوب کو جیسا کہ وہ ہے پاچکا ہے اور جانتا ہے کہ یہ شہود اس کی تسلی کے لئے ایک مقررہ

مدت تک عطا کیا گیا ہے (اس کے جواب میں) ہم کہیں گے کہ جو نتیجہ انتہا کے کامل درجہ تک نہیں پہنچا ہے

ممکن ہے کہ وہ اس رجوع کے بعد ان جزئی مشاہدات کے ساتھ خوش ہو جائے لیکن جو عارف کہ انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات واکابر اولیائے کرام رضی اللہ عنہم کے کمال تک پہنچ چکا ہے اور اصل سے کچھ شریعت حاصل کر چکا ہے اگر وہ عالم کی طرف نزول (رجوع) کرے تو وہ اس قسم کے مشاہدات پر کیوں فریفتہ ہوگا اور اس شہود کے ساتھ کب مانوس و گرویدہ ہوگا اور نیز جو تہمتی کمال کے کامل درجہ تک پہنچ چکا ہے اور اس یقین کامل کے ساتھ جان لیا ہے کہ جو کچھ موجودات کے آئینوں میں ظاہر ہوتا ہے وہ کسراپ بقیعۃ یحسبہ الظان ولاء [وہ ایک چٹیل میدان میں چلتی ہوئی ریت کی مانند ہے جسکی پیاسا آدمی پانی لمان کرتا ہے] کی قسم سے ہر اور غیر مطلوب ہے اور مطلوب اس سے دریا اور اہر ہے پس وہ غیر مطلوب کے ساتھ کیسے مانوس ہوگا اور یہ معرفت کس لئے اس پر ظاہر ہوگی کسی نے خوب کہا ہے،

تو در عالم نمی گنجی ز خوبی مرا ہرگز کجا گنجی در آغوش

[تو سارے عالم میں خوبی کی وجہ سے نہیں سماتا تو پھر میری آغوش میں بھلا کہاں سما سکتا ہے]

ایک درویش نے کسی وقت میں عالم امکان کی موجودات مثلاً زمین، بار، آسمان، سورج، نباتات اور حیوانات سے دریافت کیا کہ ارباب وحدۃ الوجود تمہارے آئینوں میں جو کچھ شہود و مشاہدہ ثابت کرتے ہیں کیا بیدرست ہے اور مطلوب تم میں جلوہ گرہے؟ سب نے الگ الگ اس (اللہ تعالیٰ) کی تقدیس و تہذیب (پاکی) بیان کی اور ظاہر کیا کہ ہم پر یہ تہمت لگاؤ ہمیں اس کی کیا طاقت کہ اس کا منظر و آئینہ ہونے کا دعویٰ کریں، وہ سبحانہ اس بلندی شان اور تہذیب کے باوجود ہم میں کس طرح ظہور فرما ہوگا۔

ع نینہ تہمت سایہ بر آفتاب [تو آفتاب پر سایہ کی تہمت مت رکھو]

انہوں نے اپنے آپ کو محض خالی اور صرف سادہ ظاہر کیا۔ آسمان کی حقیقت نے دوسروں کی حقیقتوں سے پہلے اس دعویٰ پر برتیت ظاہر کی اور عاجزی و ذلت کے کامل اظہار کے ساتھ پیش آیا، اور چونکہ کچھ لوگ اس بچا پرے سرگردان (آسمان) کے ساتھ غیر واقع امور کو منسوب کرتے ہیں اور کوئی حادثہ اور اس قسم کے امور کو اس کی طرف لوٹاتے ہیں اس وجہ سے اس پر اللہ تعالیٰ بجل سلطانہ کی ہیبت کا اس قدر غلبہ تھا کہ وہ اس کو بیان نہیں کر سکتا تھا خوف و خجالت سے گچھل کر باہر ہوا جاتا تھا، اس اثنا میں سورج نے بھی اپنی عبادت (پوجا) کرنے والوں سے برتیت ظاہر کی اور بیان کیا کہ اس جماعت نے مجھ کو شرمندہ و سزا کر دیا ہے میں اس نامرادی و سرگردانی کے ساتھ ادویہ اس (میری بندگی کے مقام) میں (وہ آفتاب) لڑاں تالاں تھا۔

(اب) ہم اصل بات کی طرف جاتے ہیں، کامل مرجوعین (واپس لوٹنے والوں) کا انس (لگاؤ)

محبوب کی طاعات و عبادات اور اس کی مخلوقات کے حقوق کی ادائیگی میں ہے، خاص طور پر نیاز میں جو کہ

مومن کی معراج ہے اس حد تک خاص اُنس رکھتے ہیں کہ اس زمانے کے باہر گویا معطل اور سیکارہ ہیں۔ حدیث ارحنی یا بلال [لے بلال مجھ کو نماز کے ساتھ راحت پہنچاؤ] اور حدیث قرۃ عینی فی الصلوۃ [میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے] اسی کا اشارہ ہے، خاص طور پر وہ لوگ جو کہ محبوبیت ذاتیہ کے ساتھ مشرف ہیں اور ولایتِ خاتمہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام والنجۃ کے ساتھ واصل ہو گئے ہیں، ان کا اُنس طاعت میں ہے اور ان کی ہمت نماز کی تکمیل پر مصروف ہے، بلند ہمتی سے شہود و مشاہدہ کی طرف متوجہ بھی نہیں ہوتے کیونکہ انہوں نے یقین کے ساتھ جان لیا ہے کہ اس عالم کے مکشوفات و مشہودات مطلوب کے ظلال ہیں عین مطلوب نہیں ہیں، اور مطلوب مطلق (ذات حق تعالیٰ) ان مقدرات و مشاہدات سے پاک و بری ہے اس لئے ہزاروں شہود و مشاہدہ کو اُس تحریمیہ اولیٰ کے برابر نہیں جانتے جس کو وہ امام کے ساتھ پاتے ہیں اور نماز کے خشوع کی طمانیت کو تجلیات سے بہتر تصور کرتے ہیں البتہ محب چونکہ ہمیشہ محبوب کے شہود (مشاہدہ) کا طالب ہوتا ہے اور ہر وقت اس کے وصل و اتصال کا خواہشمند ہے (اس لئے) جانتے ہیں کہ وہ کمال شوق کی وجہ سے محبوب کے ظلال کے ساتھ بھی آرام حاصل کر لے اور اس کے ظہورات کے ساتھ مجتہدیں کرے۔ کسی بزرگ نے کہا ہے سہ

ہوئے تو از جا ہم مست و بخود زہر سو کہ آواز پائے بر آید

[جس طرف سے بھی کہ پیرے پاؤں کی آواز آتی ہے میں تیری بو کی وجہ سے مست بخود ہو کر اپنی جگہ سے (اس طرف) چل پڑا ہوں]

محبوب اصل کی کچھ نشانی رکھتا ہے اور ذات کا من حیث ہو [جیسی کہ وہ ہے] گرفتار ہے اور اس گرفتاری کے غلبہ کی وجہ سے دوسرے امور کی طرف متوجہ نہیں ہے جو معاملہ کہ وہ رکھتا ہے اس مقام میں شہود و تجلی کا نام لینا عار (شرم) ہے پس محمدی المشرب کو جو کہ محبوبیت کے زیادہ قریب ہے (اسے) چاہئے کہ ان مشاہدات سے دور اور تمام شہودات سے ایک طرف (بے تعلق) ہو جائے خواہ وہ شہود آیتوں میں ہو یا آیتوں سے باہر ہو اور جو عبارت کہ حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ نقشبند بخاری) نور ائمہ سے منقول ہے کہ فنا کے بعد ہوا جس و وساوس کا ظہور مضر نہیں ہے اس کے محامل (مواقع) اور ہیں جو کہ بہت بلند ہیں کیا ضروری ہے کہ (اسے) کسی ایسے محل (موقع) پہنچا دے جو ان بزرگ کے مشرب کے مخالف ہو اور ان حضرت عالی کی عبارت کے ساتھ جو کہ پہلے لکھی جا چکی ہے تضاد رکھتا ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ عبارت اس معنی میں ہو کہ فنا سے مقصود اُس (اللہ تعالیٰ) کے ماسوا کی گرفتاری کا زائل ہونا ہے اور جب فنا و اطمینانِ نفس کے ساتھ یہ معنی حاصل ہو گئے پھر اس کے بعد اگر اشیا کا علم لوٹ آئے اور وساوس پیدا ہو جائیں تو وہ مضر سے بچ جاتا ہے کیونکہ اشیا کا علم جو کہ فی نفسہ صفتِ کاملہ ہے



۳۱۶

اشیاء کے ساتھ گرفتاری کی وجہ سے مذموم ہوتا ہے اور فنا کے ذریعہ اس گرفتاری سے نجات میسر ہو گئی تو اشیا کا علم تم (برائی) کی صفت سے نکل گیا اور نیز ہو سکتا ہے کہ اس معنی میں ہو کہ عارف کامل کام کی تکمیل کے بعد جب عجزیت کے مقام تک پہنچ جاتا ہے تو اس کے لئے افرادِ عالم میں سے ہر فرد اس (اللہ تعالیٰ) کی مقدس بارگاہ کی طرف شاہراہ ہو جاتا ہے پس خطرات جو کہ پہلے غفلت اور دُوری کا سبب تھے اس وقت میں جمعیت و حضوری کا سبب بن جاتے ہیں اور خطرات سے خالقِ خطرات تعالیٰ و تقدس کی طرف ایک ساتھ کھل جاتا ہے

۵ در دلِ ما غمِ دنیا غمِ معشوق شود بادہ گر خام بود نختہ کند شیشہ ما

(ہمارے دل میں دنیا کا غم (بھی) معشوق کا غم ہو جاتا ہے، شراب اگر کچی ہو تو ہماری صراحی اس کو نختہ کر دیتی ہے) اور نیز ممکن کا علم چونکہ عالم کی ذات میں معلوم کی صورت حاصل ہونے کے ساتھ ہے اور معلوم کے ساتھ عالم کے اثر قبول کرنے کا سبب ہے اس لئے عالم کے تغیر و تلون (بدلتے رہنے) کا سبب جس سے نقص لازم آتا ہے اور واجب تعالیٰ کا علم حصول کی کیفیت سے پاک و بری ہے پس اگر عارف کامل کا علم تخلق و باخلاق اللہ [اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ موصوف ہو جاوے] کے مصداق اس قسم کا ہو جائے اور تاثر و تغیر سے رہائی حاصل کر لے اور نقص سے کمال میں آجائے تو بعید نہیں ہوگا کہ اس وقت میں خطرات و حدیث نفس ہو اور اس سے کچھ بھی تاثر و تغیر نہ ہو، یہ معرفت نہایت عجیب معارف اور نہایت پوشیدہ اسرار میں سے ہے۔ رَبِّنا اِنِّنا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَ هِيَ لَنَا مِنْ اَمْرِنا رَشْدًا اے ہمارے رب! ہم کو اپنے پاس سے رحمت کا سامان عطا فرما اور ہمارے لئے ہمارے کام سے بھلائی بھی فرما) و صلوات اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ اجمعین وصل علی جمیع الانبیاء و المرسلین و الملائکة المقربین سائر الصالحین المؤمنین آمین

## مکتوب ۱۵۷

مولانا عبد الغفور سمرقندی کے نام پیر دستگیر اور ان کے اصحاب کے ساتھ بہت زیادہ محبت کے اظہار میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ یہ وقت ان کی نسبت شریفی کے طور کی تاب نہیں رکھتا۔ الحمد للہ و سلام علی عباده الذین اصطفیٰ۔ کتنی بڑی نعمت ہے کہ کوئی شخص بڑھاپے کے اوقات میں زیورِ طاعات سے آراستہ ہو اور ضعف کے وقت میں طاقتور و دشمنوں پر غالب ہو اور اہل اللہ کے قبول کر لینے کے آثار اس کے طور طریقوں سے ظاہر ہوں اور اس کی پیشانی کے انوار اس معنی کی شہادت میں نمایاں ہوں۔ آن عزیز (آپ) کی توفیق کی خبریں سنا کر کامل خوشی اور اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کے

شکر کا باعث ہے اور اس خوشگوار نعمت کی زیادتی کے لئے دعا و امداد کا سبب ہوتا ہے، یہ سب انوار  
 اُس (اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے دوستوں کی نظر کی برکات سے ہیں اور یہ صوری جمعیت جو کہ ظاہر نے  
 بندگی کے وظائف کی ادائیگی کے ساتھ حاصل کی ہے اس معنوی نسبت کا اثر ہے جو کہ اُن (اولیاء اللہ کے  
 باطن سے (اس کے) باطن پر چمکی ہے، جو حضرات کہ حضرت قبلہ حقیقی (والد ماجد یعنی مجدد الف ثانی قدس سرہ)  
 کی خدمت کے شرف اور پاپوسی کی سعادت سے مشرف ہوئے ہیں تہایت عزیز و محبوب اور بہت ہی شریف  
 مرغوب ہیں کیونکہ یہ حضرات محبوب کے کمالات کے آئینے ہیں اور اس کے جمالِ پاک کی یادگار ہیں، جب  
 کبھی اس جماعت کو دیکھتا ہے ایک ایسی حالت ظاہر ہو جاتی ہے کہ گویا اس قبلہ طالبانِ خدا کے جمالِ  
 مبارک کو مشاہدہ کرتا ہے اور (جب) اُس صحبت اور اس لگندنی اللہ اجتمع کو کہ جس کے مثل تمام دنیا  
 میں نہ تصور کیا جاسکتا تھا اور نہ ہے دل میں خیال کرتا ہے تو دل پر آب اور جگر کیاب ہو جاتا ہے، آندوہی ہے  
 کہ ان حضرات کے ساتھ صحبت رکھے اور حرف و حکایت انہی کے ساتھ کرے لیکن افسوس کہ یہ حضرات دن  
 بدن کم ہوتے جا رہے ہیں اور اس کی کے باوجود ایک دوسرے سے دور پڑے ہیں۔

زنجیر و ستارِ خون شد درونِ سینہ جانِ من      فراقِ ہمنشیناں سوخت مغزِ استخوانِ من

[دوستوں کی جدائی سے میری جان سینہ کے اندر خون ہو گئی، ہمنشینوں کے فراق نے میری ہڈیوں کا مغز جلادیا ہے]

الخبیر فیما صنع اللہ سبحانہ [جو کچھ اللہ تعالیٰ کرتا ہے اسی میں بھلائی ہے] یہ حضرات جہاں بھی ہیں غنیمت ہیں۔

بیادگارِ بمانی کہ بوئے آل داری      [تو یادداشت میں رہیگا کیونکہ تو اس کی بو رکھتا ہے]

اس فراق سوختہ اور دل باختہ عاشق کی حالت یہ ہے کہ جو شخص کہ حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ)

کے وجود کی شمع کے گرد پروانہ کی طرح نہ پھرا ہے اور نشانہ کی طرح اس کی بے مثال توجہ کے تیر کا ہدف نہیں  
 بنا ہے اور اس کی رفتار اور محبوبانہ اداؤں کا شکار نہیں ہوا ہے اور اس کے قدرِ عنا کی نزاکت کے فزاک (شکار بند)

میں نہیں بندھا ہے اور اس کی معشوقوں جیسی شراب کی مانند (نشیلی) آنکھوں کا کشتہ نہیں ہے اور

اس کے دلبروں جیسے تبسم کا عاشق نہیں ہے اور جس نے اپنی نازک پیشانی کو اس کے آستانہ عالیہ پر کمال

شوق و آرزو کے ساتھ نہیں گھسا ہے اور اس کی درگاہ کے کُنوں کی خاک پا کو اپنی آنکھوں کا سرمہ نہیں

بنایا ہے اور اس کی بندگی کے خط کا نشان جس کی پیشانی پر ظاہر نہیں ہوا ہے اور اس بارگاہ کی غلامی کی

زنجیر جس کی جان و تن کی گردن میں ظاہر نہ ہو، اس کے ساتھ نہ بیٹھے اور (اس کے ساتھ) آشنائی نہ کرے

اور (اس سے) گفتگو نہ کرے، کیا کروں مجھے ایسا ہی پیدا کیا گیا ہے، میں اپنے اختیار میں نہیں ہوں، محبت

کے دیوانے جس جگہ محبوب کی بو پاتے ہیں جان فدا کرتے ہیں اور جس جگہ محبوب کا کوئی نشان نہیں دیکھتے

اس جگہ سے سینکڑوں فرسنگ (دور) بھاگتے ہیں، جو شخص کہ اس ناکارہ کے ساتھ نشست و برخاست کی رغبت رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ ایسا ہو جائے ورنہ ناکارہ لوگوں کے ساتھ کیا دوستی اور کیسی نشست و برخاست، بارہا دل میں آتا ہے کہ کوئی گوشہ اختیار کر لے اور زمین کی تہ میں کوئی گڑھا پسند کر لے تاکہ جو لوگ مذکورہ اوصاف کے حامل نہیں ہیں نہ ان کو دیکھے اور نہ ان کی بات سُنے۔

میرے مخدوم! اس وقت کو اس نسبت شریفہ کے اٹھانے کی طاقت نہیں ہے اور قیامت کے قُرب اور ظلمات کے پے درپے آنے کی وجہ سے یہ نسبت عالیہ روز بروز پوشیدہ ہوتی جا رہی ہے اور اس کے انوار چھپتے جا رہے ہیں اور اس کے اٹھانے والے لوگ کم ہو رہے ہیں اور سوائے اس کے کہ یہ شخص کسی گوشہ تنہائی میں جا بیٹھے اور کوئی علاج نہیں رکھتا لیکن یہ بھی اس شخص کے اختیار میں نہیں ہے۔ یا اللہ! مجھ کو ان (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے محبت کرنے والوں میں سے بنا دے اور ان سے محبت کرنے والوں کے دیکھنے والوں میں سے بنا دے کہ میں دوسری قوم (جماعت) کے نظارہ کی طاقت نہیں رکھتا۔ والسلام علیکم وعلیٰٰ اٰلہکم

## مکتوب ۱۵۸

مولانا محمد حنیف کے نام درد و سوز کے اظہار اور دارِ آخرت کی بقا کے مطلب پر دلالت کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔  
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اَصْطَفٰہِ: میرے سعادت آثار بھائی مولانا محمد حنیف اس گرفتار آثار سے مشتاقانہ دعائیں قبول فرمائیں۔ آپ کا مکتوب مرغوب اس وقت میں ایک عزیز نے لاہور سے بھیجا ہے اس کے مطالعے سے خوش وقت ہوا۔ مکتوب گرامی کے مضمون سے شوق کا جاذبہ ظاہر اور طلب کی حرارت آشکارا تھی۔ الحمد للہ سبحانہ علیٰ ذلک۔ جس قدر بھی جذبِ حرارت حاصل ہو جائے نعمت ہے، کمال یہ ہے کہ خون کی حد تک پہنچا دے اور باسوا سے کلی طور پر چھڑا دے۔ لن یؤمن احدکم حتی یقال انه لمجنون [تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ہرگز کامل (مومن) نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کو مجنون کہا جائے] یہ جنون دوستوں کو نصیب ہوا اور ان کے طفیل سے اس کا کوئی گھونٹ تلچھٹ پینے والوں کے حلق میں واقع ہو جائے۔ آپ نے اس دیار (سرحد شریف) آنے کے شتیاق کا اظہار کیا ہے اور اس ناکارہ کے طلب کرنے کا انتظار رکھتے ہیں۔ میرے مخدوم! اس دیار کے لوگ چونکہ (اپنے) سر میں دوسرے دیار (دارِ آخرت) کا خیال رکھتے ہیں اور اس کی دوری سے ہمیشہ باطن میں سوگوار ہیں، دوستوں کو بھی اُس دیار کی رہنمائی کرتے ہیں اگرچہ (اب تک) اُس دیار کا کوئی نشان ظاہر نہیں ہے اور

اس کے رہنے والوں کا کوئی اثر (علامت) نمایاں نہیں ہے، جدائی اور دوری کے سوا اس سے کچھ نصیب نہیں ہے اور سوز و گداز کے علاوہ اس سے کچھ حاصل نہیں ہے۔

ففي القاروسا كندوانسهم شيون بين جوانحي وضلوعى  
 (میرے پہلوؤں اور میری پسلیوں (دل) میں (داری) قرار اس کے رہنے والے اور ان کی محبت کے بارے میں بہت  
 البتہ اس مقام سے گذرین تاکہ جدائی کے ماتم زدوں کے (ہمارے) درد میں شریک اور گم شدگی (فنایت)  
 کی سوزش کی محفل کے تلخ گوشوں کے ساتھ جڑ عکس ہو جائیں (یعنی آجائیں) تو کیا مضائقہ ہے لیکن اس  
 سب دردِ دوری و سوزِ جدائی کے باوجود غمناکیت بیش از بیش اور اللطاف زائد از بیش ہیں (یہ بھی)  
 غمناکیت ہی ہے کہ جو اس درد کے ساتھ مانوس رکھتی ہے اور جس نے اس سوز کے ساتھ موافقت دے رکھی ہے۔

دریں دیار بآں زندہ ام کہ گاہے نیم عاطقے زان دیار می آید  
 (میں اس دیار میں اس لئے زندہ ہوں کہ کبھی کبھی مہربانی کی نیم اس دیار سے آجاتی ہے)  
 اس جگہ (مقدس بارگاہ) کے لئے جو کہ دار اور کسی دیار (لیکن) سے پاک و بری ہے دیار و دیار کا اطلاق صنعت  
 ۳۱۹ مشککہ کے طور پر ہے یا کتا یہ ہے جیسا کہ مثل کرام کے کلام میں اس کے مثل آتا ہے ورنہ بیت  
 لا وھو زان سرائے روزیہ باز گشتند جیب و کیسہ ہی  
 (لا اور ہو فنا و بقا) اس مقدس بارگاہ سے اس حال میں واپس لوٹتے ہیں کہ ان کی جیب اور کیسہ خالی ہوتی ہے۔

## مکتوب ۱۵۹

شیخ حسن کے نام نعمت کے شکر پر مہمانی کرنے اور اللہ تعالیٰ اجل جلالہ کے مکر و تدبیر سے ڈرنے کے بارے میں تحریر فرمایا  
 بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى - برادر عزیزم شیخ حسن احسن الله  
 سبحانہ حالہ و حصل امالہ [اللہ تعالیٰ اس کے حال کو اچھا کرے اور اس کی امیدوں کو پورا فرمائے] اس دل فگار  
 درویش سے سلام عاقبت انجام پڑھیں، آپ کی توفیق (ہمت) اور طالبین کے اجتماع کی  
 رونق اور اطوار و عادات کی استقامت اور حلقہ ذکر و فکر کی پابندی کی خبروں کا سنتا دوستوں کی مسرت کا  
 سبب اولان کے مزید شکر و حمد کا باعث ہوتا ہے، زیادتہ کے اس جزو (حصہ) میں جو کہ قربِ قیامت کا وقت ہے۔

اہل اللہ کا اس قسم کا اجتماع اور اللہ فی اللہ صحبت بہت بڑی نعمتوں میں سے ہے۔  
 آسمان سجدہ بردہ ہر زینے کے درو یک دو کس یک دو نفس بہر خدا بنشیند

[آسمان اس زمین کے لئے سجده کرتا ہے جس میں ایک دلدھی ایک دو سانس دلو تک خدا تعالیٰ کیلئے بیٹھے ہیں] اپنے کام میں مشغول رہیں اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شکر بجالائیں، لَیْسَ شُكْرُكُمْ لِيْ اِنْ شَكَرْتُمْ اِنَّمَا تُشْكُرُوْنَ لِنَفْسِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ شَاكِرِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَسْمٰی تَوْضُوْعٍ مِّنْكُمْ كُوْا وَاَزِيَادَةٌ رُوْحًا] اور اللہ تعالیٰ کے مکر (تدبیر) سے ڈرتے اور لڑتے رہیں اور شیطان کے دھوکے سے بے فکر نہ رہیں اور نفسانی خواہشات اور شرکِ خفی کی باریکیوں سے خوب ڈرتے رہیں جبکہ ہمارے پیشوا حضرات مَا اَبْرَىٰ نَفْسِيْ [میں اپنے آپ کو بری نہیں کرتا] فرماتے ہیں تو ہم پر افسوس ہے۔ مختصر یہ ہے کہ اپنے بزرگوں کے ساتھ محبت اور باطنی رابطہ کو مضبوط رکھیں اور نبی کریم علیٰ صدرہا الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں کے مضبوط حلقہ کو نہ چھوڑیں اور حضرت یلم یزل (حق تعالیٰ) کی بارگاہ مقدس میں التجا و مینت (گرگڑانا) و تضرع و زاری کو لازم پکڑیں تاکہ نجات کی امید پیدا ہو، اور دوستوں سے توقع یہ ہے کہ اس ناکارہ کے دعائے خیر سے یاد رکھیں۔ جو مکتوب آپ نے بھیجا تھا پہنچ گیا، اللہ تعالیٰ آپ کا معاون و مددگار ہو۔

## مکتوبات ۱۶

شیخ عبداللطیف شکرخانی کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ظاہر (بھی) باطن کی طرح دائمی حضور کے

ساتھ موصوف ہونا چاہئے۔

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ اُس ذات علیہ و علیٰ آلاء الصلوات و التسلیمات و البرکات العلیٰ کے طفیل <sup>۳۲</sup> کہ جس کی نگاہ نے نہ کبھی کی اور نہ حد سے بڑھی، ظاہری و باطنی کمالات سے آراستہ کر کے ایک مطلب کا گرفتار رکھے کہ جو کچھ اس کے ماسوا ہے وہ اس کے بالمقابل محو و لاشی ہو جائے تاکہ اس کا محب المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے کہ وہ محبت کرتا ہے] کے بموجب آفاق و انفس کو رخصت کر کے بخود ہو کر اس جگہ دور کے اور اس کی طلب میں ایسی ہمت عطا فرمائے کہ اس کی تجلیات و ظہورات سے چشم پوشی کر کے ظاہر و متجلی ذات کا طالب و متلاشی رہے، اس حدود فقر کے اطوار و احوال اللہ تعالیٰ کی حمد کے لائق ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کا حمد و احسان ہے، اللہ سبحانہ سے آپ کی سلامتی و عافیت کی دعا کی گئی ہے، اس مسکین کی آرزو اپنے اور سب دوستوں کے بارے میں یہ ہے کہ اپنی ہمت کو پوری طرح مطلوب حقیقی کی مقدس بارگاہ کی طرف مصروف رکھا جائے اور جو کچھ اس عظیم دولت کے منافی ہو اُس سے پوری طرح اعراض کیا جائے ایسا نہ ہو کہ باطن کی آبادی پر اکتفا کر کے ظاہر کو غفلت کے ساتھ چھوڑ دیں کیونکہ یہ بھی شرکِ خفی کے دائرہ سے باہر نہیں ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ "اگر کوئی سعادت مند بندہ تمام عمر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہا پھر

اُس نے ایک لحظہ بھر کے لئے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی تو جو کچھ اُس نے کھویا وہ اس سے زیادہ ہوگا جو اُس نے پایا تھا۔ لیکن کیا کیا جائے (کہ تمام آرزوئیں میسر نہیں ہیں، جسمانی تقاضوں اور مخلوق کے ساتھ میل جول سے چارہ نہیں ہے ہاں اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ ظاہر کی اس غفلت کو جو کہ لازمی ہے اگر اچھی نیت کے ساتھ ملا لیا جائے تو غفلت سے نکل جاتی ہے اور ذکر کے ساتھ مل جاتی ہے مثلاً نیت جو کہ سراب غفلت ہے اگر عبادت میں سُستی دور ہونے کی نیت کے ساتھ مل جائے تو ذکر ہو جاتی ہے، نوم العلماء عبادة [علماء کی نیند عبادت ہے] تو آپ نے سنا ہی ہوگا، اور لوگوں کے حقوق ادا کرنے کی نیت سے ان کے ساتھ میل جول رکھنا بھی ذکر ہے کیونکہ یہ واجب و مستحب کو ادا کرنا ہے علیٰ هذا القیاس [اور چیزوں کو بھی اسی پر قیاس کر لیجئے]۔ ذکر زبانی ذکر میں ہی منحصر نہیں ہے (بلکہ) ہر وہ عمل کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو ملحوظ رکھا گیا ہو ذکر میں داخل ہے، اِنَّ هَذِهِ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذْ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا [بیشک یہ ایک نصیحت ہے پس جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے]۔ اس بیان سے واضح ہو گیا کہ دائمی حضور کہ جس سے مراد غفلت کا ہمیشہ کے لئے دور ہو جانا ہے جیسا کہ بزرگوں نے باطن کی نسبت کہا ہے ظاہر میں بھی ثابت ہے، لیکن ظاہر کے دائمی حضور کو کہ جس سے مراد اپنے تمام اعمال و افعال کو نیتِ صالحہ کے ساتھ ملانا اور تمام امور میں حتیٰ کہ جو امور ظاہر غفلت معلوم ہوتے ہیں ان میں بھی رضائے الہی جل شانہ کو ملحوظ رکھنا ہے باطن کا دائمی حضور لازم ہے اور اس کا عکس لازم نہیں ہے۔ یہ کمالِ مخلصین (لام کی زبر سے رہائی یافتہ لوگوں) کے ساتھ مخصوص ہے کہ یہ حضرات ہر عمل میں تصنیع و تصحیح نیت سے آزاد ہو چکے ہیں اور ان کی نیت فنا و بقا کے ذریعہ اکمل طریقہ پر تصحیح حاصل کر چکی ہے اور لام کی کسرہ کے ساتھ مخلصین (رہائی پانے والے) اس کمال سے بہت کم حصہ رکھتے ہیں۔ والمخلصون علیٰ خطر عظیم [اور رہائی حاصل کرنے والے بہت بڑے خطرہ پر ہیں] یہ بزرگواران جو کہ اخلاص کی خفیت کو پہنچ چکے ہیں اور تصنیع و تکلف سے جو کہ لوازمِ طریقت سے ہے رہائی حاصل کر چکے ہیں، وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے کرتے ہیں اور جو کچھ ان سے ظہور میں آتا ہے اللہ سبحانہ ہی کے لئے ہوتا ہے خواہ وہ نیت کریں یا نہ کریں، نیت (کی ضرورت) محتمل (امر) میں ہے متعین (امر) میں تصحیح نیت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ان بزرگوں کا نفس اپنے مولا کے لئے فدا ہو چکا ہوتا ہے اور وہ اپنے اوپر آثار میں) کا اطلاق شکر جانتے ہیں اس لئے وہ جو کچھ کرتے ہیں وہ اُس (اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتا ہے جیسا کہ اس مقام کے حاصل ہونے سے) پہلے وہ جو کچھ کرتے تھے اپنے نفس کیلئے کرتے تھے اور (وہ عمل) نیت کا محتاج تھا۔ جانتا چاہئے کہ اس قسم کے عارف کی بے ادبی کرنا اور اس کو تکلیف پہنچانا اس (اللہ) سبحانہ کی ایذا و بے ادبی تک پہنچانے والا ہے کیونکہ اس صورت میں اس کے منتسبات بلا تکلف اس تعالیٰ شانہ

کی بارگاہ کے ساتھ منتسب ہو جاتے ہیں، جبکہ اس عارف کے اعمال نیت کی احتیاج کے بغیر اس  
 (اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہوتے ہیں تو دوسروں کے اعمال جو کہ اس کے متعلق واقع ہوں وہ بطریق اولیٰ اس  
 بارگاہ کی طرف عائد (نسب) ہوں گے اور اسی قیاس پر اس کی تعظیم و اطاعت اس کے مولیٰ اجل و علا کی  
 تعظیم و اطاعت ہوگی اور اسی اعتبار سے کلام مجید میں وارد ہوا ہوگا مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطاعَ اللہَ  
 [جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی] سے

بس کنم خود زیر پر کاں را این بس است بانگِ دد کردم اگر در درده کس است  
 [میں بس کرتا ہوں غمگندوں کے لئے یہی کافی ہے، اگر گاؤں میں کوئی ہے تو میں نے رندے (کے خطرے) کی آواز لگادی ہے] والسلام اظلا و آخراً۔

## مکتوبات

حقائق آگاہ خواجہ محمد صدیق کشمی کے نام مطلوبِ جل و عزت کی عظمت بیان کرنے اور (سالک کی) ہمت کو بلند کرنے پر  
 رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى: آپ نے جو گرامی نامہ ان دنوں میں ارسال فرمایا  
 تھا اس کے مطالعہ سے خوش و مسرور ہوا، آپ سلامت رہیں، حج کا سفر مبارک ہو، یقین ہے کہ (اپنی)  
 مقبول دعاؤں میں ان فقر اکو فراموش نہیں کیا ہوگا۔ میرے مخدوم! (اپنی) بلند ہمت کو اس بات پر  
 لگائیں کہ مطلوبِ حقیقی سے (اس کے سوا) کچھ حاصل نہ کریں اور وصل و اتصال کی آرزو کو اس میں آنے  
 نہ دیں کیونکہ یقین کامل کے ساتھ معلوم ہو چکا ہے کہ جو کچھ اس سے حاصل ہوتا ہے وہ اصل کے حوصلہ  
 کے مناسب ہوتا ہے اور اس کی استعداد یافت کے ساتھ مقید ہے اور مطلوب ان تقیدات  
 (پابندیوں) سے پاک و بری اور ان قیود سے آزاد و خالی ہے، پس چلے کہ ہمت کی نظر پڑنے کی  
 جگہ ایک ایسے مرتبہ پر محدود ہو جو کما دراک (حصول) کی قیود اور استعداد کی پابندیوں سے بالاتر ہو۔

اگر نہ دہی بکف دامان یارم گرفتار کے دیگر تدارم

(اگر تو یار کا دامن میری ہتھیلی (مٹھی) میں نہیں دیتا تو مجھے کسی دوسرے کا گرفتار (تو نہ رکھ)۔ کیونکہ ممکن جب تک  
 امکان کی قید میں مقید ہے مطلق حقیقی سے کس طرح کوئی حصہ حاصل کرے گا اور بشریت و امکان سے  
 پوری طرح الگ ہونا منظور نہیں ہے۔ شیخ عطار (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں سے

نمی بینی کہ شاہے چوں پیمبر نیافت او فقیر کل تو رنج کم بر

[کیا تو نہیں دیکھتا کہ بغیر جیسی بادشاہ ہستی نے کامل فقر رگلی انقطاع) نہیں پایا تو پھر تو بھی رنج نہ کر! [إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا] وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا [مگر یہ کہ میرا رب کوئی چیز چاہے، میرا رب علم کے اعتبار سے ہر چیز کو احاطہ کے ہوئے ہے]۔ عجب معاملہ ہے اس مقام میں نہ مطلوب کی جدائی کو چاہتا ہے اور نہ اس کے وصل کو، اس کے باوجود اس سے ناامیدی بھی نہیں رکھتا کیونکہ یہ کمال ناامیدی کے معاملہ سے اوپر ہے۔ عرفت ربی بجمع الاضداد [میں نے اپنے رب کو اضداد کے جمع کرنے سے پہچانا] اور اس کمال کے اضداد کا دور ہونا عالم محبوبیت کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ محب جو کہ ہمیشہ محبوب کے شہود کو چاہتا ہے اور ہر وقت اس کے وصل و اتصال کا آرزو مند ہے اس بات کی کہاں طاقت رکھتا ہے کہ محبوب کا کوئی پر تو اس پر ظاہر ہو اور اپنے آپ کو نگاہ رکھ سکے، ایک عزیز فرماتے ہیں:

ہے یہ بوئے تو از جا جم مست و بخود زہر سو کہ آواز پائے بر آید

[جس طرف سے بھی کسی پاؤں کی آواز آتی ہے میں تیری خوشبو مست و بخود ہو کر اپنی جگہ سے (اس طرف) چل پڑتا ہوں]۔  
محب جمال و جلال کے آثار و افعال و صفات کے باعث اور خدو حال کے حسن کی وجہ سے محبوب کا شیفقتہ ہوا ہے، محبوب ہے جو کہ اصل کی کچھ نشانی رکھتا ہے اور ذات کا من حیث ہو [جیسی کہ وہ ہے] گرفتار ہے اور اس گرفتاری کے غلبہ کی وجہ سے مذکورہ امور کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور توجہ کے قبلہ کو پرالگ تہہ نہیں کرتا۔ قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ [آپ کہہ دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ تعالیٰ کی طرف اس طرح پر دعوت دیتا ہوں کہ میں اور میرا اتباع کرنے والے واضح دلیل پر ہیں، تشہد پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں] اس قسم کے بلند ہمت شخص کیلئے من تواضع لله رفعا لله [جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کی اللہ تعالیٰ نے اس کو بلند کیا] کے مصداق عالم آخرت میں بہت سی امیدیں ہیں جو کہ دوسروں کے لئے نہیں ہیں۔ إِنَّ هَذِهِ تَذَكُّرَةٌ ۖ فَمِنْ شَاءِ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا [بیشک یہ ایک نصیحت ہے پس جو کوئی چاہے اپنے پروردگار کی طرف راستہ اختیار کرے۔]

## مکتوب ۱۶۲

ارشاد پناہ میر محمد نعمان کی خدمت میں اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مطلوب حقیقی سے سالک کا نصیب استہلاک (فنایت) کے سوا نہیں ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ: اس گنہگار ہجرت زدہ گوشہ گنہامی کے گم شدہ کی دعا و تیار مندی قبول ہو، ہمیں جانتا کہ کیا لکھے، محبوب کی عنایات اس سے



بہت بلند ہیں کہ اس فضول گو کی زبان پر جاری ہوں اور عشوق کی خوبیاں اس سے بلند تر ہیں کہ اس  
 بواہوس کا قلم اُن کی ترجمانی کا خیال کرے۔ لا یجمل عطا یا الملک الا مطایاہ [بادشاہوں کے  
 عطیات اُنہی کی سواریاں اٹھا سکتی ہیں] جو کچھ اس بیچارہ کا حصہ ہے وہ استہلاک و اضمحلال ہے اگر کسی  
 خیر و کمال کو اپنی طرف منسوب کرے تو طریقت کا مشرک ہو جائے اور امانت میں خیانت کرنے والا بن جائے  
 وَقَدْ مَنَّا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا [اور جو عمل کہ انہوں نے کئے تھے ہم ان کی طرف  
 متوجہ ہوئے اور ان سب کو اکارت کر دیا۔] یہ ناکارہ اپنی ذات میں تمام نسبتوں سے خالی ہے  
 ایک وجودِ ناعم ہے وَتَحْسَبُهُمْ آيَاتًا وَهُمْ رُكُودٌ [اور تو اُن کو جاگتا ہوا گمان کرے گا حالانکہ وہ سوئے  
 ہوئے ہیں] اس کا فقر ذاتی اور اس کا فاقہ دائمی ہے، امانتیں ہمیشہ امانتوں والوں کی (ہوتی) ہیں،  
 جس بیچارہ کا کمال عدم ہو اور اس کا جمال نیستی ہو وہ اپنے مولا کی ہستی کے متعلق کیا خبر رکھے اور  
 اس کے کمال و جمال سے کس طرح اطلاع پائے گا، هو العارف والمعرف [وہی عارف ہی معرف ہے]  
 کا بھید اس جگہ ظاہر ہوتا ہے حضرت جمیل مطلق (اللہ تعالیٰ) ہم جیسے ناکاروں کو ان معانی کے  
 ساتھ ایمان نصیب فرمائے اور اس چشمہ سے کچھ شربت عطا فرمائے۔

## مکتوب ۱۶۳

یہ بھی ارشاد پناہ میر محمد نعمان کی خدمت میں بعض دقیق اسرار اور اپنی خاص کیفیات کے متعلق اشارات  
 کے بیان میں تحریر فرمایا۔

سیادت و نقابت دستگاہ کے خدام ہمیشہ مخلص دوستوں کو یاد کرتے ہوئے پس پشت دعا  
 مرد فرماتے رہیں، اس حدود کے فقرا کے احوال حمد کے لائق ہیں، اللہ سبحانہ سے آپ کی سلامتی و عافیت  
 اور اپنے مشائخ کے طریقہ پر استقامت کی دعا کی گئی ہے پس بیشک یہی مدار کار ہے اور اس کے علاوہ  
 سب کچھ بیکار ہے، غایات کے شامل حال ہونے کے متعلق جو کما س گنہگار کے بارے میں واقع ہیں کیا لکھے۔  
 داد اور قابلیت شرط نیست [اُس (اللہ تعالیٰ) کی دین کیلئے قابلیت شرط نہیں ہے]  
 قبل من قبل بلا علت [جو قبول کر لیا گیا وہ کسی سبب کے بغیر ہی قبول کر لیا گیا] اگر اس کی تفصیل میں مشغول ہو  
 تو احتمال ہے کہ قلم اس کی تاب نہ لاسکے اور کاغذ جل جائے اور کہنے اور سننے والوں بیہوش ہو جائیں  
 اس کے بعد کون ہے گا اور کون سنے گا، کسی نے خوب کہہ ہے۔

سراپا آتشِ امشب قرح گو دبا کرے پر کن کہ خواہد سوخت سا غراتوئے درجام خواہی کرد  
 [نواج کی رات سمرنایا آگ ہے (اس لئے کسی دوسرے کو کہہ کہ پیالہ پڑ کرے کیونکہ اگر تو پیالہ میں شراب ڈالیکا تو پیالہ جل جائے گا]  
 اور نیز اس کی لطافت و رفعت زبان کو بکا دیتی ہے یَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي [میرا سینہ  
 تنگ ہو جاتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی]۔ ع

سخن از لب تو گفتم بلبم سخن گرہ شد [میں نے تیرے لب کے متعلق بات ہی تو بات میرے لب پر گرہ ہو گئی]  
 پس چاہئے کہ سننے والے کلام کرتے والے کو معذور قرار دیں اور ہم جنس ہونے کی وجہ سے اس کی  
 ذات کی طرف راستہ تلاش کریں تاکہ بچوں حقیقی کی ذات سے کچھ حصہ پائیں اگرچہ مکالم کی ذات کو سننے والوں  
 کی ذات کے ساتھ کچھ بھی ہم جنسیت درمیان میں نہیں ہے کیونکہ اس کی ذات نے بچوں کا کچھ حصہ پالیا،  
 اور بچوں حقیقی کی ذات کے ساتھ ایک خاص اتصال و نسبت پیدا کر لی ہے بلکہ دوسروں کے لئے  
 ہرگز ذات نہیں ہے وہ عارف کی ذات کا کس طرح پتہ لگائیں گے، عارف کے خالق کی ذات خود اس کے ماوراء ہے  
 بہر حال ہاتھ پاؤں مارنے چاہئیں (کوشش کرنی چاہئے) اور ہمیشہ اس ترانے کو گاتے رہنا چاہئے  
 ۱۔ مفلسا نیم آدرہ در کوئے تو شَيْئًا لِلَّهِ از جمالِ روئے تو

اہم مفلس ہیں تیرے کوچہ میں آئے ہیں تو اپنے چہرے کے جمال سے کچھ اللہ کے لئے عنایت فرما [اللہما جعل حبك  
 احب الاشياء الی واجعل خشيتك اخوف الاشياء عندی واقطع عنی حاجات الدنیا بالشوق  
 الی لقائك و اذا قررت اعین اهل الدنیا بدنیاہم فاقرب عینی بعبادتك] اے اللہ! تو میرے لئے اپنی  
 محبت تمام اشیاء سے زیادہ محبوب بنا دے اور میرے لئے اپنا خوف تمام اشیاء کے خوف سے زیادہ کر دے اور اپنی  
 ملاقات کے شوق کے ساتھ دنیا کی حاجات مجھ سے منقطع کر دے اور جب اہل دنیا کی آنکھیں ان کی دنیا کے ساتھ ٹھنڈی  
 ہوں تو میری آنکھوں کو اپنی عبادت کے ساتھ ٹھنڈک پہنچا [والسلام اولاً و آخراً۔

## مکتوب ۱۶۲

تزییت خاں کے نام اس بارے میں کہ طالب حق جل و علا اس دار (دنیا) میں ہمیشہ درد و گداز کے  
 ساتھ ہے اور دنیا کی ندمت میں تحریر فرمایا۔

آپ کے گرامی نامہ نے جو کہ غمِ جدائی کی خبر دینے والا تھا مشرف کیا، کیا کیا جائے دنیا سراسر  
 جدائی و غم کا مقام ہے، ملاقات کا مقام آخرت ہے، حق سبحانہ اُس کے اعمال کے ساتھ مشغول رکھے

تاکہ وہاں کی ملاقات کی صورت بن سکے، چونکہ مطلوب حقیقی کی ملاقات (دیدار) کا وعدہ اُس جگہ کے ساتھ کیا گیا ہے تو دوسروں کی ملاقات اُس سجانہ و تعالیٰ کی ملاقات کی فرع ہے کیونکہ عالم دنیا اس تعالیٰ شانہ کے دیدار کو برداشت کرنے کی کامل طور پر طاقت نہیں رکھتا اس لئے اس (دیدار) کے طالب اس (دنیاوی) عالم میں ہمیشہ جگر سوختہ و چشم پریم ہیں اور ہر وقت سوگوار، اس کے سوز و گداز میں بے چین، ہر شب آفتابِ احدیت کے طلوع ہونے کی انتظار میں بیدار اور ہر روز باہتا بھوت کی آرزو میں پیاسا اور بیقرار ہیں۔

متاعے کزین رہ گذر می بر بند لب خشک و فرگان ترمی بر بند  
[جو سامان کو وہ اس راستہ سے لیجاتے ہیں (وہ یہ ہے کہ) وہ خشک لب اور تری بلیکس لیجاتے ہیں] (طالبین) اس (مطلوب) دامن حقیقی کے بغیر آرام نہیں رکھتے اور یا سوا کے ساتھ انس و الفت اختیار نہیں کرتے اور ہمیشہ یہ ترانہ گاتے ہیں۔

بچہ مشغول کتم دیدہ و دل را کہ دلام دل ترمی طلبد دیدہ ترمی خواہد

[میں دیدہ و دل کو کس چیز میں مشغول کروں کیونکہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھ کو چاہتی ہے]

(یہ حضرات) شوریدہ کار و پریشان حال ہیں، جہان میں جہان کے بغیر اور عالم میں عالم کے بغیر ہیں اس کے باوجود درحقیقت عالم میں ہی حضرات ہیں اور تمام اقرارِ عالم انہی کے ساتھ قائم ہیں اور حسابِ نصیب ہی لوگ اور آزاد بھی یہی ہیں کہ نہ کسی شخص کے ساتھ میل جول رکھتے ہیں اور نہ اپنے آپ کے ساتھ۔

غلام تر گس مست تو تاجدار اند خراب بادہ لعل تو ہوشیار اند

[تیری مست تر گس (آنکھ) کے غلام تاجدار (بادشاہ) ہیں اور تیری لعل جیسی (سرخ) شراب کے ستارے ہوشیار ہیں]

اگر سرمایہ و حاصل (پیداوار) رکھتے ہیں تو اسی (ذات مقدس) کو رکھتے ہیں (یعنی وہی اُن کا سرمایہ حاصل ہے) اور اگر کلام و خطاب رکھتے ہیں تو وہ بھی اسی کے ساتھ رکھتے ہیں اگرچہ بظاہر ہم اور تم متکلم و مخاطب ہیں لیکن حقیقت میں درد کی گفتگو اور غم کا شکوہ اسی کے ساتھ ہے اور اس گفتگو میں بھی یہ حضرات ترجمان سے

زیادہ نہیں ہیں، اِنَّمَا اللّٰهُ كُوٰبَتِيْ وَحُزْنِيْ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ دل میں تو اپنے غم و پریشانی کی شکایت اللہ تعالیٰ سے کرتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ (کی جانب) سے اس چیز کو جانتا ہوں جس کو تم نہیں

جانتے] کسی نے خوب کہا ہے "یا اللہ! مجھ کو اس قوم میں سے بنا دے یا اس قوم کے دیکھنے والوں میں سے

بنا دے کہ میں کسی دوسری قوم کی طاقت نہیں رکھتا ہوں" شاید کہ درد مندوں کے شربت کی کچھ چاشنی

آپ کے باطن کو نصیب ہو گئی ہے کہ آپ نے فقر و تجرید (تنہائی) کی آرزو کی ہے، بیشک

ہر کسے کو دور یا اندازِ اصلِ خویش باز جوید روزگارِ وصلِ خویش

[جو شخص کہ اپنی اصل سے دور رہ گیا ہے وہ اپنے وصل کا زمانہ پھر تلاش کرے]

صاحب استعداد جوانوں پر افسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی اعلیٰ فطرتوں (صلاحیتوں) کو اس کمینہ (دنیا) میں مصروف کر دیا ہے اور بظاہر اس عذارِ فحشہ (دلالت) کے ساتھ شغف رکھتے ہیں اور نفیس جواہر (موتیوں) کے بدلے چند ٹھیکریوں کے ساتھ رگ کر رہ گئے ہیں، جمالِ مطلق چمک رہا ہے اور آمدورفت کا راستہ کھلا ہوا ہے اور ہم پست فطرت لوگ اس جمال سے پردے اور جدائی میں ہیں۔

درجہاں شاہدے و ما فارغ در قدح جرعه و ما ہشیار

[جہان میں ایک معشوق (موجود) ہر اوہم بے پرواہ ہیں، پیالہ میں ایک گھونٹ ہے اور ہم ہشیار ہیں] رباعی  
آمد سحر آں دلبرِ خونین جگر آں      گفتہ کہ تو بر خاطر من بارِ گراں  
شرمت بادا کہ من بسوت نگر آں      باشم تو نہی چشم بروئے دگر آں

[صبح کے وقت وہ خونی جگر والوں کا دلبر آیا (اور) اس نے کہا کہ تو میرے دل پر ایک بھاری بوجھ ہے، تجھ کو شرم آتی چاہئے کہ میں تو تیری طرف دیکھ رہا ہوں اور تو دوسروں کے چہرے پر نظر جائے ہوئے ہے] والسلام علیکم وعلیٰٰ من لدیکم۔

## مکتوب ۱۶۵

شیخ ایاس کے نام اس طریقہ عالیہ کے بعض اصطلاحی کلمات کی شرح میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ اجمعین

اما بعد، چونکہ سعادت آثار شیخ ایاس نے اس فقیر سے مطالبہ کیا کہ بعض کلمات جو کہ اس طریقہ عالیہ میں مشہور و راجح ہیں ان کی شرح لکھ۔ اس مطالبہ کو قبول کرتے ہوئے اپنی ناقص سمجھ کے مطابق لکھا گیا واللہ سبحانہ المہم للصواب [اور اللہ سبحانہ درست بات کا اہام کرنے والا ہے]

(۱) سفر در وطن سیرِ نفسی سے عبارت ہے کہ اس کو جذبہ بھی کہتے ہیں، ان بزرگوں کے

معاملہ کی ابتدا اسی سیر سے ہے اور سیرِ آفاقی کہ سلوک اسی سے عبارت ہے اس سیر کے ضمن میں طے ہو جاتی ہے

اور دوسرے سلسلوں میں کام کی ابتدا سیرِ آفاقی سے کرتے ہیں اور (ان کی) انتہا سیرِ نفسی پر ہے اور کام کی ابتدا سیرِ نفسی سے کرنا اس طریقہ کی خصوصیت ہے اور اندراج نہایت درجہ اہمیت (ابتدا میں انتہا کا درجہ ہونا) اسی معنی میں ہے کہ سیرِ نفسی جو کہ دوسروں کی نہایت ہے وہ ان اکابر کی ابتدا ہے، سیرِ آفاقی مطلوب کو اپنے سے باہر ڈھونڈنا ہے اور سیرِ نفسی اپنے آپ میں آنا اور اپنے دل کے گرد گھومنا ہے، اس معنی میں بزرگوں نے کہا ہے۔

ہچونا بینا مبر سر سوئے دست با تو در زیر گلیم است ہر چہ ہست  
 [تواندے کی طرح ہر طرف ہاتھ نہ لیجا، جو کچھ ہے وہ تیرے ساتھ ہی کبیل کے نیچے ہے]  
 (۲) خلوت در انجمن: یعنی انجمن (مجلس) میں جو کہ تفرقہ (جدائی) کی جگہ ہے باطن کی راہ سے  
 مطلوب کے ساتھ خلوت رکھتا ہو اور باہر کا تفرقہ اندرونی مجرہ (باطن) میں راہ نہ پائے سے  
 اذہروں در میان بازارم و درووں خلوتیست با یارم

[میں باہر سے (ظاہری طور پر) بازار میں ہوں اور اندر سے (باطنی طور پر) مجھ کو دوست کے ساتھ خلوت ہے]  
 ابتدا میں یہ معنی تکلف کے ساتھ ہے اور انتہا میں بلا تکلف ہے اور اس طریقہ میں چونکہ یہ معنی ابتدا میں حاصل  
 ہو جاتا ہے ان بزرگوں نے اس کو حاصل کرنے کے لئے ایک راستہ وضع کیا ہے اس لئے بات (اس طریقہ کی  
 خصوصیات میں سے ہے اگرچہ دوسرے طریقوں کے سنتھیوں کو بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اسی معنی میں بزرگوں نے کہا ہے  
 از دروں شوا آشنا و زہروں بیگانہ و شن این چنین زیبا صفت کم می بود اندر جہاں  
 [تو اندر سے آشنا ہو جاؤ اور باہر سے بیگانوں کی طرح رہو، اس قسم کی اچھی صفت والا دنیا میں کم ہی ہوتا ہے]

من لم یملک عینہ فلیس لقلب عندہ [جو شخص اپنی آنکھ کا مالک نہیں ہوا تو اس کے پاس دل نہیں ہے]  
 (۳) نظر پر قدم اس چیز سے عبارت ہے کہ راستہ چلنے میں نظر قدم پر جمالی جائے اور طرح طرح کے  
 محسوسات کے ساتھ نظر کو پراگندہ نہ کرنے تاکہ جمعیت کے زیادہ قریب ہو جائے کیونکہ ابتدا میں دل نظر کے  
 تابع ہے اور نظر کی پراگندگی دل میں اثر کرتی ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے

بچہ مشغول کم دیدہ دل سا کہ مدام دل نثرامی طلبد دیدہ نثرامی جوید

[میں دیدہ و دل کو کسی چیز کے ساتھ مشغول کروں کہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھ کو تلاش کرتی ہے]

(۴) ہوش در دم، اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے سانس کا واقف رہنے تاکہ وہ غفلت سے باہر نہ آئے  
 تیسرا کلمہ اس تفرقہ کو زور کرنے کیلئے ہے جو کہ آفاق سے اٹھتا ہے اور جو تھا کلمہ انفسی تفرقہ کو دور کرنے کیلئے ہے  
 (۶۵) یاد کرد و یاد داشت، سالک جب تک طریقت (تکلف) تصنع میں ہے اور حقیقت و ملکہ

حضور کے ساتھ نہیں ملا ہے (اس وقت تک) یاد کرد کے مقام میں ہے سے

دائم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ کار می دار نہفتہ چشم دل جانب یار

[ہمیشہ ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر کام میں دل کی آنکھ کو پوشیدہ طور پر یار کی جانب رکھا]

اور جب حضور دائمی ہو جاتا اور "یاد کرد" کے تکلف سے رہائی پالیتا ہے اور ایسا ملکہ ہو جاتا ہے کہ نفی  
 کرنے سے بھی نفی نہیں ہوتا تو یہ حالت "یاد داشت" ہوتی ہے سے

دارم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال در دل تو آرزو و در دیدہ خیال

[میں ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر حال میں دل میں تیری آرزو اور آنکھ میں تیرا خیال رکھتا ہوں]

اور باریداشت کے دوسرے معنی بھی ہیں جو کہ نہایت اعلیٰ ہیں اور وہ معنی اس مکتوب کے لائق نہیں ہیں۔

(۷) وقوفِ قلبی یہ ہے کہ دل کا نگہبان و واقف رہے اور ایک توجہ و نظر اس پر رکھتا رہے اور ذکر کو ترک کرنے تاکہ تفرقہ اس میں راہ نہ پائے اور وہ ماسوا کے نقوش کے ساتھ منقش نہ ہو جائے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ دل بیکار نہیں ہے یا ماسوی کے ساتھ ملا ہوا ہے یا مطلوب کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ آدمی جتنک بیدار ہے ظاہری حواس جو کہ جاسوس ہیں عالم (دنیا) کی خبریں دل کو پہنچاتے ہیں اور تفرقہ میں رکھتے ہیں اور جب سو جاتا ہے تو باطنی حواس یہ کام کرتے ہیں اور دل کو پریشان رکھتے ہیں اور جب صاحبِ دل شخص اپنے دل کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو گویا اس توجہ سے ایک قلعہ اس کے دل کے گرد پیدا ہو جاتا ہے اور عالم (دنیا) کی خبروں کو دل تک پہنچنے نہیں دیتا، اس وقت میں دل انتہائی مقصد کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے کیونکہ بیکاری اس کے حق میں ناپید ہے جب اس طرف سے روک دیا گیا تو اس طرف توجہ کئے بغیر چارہ نہیں رکھتا، مذکور کے ذکر و توجہ کا محتاج نہیں ہے، دل کو دشمن سے باز رکھ، دوست کو طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے، آئینہ سے زنگ دور کر، نور کے ظہور کے سوا کچھ نہیں ہے۔ میں نے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) سے سنا ہے کہ اگر کسی کو قلبی ذکر اثر نہ کرے اور وہ شخص متاثر نہ ہو تو اس کو ذکر سے روک کر محض وقوفِ قلبی کا امر کیا جائے اور (اس پر) توجہات کرنی چاہئیں تاکہ ذکر اثر کر جائے۔

(۸) وقوفِ عددی سے مراد یہ ہے کہ ذکر نفی اثبات کے عدد پر اس طرح پر جو کہ اس طریقہ میں

مقرر ہے واقف رہے تاکہ ہر سانس میں طاق عدد کہے جفت نہ کہے۔

(۹) مراقبہ، ترقب سے مشتق ہے، ترقب انتظار کو کہتے ہیں، پس مطلوب کے انتظار میں ظاہری و

باطنی حواس کو جمع کرنا مراقبہ ہے۔

ہمہ چشمیم تا بروں آئی ہمہ گوشیم تا چہ فرمانی

[ہم سب آنکھ ہیں (یعنی منتظر ہیں) تاکہ تو باہر آجائے اور ہم سب کان ہیں تاکہ (میں) تو کیا فرمانا ہے]

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے مراقبہ بتی سے سیکھا ہے۔ اور مراقبہ کے ایک دوسرے معنی بھی ہیں

اور وہ حق سبحانہ کی دائمی اطلاع کے ساتھ بندہ کا آگاہ و باخبر ہونا اور اس کو اس تعالیٰ شانہ کا حضور ہے،

خواجہ بزرگ قدس سرہ فرماتے تھے کہ مراقبہ کا طریق دراستہ نفی و اثبات کے طریق سے اعلیٰ ہے اور جذبہ کے

زیادہ قریب ہے، مراقبہ کے طریق سے وزارت اور ملک و ملکوت میں تصرف کے مرتبہ کو پہنچ سکتا ہے اور

۱۰) خواطر (دل کی باتوں) پر آگاہی اور موہبت (بخشش) کی نظر سے دیکھنا اور باطن کو منور کرنا مراقبہ کی ہمیشگی سے حاصل ہوتا ہے، مراقبہ کے ملکہ (مشق) سے دلوں کی دائمی جمعیت (سکون) اور دلوں کی دائمی قبولیت حاصل ہوتی ہے اور اس معنی کو جمع و قبول کہتے ہیں۔

(۱۰) سلطانِ ذکر یہ ہے کہ ذکر تمام بدن کو محیط ہو جاتا ہے اور ہر عضو دل کی طرح ذکر اور مطلوب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

ہرم بہ ہوائے نوست دمساز ہرموئے زگیسوم بہ پرواز

[میں ہرم تیری محبت میں سانس لے رہا (جی رہا) ہوں (اور) میرے گیسو کا ہر بال پرواز میں ہے]

(۱۱) رابطہ (سے مراد) دل میں پیر کی صورت کی حفاظت ہے حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے لکھا رابطہ کی طرف اشارہ کیا ہے جس جگہ کہ انھوں نے فرمایا ہے

سایہ رہبر یہ است از ذکر حق [رہبر کا سایہ ذکر حق سے بہتر ہے]

یعنی جو یہ طریقہ (رابطہ) ذکر سے زیادہ نفع دینے والا ہے، اس کی تشریح یہ ہے کہ مرید بیچارہ چونکہ عالم سفلی (دنیا) میں آگے گرتا رہے (اس لئے) عالم علوی (عالم بالا) سے مناسبت نہیں رکھتا تا کہ اس (اللہ تعالیٰ کی) بارگاہ سے اسے لایا واسطہ فیوض و برکات حاصل کرے کوئی ایسا واسطہ بننے والا شخص ہونا چاہئے جو دونوں جانب کا مالک ہو

یاد رہے کہ عالم علوی سے کچھ حاصل کر کے عالم سفلی کی طرف دعوت و ارشاد کے لئے رُخ کئے ہوئے ہو اور پہلی مناسبت کی راہ سے عالم غیب سے فیوض اخذ کر کے دوسری مناسبت کی راہ سے جو کہ وہ عالم سفلی کے ساتھ لگا رکھتا ہے اُن فیوض کو صاحبِ استعداد لوگوں تک پہنچائے اور مرید کے حق میں وہ واسطہ پیر ہے کہ جس نے ابیب الغیب (ذاتِ حق) کے ساتھ بے کیف اتصال پیدا کر کے عالم شہادت (دنیا) کی طرف رجوع کیا ہے پس مرید مناسبت کی جس قدر زیادہ صورتیں پیر کے ساتھ رکھتا ہوگا اس کے باطن سے اسی قدر زیادہ فیض کا اخذ ہوگا

زاں روئے کہ چشم تست اول معبود تو پیر تست اول

[کیونکہ تیری آٹا ایک چیز کو رو دیکھنے والی ہے (اس لئے) اول تیرا معبود تیرا پیر ہے]

اور جن چیزوں کے ذریعہ پیر کے ساتھ مناسبت حاصل ہوتی ہے وہ پیر کے ساتھ محبت و خدمت اور ظاہر و باطن میں اس کے آداب کی رعایت اور عادات و عبادات میں اس کا اتباع اور اپنی مرادوں کو اس کی مرادوں کے تابع کرنا اور اپنے آپ کو اس کے حضور میں کاملیت بین یدی الغسال [مرہ بدست غسال] ماننا اور پیر میں فانی ہو جانا ہے اور اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ فنا فی اشیخ فنا فی اللہ کا مفہوم ہے اور رابطہ کا طریقہ ان امور میں سب سے عظیم امر ہے اور (یہ) پیر کے ساتھ بہت ہی زیادہ مناسبت

پیدا کرتا ہے اور ان مذکورہ امور کو آسان کرنے والا ہے جو کہ مناسبت حاصل ہونے کا ذریعہ ہیں اور رابطہ کی نسبت غالب آجاتی ہے تو (سالک) اپنے آپ کو عین پیر پاتا ہے اور اپنے آپ کو اس کے لباس و صفت کے ساتھ موصوف پاتا ہے اور جہد دیکھتا ہے پیر کی صورت کو دیکھتا ہے۔

درود یوار چو آئینہ شد از کثرت شوق ہر کجای نگرم روئے ترا می بینم

(کثرت شوق کی وجہ سے درود یوار آئینہ کی مانند ہو گئے ہیں جس طرف بھی دیکھتا ہوں تیرا ہی چہرہ دیکھتا ہوں) ماسوی اللہ کی طرف التفات کرتے اور غیر اللہ کے شہود و شعور سے دل کو یگانہ (خالی) کر دینا توحید ہے۔

توحید بعرف صوفی صاحب سیر تخلص دل از توجہ اوست بغیر

[صاحب سیر صوفی کی اصطلاح میں دل کو غیر اللہ کی طرف توجہ کرنے سے آزاد کرنا توحید ہے]

۳۲۹

عدم (کا مطلب) جذبہ کی جہت میں فنا ہے اور یہ اپنے ساتھ اور اپنے اوصاف کے ساتھ شعور

نہ ہونے سے عبارت ہے۔ وجود عدم، ایک بقلہ ہے جو کما س فنا پر تب ہوتی ہے، یہ فنا و بقاء چونکہ

اس جذبہ کی جہت میں ہے کہ جس کے ساتھ سلوک شامل نہیں ہوا ہے اس لئے وجود بشریت کی طرف عود کرنے

سے محفوظ نہیں ہے پس اس کے ساتھ ولایت حاصل نہیں ہوتی، اور فنا و بقلہ حقیقی ہی ہے کہ جس کے

ساتھ ولایت وابستہ ہے اور عود مذکور سے محفوظ ہے اور دوام اس کے لئے ضروری ہے۔ فنا حقیقی

اس (اللہ تعالیٰ کے ماسوا کا نسیان اور غیر اللہ کے علم کا زوال ہے۔ ہمارے حضرت عالی قدس سرہ نے فرمایا ہے

کہ اگر اشیا کے علم حصولی کا زوال ہے تو یہ) فنا قلبی ہے اور اگر علم حضوری کا زوال ہے کہ جس سے مراد

نفس حاضر (سالک کی اپنی ذات) ہے تو فنا نفس ہے۔ اور وجود فنا وہ بقاء ہے جو کما س فنا پر

مترتب ہوتی ہے اور (سالک) ولادت ثانیہ سے وجود موجود کے ساتھ موجود ہو جانا حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے اسی معنی

میں فرمایا ہے کہ وجود عدم وجود بشریت کی طرف عود کرتا ہے لیکن وجود فنا وجود بشریت کی طرف عود نہیں کرتا۔

بازگشت سے مراد یہ ہے کہ نفی و اثبات کے ذکر کے بعد مقررہ طریقہ پر زبان دل سے یہ کہے کہ اے اللہ

میرا مقصود تو ہی ہے اور میری رضا تجھ ہی سے ہے۔

مکتوب ۱۶۶

حافظ عبدالکریم کے نام ان کے احوال کی شرح میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی جہادہ الذین اصطفیٰ: برادر عزیزم مولانا عبدالکریم کا مکتوب مرغوب پہنچا، مسرت کا



باعث ہوا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد ہے کہ باطنی جمعیت و لذت اندوزی سے خالی اور فقرا کی یاد سے فارغ نہیں ہیں، چاہئے کہ اسی طرح پر احوال لکھتے رہیں اور اوقات کو طاعات و مراقبات کی پابندیوں کے ساتھ آباد رکھیں اور دوال ردالات کرنے والے امور و ظلال سے اصل اور مدلول حقیقی کی طرف رخ کریں اور علم سے حیرت کی طرف اور گفتگو سے خاموشی کی طرف آئیں اور پوست سے مغز کی طرف اور لفظ سے معنی کی طرف مائل ہوں۔ کسی نے خوب کہا ہے

قومے ز وجود خویش فانی رفتہ ز حروف در معانی

[ایک قوم اپنے وجود سے فانی ہے وہ حروف و معانی کے اندر چلی گئی ہے] اگرچہ مطلوب حقیقی جیسا کہ لفظ سے ماوراء (اسی طرح) معنی سے بھی باہر ہے اور پوست و مغز سے بالاتر ہے

لا وھو زان سرانے روز بہی بازگشتند جیب و کیسہ ہی

۳۳

[لا اور هو اس مقدس بارگاہ سے اس حال میں واپس لوٹتے ہیں کہ ان کا جیب و کیسہ خالی ہوتا ہے] اصل اس بارگاہ مقدس سے ظل کی طرح راستہ میں ہے۔ چونکہ آپ نے اس بلذ نسبت والوں کے ساتھ فی الجملہ محبت ارادت درست کی ہے امید ہے کہ (اللہ تعالیٰ) اس کے مطابق اس معنی کے جمال سے نقاب اٹھارے اور اس چشمہ سے کچھ شربت عطا فرمادے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ "ذکر نغی و اثبات کے وقت کبھی کبھی اپنے آپ کو لاشی محض پاتا ہے" لاشی محض پانے کے دو مقام ہیں ایک یہ کہ وجود اور اس کے توابع کے منتسباً کو اصل کے حوالہ کر دے اور اپنے آپ کو عدم محض کے ساتھ ملحق دیکھے اور انا کے ساتھ تعبیر نہ کر سکے یہ حالت نہایت عمدہ ہے اور فناء نفس سے تعبیر کی جاتی ہے اور کعبہ مقصود تک پہنچنے کی بشارت دینے والی ہے۔ دوم یہ کمان احوال کے بغیر مذکورہ بالا دید متحقق ہو جائے یہ بھی اچھی حالت ہے کہ پہلی حالت کے مقدمات (مبادیات) سے ہے اگرچہ مقدمات سے مقامات تک بہت فرق ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ نہ اپنا شعور رہتا ہے اور نہ اپنے عدم کا شعور رہتا ہے۔ یہ حالت فناء قلب میں جس کا مذکرہ بالمشافہ ہوتا تھا حاصل ہے کیونکہ دائمی انبیا کے وقت میں قلب نہ ماسوی کا شعور رکھتا ہے اور نہ عدم شعور کا شعور رکھتا ہے اور بظاہر اس حالت کا دائمی ہونا دشوار ہے اور جو چیز دوام نہیں رکھتی وہ اعتبار کے دائرہ سے ساقط ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۶۶

یہ بھی حافظ عبدالکریم کے نام مطلوب کی تنزیہ اور ہمت کی بلندی پر رہنمائی کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔  
 حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ایک ایسے مطلب کا گرفتار بنائے کہ جس سے اس کی عظمت و کبریاہی کا  
 دامن تمنا و آرزو کی آمیزش کے ساتھ آلودہ نہ ہونے پائے اور اس کی طلب میں ایسی ہمت عطا فرمائے  
 کہ جو کچھ اس سے ظاہر ہو ظاہری اور باطنی طور پر اس سے چشم پوشی کر کے اس کی طرف توجہ نہ کرے بلکہ  
 چل جائے اور گھپل جائے اور کوئی چیز نہ چاہے اور کسی امر کی طرف متوجہ نہ ہو، اس وقت نہ اس کے ہجر کو  
 چاہے (اور نہ) (اس کے) وصل کو، وہ محبوب کا ہجر کس طرح چاہے گا اور اس کے وصل کو اس لئے نہیں چاہتا  
 کہ اس کے یقین یقین کے ساتھ جان لیا ہے کہ اس کے ساتھ وصل و اتصال اس کے حوصلہ کے لائق ہے اور  
 اس کی استعداد و یافت کے ساتھ مفید ہے اور وہ امر جس کا کہ وہ گرفتار ہے ان پابندیوں سے پاک اور  
 بری ہے اور ان قبود سے خالی ہے، پس بلند ہمتی کی وجہ سے اس وصل کی طرف التفات نہیں کرتا  
 اور جو کچھ اس سے ظاہر ہوتا ہے سب سے منہ موڑ لیتا ہے، اس کی ہمت کا مرکز مطلوب حقیقی کے سوا جو کہ  
 ظہورات کے باور اور آرزوں سے ورار اور رہے اور کچھ نہیں ہے۔

آں لقمہ کہ درد بان نگر طلبید [وہ لقمہ طلب کرتا ہے جو کہ منہ میں نہیں سماتا]

۳۳۱

marfat.com

اس کے باوجود مطلوب سے بااوس بھی نہیں ہے کیونکہ یہ معاملہ یا اس (ناامیدی) کے معاملہ سے  
 اوپر ہے، عجیب معاملہ ہے کہ نہ مطلوب کے ہجر کو چاہتا ہے اور نہ اس کے وصل کو اور ناامیدی بھی نہیں رکھتا  
 اور اس مقام میں اضداد کا جمع ہونا اور نیز تضادات کا رفع ہونا محال ہونے سے نکل چکا ہے عرفت ربی بجمع  
 الاضداد [یعنی اپنے رب کو اضداد کے جمع کرنے سے پہچانا] یہ کمال محبوبیت کے مقام کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ محبت  
 ہمیشہ محبوب کے شہود (مشاہدہ) کو چاہتا ہے اور ہمیشہ اس کے وصل و اتصال کا آرزو مند ہے اس بات کی  
 طاقت کہاں رکھتا ہے کہ محبوب کا کوئی پرتو (ظل) ظاہر ہو اور وہ اپنی نگاہداشت کر سکے، اید بزرگ فرماتے ہیں

بہوئے تو از جا جہم مست و بخود زہر سو کہ آواز پائے بر آید

[جس طرف سے کسی پاؤں کی آواز آتی ہے میں تیری بوسے مست و بخود ہو کر اپنی جگہ سے (طرف) چل پڑتا ہوں] محب محبوب کے جمال و جلال کے  
 آثار و افعال و صفات اور (اس کے) حد و حال کے حسن پر شفیقہ ہے، محبوب ہی جو کہ وصل سے کچھ نشان رکھتا ہے اور ذات کا  
 مزحمت ہی [جیسی کہ وہ ہے] گرفتار ہے اور اس گرفتاری کے غلبہ کے باعث ان امور کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور توجہ کے قبلہ کو  
 پرالندہ نہیں کرتا و السلام۔

۱۶۸

آغاز شید کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس راہ کی پہلی شرط فنا ہے۔  
 بسم اللہ الرحمن الرحیم واللہ تعالیٰ فیوض و ترقیات کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، آدمی جب تک  
 علم و دانش کی قید میں ہے معرفت بسیط سے جو کہ اہل اللہ کے نزدیک معتبر ہے بے بہرہ ہے ماسوا کا نسیان  
 اور غیر اللہ کے علم کا زوال اس راہ کی پہلی شرط ہے خواہ اشیاء کا علم حصولی ہو یا علم حضوری ہو کہ جس سے  
 مراد نفس حاضر (اپنی ذات) ہے جب تک باطن کا صحن اشیاء کے علمی نقوش سے پاک و صاف نہیں ہو جانا  
 (قدیم قدم) کے انوار کا طور صورت پذیر نہیں ہوتا اور جب تک نفس حاضر (انانیت) قائم ہے وہ اس  
 (بارگاہ) میں کوئی راستہ نہیں رکھتا ہے

بہج کس راتا نگر دد او فنا نیست رہ در بارگاہ کبریا  
 [جب تک کوئی شخص فنا نہ ہو جائے بارگاہ کبریا میں اس کے لئے باریابی نہیں ہے]

## مکتوب ۱۶۹

میرضیاء الدین حسین کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ عمل سے یا پوسی کرم (خداوندی) پر اعتماد کو مستلزم ہے۔  
 الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: آپ نے جو مکتوب گرامی قاصد ملا زاہد کے ہمراہ روانہ  
 لے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی  
 اے وہ شخص کہ جس نے ہمارے وقت کو خوش کیا تیرا وقت بھی خوش ہو۔ آپ نے جو مفصل مقدمات اس شخص (آپ)  
 سے کامل ناامیدی اور (اللہ تعالیٰ کے) لازوال فضل و کرم پر کلی اعتماد کی خبر دینے والے درج کے  
 سے ناامیدی جس قدر زیادہ ہوگی فضل پر اعتماد اسی قدر زیادہ ہوگا، لوگوں  
 سے پوچھا کہ یہ تمام امید جو کہ آپ رکھتے ہیں کس بنا پر رکھتے ہیں، انھوں نے فرمایا بیاسی  
 [یعنی یہ تمام امید جو کہ میں رکھتا ہوں یہ میرے ہر عمل سے میری ناامیدی کے سبب سے ہے] اور موت و  
 امید کو یاد کرنے اور اس (اللہ تعالیٰ کے ساتھ امید و حسن ظن کی وجہ سے داراللقاء آخرت) کے شوق  
 کی بابت جو کچھ درج تھا نیک مبارک ہے، حدیث نفیس احسن ظنک بربک [اپنے رب کے ساتھ اپنا لگانا چھارہ]  
 [میرزا محمد جیسا گمان رکھتا ہے اس کیلئے ویسا ہی ہوں] اس معنی کی تائید کرتی ہے۔  
 شوق آمیز اور سوز انگیز مقدمات لکھے تھے اور نیز لکھا تھا "یا الہی چونکہ تیرا آشنا مخلوق سے بیگانہ ہے (اسلئے میں کسی  
 کا خیال نہیں رکھتا)۔ (اس چیز نے) امیدوار کیا، حق سبحانہ اس آشنائی کی حقیقت تک پہنچائے و

اپنے آپ سے اور مخلوق سے کامل رہائی نصیب وقت کرے۔ ع  
 اے وائے برآنکہ از خود و از خلق تہ رست [اُس شخص پر افسوس ہے جس نے اپنے آپ اور مخلوق سے رہائی حاصل نہیں کی  
 یافت و شہود کی رو سے اس انقطاع اور سالک سے عین و اثر کے دور ہو جانے کا کمال تجلیات صفا  
 بلکہ تجلی ذات تعالیٰ کے بغیر سیر نہیں ہے اور ظلماتِ عدم کے آثار کا جو کہ بعد و دوری کی اندھیری ان میں دور ہو  
 سالک کے خرابہ (قلب پر) غیب الغیب کے افق سے آفتابِ احدیت کے طلوع ہوئے بغیر کہ جس کے  
 سبب سے قرب و وصال کی دولت کو پہنچ سکتا ہے، ممکن نہیں ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

## مکتوبات

مولانا محمد حنیف کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ ذکر کسی غرض کے ساتھ حتیٰ کہ احوال و مواجید  
 کے ساتھ بھی ملا ہوا نہیں ہونا چاہئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مُحَمَّدٌ عَلٰی عِبَادَةِ الذِّیْنِ اصْطَفٰہُ ع  
 از ہرچہ میر و سخن دوست خوشتر است [دوست کی جو بات بھی بیان کی جائے پسندیدہ ہے]  
 میرے مخدوم! احدیت ذات کے طالب کو چاہئے کہ ذکر و فکر کو آرزوں سے خالص کرے اور  
 اغراض و خواہشات کے ساتھ نہ ملائے بلکہ احوال و مواجید بھی اس میں ملحوظ و منظور نہ ہوں فاذا کرم  
 اذکر کرم [پس تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا] کے وعدہ کے مطابق اس طرف سے بھی یاد کریں گے۔ دیکھنا  
 کس طرز پر یاد فرماتے ہیں اور کس بخشش کے ساتھ توازن ہے بلکہ ذکر میں چاہئے کہ اذکر کرم [میں تم کو  
 کروں گا] کی جانب بھی ملحوظ نہ ہو اور سینہ (دل) کو خالی کر کے یاد کرے۔ اگر یہ کہا جائے کہ آیہ کریمہ  
 یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وہ اپنے رب کو خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے ہیں] سے اس کے خلاف  
 ہوتا ہے، اور یہ جو (بزرگوں نے) کہا ہے کہ ہو سکتا ہے اس سے مراد یہ ہو کہ انقطاع (جدائی) سے خود  
 کھاتے ہوئے اور وصال میں طمع رکھتے ہوئے (پکارتے ہیں، یہ تاویل) اس شبہ کی تشفی نہیں کرتی کیونکہ  
 (ایسا ہوتا) ہے کہ ذکر و عبادت میں یہ خوف اور یہ طمع بھی منظور نہ ہو اور وصل و فراق ممنوع نہ ہو  
 ہم (جواب میں) کہتے ہیں کہ شک نہیں ہے کہ ثواب و عذاب اور قرب و درجات سے قطع نظر وہ سبحا  
 محض اپنی ذاتِ اقدس کے ساتھ بھی ذکر و عبادت کا مستحق ہے اور یہ آیہ کریمہ اس معنی کے منافی نہیں ہے، غا  
 جائز ہے کہ یہ آیہ کریمہ استحقاقِ صفاتی کے لحاظ سے ہو اور استحقاقِ ذاتی اس کے ماسوا ہو اور وہ دو

نصوص سے جن میں کہ بسبح و ذکر خوف ورجا کے ساتھ مقید نہیں ہے مستفاد ہوتا ہے مثلاً **إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى** [مگر اپنے پروردگار اعلیٰ کی رضامندی چاہنے کے لئے (مال خرچ کرتا ہے)] اور آیہ **كُرْمِيسٍ وَمَا تُنْفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ** [اور تم اللہ کی رضا جوئی کے سوا اور کسی غرض سے خرچ نہیں کرتے] اور ہو سکتا ہے کہ آیہ **يَدْعُونَ رَبَّهُمُ الْآيِينَ** میں دعا بمعنی سوال ہو جو کہ ذکر کے بالمقابل ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ جس کو میرے ذکر نے سوال کرنے سے روک لیا میں اس کو اس سے فضل دیتا ہوں جو سوال کرنے والوں کو دیتا ہوں اور سوال اس حیثیت سے کہ وہ سوال ہے البتہ اس میں خوف وطمع ملحوظ ہے بخلاف ذکر کے۔

## مکتوبات

حاجی محمد افغان کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

میرے مخدوم! اوقات کو آباد رکھیں اور خلوت و تنہائی کی طرف بہت زیادہ راغب رہیں اور لوگوں کے ساتھ خصوصاً غیر آدمیوں کے ساتھ جو کہ سلسلہ میں داخل نہیں ہیں بہت کم میل جول رکھیں، ضرورت کے مطابق ان کے ساتھ نشست و برخاست رکھیں لیکن طالبوں کے حالات میں اچھی طرح مشغول رہیں، اور ان کے حالات کی تفتیش اور احوال پرسی جیسی کہ ہونی چاہئے کرتے رہیں اور اہل خانہ کے شرعی حق بھی بجالائیں اور ان کے ساتھ زیادہ میل جول نہ رکھیں کیونکہ عورتوں کی مصاحبت دنیا کے حقیر و قلیل مال کی طرف رغبت دلاتی ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ سے غافل کرتی اور دور بھینکتی ہے۔

## مکتوبات

محمد کاشف کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ کابلیں کے حق میں ظاہر بھی، باطن کی طرح دائمی حضور کے ساتھ منصف ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط اشہد تعالیٰ بالنون والصاد (نون وصاد کے طفیل) ماسوی کی غلامی سے آزاد کرے، **إِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا** [اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو تم ان کو شمار نہیں کر سکو گے]۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کی جانب سے صوری و معنوی ظاہری و باطنی فیض و انعام دائمی ہے کہ اگر ایک ساعت یا ایک لمحہ یہ فیض منقطع ہو جائے تو بندہ کے وجود اور کمالات تابعہ وجود کا

کچھ بھی نشان باقی نہ رہے۔ پس بندہ پر لازم ہے کہ ایک لمحہ یا ایک پلک جھپکنے تک بھی اُس ذات اقدس کے غافل نہ رہے اور دائمی حضور کے ساتھ موصوف رہے عجیب خسارہ اور شرمندگی ہے کہ منع حقیقی انعام کے دریغ ہو اور جس پر انعام کیا جائے وہ اس کی طرف کوئی توجہ نہ رکھتا ہو اور (اُس سے) روگردانی کرتے والا ہو۔

کسے کو غافل از حق یک زبان ست درآں دم کافر است اما نہان ست

[جو شخص کہ حق سے ایک پل بھی غافل ہے وہ اس وقت کافر ہے لیکن پوشیدہ طور پر ہے] (اس میں) شک نہیں ہے

کہ باطن کے لحاظ سے دائمی حضور ممکن بلکہ واقع ہے خاص طور پر ہمارے طریقہ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے

کرم سے یہ دوام آسانی سے حاصل ہو جاتا ہے اور ابتدا ہی میں میسر ہو جاتا ہے لیکن ظاہر کے ساتھ یہ دوام

دشواری ہے کیونکہ ظاہر کو جو کہ کثرت کے ساتھ بچھارتنا ہے غفلت سے چارہ نہیں ہے اور سونے اور لوگوں کے

ساتھ میل جول رکھنے سے چھٹکارا نہیں ہے، ہاں اگر ظاہر کی اس غفلت کو اچھی نیت کے ساتھ بلا لے تو

غفلت عین حضور ہو جائے اور عبادت میں مستی دور ہونے کی نیت سے سونا طاعت میں داخل ہے

نوم العلماء عبادة [علماء کا سونا عبادت ہے] (یہ مقولہ) آپ نے سنا ہوگا اور (اسی طرح) لوگوں کے

حقوق کی ادائیگی کی نیت سے ان کے ساتھ میل جول رکھنا احکامات شرعیہ میں سے ہے اور یہ وہ شخص جو کسی

امر میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرنے والا ہے وہ اللہ کا ذاکر ہے۔ پس ظاہر کے لحاظ سے بھی دائمی حضور

ثابت ہوگا اور اس لحاظ سے ظاہر و باطن دوام آگاہی کے ساتھ موصوف ہونے کیونکہ باطن تمام

تمام کسی شرکت کے بغیر خالص حق تعالیٰ جل و علا ہی کے لئے ہے اور ظاہر جو کہ کبھی حاضر اور کبھی غائب

ہے اس کا نصف بھی خالص اُس (اللہ) تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور ظاہر کا دوسرا نصف جو کہ صورت کے

لحاظ سے غفلت و غیبت میں ہے چونکہ مولا سبحانہ و تعالیٰ کی طاعت میں ہے (اس لئے) وہ بھی اس بارگاہِ

ہی کی طرف لوٹنے والا ہے، اَلَيْسَ يَرْجِعُ الْاَكْثَرُ كُلُّهُ قَاعْبُدُهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ [ام تمام کا تمام اسی کی طرف

لوٹتا ہے پس اسی کی عبادت کر اور اسی پر بھروسہ کر]۔ جانتا چاہئے کہ یہ دوام جو ظاہر و باطن دونوں کے لحاظ سے

افراد انسانی میں سے کامل ترین افراد کا حصہ ہے جو کہ نفسِ امارہ کی اطاعت سے باہر ہو چکے ہیں بلکہ اطمینانِ

کے ساتھ مشرف ہو چکے ہیں اور کامل ترین فنا اور اکل بقا سے وصل ہو چکے ہیں اور نیت کی تصحیح اور عمل میں خا

کی تکلیف سے رہائی پا چکے ہیں جو شخص کہ نیت کی تصحیح اور اخلاص کے تکلف میں ہے وہ مخلص بکسر لام (رہائی

ہے اور جو شخص کہ تکلف سے گزر چکا اور حقیقت سے جا ملتا ہے وہ مخلص بفتح لام (رہائی پایا ہوا) ہے جو کہ ایک

اِنَّكُمْ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلِصِينَ [بیشک وہ ہمارے مخلص (رہائی پائے ہوئے) بندوں میں سے ہے] میں وارد ہے

مخلصین (کسر لام کے ساتھ) بڑے خطرے پر ہیں، والسلام۔

## مکتوب سب

خواجہ ابراہیم کے نام اُن کے اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو کسی بزرگ کی عبارت کے معنی سے متعلق تھا کہ انھوں نے کہا ہے کہ میں حق تعالیٰ کے علم کو اپنے علم میں گم پاتا ہوں۔

حمد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے روزمرہ کے امور لایق شکر ہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے اکابر کے طریقہ پر آپ کی استقامت کی امید کی گئی ہے پس یہی کام کی اصل و بنیاد ہے اور اس کے بغیر بے فائدہ کلیف اٹھانا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ ایک بزرگ نے کہا ہے نہ ”میں حق تعالیٰ کے علم کو اپنے علم میں گم پاتا ہوں“۔ آپ نے اس بات کے مستبعد ہونے کا اظہار کیا تھا اور لکھا تھا ”اس کے برعکس کہنا چاہئے کہ میں اپنے علم کو علم واجبی تعالیٰ میں محو پاتا ہوں“۔ میرے مخدوم! دید (مشاہدہ) پر اعتراض کی گنجائش نہیں ہے لیکن اس دید کے نشا (سبب) کو تلاش کرنا چاہئے۔ جان لیں کہ اس دید کا نشا (سبب) یہ ہے کہ اس نے اپنے علم کو علم واجبی (الہی) جل سلطانہ کا آئینہ پایا ہے اور آئینہ کو اس چیرے زیادہ جامع خیال کیا ہے جو کہ آئینہ میں ہے جیسا کہ آفتاب یا آسمان کی صورت آئینہ میں ظاہر ہو اور کوئی سادہ لوح آفتاب یا آسمان کو آئینہ کا جزو تصور کرے، یہی شئی کے نمونہ کاشی کے ساتھ مشتبہ ہونے کی قسم سے ہے کیونکہ آئینہ میں آفتاب کا نمونہ (عکس) ظاہر ہے نہ کہ عین آفتاب۔ اس بیان سے مولوی معنوی قدس سرہ کے اس شعر کے معنی حل ہو گئے جو کہ انھوں نے فرمایا ہے

علم حق در علم صوفی گم شود      این سخن کے باور مردم شود

[حق تعالیٰ کا علم صوفی کے علم میں گم ہو جاتا ہے لوگوں کو اس بات کا یقین کب آتا ہے] اور (یہ بات) اس بات کے قریب ہے جو کہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا ہے کہ ”جمع محمدی جمع الہی سے اجمع ہے اس لئے کہ جمع محمدی جمع الہی کے خلاف و جوب و امکان کے مراتب کی جامع ہے“ یہ بھی نمونہ کے اہل کے ساتھ مشتبہ ہونے کی قسم سے ہے کیونکہ آئینہ محمدی میں (جو ظاہر ہے وہ) مرتبہ و جوب کی صورت ہے نہ کہ اس مرتبہ کا عین۔ کسی نے خوب کہا ہے

تو از خوبی نمی گنجی بعالم      مرا ہرگز کجا گنجی در آغوش

[جب تو خوبی کی وجہ سے عالم میں نہیں سما سکتا تو پھر میری آغوش میں بھلا کہاں سما سکتا ہے]۔ اس فقیر کو بھی یہ دید کبھی کبھی اپنے بارے میں حاصل ہوتی ہے لیکن چونکہ اس کا نشا (سبب) اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے فضل و کرم سے

معلوم ہے (اس لئے) لغزش و خطا سے محفوظ ہے مال للتراب ورب الارباب (یعنی چہ نسبت ذک را با عالم پاک) اس قسم کی چیزیں اس راستہ میں بکثرت رونما ہوتی ہیں (ان سب سے گذر جانا چاہئے اور عاجزی و نادانی میں آنا چاہئے اور بندہ بننا چاہئے اور خواجگی (بزرگی) کا خیال سر سے نکال دینا چاہئے اور تباہی و تباہی کے ساتھ بندگی کے لوازم بجالانے چاہئیں اگر بندگی میں قبول فرما لیں تو زہے عز و شرف ورنہ خسارہ نقد و وقت ہے، ممکن کمال بندگی میں ہے، خداوندی اس سجانہ و تعالیٰ کے لئے مسلم ہے۔

گر معشوق خیالے در سراسر است تیت معشوق آن خیال دیگر است

[اگر تیرے سر میں معشوق کا کوئی خیال ہے تو وہ معشوق نہیں ہے (بلکہ کوئی اور خیال ہے) والحمد لله اولاً و آخراً والصلوة والسلام علی رسولنا محمد وعلیٰ الہ الکرام و اصحابہ العظام الی یوم القیام۔

## مکتوبات

خواجہ گدا کے نام اجمال کے طور پر خلاصہ سلوک کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله و سلام علی عباده الذین اصطفیٰ: برادر گرامی خواجہ گدا محمد اس دور افتادہ سے بہت بہت دعائیں پڑھیں اور اوقات کو ذکر و مراقبہ میں بسر کریں یہاں تک کہ دل کو بند کور (اللہ تعالیٰ) کے ماسوائے کامل انقطاع حاصل ہو جائے اور اشیا کے ساتھ اس کا حقیقی اور علمی تعلق زائل ہو جائے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ حضور (اس کے) دل کا ذاتی وصف ہو جائے اور یاد کر کے تصنع و تکلف سے رہائی حاصل کرے جیسا کہ سننا قوت سامعہ کی صفت اور دیکھنا قوت باصرہ کی صفت ہے، اس کے بعد کوشش کرے کہ یہ حضوری کی صفت اس بارگاہ اقدس کی طرف رجوع کرے اور نفس حاضر ذاتِ ذاکر درمیان سے اٹھ جائے اور اس کا حضورِ اجبار (باسوا) کی مزاحمت کے بغیر خود بخود صورت پذیر ہو جائے، حال کا نسخہ اور اہل کمال کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے، والسلام۔

## مکتوبات

حاجی حسین کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ مشاہدات اور تخیلات کی نفی کرنی چاہئے۔

جناب مشیخت آب شیخ حاجی حسین دور افتادہ دوست کو فراموش نہ کریں اور کبھی کبھی دعائیں یاد کرتے رہیں اور اپنے حالات کی اطلاع دینے اور دوستوں کے احوال معلوم کرنے سے غافل نہ رہیں اور



ہاں بناؤں کی دوری کو دلوں کی دوری کا سبب نہ بنائیں اور فیوض کے دروازوں کو جو کہ قلوب کے راستے سے ہیں  
 ہمیشہ کھلا رکھیں اور اپنے تمام مشاہدات و تخیلات کو جو کہ حقانیت کے عنوان کے ساتھ ظاہر ہوں نفی کریں  
 اور معلومات و مشہودات کے ماوراء کو مشتق کریں اور معمول کیفیت نسبت کے طالب رہیں، ہاں جو  
 شہود کہ نسبت مذکور کی مانند ہو اور اس معاملہ کو یاد دلائے اس کی نفی کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور طاعتاً  
 عبادات کی پابندیوں پر مستقیم رہیں اور تمام اوقات کو اس میں مستغرق رکھیں، والسلام اولاً و آخراً۔

## مکتوب ۱۷۶

میرزا لطف اللہ بن سعید خاں کے نام اس بارے میں کہ فقاہت کے لئے شرط ہے اور اس اعلیٰ  
 دولت کے حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حضرت حق سبحانہ نبی کریم اور ان کی بزرگ آل علیہ وعلیہم الصلوٰت والبرکات الی یوم التنازع  
 لبقہ طویل ظاہر کو شریعت منورہ کے زیور سے آراستہ اور باطن کو اس کے ثمرات و برکات سے شاداب سیراب  
 رکھے میرے محذوم! چونکہ بنی آدم کی پیدائش سے مقصود حق جل شانہ کی معرفت حاصل کرنا ہے اور معرفت  
 اس بزرگ گروہ کے طریق پر معروف ہیں فقاہتوں کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی ہے  
 بیچ کس راتا نگر دردا وقتا نیست رہ در بار گاہ کبریا

[[جب تک کوئی شخص فنا نہ ہو جائے اس کا بارگاہ الہی میں باریابی نہیں ہے]] پس ہم جیسے ہجرت زدوں کیلئے  
 ضروری ہے کہ عمر عزیز کو اس مطلوبہ دولت کے راستے میں خرچ کریں، صوری (ظاہری) فنا سے پہلے حقیقی فنا  
 کی طرف جلدی کریں اور وقت کے سرمایہ کو فانی لذتوں کے پورا کرنے کے پیچھے نہ لگائیں اور جس چیز کی تخریب  
 (زیر بادی) طلب کی گئی ہے اس کی تعمیر (آبادی) نہ کریں، بعد و حیران کا عذاب جہنم کے عذاب سے بدتر ہے  
 جیسا کہ قرب و وصال کی لذت جنت النعیم کی لذتوں سے زیادہ ہے پس اس شخص پر افسوس ہے جس نے  
 اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی اور اس شخص پر حسرت ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی حدود سے تجاوز  
 کیا، دنیا میں دوبارہ آنا نہیں ہے مَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا

[جو شخص اس دنیا میں اندھا رہا پس وہ آخرت میں (بھی) اندھا اور راستہ سے بھٹکا ہوا ہوگا]۔

ترجمہ کہ یار بامانا آشنا بماند تا دامن قیامت این غم بہا بماند

[میں ڈرنا ہوں کہ (مبارک) محبوب ہمارے (حال) نا آشنا ہی ہے (اور) قیامت کے دامن تک یہ غم ہمارے ساتھ رہے]

صاحب استعداد تو جوانوں پر افسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی اعلیٰ قوتوں کو اس کمینہ (دنیا) کی طرف لگا دیا ہے اور ظاہر کے ساتھ اس قدر بیکارہ پر فریفتہ ہو گئے ہیں اور قیمتی جو اسرات کی بجائے چند ٹھیکریوں پر اکتفا کر رہے ہیں، جمالِ مطلق چمک رہا ہے اور اس کی طرف آنے جانے کی راہ کھلی ہوئی ہے اور ہم جیسے پست فطرت لوگ اس جمال سے محروم اور اس بلند بارگاہ سے محروم ہیں۔

درجہاں شاہری و ما فارغ در قرح جرعه و با ہشیار

[دنیاس میں ایک شاہد (معشوق) ہے اور ہم بے پرواہ ہیں پیالہ میں کچھ شراب ہے اور ہم ہشیار ہیں] تہایت خجالت و شرمندگی ہے کہ صاحبِ جو دو سخا ذاتِ کریم اُس عزت و جلال کے جو دیکھ کر اس ذرہ مثال کی طرف رکھے اور اس کے پوشیدہ و ظاہر سے وقف ہو (اور) وہ انتہائی جہالت کی وجہ سے قلب کی توجہ کو دوسروں کی طرف لائے اور نیاز مندی کا سرخیوں کے آگے رکھے۔ رباعی

آد سحر آں دلبر خوئیں جگراں گفتا کہ تو بر خاطر من بارگراں

شرمت بادا کہ من بسویت نگراں باشم تو نبی چشم بروے دگراں

[صبح کے وقت وہ خونین جگر والوں کو دیکھ آیا، اس نے کہا کہ تو میرے دل پر بھاری بوجھ ہے، تجھ کو شرم آنی چاہئے کہ میں تیری طرف دیکھ رہا ہوں اور تو دوسروں کے چہروں پر نظر رکھتا ہے]۔ چاہئے کہ ظاہری ملاقات تک خطا و کتابت کے طریقہ کو جاری رکھیں تاکہ باطنی فیوضات کا راستہ اور زیادہ کھلا رہے۔

## مکتوبات

ملا جمال الدین کے نام اس بارے میں کہ کشوف و وقائع پر اعتماد نہیں رکھنا چاہئے اور قابلِ اعتبار

کمال صانع جل و علا کی معرفت ہے اور فنا کی تحقیق میں تخریر فرمایا۔

الحمد لله و سلام على عبادة الذين اصطفاه۔ آپ کے مکتوبات شریف نے پے درپے کے بعد

دیگرے پہنچ کر خوشوقت و مسرور کیا۔ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ہمیشہ ذوق و شوق کے ساتھ رکھے اور اعلیٰ مقامات و ترقیات عطا فرمائے۔ میرے محروم! چونکہ کشوف و منامات اور صحیح و صادق بشارات اور ان کے برعکس (یعنی غیر صحیح و صادق بشارات) میں فرق کرنا دشوار ہے (اس لئے) ان پر اعتماد نہیں رکھنا چاہئے اور ان کا چنداں اعتبار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ مغذیہ کمال ان کے ساتھ وابستہ نہیں ہے جو کچھ اعتماد کے لائق اور بلاشبہ تجات دینے والا ہے وہ کتاب و سنت ہے۔ چاہئے کہ ہمت اس پر لگا دیں کہ کتاب و سنت کے

مقتضاً پر عمل پیرا آجائے۔ اور ذکر بھی شرعی احکامات میں سے ہے اس پر ہمیشگی کو ترک نہ کریں اور اوقات کو اس میں مشغول رکھیں اور جس کو اہل اللہ نے کمال قرار دیا ہے وہ صانع (اللہ جل و علا کی معرفت ہے اور معرفت سے مراد معروف میں فنا ہو جانا ہے۔

تو مباشرتاً کمال ابن ست و بس رودر و گم شو وصال ابن ست و بس ۳۳۹

[تو ہرگز نہ رہ کمال ہی ہے اور بس، جا اس میں گم (فنا) ہو جاوصال ہی ہے اور بس] اور فنا ہمارے طریقہ کے مطابق دو طرح پر ہے، پس فنائے قلب اس کا مذکور کے ماسوا کو اس حد تک بھول جانا ہے کہ اگر وہ تکلف کے ساتھ بھی ماسوا کو یاد کرے تو اس کو یاد نہ آئے، ماسوا کے ساتھ اس کا محبتی و علمی تعلق بالکل منقطع ہو جائے۔ اور فنائے نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس حاضر (ذاتِ سالک) کی پوری طرح نفعی ہو جائے اور عدم محض کے ساتھ اس درجہ تک مل جائے کہ خود کو اُنکے سے تعبیر نہ کر سکے، اس مقام میں عارف کو نہ کوئی ذکر ہوتا ہے اور نہ کوئی توجہ کیونکہ عارف سے کوئی اثر (نشان) باقی نہیں رہا ہے ذکر و توجہ کس کے لئے ہوگی، اس کے بعد اگر ذکر و توجہ حضور ہے تو اپنے آپ سے اپنے ساتھ ہے اس فنا سے مقصود حق سبحانہ و تعالیٰ کے ماسوا کے ساتھ گرفتاری کا زائل ہونا ہے خواہ وہ (ماسوا) آفاق ہو یا نفس ہو کہ (بیہ) تہہ قائل و مرض جہلاک ہے اور نیز اس فنا سے مقصود ایمان کا روشن و نمایاں ہونا اور احکام شرعیہ کا کامل طور پر مطیع ہونا اور اوامر کے بجالانے اور نواہی سے باز رہنے میں آسانی ہونا اور طاعات میں عجب (خود پسندی) اور دیا کا دور ہونا ہے تاکہ اخلاص پیدا ہو جائے اور نفس امارہ کا اطمینان ہے جو کہ ذاتی طور پر احکام الہی جل و علا کا مخالف ہے اور حقیقی سلام کے ساتھ مسلمان ہونا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ سیر و سلوک و فنا و بقل سے مقصود بندگی و نیستی کا حاصل کرنا ہے تاکہ بندگی کے احکام و لوازم چلے کہ وہ ہیں بقدر امکان بجالائے اور سرکشی جو کہ نفس و خواہش کی راہ سے پیدا ہے زوال کی طرف رخ کرے یہ مراد نہیں ہے کہ بندہ بندگی کے حلقے سے سرباہر نکالے اور خواہگی (بزرگی) کا دعویٰ کرے اور غیبی صورتوں اور انوار کا تماشا کرے حتیٰ صورتیں اور انوار کیا کم ہیں کہ کوئی شخص اُن کو چھوڑ کر غیبی صورتوں اور انوار کی ہوس کرے، حسی اور غیبی صورتیں اور انوار دونوں مخلوق ہیں اور حدوث کے دارغ سے داغدار ہیں، حتیٰ جل سلطانہ کی رویت و مشاہدہ آخرت کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں دنیا میں نہیں ہیں جیسا کہ علمائے کرام و صوفیہ عظام کا اجماع اس پر واقع ہے اور جو کچھ دنیوی زندگی سے تعلق رکھتا ہے وہ یقیناً حاصل ہونا ہے پس دنیاوی زندگی میں صوفیہ کرام کے طریقہ کا نتیجہ احکام شرعیہ کو پورا کرنا ہے اور وصل و مشاہدہ و قرب ایک ایسا نتیجہ ہے جو کہ آخرت سے تعلق رکھتا ہے۔ چاہئے کہ احکام شرعیہ کے بجالانے میں کمر بستہ چست رکھیں اور امر معروف و نہی منکر کو اپنا شیوہ بنائیں اور متروکہ سنتوں کے

زندہ کرنے کو اہم امور میں سے جانیں اور جو وارد بھی پیش آئے اس کو چھپانے میں کوشش کریں اور واقعات و منامات پر اعتماد نہ کریں اگر کوئی شخص خواب میں بادشاہ یا قطب وقت ہو گیا تو اس سے کیا ہوتا ہے بادشاہ اور قطب وہ شخص ہے جو کہ خارج میں ان دنوں منصبوں پر پہنچ جائے اور اگر خارج میں بھی کوئی شخص بادشاہ ہو گیا یا کائنات کی چیزیں اس کے تابع ہو گئیں تو اس نے کونسی بزرگی حاصل کر لی اور قبر و قیامت کا کونسا عذاب اس سے رفع ہو گیا ہے

۳۴۷

گر دیو پوری مسخر تو گر دد زیں ہر دو چہ حاصل تو گر دد

[اگر دیو اور پری تیرے تابع ہو جائیں تو ان دونوں سے تجھے کیا حاصل ہوگا] بلند ہمت لوگ اس قسم کے امور کی طرف التفات نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کی مرضیات میں کوشش کرتے رہتے ہیں اور فنا و نیستی حاصل کرنے اور واردات کے چھپانے میں سعی کیا کرتے ہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد ہے کہ آپ بزرگوں کے ساتھ محبت و اعتقاد میں پوری پختگی رکھتے ہیں اور آپ کے اطوار و عادات اچھے سننے میں آئے ہیں، آپ جیسے دوستوں سے ہم امیدوار ہیں کہ اس گنہگار کو دعا سے فراموش نہ کریں گے اور رحمت و مغفرت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو اس فقیر کے حق میں طلب کرتے رہیں گے، والسلام۔

## مکتوبات

مولانا حسن علی کے نام علوم شرعیہ کے حاصل کرنے اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام والجنۃ

کی سنتوں کو زندہ کرنے پر ترغیب دینے اور دیگر نصیحتوں کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور دعائیں دینے کے بعد سعادت آثار برادر عزیزم مولانا حسن علی، اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کے حال کو اچھا کرے اور اس کی امیدیں پوری فرمائے کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ (اس طرف کے) احوال حمد کے مستحق ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و احسان ہے، اللہ تعالیٰ سے اکابر کے طریقہ پر ثابت قدمی اور استقامت کی دعا کی گئی ہے پس بیشک یہی کلام کا سرمایہ اور نجات کا مدار ہے اور اس کے بغیر بے فائدہ رنج اٹھانا ہے۔ اے بھائی! چونکہ آخری زمانہ کے اوقات ہیں دین (کے معاملہ) میں سستی آگئی ہے اور سنت متروک ہو گئی اور بدعت پھیل گئی ہے (اس لئے) علوم کا حاصل کرنا اور ان کو پھیلانا اس طرح کے ظلمانی دور میں اہم کاموں میں سے ہے اور سنتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والجنۃ کو زندہ کرنا اعظم مقاصد میں سے ہے، علوم شرعیہ کے حاصل کرنے

اور ان کی نشر و اشاعت اور سنتِ مصطفویٰ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے زندہ کرنے میں کمر ہمت مضبوط باندھیں اور نامرادی کے گوشے اور عاجزی و نیستی کی صفت کے ساتھ بارگاہِ الہی عز و جلال میں دائمی نگرانی (حضور) کو ترک نہ کریں، اور احوال و مواجید کی کچھ فکر نہ کریں کیونکہ ان کا کمال آخرت کے ساتھ وابستہ ہے اور وہ امور جن کے ساتھ صوفیاً وقت خوش ہیں یا وہ کسرابِ یقینۃ <sup>۳۴۸</sup> یحسبہا الظمان ماءً [جیسا کہ چٹیل میدان میں چکنا ہواریت جس کو پیسا آدمی (دور سے) پانی سمجھتا ہے] کی قسم ہیں یا ان کی تسلی کے لئے ہیں، ہزاروں میں سے کسی ایک کے لئے ظاہر کرنے میں جس کسی نے بھی یہ کہا ہے خوب کہا ہے: تلك خیالات تری بھا اطفال الطریقت [یہ وہ خیالات ہیں جن سے طریقت کے بچوں کی پرورش کی جاتی ہے] (یہ گھر دنیا) عمل کا گھر ہے، طاعات کی ادائیگی میں مردوں کی طرح رہیں اور خلوت و گوشہ نشینی کو غنیمت جانیں ظاہری معاش کے کاموں کو حضرت رزاق ذوالقوۃ المتین [تہایت مضبوط قوت والے رزاق یعنی اللہ تعالیٰ] کے سپرد کریں اور جمعیت (اطمینان) کو اس کی تدبیر کے ترک میں جانیں کیونکہ تدبیر اور اسباب جمع کرنے کا معاملہ دور و تسلسل کی طرف لے جاتا ہے اور اس سے کامل جمعیت (اطمینان) کا حاصل ہوتا عادتاً محال ہے۔ دیگر یہ کہ آپ کے والد بزرگوار کے لئے فاتحہ پڑھی گئی، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ [بیشک ہم سب اللہ تعالیٰ کے ہیں اور ہم سب اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں] حق سبحانہ و تعالیٰ اپنی رحمت میں شامل فرمائے اور پسماندگان کو اپنی قضا پر رضا نصیب فرمائے (ان کے ایصالِ ثواب کیلئے) فاتحہ و صدقہ اور ان کی مغفرت طلب کرنے کے لئے استغفار سے ہمیشہ ان کو یاد کرتے رہیں۔

## مکتوب ۱۶۹

خواجہ محمد صدیق کے نام شریعت پر استقامت چہنے اور مرشد کی محبت پر رہنمائی کرنے کے متعلق اور اس بارے میں کہ حصولِ نسبت اور چیز ہے اور اس کا علم ہونا اور چیز ہے اور اس چیز کی وضاحت میں کہ حال ہو اور اس حال کا علم نہ ہو، تشریح فرمایا۔

حد و صلوٰۃ اور تبلیغِ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب پسندیدہ کچھ نیاز (ہدیہ) کے ساتھ یکے بعد دیگرے پہنچا اور اس کے لمبے چوڑے مقدمات واضح ہوئے۔ میرے مخدوم! اس طرف سے کمال صفائی ہے کوئی غبار اپنے دل پر نہ لائیں، مایوسی دشمنوں کو نصیب ہو، اپنے کام میں کوشش کرتے رہیں اور جس حال میں بھی ہوں نیستی کی صفت کی طرف دائمی توجہ کو ہاتھ سے نہ دیں اور حضرت حق سبحانہ سے

استقامت طلب کریں، الاستقامۃ فوق الکرامۃ [استقامت کرامت سے افضل ہے] آپ نے سنا ہوگا فقیر بھی آپ کی استقامت کے لئے دعا گو ہے، امید ہے کہ اس کے آثار ظاہر ہوں گے، اگر احوال و مواجید کچھ بھی ظاہر نہ ہو اور شریعت پر اور حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) اور ان کے درویشوں کی محبت پر استقامت حاصل ہو تو کوئی خوف نہیں ہے اور حقیقت سے بے نصیب نہیں ہے اور اگر معاملہ برعکس ہے تو استدراج کے سوا کچھ نہیں جانتا چاہئے، اس تعلق کو مضبوط رکھنا چاہئے۔ ہمارے بزرگوں کی نسبت بہت بلند اور عقل کے دائرے سے باہر ہے، مشکل ہے کہ ادراک (سمجھ) کا ہاتھ یکا یک (یکدم) اس کے دامن تک پہنچے اگرچہ (یہ نسبت) حاصل ہو کیونکہ حصول اور چیز ہے اور اس (حصول) کا علم دوسری چیز ہے یعنی نسبت کے حصول کا علم باطن کے لئے ہے کیونکہ علم والتنازعہ اسی کے نصیب ہے اگرچہ ظاہر کے ساتھ ملا ہوا ہے چنانچہ باطن کا علم والتنازعہ ابتدا میں ہمسائیگی کی وجہ سے ظاہر میں بھی سرایت کرتا ہے اور ظاہر بھی اجدولت یافتہ ہو جاتا ہے اور جب کام انتہا کو پہنچ جاتا ہے (اور) باطن ظاہر سے جدائی اختیار کر لیتا ہے اور ہمسایہ ہونے کا حق جاتا رہتا ہے تو ظاہر بیچارہ باطنی دولت سے بہت کم حصہ لیتا ہے اور اپنے آپ کو خالی اور بے نسبت پاتا ہے بلکہ کبھی (ایسا) ہوتا ہے کہ باطن کے ساتھ کمال بے مناسبتی کی وجہ سے ہدایت یافتہ بتدی کو جس نے کہ اندراج النہایت فی البدایۃ (ابتداء کا انتہا میں درج ہونا) کے حکم کے مطابق انتہا کی چاشنی پائی ہے اور قلب سے جو کہ جذبہ کا مقام ہے نہیں نکلا ہے اور اس کے مقلب (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ نہیں ملا ہے اور ظاہر میں زوق و وجد کے ساتھ موصوف ہے اپنے آپ سے زیادہ کامل جانتا ہے اور اپنے آپ سے نسبت کی نفی کر کے اس کو صاحب نسبت جانتا ہے یہی وجہ ہے کہ طالب اس قسم کے بتدی اور متوسط کی صحبت میں بظاہر زیادہ رشد و ہدایت سمجھتا ہے اور وجد و التنازعہ زیادہ دیکھتا ہے چونکہ اس کا مرشد شوق و وجد کے ساتھ لذت پارہا ہے اس لئے مرید میں بھی یہ کیفیت پر نور (عکس) ڈالتی ہے۔ شیخ الاسلام (قدس سرہ) نے کہا ہے کہ اگر خرقانی اور محمد قصابؒ موجود ہوتے تو میں تم کو ان (محمد قصابؒ) کے پاس بھیجتا کہ خرقانی کے پاس، کیونکہ وہ تمہارے لئے خرقانی سے زیادہ فائدہ مند ہوتے یعنی خرقانی منتہی تھے مریدان سے کم فائدہ حاصل کرتا۔ راقم کہتا ہے یعنی وہ فائدہ جو کہ وجد و دانش سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ مطلقاً فائدہ کیونکہ کامل فائدہ وہ ہے جو کہ منتہی کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے، پہلے فائدہ کو اس فائدے کے ساتھ کیا نسبت ہو وہ فائدہ کی صورت ہے اور یہ فائدہ کی حقیقت ہے لیکن چونکہ نہایت بلندی کی وجہ سے اس کی نسبت معروف دراک سے باہر ہے طالب میں بھی اسی کیفیت کے ساتھ طوطو کرتا ہے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی نسبت یہی تھی فلا تلک من المشرکین [پس تو شک کرنے والوں میں نہ ہو] والسلام۔

# مکتوبات

حقائق و معارف آگاہ جامع علوم ظاہری و باطنی شیخ محمد یحیی دامت برکاتہ کی خدمت میں حضرت  
مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصیات اجمال کے طور پر بیان کرنے اور ایک درویش کے  
احوال کے درپے ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى: میرے مخدوم! (آپ کے) آخری مکتوب میں درج تھا کہ  
بالمشاہدہ بھی اُن حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے بعض خصوصی معارف ذکر کئے جاتے ہیں مثلاً  
معارف توحیدی سے گزر جانے اور مقام جذبہ و سلوک سے اوپر جانے کو بے تکلف تسلیم و تصدیق کرنا۔  
اے عزیز! حضرت عالی قدس سرہ) کے فضائل اور وہ خصوصیات جن سے اُن کو دوسروں پر فضیلت ہو  
چو کہ اس فقیر نے لکھی تھیں دوسرے امور ہیں کہ عقل و وہم کی آنکھ ان کے ادراک میں خیرہ (چکا چونہ) اور  
زبان خیال اُن کے بیان کرنے میں گونگی ہے اور یہ کمال جو آپ نے بیان کیا ہے ان کمالات و فضائل کی بلند  
کے زینوں میں سے نیچے کا ایک درجہ ہے بلکہ اس کمال کو جو کہ کمالات و ولایت میں سے ہے اُن امور کی نسبت  
جو کہ کمالات نبوت پر متفرع ہیں کوئی اعتبار و شمار نہیں ہے کاش کہ سمندر کے ساتھ ایک قطرہ کی نسبت  
ہی رکھتا ہوتا، یہ کمال لائق اظہار علوم کی قسم سے ہے اور وہ امور اُن اسرار میں سے ہیں جن کا پوشیدہ  
رکھنا لازم ہے، ظاہر ہے کہ علوم کو اسرار کے ساتھ کیا نسبت ہے، اور جو معاملہ کہ حضرت عالی قدس سرہ کی  
پیدائش کے ساتھ وابستہ ہے وہ جدا ہے اور جو اسرار و دقائق اور جو نازک باتیں آپ نے ذات و صفات کے  
بارے میں لکھی ہیں اور عجیب و نادر تحقیقات و مقالات جو کہ بیان فرمائے ہیں علیحدہ ہیں، اور اصالت او  
خاتم الرسل علیہ و علیہم و علی آل کل الصلوات و التسلیمات کی پیدائش کی بقیہ مٹی سے (حضرت عالی کی)  
طینت کو خمیر کرنے کے معاملہ خود کیا بیان کرے اور حضرت عالی (قدس سرہ) کی ولایت کا جو کہ محبت و  
محبوبیت ذاتی سے پیدا ہوئی ہے کیا پتہ و نشان دے، اور موت کے حقائق سے جو کہ ان کے ساتھ خصوصیت  
رکھتے ہیں اور وہ حقیقت بے انتہا رحمتوں کا مخزن ہے کہ اُس کا ایک چشمہ اس عالم میں پھیلا ہوا ہے  
اور دوسرا چشمہ دوسرے عالم میں ذخیرہ ہو گیا ہے اور رحمن و ارحم الراحمین کی صفت بھی اسی حقیقت  
سے جاری ہوئی ہے اور انھوں نے تعین اول سے بھی ترقی ثابت کی ہے اور دوسروں نے اس سے  
منع کیلئے اور سیر و سلوک کی انتہا کو وہاں تک کہا ہے اور اس کے اوپر مرتبہ اطلاق و لا تعین ذات بحت

تصو کیا ہے کہ سیر و سلوک و علم و معرفت کو اس بارگاہِ قدس میں ناممکن جانا ہے حضرت عالی (قدس سرہ) نے اس سے گذر کر مراتب و تعینات ثابت کئے ہیں اور تعین اول کو اس سے کئی مرحلے اوپر لے گئے ہیں خود لاتعین کا ذکر ہی کیا اور حقیقتِ محمدی و حقیقتِ قرآنی و حقیقتِ کعبہ ربانی و حقیقتِ صلوة اور وہ حقیقت جو کہ ان حقایق سے اوپر ہے کہ حضرت عالی قدس سرہ جن کے بیان کے ساتھ ممتاز نہیں۔ (آپ کے) مکتوبات میں کوریں اور کمالاتِ حقیقتِ ولایتِ محمدی و ولایتِ ابراہیمی و ولایتِ موسوی و ولایتِ احمدی و کمالاتِ انبیاء و خصوصیاتِ رسل و فضائلِ اولوالعزم اور ان بزرگواروں میں سے ہر ایک کے مبارکی تعینات اور خصوصیتِ حضرت روح اللہ (عیسیٰ علیہ السلام) و حضرت ہمدی موعود و مبارکی تعیناتِ ملائرا علی و ولایتِ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کا مبداء تعین (وغیرہ امور) جو کہ انہوں (حضرت مجید الف ثانی قدس سرہ) نے بیان فرمائے ہیں کہاں تک لکھے علی نبینا و علی سائر الانبیاء و الملائکۃ الصلوٰۃ و التسلیمات و علی اتباعہم، اور اسی طرح حقیقتِ صلوة کے واصلین کے قدموں کے قرق اور اس مقام میں انبیاء علیہم السلام کی فضیلت اور ان اکابر علیہم التحیات کی چار صفیں، اور ان انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ کی خصوصیات کہ جن کے منبرک نام قرآن مجید میں مذکور ہیں، اور یہ کہ آنسور و انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام کو ان تمام مقالات پر فضیلت ہے اور جو نصیب (حصہ) کہ حضرت عالی (مجید الف ثانی قدس سرہ) کو اس مقام سے ثابت ہے اور اس مقام سے حضرت ہمدی موعود (علیہ السلام) کا جو نصیب (حصہ) ہے اور ان (حضرت مجید الف ثانی قدس سرہ) کی اپنی اصالت و ولایت اور حضرت ہمدی رضی اللہ عنہ کی اصالت کا منشا (جائے پیدائش)، (غرض کہ راقم) کہاں تک تشریح کرے۔ اور آپ (حضرت مجید الف ثانی قدس سرہ) نے مرض موت میں جو اسرار و دقائق بیان فرمائے ہیں اور آنسور و عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کے کمالات اور ان حضرات کے بارے میں اپنی بعض مناسب خدمات بیان کی ہیں کس طرح سے سمجھائے اور قبولیت کے حقایق اور مقامِ قلت کے دقائق اور محبت کے فضائل اور صباحت و بلاحت کے اسرار اور ان دونوں حسن کے امتزاج کا اپنے مطالعہ کیا ہوگا اور (آیات) مقطعات کے اسرار کہ جن کا کچھ اشارہ اوپر گزر چکا ہے ایک بے پایاں سمندر ہے جو کہ گفت و شنید میں نہیں آئے اور نہ بستہ (حضرت عالی) کے ساتھ ہی چلے گئے۔

اور یہ جو اپنے لکھا ہے کہ "اپنے مکشوفات کو حضرت عالی (مجید الف ثانی قدس سرہ) کے معارف کے برابر جانتا ہے" کلام حضرت عالی (قدس سرہ) کے معارف کے سمجھنے میں ہے بلکہ (آپ کی)

سے انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین مراد ہیں۔



سمجھ میں شیخ ابن عربی کی اصطلاح گزری ہے جو اس سے کئی مرحلے دور ہے، ان کے ساتھ برابر ہی ڈھونڈنا محض خیال ہے جو کہ نادانی اور خام خیالی سے پیدا ہوا ہے، بہت سے نادان ہیں جو کہ جہلِ مرکب کی رو سے اپنے بعض واقعات پر اعتماد کر کے فاسد توہمات میں مبتلا ہو گئے ہیں اور لوگوں کو (صحیح) راستہ سے ہٹالے گئے ہیں، وہ گمراہ ہیں پس وہ گمراہ کرتے ہیں، وہ پر یاد ہیں پس دوسروں کو پر یاد کرتے ہیں، برابر ہی تلاش کرنا اور اک کی فرع بلکہ تصور کی فرع ہے جو کہ وقوع میں نہیں آیا ہے، برابر ہی کہاں اور مسادات کس سے۔  
 تجواب اندر مگر موشی شتر شد [شاید کوئی چوہا خوب میں اونٹ ہو گیا]

## مکتوبات

مولانا جمال الدین کے نام مقام جمع کے بیان اور فرق بعد الجمع کے حاصل کرنے کی ترغیب میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى: آپ کے پاکیزہ گرامی نامہ نے مشرف کیا اذواق و مواجید و اشواق و تلویحات کے مطالعہ سے جو کہ رنگین اشعار اور دلکش عبارات کچھ نئے نئے محظوظ ہوا۔  
 ع لے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی [اے شخص تیرا وقت بھی خوشی میں گزرے جب کہ تونے ہمارے وقت کو

میرے مخدوم! اس قسم کے شوق کے ولولے اور عشق کی دیوانگیاں جو کہ سالکوں کو حاصل ہوتی ہیں یہ انجمن جمع کا شگوفہ ہیں جو کہ آفتابِ حقیقی کے استوار (تہایت بلندی پر قرار پکڑنے) کے وقت سویدائے قلب کے غنچہ سے سراپا ہر نکالتے ہیں (ایسا سالک) نماز کو اس استوار کے وقت میں مرفوع (اٹھادی گئی) جانتا ہے اور نکالیفِ شرعیہ کو مجنون کے ہاتھ اور پاؤں کی زنجیر پاتا ہے اور نکالیفِ شرعیہ کے ساقط ہونے کا خیال کرتا ہے، ذکر کو بکواس اور گناہ سمجھتا ہے اور کہتا ہے عوام کی توبہ گناہوں سے اور میری توبہ لا الہ الا اللہ کہنے سے ہے، اور نیز کہتا ہے اللہ کا ذکر قلب کو سیاہ کرتا اور گناہوں اور خطاؤں کو بڑھاتا ہے اور وہ مذہب و ملت کے نعین سے الگ تھلگ ہے اور آنا علی مذہبِ ربّی [میں اپنے رب کے مذہب پر ہوں] کا ترانہ گاتا ہے اور رسمی نمازیں بہت کم آتا ہے اور اس کے قیام و قعود کی طرف مائل نہیں ہوتا اور وہ سمجھتا ہے کہ لا صلوة للمؤمن الا فی قلبہ [مؤمن کی نماز اس کے قلب میں ہی ہے] اور یہ پڑھتا ہے

بکفر و باسلام بکساں نگر کہ ہر یک زدیوان اور فریست

[کفر اور اسلام کو یکساں دیکھ کیونکہ ان میں سے ہر ایک اس کے دیوان کا ایک دفتر ہے] اگرچہ وہ ظاہر میں شرعی حدود سے تجاوز نہیں کرتا اور نماز اور تمام احکام کا پابند ہے اور اگر وہ ان چیزوں کو بھی ادا نہ کرتا ہوتا

ملحد و مردود ہے جو کہ بحث سے خارج ہے اور سچے اور جھوٹے شخص میں صحیح فرق کرنے والی چیز احکام شرعیہ کا بجالانا اور ملتِ مصطفویہ علیٰ صدرہا الصلوٰۃ والسلام والیتہ کو لازم پکڑنا ہے، یہ (مقام جمع کی) بات تو بیاں ختم ہوئی اور اس فقیر نے اوقات کو معمور رکھنے اور شوق و رغبت کے ساتھ اعمال صالحہ کے بجالانے کے بارے میں جس چیز کی طرف ترغیب دی ہے وہ مقام جمع الجمع اور فرق بعد الجمع کے مناسب ہے جو کہ صحو کا مقام ہے اس وقت میں آرام (سکون) بندگی میں ہے اور حصول لذت طاعات میں ہے ارحنی یا بلال (اے بلال مجھے راحت پہنچاؤ بحديث) اسی معما کا ایک رمز ہے اور قرع عینی فی الصلوٰۃ (میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے، الحدیث) اسی متمنی (مقصود) کی طرف اشارہ ہے، یہ کمال مقام نبوت سے پیدا ہوتا ہے اور جو کچھ اوپر گذرا وہ ولایت کی شطح (خلاف شرع کلمات) سے پیدا ہوتا ہے یہ اسلام حقیقی ہے اور وہ کفر حقیقی، اُس کو اس کے ساتھ ایسی ہی نسبت ہے جیسی کہ قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ ہے بلکہ ایسی نسبت ہے جیسی کہ چھلکے کو مغز کے ساتھ ہے بلکہ ایسی نسبت ہے جیسی کہ موہوم کو موجود کے ساتھ ہے۔ معاملہ کی حقیقت یہاں ظاہر ہوتی ہے وہاں صورت اور نمونہ سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے اور حقیقی سورج سے اس کی تمثال کے سوا اور کچھ حاصل نہیں رکھتا۔ کسی نے خوب کہا ہے

تو از خوبی نمی گنجی بعالم مرا ہرگز کجا گنجی در آغوش

[تو خوبی کی وجہ سے عالم میں نہیں سما سکتا، بھلا تو میری آغوش میں کہاں سما سکتا ہے] جب یہ کمال پر تو (عکس) ڈالتا ہے تو سابقہ کمال پوشیدہ ہو جاتا ہے اور اس کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا بلکہ اس سے نام ہوتا اور استغفار کرتا ہے، نماز اس (ظاہری) صورت پر منحصر نہیں ہے (بلکہ) عالم غیب الغیب میں اپنی ایک حقیقت رکھتی ہے جو بہت سی حقیقتوں کے اوپر ہے جیتک کوئی اس حقیقت کو نہیں پہنچے گا اس (نماز) کے کمال کو کیا پائے گا اور وہ حقیقت (نماز کی) اس صورت ہی کے ساتھ قائم ہے۔ نماز ایک دلربا معشوق ہے گویا اس کی صورت زیا کو عالم مجاز میں ان مخصوص ارکان کے ساتھ نمایاں کیا گیا ہے اور اس کی رعنائی کی اداؤں کو اس قیام و قعود و آداب و خشوع کے ساتھ ظاہر کیا گیا ہے، جو شخص کہ (نماز کی) اس صورت کا والہ و شیدائہ ہو جائے وہ ان ارکان کی حقیقت کو کیا پائے گا اور جو شخص کہ ان اداؤں کا فریفتہ نہ ہو جائے وہ اس قیام و قعود کی حقیقت کو کیا سمجھے گا۔

چکد مشک ترازد تم چو آن گیسو بچنگ افتد و ددخ از گریہ نام گراں مہ در کتا را آید

[اگر وہ گیسو میرے پنچے میں آجائیں تو میرے ہاتھ سے تر مشک ٹپکنے لگے (اور) اگر وہ محبوب میری آغوش میں آجائے تو میرے گریبان سے صبح طلوع ہو جائے] والسلام علیکم۔

# مکتوبات ۱۸۲

۳۴۶

میرزا عبید اللہ کے نام احوال کی تشریح، استفسارات کے جوابات اور حضرت خضر علیہ السلام کی حیات و موت کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، آپ کے معزز گرامی نامہ کے مطالعہ سے مسرور و خوشوقت ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اس مقام سے رہائی حاصل کر لی ہے (اور) اکثر اوقات میں اپنی طرف منسوب نسبت و ہمہ کی جو کہ اصل کے حوالہ ہے ایک مثالی صورت سے زیادہ کچھ نظریں نہیں آتا لیکن بہت ہی کم اوقات میں شیخ (مشابہ صورت) کا علم بھی نہیں رہتا بلکہ علم اس کے عدم کا (ہوتا ہے)۔ اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ تنگ کوچہ سے شاہراہ پر آگئے ہیں اور ظل سے اصل کی طرف دوڑ رہے ہیں، یہ کمال جو کہ سالک کے معدوم ہوجانے کے ساتھ وابستہ ہے منتسبات (نسبتوں) کے اصل کے ساتھ ملحق ہوجانے کے بعد ہمارے حضرت عالی قدس اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کے طریق پر تجلی صفات سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس تجلی کا کمال تجلی ذات کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ ہر مقام کی تکمیل اس مقام سے گزر جانے کے ساتھ وابستہ ہے۔ تجلی ذات کے آثار میں سے یہ بات بھی ہے کہ شیخ (صورت) اور حجاد (بے جان چیز) جو کہ عارف کی نظریں منتسبات کے اصل کے ساتھ ملحق ہوجانے کے بعد باقی رہ جاتی ہے وہ بھی زائل ہوجاتی ہے اور عارف بالکل فانی اور محض لاشے ہوجاتا ہے اور وہ شیخ (مشابہ صورت) و حجاد ایسا عدم واقع ہوا ہے جو کہ کمالات کے انعکاس کے ذریعہ سے تمام عداات سے ممتاز ہو گیا تھا اور جب امانتی کمالات اہل امانا کے ساتھ ملحق ہو گئے تو وہ چیز رہی جو اس عدم کو ان اعدام سے ممتاز کرتی تھی پس ناچار وہ عدم جو کہ کمالات وجودی کا آئینہ رہا تھا اور یہ مجموعہ (سب عداات) ذات ممکن ہو کر عدم مطلق کے ساتھ ہوجا رہی، اس وقت عارف کا نہ عین رہتا ہے نہ اثر، لا یبقی کلا تذکرہ۔ [نہ باقی رہنے دیگی اور نہ چھوڑے گی۔]

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "بہت ہی کم اوقات میں شیخ (مشابہ صورت) کا علم بھی نہیں رہتا" شاید کہ اس کمال کا مقدمہ ہو، اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ "اس کمال کا مقدمہ ہوگا" یہ اس لئے کہ "ذات جب جلوہ گر ہوتی ہے تو اس کے لئے پوشیدگی نہیں ہے اور نیز اس مقام کی علامات میں سے ذکر و توجہ و حضور کا عارف سے بالکل منتفی ہوجانا ہے اور کلمہ انا کے مورد (مقام) کا قطعاً زائل ہوجانا ہے کمالات کے اصل کے ساتھ ملحق ہوجانے کے بعد اپنا حضور اپنے ساتھ ہے اور اس مقام سے عارف کا نصیب

اشہلاک (فتائیت) اور وہی قیود سے رہائی پانے اور جہل مرکب سے جو کہ خفی شرک اور باطنی مرض ہے نکل جانے کے سوا نہیں ہے۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ ”وجود اس سے پہلے (قوت) ذاتیہ پر وحدت کا مزہ دیتا تھا اور (اس کو) اُس (اللہ تعالیٰ) کا عین جانتا تھا، آج صفات کی مانند تعینات میں سے نظر آتا ہے۔“ (آپ کی یہ کیفیت تہاتر بلند ہے اور علمائے اہل حق شکر اللہ تعالیٰ سببہم اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے) کے قول کے مطابق اور حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے ذوق کے موافق ہے اور یہ تعین وجودی حضرت عالی (قدس سرہ) کے طریق کے مطابق تعین علمی اجمالی کے اوپر ہے جو کہ دوسرے بزرگوں کے طریق کے مطابق تمام تعینات سے اسبق (اول) ہے۔ اور آپ نے وجود کے معاملہ سے ماورا بردار آگے حیرت و عدم دریافت کا اظہار کیا ہے بیشک اس بارگاہ مقدس جلت عظمت سے جہل و حیرت کے سوا کیا نصیب ہوگا، اگرچہ درک ہوگا لیکن (اُس) درک کا ادراک نہیں ہوگا العجز عن درک الادراک ادراک (ادراک کے درک (حصول) سے عاجز ہونا ہی ادراک ہے) اس مقام کے حال کا نشان ہے، یہ جہل و حیرت جو کہ شہود و معرفت پر تہاروں درجے فضیلت رکھتی ہے اعلیٰ مقامات سے ہرگز پستی کی طرف مائل نہ ہوں اور بلندی سے نشیب کی طرف نہ ٹھکیں اور پانی کی بجائے سراب پر فریقہ نہ ہوں، کسی نے خوب کہا ہے۔

اگر ندھی بکف دامانِ یارم گرفتار کسے دیگر مدارم  
[اگر تو بارگاہ دامن میری تھیلی (مٹھی) میں نہیں دیتا تو مجھے کسی دوسرے کا بھی گرفتار مت رکھ]۔ ہاں ہستی سے گذر جانا عقل کو ٹھیک نہیں لگتا اور بظاہر ہستی میں کوشش کرنا ہے لیکن کیا کیا جائے عرف ربی بجمع الاضداد میں نے اپنے رب کو اضداد کے جمع کرنے سے پہچانا] چونکہ ہستی و نیستی دونوں اعتبارات سے ہیں اس لئے اس بارگاہ سے نیچے کے درجے میں ہوں گے۔

لا وھو زان سرائے روزیہ بازگت تدرجیب وکیسہ ہی  
[لا اور ہو (فنا و بقا) اس بارگاہ مقدس سے اس حال میں واپس لٹتے ہیں کہ جیب اور تھیلی خالی ہوتی ہے] آپ کا تعجب و تجریر محل ہے جبکہ تعین علمی جہلی کے اوپر سیر و سلوک و علم و معرفت کو جائز نہیں رکھتے، کیونکہ ان بزرگوں کے مطابق بھی تعین حضرت وجود سے نیچے کا ہے، آپ نے حضرت وجود سے اوپر علم کی نسبت کس طرح ثابت کی ہے، اگرچہ ان حضرات کے مطابق یہ حضرت وجود مرتبہ ذات بحت (محض) ہے اور ہمارے مطابق اس کے تعینات میں سے ایک تعین ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے فصوص (الحکم) میں فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ”ذات کی تجلی متجلی کی صورت میں ہی ہوتی ہے پس متجلی لہ (جس کو تجلی کا مشاہدہ ہو) نے حق کے آئینے میں اپنی صورت کے سوا نہیں دیکھا اور اس نے حق (تعالیٰ شانہ) کو نہیں دیکھا اور یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ اس کو

دیکھے۔ اس کے بعد فرمایا ہے کہ یہ تجلی تمام تجلیات کا منتہی (آخری) ہے اور مشاہدات کی انتہا ہے پس تو اس بات کے لئے طمع نہ کر اور اپنے آپ کو اس بارے میں مشقت میں نہ ڈال کہ تو تجلی ذاتی کے اس درجے سے ترقی کرے گا۔ پھر فرمایا ہے "اور اس کے ماوراء (آگے) عدم محض کے سوا اور کچھ نہیں ہے" اس لئے کہ عالم اسما و صفات کا ظہور ہے اسما و صفات سے اوپر جانا اپنے آپ کو عدم میں کھینچنا ہے لیکن جانا چاہئے کہ المرء مع من احب (آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے) کے بموجب چونکہ محبوب آفاق و انفس اور نسبت و اعتبارات سے ماوراء ہے خواہ وہ علم کی نسبت ہو یا وجود کی نسبت ہو اس لئے سحب کی گذرگاہ اس معیت کے حکم کے مطابق آفاق و انفس سے باہر اور علم و مستی کی نسبت سے ماوراء ہوگی اور ظل و اصل کے ماوراء نظرگاہ ہوگی (معیت) ہر مرتبہ کی فنا و بقا کے ساتھ اس کے اوپر جانے میں مدد کرتی اور لیر بناتی ہے اور اصل کو اس کے ظل کی طرح راستہ میں چھوڑ دیتی ہے، اس سے رک جانے کی کیا صورت ہوگی اور اس ذات بحت کے گرفتار کو اس کے ماسوا کے ساتھ تسلی ہونا کس طرح متصور ہوگا، ظلال و اعتبارات کی چاشنی ذات تعالیٰ کے طالب کی قوت ذائقہ پر لذت نہیں دیتی اور بچوں کی طرح اس اضافی (غیر حقیقی) شیرینی اور عارضی حسن پر فریفتہ نہیں ہوتا اور تسنیم (جنت کی ایک نہر) کی شراب کا پیا سا ہونٹ سیراب کی مورچ کے ساتھ سیراب نہیں ہوتا <sup>۳۳۸</sup> وَ هَذَا جُزْءٌ مِّنْ تَسْنِيمٍ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ۗ [اور اس (شراب) کی آمیزش تسنیم (کے پانی) ہے، ہوگی، وہ ایک چشمہ ہے جس سے مقرب بندے پینے گئے] اخص خواص کے درمیان ایک دوسرے پر فضیلت دینے والی چیز اس مقام سے ہے اور کامل ترین بزرگوں کی نظروں کا تفاوت اس مرتبہ میں ظاہر ہے، طلب کی طمع اور اس کی مشقت کا تحمل بھی اس بارگاہ میں زیبا ہے، وَ فِي ذَلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ۗ <sup>۳۳۹</sup> [اور اس میں رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنی چاہئے]۔

میرے مخدوم! اسباب کا استعمال توکل کے منافی نہیں ہے کیونکہ (اگر نہ) تاثر حق سبحانہ کی طرف سے جانے اور اسی پر بھروسہ کرے اور یقینی سبب کو درمیان میں لائے تو عین توکل ہوگا، ہاں اگر وہ ہومہ بعیدہ (غیر یقینی) اسباب کے ارتکاب کو توکل سے بعید کہیں تو گنجائش ہے لیکن یقینی اسباب سے چارہ نہیں ہے آگ کو روشن کرے اور جلانے کی تاثر حق تعالیٰ سے جانے اور کھانا کھانے اور شکم سیری اس سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے سمجھے، اگر کوئی شخص ضرورت کے وقت میں اس قسم کے اسباب کو ترک کرے اور اس وجہ سے (اسکے) تکلیف پہنچے تو گنہگار ہوگا اور اسباب تین قسم کے ہیں: اسباب ہومہ (غیر یقینی) ان کا ترک کرنا لازم ہے اور اسباب متیقنہ جن کو اختیار کرنا واجب ہے اور اسباب مشکوکہ و مظنونہ جو کہ جائز الطرفین ہیں (جن کا اختیار کرنا یا نہ کرنا دونوں جائز ہیں) حق سبحانہ نے مشورہ کرنے کا امر فرمایا ہے جو کہ اسباب میں سے ہے

اس کے بعد توکل کا امر فرمایا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَشَاءَ وَرَهْمًا فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿۱۵۹﴾ اور آپ ان سے کام میں مشورہ کر لیا کیجئے پھر جب آپ اپنی رائے نختہ کر لیں تو اللہ پر توکل کیجئے بیشک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (البتہ) آخرت کے اعمال میں توکل کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ وہاں (اعمالِ آخرت میں) ہم سعی و کوشش کے ساتھ مامور ہیں اور اس مقام (معاملاتِ آخرت) میں خوف و خشیت اور امید محبوب و پسندیدہ چیز ہے (یہ آیت) يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا [وہ اپنے رب کو (عذاب کے) خوف اور (بخشش) کی طمع رکھتے ہوئے پکارتے ہیں] اس معنی میں کامل تر ہے، اعتماد فصل و کرم پر رکھا جائے اور ظاہری اعمال یعنی اوامر کو بجالانے اور ممنوعات سے بچنے کو ہاتھ سے نہ دے (ترک نہ کرے) بندگی کا طریقہ اور توکل کی حقیقت یہی ہے اور راہ (حق) اسی میں منحصر ہے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ ”بندہ کو کوئی ایسا مقام (کہ جس میں) تمام اوقات میں اپنے آپ سے ایسا فارغ ہو جا کہ ہرگز کوئی مہرمت باقی نہ رہے حاصل ہوتا ہے یا نہیں؟“ میرے محذوم! یہ معنی فنا کو ظاہر کرنے والے ہیں کیونکہ اس مقام میں اپنے آپ سے بلکہ تمام ماسوا سے دائمی طور پر فراغت حاصل ہے لیکن فنا و بقا باطن کے احوال سے ہے جنتک یہ دنیا قائم ہے ظاہر ضروریات بشری کا محتاج ہے اس سے فراغت نہیں رکھتا۔ نیز اپنے پوچھا تھا کہ ”کیا خواطر دل کی باتوں) کا کشف اور غیب کی باتوں کا علم اور دعاؤں کا قبول ہونا اس راہ کی قبولیت کی علامت ہے؟“ میرے محذوم! مذکورہ امور اور اس قسم کی اور چیزیں جو کہ خوارقِ عادات ہیں سے ہیں قبولیت کے دلائل (علامت) نہیں ہیں کیونکہ اہل استدراج بھی ان میں شرکت رکھتے ہیں اور یہ امور) ریاضت کے ساتھ مشروط نہیں ہیں کہ ریاضت کے بغیر مرگز حاصل نہ ہوتے ہوں کیونکہ بعض کو ریاضت کے بغیر بھی حاصل ہو جاتے ہیں اگرچہ وہ لوگ قلیل ہیں اور (ان کے) خوارق بھی قلیل ہوں کیونکہ ان کے کثرت سے ظاہر ہونے کو کہہ سکتے ہیں کہ ریاضت کے ساتھ مشروط ہے جیسا کہ ولایت بھی ریاضتوں اور کرامتوں کے ساتھ مشروط نہیں ہے۔ شیخ الشیوخ (شیخ شہاب الدین سہروردی) قدس سرہ نے عوارف (المعارف) میں خوارق و کرامات کے ذکر کے بعد کہا ہے ”اور کبھی کوئی بزرگ ان (اہل خوارق) سے اوپر ہوتا ہے جس کو ان (خوارق) سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا الیٰ اخر ما قال“ اور اکثر خواص اولیا عجیب (خود پسندی) سے محفوظ ہیں کیونکہ کامل فنا نے عجیب کی بنیاد اور بیا کی جڑ کو ان بزرگوں سے اٹھایا ہے اور نیز جارت ہے کہ مقبول بندوں سے بعض لغزشیں بشریت کے تقاضہ سے صادر ہو جائیں کیونکہ اولیا لغزشوں سے محفوظ نہیں ہیں لیکن وہ جلدی ہی متنبہ ہو جاتے اور ان کا تدارک نیکیوں سے کرتے ہیں اور بعض قدرتیں جو کہ نیند یا واقعہ میں حاصل ہوتی ہیں اگر وہ بیداری کی حالت میں ظاہر ہوں تو خوارق میں سے ہیں ورنہ نہیں، اگر وہم و خیال فکر کے ہاتھ میں کوئی عجیب چیز ہے

تو اگر قلب کا اقرار و یقین اس کا معاون ہو تو وہ اعتماد کے لائق ہے ورنہ نہیں، کسی دوسرے شخص کو توجہ دینے اور دل کو اس پر مقرر کرنے میں عمدہ (طریقہ) اس کی جانب ہمت (توجہ و قصد) کو جمع کرنا ہے اور کم کھانا اور کم سونا پسندیدہ امور میں سے ہے ان کے لئے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اس حد تک کم نہ ہو کہ طاعات سے روک دے اور دماغ میں خشکی اور فاسد خیالات لائے اور دوسری ریاضتوں اور مشقتوں میں سے جو چیز سنت کے موافق ہو مبارک ہے۔ رہبانیت (ترک دنیا) کی قسم سے نہ ہو۔ (ارہبانیتہ فی الاسلام [اسلام میں رہبانیت نہیں ہے] صبح کشف خیالی احکام میں سے نہیں ہے بلکہ الہامی احکام میں سے ہے کہ جن کا مورد (چا کرود) قلب ہے ہاں کوئی کشف ایسا بھی ہوتا ہے جس کا منشا (منبع) خیال ہوتا ہے وہ کشف اس وقت تک اعتماد کے لائق نہیں ہوتا جب تک قلب کی تصدیق اس کے ساتھ شامل نہ ہو جائے جیسا کہ گذر چکا ہے اس قدر ہے کہ وہم و خیال کو غیبی امور کے ادراک میں کامل دخل ہے کہ وہ اس کی مدد سے جلدی پاسکتا ہے۔ وہم (خیال) ہی ہے جو کہ پچاس ہزار سال کے راستہ کو جو کہ رب تعالیٰ اور مرئوب (بندہ) کے درمیان ہے آنکھ جھپکنے میں طے کر دیتا ہے، اور خیال ہی ہے جو کہ باطنی احوال و غیبی امور اور لدنی علوم کو صورت بنا کر اور مثال دیکھا چھی طرح سمجھا دیتا ہے اور جاہلوں کو اہل علم بنا دیتا ہے اور اگرچہ (وہم و خیال) از خود استقلال نہیں رکھتے اور ان کے احکام پر جو کہ استقلال کے ساتھ ہوں اعتماد نہیں ہے لیکن ان سے اس راستہ میں عمدہ خدمات وقوع میں آتی ہیں، طے ارض (زمین کو جلدی طے کر لینا) کو جو کچھ لوگ بعض دعاؤں کے ساتھ وابستہ جانتے ہیں تو اس میں کیا تعجب ہے کیونکہ اسمائے الہی ان (امور) سے (بھی) زیادہ تاثیر ہے لیکن جائز ہے کہ بعض لوگوں کو (یہ بات) دعاؤں کے واسطے کے بغیر حاصل ہو جائے، نماز کی حالت) میں جسم کے اعضا جو چھوٹے اور حقیر نظر آتے ہیں اور کبھی اس میں سے کچھ بھی نہیں رہتا بہت اچھی حالت ہے جو حالت کہ نماز میں ظاہر ہوتی ہے وہ نہایت عمدہ حالت ہے اور بغیر نماز کی حالت پر فضیلت رکھتی ہے، کوشش کریں کہ نماز میں لذت یابی اور دلجمعی پیدا ہو جائے کیونکہ نمازوں میں لذت کا حاصل ہونا خاص کر فرض نمازوں میں انتہائی علامت ہے نماز کو امر عظیم جانتیں، مستحب اوقات میں جماعت اور تمام شرائط و مستحبات تعدیل ارکان کے ساتھ سکون و وقار سے ادا کریں۔ آپ نے حدیث کا مضمون سنا ہو گا کہ نماز میں اس حجاب کو جو کہ اس (نمازی) کے اور اس کے پروردگار کے درمیان ہے اٹھا دیتے ہیں اور نیز الساجد بسجد علی قدمی اللہ فلیسأل دلیرغب [سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں پر سجدہ کرتا ہے پس اس کی طلب و رغبت کرنی چاہئے]

آپ نے جو طرح طرح کی مثالی صورتوں کا کشف ہونا اور ان کے ساتھ صحبت رکھنا لکھا تھا

عمدہ (حالت) ہے کیونکہ یہ علم کی بشارت دینے والا ہے لیکن مطلب حقیقی کے ساتھ کچھ تعلق نہیں رکھتا اور چونکہ باطنی نسبت میں خلل ڈالنے والا نہیں ہے (اس لئے) کیا مضائقہ ہے۔ شہر کابل میں پیش آئی ہوئی جو کیفیت آپ نے لکھی تھی اس نے لطف اندوز کیا زاد کما اللہ سبحانہ ذوقاً و شوقاً (اللہ سبحانہ آپ کے ذوق و شوق کو زیادہ کرے)۔

(آپ کی طرف سے) حضرت خضر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کچھ پوچھا گیا تھا۔

آپ نے لکھا تھا کہ علم کلام (عقائد) کی کتابوں میں ان کی زندگی کو اعتقاد کی

امور میں شمار کیا گیا ہے۔ میرے محروم! اس میں علماء کا اختلاف ہے تو پھر کونسی کتاب میں اس کو اعتقاد کی

امور سے کہا ہے، شاذ روایتیں اس بارے میں بہت ہیں جو سب اعتماد کے قابل نہیں ہیں اور بعض

مشلخ سے ان حضرت (خضر علیہ السلام) کی ملاقات اور ان سے صحبت رکھنے اور گفتگو کرنے کے متعلق

جو کچھ منقول ہے صحیح مان لینے کی صورت میں (یہ چیزیں) حیات کو ثابت کرنے والی نہیں ہیں کیونکہ اگر

ان کی روح کو اجسام کے کاموں کی قدرت دیدی گئی ہو اور جو امور کہ اجسام سے وقوع میں آتے ہیں ان

کی روح متجسّم ہو کر وقوع میں لائے تو مذکورہ امور ناممکن نہیں ہوں گے اور اگر کوئی ایسی روایت وارد

ہوئی ہو جو کہ ان کی حیات پر صریحاً دلالت کرتی ہو یا ہم مان لیں کہ سابقہ روایتیں (ان کی) حیات کو ثابت

کرنے والی ہیں تب بھی کوئی تضاد نہیں ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت زندہ رہے ہوں اور اب گذر چکے ہوں

اور یہ جو حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ جب نبی کریم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم وفات پانگے اور تعزیت کا وقت آیا تو ان (اہل بیت) کے پاس ایک

آنے والا آیا کہ لوگ اس کی حس (حرکت کی آواز) سنتے تھے اور اس کی شخصیت کو نہیں دیکھتے تھے پس اس نے

کہا "السلام علیکم اهل البيت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کل نفس ذائقتہ الموت واما تو فون اجورکم

یوم القیمۃ الی آخر قولہ"۔ اہل بیت! تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں، ہر جان موت کا

مزد چکھنے والی ہے اور بیشک قیامت کے دن تم کو تمہارا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہی ہر مصیبت پر صبر

دینے والا اور ہر ہلاک ہونے والی چیز کا بدلہ دینے والا اور ہر ضائع ہونے والی چیز کا تدارک کرنے والا ہے

پس اللہ تعالیٰ ہی پر اعتماد کرو اور اسی سے امید رکھو پس (حقیقت میں) مصیبت زدہ وہ شخص ہے جو صبر

نہ کرنے کی وجہ سے (ثواب سے محروم کر دیا گیا ہو۔ حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ شخص

کون ہے؟ یہ خضر (علیہ السلام) ہیں۔ یہ روایت ہمارے قول کی تائید کرتی ہے کیونکہ حس (حرکت) کی آواز کا سنا لینا

۱۔ المشکوٰۃ باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی کچھ کمی بیشی کے ساتھ یہ روایت ہے۔ تتمہ مظاہر حق جلد چہارم ص ۶۷

(عہد ہائے "الاصحاب فی موتہ الصواب" ج ۱ ص ۱۲۵ کی عبارت شروع ہوتی ہے)



تخصیص کا نظریہ آنا دلالت کرتا ہے کہ وہ (حضرت خضر علیہ السلام) عالم ارواح میں ہیں۔ اور یہ جو بعض روایات میں آیا ہے کہ ایک شخص دراز قد اور کشارہ شانوں والا ایک تہمت اور ایک چادر سے ڈھکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی گردنیں پھلانگتا ہوا ان (حضرت علیؓ وغیرہ اہل بیت) کے پاس آیا اور کہا کہ اے اللہ تعالیٰ ہی ہر مصیبت پر صبر دینے والا ہے انجو۔ پس ابو بکر (صدیق) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یا غالیٰ یہ خضر (علیہ السلام) تھے (جو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی وفات) پر ہم لوگوں سے تعزیت کرنے کے لئے تھے۔ یہ ان روایتوں میں سے ہے جن کو بخاری نے اور فضیلی نے "الإصابة فی معرفة الصحابة" میں ضعیف قرار دیا ہے۔ ابو بکر نقاش نے اپنی تفسیر میں علی بن موسیٰ الرضا اور محمد بن اسماعیل بخاری سے روایت کی ہے کہ بیشک (حضرت خضر علیہ السلام) مرچکے ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ سے خضر (علیہ السلام) کی حیات کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے انکار کیا اور اس حدیث سے استدلال کیا کہ سو سال کے اختتام پر ان لوگوں میں سے جو روکی زمین پر ہیں کوئی شخص بھی زمین پر باقی نہیں رہے گا اور یہ وہ حدیث ہے جس کو انھوں نے امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور یہ حدیث اس شخص کے لئے عمدہ ہے جو اس بات کو اختیار کرے کہ وہ (خضر علیہ السلام) مرچکے ہیں اور اس بات کو نہ مانے کہ وہ باقی (زندہ) ہیں۔ اور ابو الحسن ابن ابی عمیر نے اپنی اس کتاب میں جس کو خضر (علیہ السلام) کے حالات میں مرتب کیا ہے ابراہیم الحارثی سے نقل کیا ہے کہ خضر (علیہ السلام) مرچکے ہیں۔ اور ابن المنادیؒ نے اس پر اعتماد کیا ہے اور ابن الجوزی نے اپنے خیال میں جو کہ اس بارے میں مرتب کیا ہے ابو یعلیٰ ابن الفراء الحنبلی سے ذکر کیا ہے انھوں نے کہا کہ ہمارے کسی صاحب صاحب سے خضر (علیہ السلام) کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا وہ مرچکے ہیں تو انھوں نے کہا ہاں، انھوں نے کہا ابھی مجھ کو ابوطاہر البیاری سے اسی کی مثل پہنچا ہے اور دلیل دیتے تھے کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو ضرور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور ابن الجوزی نے استدلال کیا کہ اگر وہ (خضر علیہ السلام) زندہ ہوتے تو چونکہ وہ موسیٰ علیہ السلام اور ان سے پہلے کے زمانہ میں تھے تو ضرور ان (خضر علیہ السلام) کا ساتھ رو قامت ان کے جسموں کے مطابق ہوتا اور ان کے اجسام کی مقدار ہمارے اجسام کی مقدار کے مانند نہیں ہوتی۔ جو لوگ اپنی تمام روایتوں میں خضر (علیہ السلام) کی روایت (دیکھنے) کا دعویٰ کرتے ہیں وہ (روایتیں) بہت باریک بات پر دلالت نہیں کرتیں کہ ان (خضر علیہ السلام) کا جسم ان (موسیٰ علیہ السلام) کے زمانہ کے لوگوں کے اجسام کی مثل تھا، پھر انھوں نے ابن الجوزی نے اس چیز سے استدلال کیا کہ جس کو احمد نے المجاہد عن الشعبي عن (رضی اللہ عنہم) کے طریق سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اس ذات کی قسم جس کے

قبضہ میں میری جان ہے کہ بلاشبہ اگر موسیٰ (علیہ السلام) زندہ ہوتے تو ان کو میرے اتباع کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا۔  
 انھوں نے کہا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کے حق میں یہ بات ہے تو پھر خضر (علیہ السلام) اگر زندہ ہوتے تو کیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہ کرتے۔ پس وہ آپ کے ساتھ جمعہ اور جماعت سے نمازیں پڑھتے اور آپ کے  
 جھنڈے کے نیچے جہاد کرتے جیسا کہ ثابت ہے کہ بیشک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس امت کے امام کے پیچھے  
 نماز پڑھیں گے۔ اور ابوالحسن ابن المناوی (رحمۃ اللہ) سے خضر (علیہ السلام) کی طویل زندگی کے بارے میں پوچھا  
 گیا اور یہ کہ آیا وہ ابھی زندہ ہیں یا نہیں؟ انھوں نے کہا کہ اکثر ضعیف (رائے والے) لوگ ان روایات کی  
 بنا پر جو اس بارے میں مروی ہیں اس بات کے معترف ہیں کہ وہ زندہ ہیں، انھوں نے ابن المناوی سے کہا  
 کہ جو مرفوع احادیث اس بارے میں ہیں وہ ضعیف ہیں اور اہل کتاب کی طرف (ان کی) سند اعتبار سے  
 ساقط ہے انھوں نے کہا اور اس کے سوا اور سب روایات اخبار سے ہیں پس وہ سب اول و آخر کے اعتبار سے  
 ضعیف و سست ہیں، ان (روایتوں) کا حال دو امر سے خالی نہیں ہے یا تو ثقہ راویوں پر  
 بھول کی حالت میں (یہ روایات) داخل ہو گئیں یا ان میں سے بعض نے بالقصد ان روایات کو بیان کیا  
 انھوں نے کہا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَمَا جَعَلْنَا الْبَشَرِ مِّنْ قَبْلِكَ الْخَالِدِينَ ہم نے تجھ سے پہلے (بھی) کسی شے  
 کے لئے دائمی زندگی نہیں بنائی انھوں نے کہا اور اگر خضر (علیہ السلام) زندہ ہوتے تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ  
 (کی خدمت میں حاضر ہوتے) سے اور ان کی طرف ہجرت کرنے سے پیچھے رہ جانے کی گنجائش نہیں تھی انھوں  
 نے کہا اور ہمارے بعض اصحاب نے مجھ کو خبر دی کہ ابراہیم الحمری سے حضرت خضر (علیہ السلام) کی طویل  
 زندگی کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے اس کا انکار کیا اور کہا پڑانے مرے ہوئے ہیں تم کلام الاصابہ  
 [کتاب الاصابہ کا کلام ختم ہوا]۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "ایک بزرگ نے خضر کو مقامات سلوک کے ناموں میں شمار کیا ہے  
 (اور کہا ہے) کہ سالکین میں سے جو شخص اس مقام تک پہنچ جاتا ہے وہ خضر کے نام سے موسوم ہو جاتا ہے  
 اور وہ خضر جو کہ سکندر کارفین تھا وہ اسی وقت میں گذرا ہے" اور آپ نے لکھا تھا کہ یہ تحقیق حضرت عالی  
 (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کی تحقیق کے مطابق ہے اور سلف (قدیم بزرگوں) کے اقوال کی تطبیق کے لئے  
 اس مقام کے نام کو خضر کے ساتھ موسوم کیا ہے، (یہ بات) شک و شبہ کے مقام میں ہے کیونکہ  
 اختلاف خضر معین علیہ السلام میں ہے اور ان کی حیات ثابت کرنے والے لوگ جو دلائل اپنے مقصود  
 پر لائے ہیں اور جو حدیثیں انھوں نے نقل کی ہیں اور ان کا آب حیات کو پینا شخص خضر پر دلالت کرتا ہے  
 نہ کہ نوع خضر پر جو کہ کلی ہے اور ان دونوں بزرگوں (حضرت خضر و ایسا علیہما السلام) نے حضرت عالی

مجدد الف ثانی قدس سرہ سے ملاقات کے بعد جو یہ فرمایا کہ ہم عالم ارواح سے ہیں اور ہماری ارواح ۵  
 اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کے قدرت عطا فرمانے سے اجساد کے کام واقع ہوتے ہیں اور قطب مدار کے اہم معاملات  
 ہماری طرف رجوع رکھتے ہیں۔ اس تطبیق سے بے نیاز ہے کیونکہ جب یہ (دونوں) حضرات اہم معاملات و  
 خدمات میں مستقل ہیں اور ان کی روح نے جسم کا حکم اختیار کر لیا ہے تو پھر ہم اس بنا پر جو کہ پوشیدہ نہیں ہے  
 دوسرے بہت سے خضر کس لئے ثابت کریں فہذا صلح عن تراضی المختصین (پس یہ دو جھگڑنے والوں کی رضامندی صلح ہے)  
 دیگر آپ نے ارواح کے مشاہدہ کے بارے میں دریافت کیا تھا کہ "صورت کے بغیر ہے یا صورتوں  
 کے ساتھ ہے الخ" آپ جان لیں کہ ارواح کا مشاہدہ کبھی مثالی صورتوں کے لباس میں ہوتا ہے کیونکہ ۳۵  
 عالم مثال میں ہر چیز کی ایک صورت کائن (موجود) ہے حتیٰ کہ معانی کی بھی وہاں صورتیں ہیں کہ جن کے ساتھ  
 وہ منکشف ہوتے ہیں، بیدید (مشاہدہ) وہم و خیال سے باہر ہے کیونکہ عالم مثال عالم شہادت کی طرح  
 موجودات میں سے ہے یا ارواح اجسام کے ساتھ مجسم ہو کر صورتوں کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہیں اور اس  
 میں محذور جس سے بچا جائے نہیں ہے اور کبھی ان (ارواح) کا مشاہدہ صورتوں کے بغیر ہوتا ہے اور  
 وہ روحانی ملاقات کی قسم سے ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے خود لکھا ہے اور یہ معنی اور تیر سابقہ معانی فقرا  
 کی جماعت میں کثیر الوقوع ہیں اور کلام کرنا، دیکھنا اور آوازوں کا سننا جیسا کہ روایتوں سے مفہوم  
 ہوتا ہے ثابت ہے اور روحانی ملاقات کی قسم سے ہے، یا سابقہ دونوں طریقوں کی قسم سے ہے  
 اور واقعات میں آلات کی ضرورت نہ ہونے کو ماننے کی صورت میں بعض کے لئے صورتوں کا واسطہ  
 بننا سمجھنے اور سمجھانے کے لئے ہوتا ہے کیونکہ معانی اور باطنی احوال بھی مثالی صورتوں میں ظاہر  
 ہوتے ہیں تاکہ قریب الفہم ہو جائیں۔

میرے مخدوم! ارواح اور بزرخ صغریٰ کا معاملہ بہت نازک ہے اس بارے میں ظن و تخمین  
 (اندازے) کے ساتھ جرات نہیں کر سکتے، جو کچھ نصوص سے ثابت ہو چکا ہے اس پر محفل ایمان لانا چاہئے  
 اور اس کی تفصیل کو اللہ تعالیٰ کے علم کے حوالہ کرنا چاہئے کیونکہ وَمَا أُوحِيَ تَمِيمًا الْعِلْمُ إِلَّا قَلِيلًا ۝۱۰  
 [اور تم کو صرف تمہوڑا سا علم دیا گیا ہے] نص قاطع ہے ہم قبر کی فراخی و آسانی اور عذاب و سزا پر ایمان لائیں  
 اور اس کی تفصیلات میں مشغول نہ ہوں کیونکہ ہم اس پر مامور نہیں ہیں اور اسی طرح اموات (مردوں)  
 کا آپس میں کلام کرنا (روایتوں میں) آیا ہے، اور قبر کے عذاب میں مردوں کا چھٹنا اور چلانا وارد ہوا ہے  
 کہ جس کو ثقلین (انسانوں اور جنوں) کے سوا ہر وہ چیز جو مشرق و مغرب کے درمیان ہے سنتی ہے (اس کی)  
 مان لینا چاہئے، یا تو روح مجرد چمکتی ہے کہ ثقلین (انسان و جن) کے سوا سب سنتے ہیں یا جسدی آلہ

(جسمانی اعضا) کے واسطے سے کہ جس نے ایک طرح کی حیات پائی ہے چھٹی ہے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا، کہ اگر وہ (ارواح) آلہ کی محتاج ہوں تو وہ عالم حدوث کو ابھی تک اپنے ساتھ رکھتی ہوں گی۔ میرے مخدوم! ممکن سے حدوث کا داغ زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی ہرگز زائل ہونے والا نہیں ہے۔

سیدہ روئی ز ممکن در دو عالم جدا ہرگز نہ شد و اللہ اعلم  
[مکن سے اس کی رویا ہی دونوں جہان میں ہرگز جدا ہونے والی نہیں ہے واللہ اعلم] ممکن اگرچہ اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کا قرب پیدا کر لے اور کمال کے درجات حاصل کر لے اپنی روحانیت و جسمانیت کے ساتھ جس عالم میں بھی ہو ممکن و حادث ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہر چیز کے حادث ہونے پر تمام مذاہب کا اجماع منعقد ہو چکا ہے اور انھوں نے اس کے منکر کی تکفیر کی ہے۔ حق جل و علا کے ماسوا کے قدیم ہونے کا خیال ہرگز نہ کریں اگرچہ کالمین کی ارواح ہی ہوں اور بنیاد میں خلل نہ ڈالیں۔ آخرت کی نجات علماء کے فتووں سے وابستہ ہے جو کشف کہ علماء کے فیصلے کے برخلاف ہو وہ اعتبار سے ساقط ہے، سیر و سلوک سے مقصود نفس کے پوشیدہ عیوب پر اطلاع ہونا اور احکام شرعیہ کے بجالانے میں آسانی کا حاصل ہونا اور شرکِ خفی کی باریکیوں کا زائل ہونا ہے جو کہ اطمینانِ نفس کے ساتھ وابستہ ہے، دوسرے امور عمدہ کاموں میں سے ہیں جو کہ بحث خارج ہیں۔

۳۵۴

marfat.com

آپ نے عدم اور فنا کے درمیان فرق کے بارے میں دریافت کیا تھا، میرے مخدوم! یہ سالکوں کے قدم پھیلنے کا مقام ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ طالب بیچارہ اپنے آپ کو عدم کے وجود کے ساتھ فانی حقیقی سمجھتا اور کمال جانتا ہے مشکل ہے کہ وہ اس فرق کی طرف ہدایت پاسکے، اس وقت میں ایسا کامل و مکمل پیر (میر) ہونا چاہئے جو کہ جذبہ و سلوک دونوں طریقوں سے پرورش یافتہ ہو تاکہ اس بیچارہ کو اس گرداب سے نکالے اور اس کے نقصان پر آگاہ کرے اور فنا کے حقیقی کی طرف رہنمائی فرمائے۔ اس فقیر نے اس تفرقہ کو کسی مکتوب میں لکھا ہے اور شاید (وہ) برادر مولانا محمد صدیق کے پاس ہو گا جو کہ تمہارے شاہزادہ کی سرکار سے متعلق ہے اگر بیسرا جائے تو (امید ہے کہ) مطالعہ کریں گے۔

عدم وہ فنا ہے جو اس جذبہ کی جہت میں ظاہر ہوتی ہے جس کے ساتھ سلوک بلا ہوا نہیں ہے اس وقت میں وہ اپنے آپ کو اور اپنی صفات کو نہیں پاتا اور گم کر دیتا ہے۔ وجودِ عدم سے مراد وہ بقا ہے جو کہ اس فنا و عدم پر جہت مذکورہ (جذبہ بے سلوک کی جہت) میں مرتب ہوتی ہے اور فنا سے مراد مطلوب کی ہستی کا عارضہ ہے اس قدر غلبہ ہو جانا ہے کہ عارف اپنے اوصاف و اخلاق کو مطلوب کے اوصاف کا خلاق کا پرتو پاتا ہے، اس حد تک کہ سب کو اس بارگاہِ قدس کے بالکل حوالہ کر دیتا ہے اور اپنے آپ کو سب کا خالی پاتا ہے پس پہلی صورت (یعنی عدم) میں اوصاف کا استنثار (چھپ جانا) ہے جو کہ فنا کرنے والا نہیں ہے اور دوسری

صورت (فنا) میں (اوصاف کا) ازالہ (زائل کرنا) ہے چونکہ فنا کرنے والا ہے، غنایت ازلی کے بغیر دشوار ہے کہ سالک اس فرق کی طرف ہدایت پا سکے اور استتار کو ازالہ سے جدا کرے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے ”جو فرق کہ ان میں کیا جاسکتا ہے افاقہ کے بعد ہے کہ عدم وجود بشریت کی طرف عود کرتا ہے اور فنا (عائد نہیں ہے) میرے مخدوم اعدم میں جس سے غیبت (احساس نہ رہتا) دیکھا نہیں ہے جو وہ افاقہ کے بعد وجود بشری کی طرف واپس آئے، لوگ کئی کئی سال عدم اور وجود عدم میں گزارتے ہیں اور اس فنا و بقا کے ساتھ مشیخت (پیری) کی گدی پر (متکین) رہتے ہیں۔ اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ وجود عدم وجود بشریت کی طرف عود کرتا ہے اس معنی میں ہے کہ وجود فنا والے سالک کے بخلاف وجود عدم والا سالک اس عود سے محفوظ نہیں ہے۔ اور نیز صاف عدم کو وجود بشریت اور وجود مہوہ میں فرق کرنا دشوار ہے اور اکثر دفعہ وجود بشریت کو وجود حق جانتا ہے اور اپنے اوصاف کو اس کے اوصاف سمجھتا ہے اور یہ معنی فنا کے حقیقی حاصل ہونے بغیر مرتبہ کمال (مراہ میں) (یعنی) ہیں۔

آپ نے مریدوں کے احوال لکھے تھے اس پر اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شکر ادا کریں، مریدین آپ کے آئینے میں آپ کے ہی معانی ہیں جو کمان میں ظاہر ہو رہے ہیں، ان کے ساتھ اچھی طرح مشغول ہوں اور توجہات کریں اور ان کی ترقیات کے لئے دعا کرتے رہیں اور آداب شرع و آداب سلف اور اپنے بزرگوں کے طریقوں میں سے جو کچھ مناسب جائیں ان کے ساتھ بریں اور عطا و نصیحت کے طریقہ کو ترک نہ کریں اور آداب کی تعلیم دیں کہ کشادگی اس کے ساتھ وابستہ ہے، کوئی ایک بے ادب بھی خدا تک نہیں پہنچا ہے اور جب آپ واقعات کی تعبیر اور حال کی وضاحت اور نسبت عطا کرنے کے لئے اچھی طرح متوجہ ہوں گے تو امید ہے کہ بتدریج یہ امور حاصل ہو جائیں گے۔

تو کار بگفت کارداں کن خود کار بگویدت کہ آن کن

[تو کام جاننے والے دستخبر بہ کار کے کہنے کے مطابق کام کر، کام تجھ کو خود کہے گا کہ ایسا کر]

آپ نے لکھا تھا کہ ”قرآن مجید کی تلاوت ان دنوں میں اچھی لگتی ہے“ میرے مخدوم! یہ معنی اور نماز کی حالت دونوں انجام کار (تکمیل) کی بشارت دینے والی ہیں۔ قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا [آپ کہہ دیجئے اے میرے رب میرا علم زیادہ فرما] چاہئے کہ اپنے اوقات ان تین چیزوں سے آباد رکھیں: قرآن مجید کی تلاوت طویل قیام و خشوع و خضوع کے ساتھ نماز، اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا تکرار اس کلمہ طیبہ کے لئے معین و رافع رکھیں تو اچھا ہے کہ رات اور دن میں اس تعداد تک پہنچائیں۔

آپ نے اولاد و وظائف طلب کئے ہیں، فقیر نے احادیث کی معتبر کتابوں سے اچھی طرح تلاش کر کے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اولاد و وظائف کو جمع کیا ہے لیکن ابھی تک مسودات صاف کر کے

نہیں لکھے گئے ہیں کسی سال ہو گئے کہ مسودات ہی پڑے ہیں ان کو صاف کرنے کی توفیق نہیں ہوئی اگر ہو سکا تو انشاء اللہ تعالیٰ اس میں سے کچھ حصہ لکھ کر بھیج دے گا (فی الحال) اگر حدیث کی کتابوں مثلاً مشکوٰۃ و حصن حصین سے کچھ وظائف انتخاب کر کے عمل میں لائیں تو مستحسن ہے، فقیران دنوں میں طالبوں اور ان کے احوال میں مطلقاً مشغول نہیں ہو سکتا معلوم نہیں اس میں کیا حکمت ہے۔ اس بات کی آرزو لگی ہوئی ہے کہ گوشہ میں بیٹھ جائے، شرعی ضرورت کے بغیر کسی شخص کے ساتھ ملاقات کی راہ و رسم نہ ہو۔

رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ۝ اے ہمارے رب! ہم کو اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں ہمارے لئے ہدایت کا سامان بھیج فرما دوستوں سے سلامتی خاتمہ کی دعا کی امید کی جاتی ہے

والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والتمزم متابعة المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وَاخوانہ من الانبیاء  
والملائکة والصالحین الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

## مکتوبات ۱۸۳

اس مقدس درگاہ کے خاکنشینوں میں سب سے کم درجہ فقیر محمد عبید اللہ علی اللہ تعالیٰ عن زلاتہ کے نام بعض دقیق اسرار کے ذکر اور ان شبہات کے حل میں تحریر فرمایا جو کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی بعض تحقیقات پر وارد ہوتے ہیں۔

۳۵۶

الحمد للہ و سلام علی عباده الذین اصطفیٰ، بعض اعلیٰ درجہ کے اسرار اور واضح تحقیقات تحریر کرتا ہے اچھی طرح نہیں، سب سے آخری چیز جو کہ ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدس سرہ اللہ نے لکھی ہے وہ مکتوب ہے جو کہ جلد ثالث کے آخری دو مکتوبات سے پہلے ان کے متصل ہی مولانا حسن دہلوی کے نام ہے اور اس مکتوب میں تعین وجودی کے اوپر تعین حقیقی کو ثابت کیا ہے اور اس ترقی کا انکار فرمایا ہے۔ دن کے وقت ان بلند معارف کے لکھنے میں مشغول رہے ہیں اور رات کے وقت حضرت عالی قدس سرہ کو بخارا لاتی ہو گیا کہ اس بخار کے چھٹے روز آپ رحلت فرما گئے حضرت عالی کے رحلت فرمانے کے بعد وہ تخریر معرض ظہور میں آئی اور مخلصین اس کے مطالعہ کے شرف سے مشرف ہوئے اور انھوں نے اس کی نقلیں کر لیں۔ ان بلند معارف کو تحریر کرنے کے بعد مرض موت کی شدتوں میں بھی بہت سے معارف و اسرار بیان کئے اور وصیتیں فرمائیں منجملہ ان اسرار کے ایک یہ تھا کہ جس رات کی صبح کو آپ رحلت فرمائیں گے یا اس سے ایک رات پہلے جبکہ حضرت مخدومی میاں جو سلمہ ربیہ

کہ مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد سعید خازن الرحمۃ قدس سرہ العزیز۔

بھی اُس وقت میں حاضر تھے اور مرض کا غلبہ تھا اور ضعف کمالی درجہ پر تھا، آپ نے فرمایا مجھے بٹھاؤ بندہ نے اپنی گود میں اُس پیشوائے اکابر کو بٹھایا چنانچہ حضرت عالی کا مبارک وزن اس ذرہ بمقدار پر تھا اُس وزن سے میں ایسا رکھتا ہوں کہ اس خاکسار کی زندگی میں بہت خوشگوار چل لائیگا اور پوشیدہ رکھنے کے لائق نہایت بلند اسرار اس دلفگار پر وارد کرے گا۔ قصہ مختصر حضرت عالی (قدس سرہ) نے فرمایا کہ وصال لائزال کے لئے پکارنے والے نے میرے سر میں نداری کہ سلطان تجھ کو طلب کرتا ہے میری بلند پرواہی کے مرغ نے بارگاہِ قدس کا رخ کیا حتیٰ کہ پہنچا جہاں تک پہنچا، اس عالی مرتبہ بارگاہ سے نداشتی کہ سلطان گھر میں نہیں ہے، اس کے بعد معلوم ہوا کہ یہ مقام حقیقت کعبہ ربانی ہے میں اس کے ماوراء کی طرف دوڑا اور عروج کیا حتیٰ کہ صفات حقیقیہ کے مقام تک جو کہ وجودِ ابد کے ساتھ موجود ہیں پہنچا، صفات کا یہ مقام صفات کی علمی صورتوں کے ماوراء ہے جو کہ تعینِ علمی کے مرتبہ میں کائن (موجود) ہیں اور ان صفات کی صورتوں کے ماوراء ہے جو کہ تعینِ وجودی و تعینِ حُجّی تعالیٰ و تقدس کے مرتبہ میں ہیں میں اس مقام سے بھی اوپر متوجہ ہوا یہاں تک کہ ان صفات کے اصول کے ساتھ واصل ہوا جو کہ شیون ذاتیہ ہیں اور ذاتِ عزتشانہ میں مجرد اعتبارات ہیں اور تم دونوں بھائی ہر مقام میں میرے ہمراہ ہو، اس مقام کے اوپر کی طرف لے گئے اور ذاتِ بحت تک جو کہ نسبتوں اور اعتبارات سے مجرد ہے پہنچا یا اور حضرت مخدومی کو فرمایا کہ تو میری امامت کے تعلق کی وجہ سے اس مقام میں میرے ساتھ ہے کیونکہ اس بیماری کے دنوں میں حضرت عالی قدس سرہ کی امامت وہی کرتے تھے۔ اور فقیر سے فرمادیا تھا کہ تم مسجد میں دوستوں کے ساتھ نماز پڑھا کرو اور وہاں امامت کیا کرو۔ یہ بے پرواہی تعیل ارشاد کی غرض سے دوستوں کی جماعت کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھ کر باقی اوقات خدمتِ والا میں موجود رہتا تھا اور روز و شب اسی مکان میں جو کہ محبوب کی ملاقات کا مقام تھا خدمتِ اقدس میں گزارتا تھا۔ مختصر یہ ہے کہ اس احقر کو دوسرے راستہ سے اصالتاً اس انتہائی درجہ تک پہنچنے کا اشارہ کیا۔ اسی مجلس میں یا کسی دوسری مجلس میں اسی مرضِ موت میں فرمایا کہ اس درجہ کمال کا حصول اور اس بلند مرتبہ کا وصول حق سبحانہ و تعالیٰ کے کلام مجید کے ساتھ قوی تعلق پیدا کرنے سے وابستہ ہے۔ میں قرآن مجید کے طفیل و توسط سے اس مقام کے ساتھ ممتاز ہوا ہوں کہ قرآن مجید کے حروف میں سے ہر حرف کو ایک ایسا دریایا پانا ہوں جو کہ کعبہ بمقصد تک پہنچانے والا ہے اسی اثنا میں اس بیت کو زبان شریف پر لائے کہ جس کے سنتے ہی حضرت ابو سعید ابوالخیر قدس سرہ در دراز کے فاصلے سے اس کے کہنے والے کی زیارت کے لئے گئے تھے اور وہ بیت یہ ہے۔

۱۷ حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہ جو کہ ایام مرضِ الموت میں حضرت عالی کی امامت کے فرائض انجام دیتے تھے جیسا کہ یہاں مذکور ہے۔

اندر غزلِ خویش نہاں خواہم گشت تا بر لبِ تو بوسہ زخمِ چویش بخوانی  
 [میں اپنی غزل میں پوشیدہ ہو جاؤں گا تاکہ جب تو اس کو پڑھے تو میں تیرے لب کو بوسہ دوں]  
 زبان شریف پر لائے (پڑھا) اور بہت لطف اندوز ہوئے، اس کے بعد فرمایا ہمارے حال کے موافق  
 اس طرح کہنا چاہئے۔

اندر سخنِ دوست نہاں خواہم گشت تا بر لبِ او بوسہ زخمِ چویش بخواند  
 [میں دوست کی بات میں پوشیدہ ہو جاؤں گا تاکہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لب کو بوسہ دوں]  
 محب کی بات محبوب کے لب پر کہاں پہنچتی ہے جیسا کہ (خود) اس کی بات کو اس کے ساتھ قرب و منزلت ہے  
 اس کی بات سے اس تک پہنچا جاسکتا ہے نہ کہ اپنی بات سے، کیونکہ اس (محب) کی بات کوتاہ اور راستہ ہی میں  
 (رہ جانے والی) ہے، یہ حقیر کہتا ہے من عرف الله کل لسانہ [جس نے اللہ کو پہچانا اس کی زبان گونگی  
 ہوگی] اس کے لئے گواہ ہے۔

بس سخن کوتاہ باید والسلام [پس بات مختصر کرنی چاہئے والسلام]

### فصل بالخییر: اس مقام میں دو سوال وارد ہوتے ہیں: سوال اول یہ کہ

حضرت عالی (قدس سرہ) نے اس مکتوب میں جو کہ سب سے آخر میں اس مرض کے متصل لکھا ہے جیسا کہ اوپر  
 بیان ہوا ہے لکھا ہے کہ تعین اول سے جو کہ تعین جی ہے ترقی واقع نہیں ہے کیونکہ اس کے اوپر لا تعین ہے  
 اس مقام میں قدم رکھنا امکان سے باہر نکلنا اور وجوب کے ساتھ متحقق ہونا ہے جو کہ محال ہے اور یہ  
 عروجات جو کہ واقع ہوئے ہیں سب تعین جی کے اوپر ہیں اس کی کیا وجہ ہوگی۔ جواب: ہو سکتا ہے  
 کہ ممنوع قدمی وصول ہو اور یہاں جو کہ لکھا گیا ہے وہ نظری ہو تو اس صورت میں کوئی منافات نہیں ہے  
 شاید کہ اس فقیر نے اس معنی کو حضرت عالی قدس سرہ سے اسی مجلس میں استفادہ کیا ہے۔

سوال دوم: یہ کہ حضرت عالی قدس سرہ کی بعض عبارتوں سے استفادہ ہوتا ہے کہ حقیقت کعبہ

شیون و صفات کے اعتبار سے اوپر ہے اور سابقہ عبارت سے اس کے خلاف مفہوم ہوا ہے۔ جواب  
 جن صفات و شیون سے حقیقت کعبہ اوپر ہے ان سے مراد صفات کی علمی صورتیں ہیں جو کہ تعین علمی کے مرتبہ  
 میں ثابت ہیں کیونکہ قوم (اہل تصوف) کی اصطلاح میں صفات و شیون سے مراد یہی علمی تفصیلی صورتیں  
 ہیں جیسا کہ اس مرتبہ کے اجمال کو مرتبہ ذات کہتے ہیں اور اس کی تجلی کو تجلی ذات جانتے ہیں اور نیز ان  
 صفاتِ حنیض (نیچے درج کی صفات) سے مراد تعین وجودی کے مرتبہ کی تفصیل کے حصے ہیں کہ ہمارے حضرت  
 عالی (قدس سرہ) کو اس تعین کے ثابت کرنے کا امتیاز حاصل ہے اور حضرت شیخ محی الدین ابن عربی اور ان کے



متبعینِ قدسِ اسرارِ ہم کے نزدیک یہ مرتبہ، مرتبہ لا تعین اور مرتبہ اطلاقِ ذاتِ تعالیٰ ہے کیونکہ تعینِ علمی اجمالی کے اوپر جو کمان کے نزدیک تعینِ اول ہے مرتبہ لا تعین اور وجودِ بخت ہے اور ہمارے نزدیک یہ مرتبہ جو کہ مرتبہ وجودِ بخت ہے تعین کے ساتھ موصوف ہے اور تعیناتِ صفات بھی اس مرتبہ میں ثابت ہیں کہ منجملہ اُن تعینات کے تعینِ علمی بھی ہے لیکن چونکہ علم صفات میں سب سے زیادہ جامع ہے (اس لئے) اس مقام میں بھی وجود کی طرح صفات و شیوناتِ ذاتیہ کائن (موجود) ہیں اور اس کے لئے بھی وجود کی طرح دو مرتبے ہیں۔ مرتبہ اجمال کہ جس کو دوسرے حضرات تعینِ اول اور حقیقتِ محمدی جانتے ہیں اور مرتبہ تفصیل۔ اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ تعینِ علمی حلی صفتِ علم کا تعینِ اول ہے جو کہ صفاتِ حقیقیہ زائدہ سے ہے نہ کہ حضرت ذاتِ تعالیٰ کا تعینِ اول، بلکہ اس کے خاص صفتِ علم کا تعینِ اول ہونے میں بھی کلام ہے کیونکہ اس آخری مکتوب میں انھوں نے تعینِ وجودی کے اوپر تعینِ حلی کو ثابت کیا ہے کہ اس مقام میں بھی اجمال و تفصیل ہے۔

ہم اہل بات بیان کرتے ہیں، حقیقتِ کعبہ ربانی جس طرح کہ صورِ علمیہ واحدیت کے اوپر ہے جو کہ قوم کے نزدیک شیون و صفات کا مقام ہے اور اجمالِ علم کے اوپر ہے جو کہ ان کے نزدیک وحدت و تجلی ذات کا مقام ہے، اسی طرح تفصیلِ کمالات کے اوپر حضرت وجود کا مرتبہ ہے کہ ہمارے حضرتِ تعالیٰ (قدس سرہ) کے نزدیک اس کا ہر حصہ حضرت ذات کے کمالات میں سے ایک کمال ہے اور اس تعالیٰ خانہ کی صفات میں سے ایک صفت ہے اور نیز اجمال کے اوپر حضرت وجود ہے جو کہ حضرتِ تعالیٰ قدس سرہ کے قولِ قدیم کے مطابق تعینِ اول و حقیقتِ محمدی ہے اور حضرتِ تعالیٰ کے آخری قول میں تعینِ اول و حقیقتِ محمدی تعینِ حلی ہے جو کہ تعینِ وجودی کے اوپر ہے کیونکہ جب ہی ہے جس نے کہ وجود و ایجاد کے سلسلہ کو حرکت دی ہے چنانچہ فاجبت ان اعرف [میں نے چاہا کہ پہلنا جاؤں] اس کا ایک مزہ، اور حقیقتِ کعبہ ربانی اس تعینِ حلی سے بھی فوقیت رکھتی ہے اور ان حقائق کی اجمال و تفصیل سے بھی برتر ہے جو کہ بشری و نلکی حقائق کا ۳۵۹ منتہا ہیں اگر یہ کہا جائے کہ کعبہ اگرچہ بیت اللہ ہے لیکن مومن کا قلب بھی بسعفی الحدیث کے بموجب اس کا حکم رکھتا ہے پس اس کو اس پر فوقیت کس لحاظ سے ہوگی۔ ہم کہتے ہیں وَدَبَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَى [اور ۱۶ اللہ تعالیٰ کے لئے اعلیٰ مثال ہے]۔ عالمِ مجاز (دنیا) میں بادشاہوں کے لئے اگرچہ بیت سے مکانات اور نشنگاہیں ہیں لیکن گھر (پھر بھی) گھر ہے کہ وہ اغیار کی مزاحمت سے محفوظ ہے اور محبوب کی آرامگاہ ہے دوسری نشنگاہ گھر کے ساتھ کیا نسبت اور کونسی برابری ہے۔ یہ بات تو یہاں ختم ہوئی رہیں صفاتِ حقیقیہ زائدہ کہ جن کا ذاتِ تعالیٰ شانہ سے انفکاک (جدا ہونا) ہرگز جائز نہیں ہے وہ اگر بیت اللہ سے اوپر ہوں تو

اس کی گنجائش ہے والعلہ عند اللہ سبحانہ [اور اللہ سبحانہ ہی کو علم ہے] پس تضاد دور ہو گیا اور اشتباہ جاتا رہا۔  
 تنبیہ: سابقہ بیان سے واضح ہو گیا کہ حقیقت کعبہ ربانی حقیقت محمدی سے اوپر ہے کیونکہ  
 حقیقت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والچیتر مراتب تعینات سے ناشی اور حقیقت کعبہ مراتب تعینات  
 سے اوپر ہے، یہی بات کہ حقیقت قرآن مجید سبحانی حقیقت کعبہ ربانی کے ساتھ کیا نسبت رکھتی ہے۔ رسالہ  
 مبداء و معاد میں جو کہ ہمارے حضرت عالی قدس سرہ کی تصنیفات سے ہے یہ ہے کہ حقیقت قرآنی و حقیقت  
 کعبہ ربانی (دونوں) حقیقت محمدی سے اوپر ہیں اور حقیقت کعبہ ربانی حقیقت قرآنی سے اوپر ہے اور مکتوب  
 شریفہ جلد ثالث کے ایک مکتوب میں انھوں نے لکھا ہے کہ حقیقت قرآنی حقیقت کعبہ سے اوپر ہے اور تذکرہ  
 بالآخر میں جو کچھ حضرت عالی قدس سرہ سے منقول ہوا وہ بھی اسی معنی کی خبر دیتا ہے، ان ہر دو تحقیق کے درمیان  
 جو کچھ تطبیق (میرے) ناقص خیال میں آتی ہے وہ تحقیق سابق سے پیدا ہوئی ہے جس کو شیون و صفات  
 واجبی تعالت کے بیان میں مفصل ذکر کیا ہے، کیونکہ قرآن مجید اس سبحانہ و تعالیٰ کی صفت یا شان سے  
 ناشی (ظاہر ہوا) ہے اور شیون و صفات میں دو اعتبار بیان ہوئے، اعتبار تعین و اعتبار اطلاق و لا تعین،  
 پس ان دو اعتبار پر نظر کرتے ہوئے ان دونوں حقیقتوں میں سے ہر ایک کو دوسری پر سبقت کا حکم ہو سکتا ہے  
 ایک حکم ایک اعتبار سے ہوگا اور دوسرا حکم دوسرے اعتبار کے موافق ہوگا پس حقیقت میں کوئی مخالف  
 نہیں ہے۔ اور جو کچھ کہ جلد ثالث کے سو میں مکتوب میں درج ہے کہ کعبہ ربانی کا معاملہ ان ہر دو ظہور اسی  
 یعنی ظہور قرآنی و ظہور محمدی سے بھی عجیب تر ہے کہ وہاں صورتوں اور شکلوں کے لباس کے بغیر حقیقت تنزیہی  
 کا ظہور ہے کیونکہ کعبہ جو کہ مخلوق کا مسجد الیہ ہے اس سے مراد پتھر اور ڈھیلے نہیں ہیں اور اسی طرح دیواریں  
 اور چھتلا عمارت) نہیں ہے کیونکہ اگر یہ چیزیں نہ بھی ہوں کعبہ تب بھی کعبہ ہی ہے اور مسجد الیہ ہے پس اس  
 مقام میں ظہور ہے لیکن (اس کی) کوئی صورت نہیں ہے اور یہ نہایت ہی عجیب بات ہے انتہی۔ یہ عبارت  
 حقیقت قرآنی پر اس حقیقت (حقیقت کعبہ) کی فوقیت پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ معنی تنزیہی یا الوہیت و  
 ربوبیت و وجوب و وجود وغیرہ سے جو کچھ اُس بارگاہ جل سلطانہ میں اعتبار کیا جائے، صفات حقیقہ سے جو کہ  
 وجود خارجی کی بزرگی سے ملی ہوئی ہے نیچے کے درجے میں ہے جیسا کہ جلد ثانی کے مکتوب ثالث میں یہ معنی واضح  
 و شرح بیان کئے ہیں ہاں اس حقیقت کا ظہور صورت کے لباس کے بغیر ہے ظہور کلام مجید و ظہور محمدی کے  
 بر خلاف کہ یہ حرف و آواز اور انسانی صورت کے لباس میں ہے اور یہ عجائب میں سے ہے اور حقیقت محمدی  
 چونکہ اسمائے اضافیہ میں سے ہے ناچار ان دونوں حقیقتوں سے نیچے کے درجے میں ہوگی۔

سوال: اس بیان سے لازم آیا کہ کعبہ مکرمہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے

افضل ہو۔ جو اب ہم کہتے ہیں کہ یہ ممنوع ہے کیونکہ ایک حقیقت کو دوسری پر فوقیت ہونا پہلی حقیقت والے کی دوسری حقیقت والے پر افضلیت کا موجب نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ نیچے کی حقیقت والے کو اوپر کی حقیقت پر عروج حاصل ہو جائیں اور قرب کے مراتب پیش آئیں اور اوپر کی حقیقت والا اپنی حقیقت کا پابند رہے اور اپنی حقیقت سے عروج (ترقی) نہ کرے اور مراتب قرب کی کثرت کہ جس پر فضیلت کا مدار ہے حاصل نہ کرے، کیا تو نہیں دیکھتا کہ ملائرا علی (فرشتوں) کی ولایت خواص بشر کی ولایت کے اوپر ہے اور (مالانکہ) ملائکہ کے حقائق سے عروج کے اعتبار سے خواص بشر کو فضیلت ہے اور ملائکہ کو اپنے حقائق سے عروج نہیں ہے، وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ [اور ہم میں سے ہر ایک کا ایک معلوم زمین (مقام ہے) اور اس مسئلہ میں بھی جس کو ہم یہاں بیان کر رہے ہیں یہ معنی ظاہر ہیں۔ اور نیز عالم امر عالم خلق سے اوپر ہے اور فضیلت عالم خلق ہی کو ہے کیونکہ عالم خلق کا قرب اصلی ہے اور عالم امر کا قرب ظلی ہے، عنصر خاک عالم خلق و عالم امر کے لطائف میں سب سے پست ہے اور اس کی پستی اس کی بلندی کا سبب بن گئی ہے اور جو قرب کہ خاکوں کو حاصل ہے وہ قدسیوں (ملائکہ) کو نہیں ہے۔

زمین زادہ بر آسماں تاختہ زمین وزماں را پس انداختہ

[زمین زادہ (انسان) مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) آسمان پر چلے گئے اور زمین وزمان کو پیچھے چھوڑ گئے]۔

فانهم ولا تكن من القاصرين [پس سمجھ لیجئے اور کوتاہی کرنے والوں میں سے نہ ہو جائیے]۔

اگر یہ کہیں کہ حضرت عالی قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ الاقدس نے اس مکتوب میں جو کہ شیخ ظاہر جو پوری کے

نام لکھا ہے اور وہ مکتوب مکتوبات قدسی آیات کی جلدوں میں شامل نہیں ہوا ہے لکھا ہے کہ "حقیقت کعبہ

سے مراد ذات بیچون واجب الوجود جل سلطانہ ہے کہ ظلیت اور ظہور کی ذرا سی گرد بھی اس کو نہیں پہنچی ہے

اور مسجود و معبود ہونے کے لائق ہے"۔ اس عبارت سے اس حقیقت کی صفات حقیقیہ و حقیقت قرآنی سے

مطلقاً فوقیت لازم آتی ہے جو کہ سابقہ تحقیق کے برخلاف ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اولاً چونکہ قوم کے نزدیک مسلم

ہے کہ مراتب تعینات کے اوپر جو کظلال و ظہورات کے مراتب ہیں اطلاق ذات تعالیٰ کا مرتبہ ہے اس بنا پر

حضرت عالی (قدس سرہ) نے بھی اس مرتبہ کو ذات بیچون کے ساتھ تعبیر کیا ہوگا اور اس تحقیق و تفصیل کو کہ

(حقیقت کعبہ ربانی) تعین علمی و وجودی و حجتی کے اوپر ہے اس کے بعد افاہہ فرمایا ہوگا۔ دوسرے یہ کہ ہو سکتا

ہے کہ اس حقیقت کو اس تعلق کے اعتبار سے جو کہ صاحب بیت کو بیت کے ساتھ (ہوتا) ہے مجازاً ذات

بیچون فرمایا ہوگا کیونکہ حقیقت میں مسجود ذات بیچون تعالیٰ ہے اور بیت (گھر) واسطہ ہے اور حقیقت

کہ جس کے متعلق یہاں بات کی جا رہی ہے بیت (گھر) کے معنی اس میں ملحوظ ہیں۔ اور تیسرے یہ کہ ہو سکتا ہے

کہ ذات بچوں سے مراد معبودیت و مسجودیت اور اس کے مانند امور کے اعتبار کے ساتھ مقید ہونے کہ ذات مطلق جو کہ نسبتوں اور اعتبارات سے خالی ہو جیسا کہ لفظ "سلطان گھر میں نہیں ہے" جو کہ اس مکتوب کے شروع میں لکھا جا چکا ہے اس معنی کی خبر دیتا ہے یعنی سلطان کو اس بات سے قطع نظر کر کے کہ وہ گھر کے ساتھ نسبت رکھتا ہے ڈھونڈنا چاہئے اور ان اعتبارات سے باہر طلب کرنا چاہئے اور صفات حقیقیہ کو اسی طرح شیوات کو جو کہ ان صفات کے لئے اصول کی مانند ہیں ذات تعالیٰ کے تمام اعتبارات پر فوقیت ہے کیونکہ ذات مقید باعتبار میں ملحوظ وہی اعتبار ہے نہ کہ ذات جیسا کہ ارباب معقول نے علم شئی بوجہ کے بارے میں کہا ہے کہ معلوم وہی وجہ ہے نہ کہ شئی اور حقیقت قرآنی تمام کمالات ذاتیہ کی جامع ہے جو کہ اولاً صفات کے مرتبہ میں بلکہ شان کلام کے مرتبہ میں فائض ہوتے ہیں پھر وہاں سے عالم کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور وہ حقیقت (قرآن مجید) اس شان (شان کلام) کے توسط سے لفظی صورت اختیار کر کے جلوہ گر ہوئی ہے جیسا کہ حضرت عالی (قدس سرہ) نے لکھا ہے کہ "مرتبہ شیوات میں جو کہ اعتبارات کے ساتھ زائد ہونے کے سوا ذات پر زائد نہیں ہیں شان کلام اس معنی کے ساتھ مخصوص ہوگی اور ذات و شیوات کے مرتبہ میں کمالات سے جو کچھ متحقق تھا تمام شان کلام میں فائض ہو گیا اور اس شان (کلام) کی تمام حقیقت حاصل (بخور) ہی قرآن ہے، اسی عربی عبارت اور مصاحف میں لکھی ہوئی مقررہ ترتیب کے ساتھ ہے اور اس اور جو کتاب بھی جس نبی پر نازل ہوئی ہے اسی قرآن کے اجزا میں سے ایک جز ہے کہ اس کی بعض عبارتوں سے بعض وجوہ کے ساتھ مستفاد ہے اور تمام کائنات کی تخلیق ان کے اول سے آخر تک اسی سے مستفاد ہے۔

۱۸۲  
[مَّا قَوْلُنَا لَشَيْءٍ اِذَا ارَدْنَاهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ] (بیشک جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو ہمارا اس کو یہ کہنا کافی ہے کہ ہو جائے وہ ہو جاتی ہے) اس قول کی تصدیق کرتی ہو وہ سبحاننا علم [اور وہی سبحانہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے] کسی سال ہو گئے کہ یہ خدشہ دل میں جاگزیں تھا اور کھٹکتا رہتا تھا اور اس کے حل کے ساتھ جیسا کہ ہونا چاہئے ہدایت نہیں پاتا تھا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لَنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ لَقَدْ جَاءَتْ رَسُوْلًا رَّبِّيْ اِلَيْهِ [سب تعریف شریک ہے جس نے ہم کو اس مقام کی طرف ہدایت کی اور اگر اللہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم بھی ہدایت نہ پاتے] صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ سبحانہ وبرکاتہ عز برہانہ علی نبینا وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین والملائکۃ المقربین وسائر الصالحین اجمعین امین۔

مکتوب ۱۸۲

ارشاد نیاہ میر محمد نعمان کے نام اپنے اعمال کو ناقص دیکھنے اور ان (مجدد الف ثانی) قدس سرہ العزیز کی نسبت کے انکشاف کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حصولۃ اور ارسال تسلیمات کے بعد نقابت و نجابت دستگاہ کے حادثوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ آپ کے مکتوب گرامی نے ان دنوں میں مشرف کیا۔ آپ نے کسر نفسی کے طور پر کچھ چیزیں لکھی تھیں اور ان فقرے سے دعائیں طلب کی تھیں۔ میرے مکرم! یہ فرقت زدہ کسی چیز کے قابل نہیں ہے اور اپنے آپ کو نزدیکوں کے ساتھ کسی قسم کی کوئی نسبت نہیں دے سکتا۔

من یحکم و کم زایج ہم بسیارے وزیرج و کم از یج نیاید کارے

[میں ہیج ہوں اور (بلکہ) ہیج سے بھی بہت کم ہوں اور ہیج سے اور جو ہیج سے بھی کم ہو اس سے کوئی کام نہیں بنتا] آپ نے لکھا تھا کہ مزار فایض الاوار میں توجہ کریں کہ طالبوں کو شغل بتانا اور حلقہ کرانا پسندیدہ ہیانا پسندیدہ اگر پسندیدہ نہ ہو تو میں اس کام کو ترک کر دوں۔ آپ کے فرمان کے مطابق روضہ منورہ میں جا کر مذکورہ تمام اس کو آپ کی جانب سے پیش کیا، اس امر عظیم کے ترک کرنے میں حضرت عالی قدس سرہ کی مرضی کسی طرح ظاہر نہیں ہوئی اور پورا مبالغہ اس مقصد کے ساتھ مشغول ہونے میں معلوم ہوا، اس اثنا میں آپ کی نسبت کی بلندیا اور اس کی موجوں کا تلاطم نظر آیا والعلم عند اللہ سبحانہ [اور صحیح علم اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کو ہے] والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم [اور آپ پر اور آپ کے نزدیک والوں پر سلام ہو]

## مکتوب ۱۸۵

میرک عطاء اللہ کے نام سالک کی عدمیت اور ممکن کی ماہیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ دونوں جہان کے مقاصد کے حصول کے ساتھ سر بلند رکھے۔ میرے مخدوم! مطلوب کے لطائف بیان سے بالاتر اور محبوب کے نقائص تحریر سے باہر ہیں جتنک وہ ظاہر نہیں ہے اس کا طالب ظاہر اور اس کی طلب میں بے چین ہے، جب وہ ظاہر ہو جاتا ہے تو عاشق بیچارہ ہستی کا سامان درمیان سے اٹھا لیتا ہے (یعنی محبوب میں فنا ہو جاتا ہے) کیونکہ ممکن کی ذات عدم ہے جس نے کہ کمالات وجودی کے انعکاس سے عارضی نمود پیدا کر لی ہے اور اس تخیلی نمود کے ساتھ اپنے آپ کو کامل اور بہتر خیال کر لیا ہے اور اس بے بنیاد پر طویل بنیاد رکھی ہے اور جب کرم کی سبقت سے کمالات اصل پر تو ڈالتے ہیں اور معادلہ کی حقیقت کھل جاتی ہے تو انعکاسی کمالات اصل کی طرف لوٹ جاتے ہیں اور امانتیں

اہل امانات کے سپرد ہو جاتی ہیں اور عارف صحرائے عدم کی طرف رخ کر لیتا ہے اور مستی موہوم سے نکل جاتا ہے۔  
 اس وقت وہ قنائے حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے ظل بیچارہ کہ مطلوب سے جس کا حصہ استہلاک و اضمحلال کے  
 سوا اور کچھ نہیں ہے اس کے کمالات سے کیا حاصل کرے اور اس کے حسن و جمال کا کس طرح پتہ لگائے۔  
 گیرم کہ بغم خانہ مایا ر خرامد کو حوصلہ و طاقت دیدار کہ دارد  
 [میں مانتا ہوں کہ ہمارے غم خانہ (دل) میں محبوب خوش خرام ہے لیکن اس کے دیدار کا حوصلہ و طاقت کس کو ہے]  
 حق سبحانہ تعالیٰ نبی کریم اور آپ کی آل کرام علیہم وعلیہم الصلوٰت والبرکات الی یوم القیامہ کے طفیل ہم جیسے فرقت  
 کو ان معانی کے ساتھ کچھ ایمان نصیب کرے اور اس چشمہ سے کچھ شربت عنایت فرمائے۔

## مکتوبات ۱۸۶

میرزا العان اللہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اگرچہ قرب ولایت میں اطمینانِ نفس (کاحصول)  
 ہے لیکن اس کا کمال قرب نبوت میں ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حَامِدٌ اللّٰهُ سُبْحٰنَهُ وَمُصَلِّیًّا عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ  
 آپ کو کمال و اکمال کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز فرمائے اور نفسِ امارہ کو مطمئنہ بتائے، مطمئنہ ہونے سے پہلے نفس  
 شریعت کی صورت کے ساتھ متلبس ہے مثال کے طور پر اگر نماز ادا کرتا ہے تو وہ نماز کی صورت ہے اور اگر  
 روزہ رکھتا ہے تو وہ روزہ کی صورت ہے، اور (نفس کے) اطمینان کے بعد شریعت کی حقیقت تک  
 ترقی کرتا ہے اور ایمان و نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ وغیرہ کی حقیقت کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے، کمال درجہ کا  
 اطمینانِ نفس قرب نبوت پر موقوف ہے قرب ولایت میں بھی اگرچہ ایک قسم کا اطمینان ثابت ہے لیکن  
 اس کا کمال، کمالات نبوت میں ہے، اہل ولایت قرب ولایت کے اندازے کے مطابق حاصل کرتے ہیں۔  
 ہر چند کہ نفس مطمئنہ گردد ہرگز صفات خود نگرود

[اگرچہ نفس مطمئنہ ہو جائے (پھر بھی) وہ اپنی صفات سے ہرگز نہیں پھرتا] قرب نبوت حاصل ہونے کے بعد اصالت و  
 وراثت و تبعیثہ بری اور خراب صفات کا نام و نشان نہیں رہتا اور مخالفت کامل طور پر اور خربنیاد سے اس  
 سے اٹھ جاتی ہے اور عالم امر کے لطائف کی مانند مطلوب میں فانی اور مستغرق ہو جاتا ہے، مستہلک  
 (نیست و نابود) سے مخالفت نہیں ہوتی اور فانی سے خلاف ظاہر نہیں ہوتا۔ پس قرب ولایت میں  
 اطمینان کے مطابق شریعت کی حقیقت سے حصہ پاتا ہے اور شریعت کی حقیقت کے ساتھ کامل درجہ کا



احوال ہیں جو کہ ان کے آئینے میں منعکس ہوتے ہیں اپنے کام میں دل سے مشغول رہیں، دوستوں کے احوال میں بھی متوجہ رہیں اور اپنے احوال میں بھی مصروف رہیں، ایک دو وقت خلوت کے لئے مقرر کریں اور کلمہ طیبہ کے تکرار کے ساتھ بہت زیادہ رغبت رکھیں اور کلام کے ساتھ مرادوں اور مقاصد کی نفی کریں اور اپنی ذات سے وجود اور اس کے توابع کا سلب تلاش کریں تاکہ پوری طرح نفی ہو جائے اور ذاتی عدمیت اور فطری فقر ظاہر ہو جائے اور بندگی کی حقیقت اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کا کمال جلوہ گر ہو جائے۔

## مکتوب ۱۸۹

مخدوم زادہ عالی قدر شیخ محمد صبغۃ اللہ سلمہ ربہ کی خدمت میں اس پاکیزہ کلام کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی قدس سرہ کو الہام کیا گیا ہے کہ میں نے تیری دنیا کو آخرت بنا دیا۔

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين والتموصحة لجمعين حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ہمارے حضرت عالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بشارت دی گئی تھی کہ میں نے تیری دنیا کو آخرت بنا دیا۔ چند سطریں اس بشارت عالیہ کی شرح اور مکاشفہ غیبیہ کے حل میں لکھی جاتی ہیں گوش ہوش کے ساتھ سماعت فرمائیں۔ آپ جان لیں کہ جو کچھ دنیا میں مشہور ہوتا ہے وہ ظلمت کی آمیزش کے بغیر نہیں ہے کیونکہ دنیا ظلمت کی آمیزش کے بغیر اصل کے ظہور کی طاقت نہیں رکھتی اور اصل کے ظہور کا مقام آخرت ہے اور چونکہ اُن (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) کی دنیا نے آخرت کا حکم لے لیا ہے اس لئے جس چیز کا وعدہ آخرت میں ہے (وہ اُن کے لئے) اس دنیا میں جلوہ گر ہو گئی اور ظلمت کی آمیزش کے بغیر اصل سے کچھ حصہ حاصل ہو گیا اور نیز ہو سکتا ہے کہ اس فانی دنیا کے بعض منافع جو کہ آخرت کے درجات کی کمی کا باعث ہیں ان کے حق میں اس طرح سے تہ ہوں بلکہ درجات کی ترقی کا باعث ہوں جیسا کہ آخرت کی نعمتیں کہ ان کے ساتھ نفع اٹھانا ترقی کا موجب ہے، اس کا بیان یہ ہے کہ بہشت اشجار و انہار اور اسی طرح اس مقام کی حور و عثمان اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے تشریحی و تجمیدی معانی کے مظاہر ہیں کہ اس دنیا میں وہی معانی حروف کے لباس اور کلمات کی صورتوں میں مثلاً سبحان اللہ اور الحمد للہ میں ظاہر ہوئے ہیں، اور جس طرح کہ ان کلمات کا استعمال اس دار دنیا میں ترقی کا سبب ہے اسی طرح بہشت میں اُن میوؤں اور پھلوں سے فائدہ حاصل کرنا اور ان لذتوں اور نعمتوں کا استعمال کرنا درجات بلند ہونے اور مقامات کی ترقی کا موجب ہے اور جب اللہ تعالیٰ عم احسانہ کے کرم سے اُن کا



دنیا آخرت ہوگی تو یقیناً اس جگہ (دنیا) کی نعمتوں سے فائدہ حاصل کرنا اس جگہ (آخرت) کی لذتوں کے  
استعمال کی مانند ہو گیا۔ اور تیر ہو سکتا ہے کہ اس راستہ کا سالک وصول کی خواہ کتنی ہی منازل طے کر لے  
اور خواہ اصل اصول تک پہنچ جائے اور تجلیاتِ ثلاثہ سے مشرف ہو جائے اور باکیف و بے کیفیت مشاہدات  
اور ولایت کے تمام لوازم حاصل کر لے لیکن جب تک اس دنیاوی زندگی کی قید میں ہے اور جسم کے کوچے میں  
مقید ہے وہ خیال کی رستی میں مقید ہے اور اس دنیا میں خیال سے بالکل رہائی ہونا محال ہے جیسا کہ  
مولانا نے روم قدس سرہ نے مرنے کے قریب فرمایا ہے

من شوم عریاں زتن او از خیال تا خرامم در نہایات وصال

(میں بدن سے عاری ہو جاؤں وہ خیال سے عاری ہو جائے تاکہ میں وصال کی انتہاؤں میں چیل قدمی کروں)  
یعنی خیال کی قید سے رہائی جسم کی تنگنائے سے رہائی حاصل ہوئے بغیر ممکن نہیں ہے اور جب ان کی  
دنیا نے آخرت کا حکم حاصل کر لیا تو ناچار مطلوب اس دنیا میں خیال کی تراش خراش سے پاک اور روم  
کی اختراع سے بری ہو کر جلوہ گر ہوگا اور تیر ہو سکتا ہے کہ جس رویت کا وعدہ آخرت میں کیا گیا ہے اور  
سرورِ دین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی اور شخص کے لئے اس کا کچھ بھی حصہ دنیا میں نہیں ہے اور  
ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) نے تحقیق کیا ہے کہ جو کمال بھی نبی کو حاصل ہے اس کے کمال بتبعین کو بھی  
بتبعیت و طفیل کے طور پر وہ ثابت ہے پس اگر اس خوشگوار نعمت کے دسترخوان کے بچے ہوئے کھائیں  
سے بھی کچھ حصہ عنایت فرمادیتے ہوں تو ہو سکتا ہے اگرچہ وہ رویت نہیں ہوگی کیونکہ وہ اجماع امت  
کے مطابق (اس دنیا میں) ہونے والی نہیں ہے کیونکہ اصل چیز کا حاصل ہونا اور چیز ہے اور اس سے  
کچھ حصہ پانا دوسری چیز ہے جیسا کہ حضرت عالی (قدس سرہ) نے لکھا ہے کہ اگرچہ رویت نہیں ہے لیکن  
رویت کی مانند ہے پس تو سمجھ لے کیونکہ بیشک ہمارا کلام تیرے لئے اشارات و بشارات ہے اور ہو سکتا  
ہے کہ اس عمارت شریفہ کا مورد یہ ہو کہ دنیا عمل اور کسب کی جگہ ہے اور آخرت جزا و اجر کا مقام  
ہے پس اس جگہ (دنیا) میں زیادہ نفع دینے والے وہ اعمال ہیں جو کہ مقربات (نزدیک کر لے والے) اور  
ترقی بخشنے والے ہیں اور افعال کے ثمرات میں سے جو کہ عمل کی جزا ہیں کوئی چیز اس دارِ دنیا میں عنایت  
فرمادیں تو وہ ضرور آخرت کے درجات میں کمی کا باعث ہوگی۔ اور اسی لئے تو دیکھتا ہے کہ بعض بزرگ  
جن کو اس دنیا میں ثمراتِ اعمال دیتے گئے ہوں موت کے وقت تمنا کرتے ہیں کہ ان کو ان امور میں سے  
کوئی چیز ملی ہوئی۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے زیادہ احوال (کیفیات) ظاہر  
نہ ہونے میں یہی وہ سبب (بھید) تھا حالانکہ وہ ولایت کے بلند درجہ میں ہیں۔

یہ بات تو ختم ہوئی لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان کی دنیا کو آخرت بنا دیا تو ان کو اس عالم میں ثمرات کا حاصل ہونا ان کے آخرت کے درجات میں کمی کا باعث نہیں ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں فرمایا: **وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ** [اور تم اس کو اس کا اجر دنیا میں دیدیا اور بیشک وہ آخرت میں ضرور صالحین میں سے ہے] اور شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ زمانہ آخرت سے قریب و نزدیک ہونے کی وجہ سے اس دار (آخرت) سے ملحق ہے پس اس میں وہ چیز ظاہر ہوتی ہے جو آخرت کے ساتھ مخصوص ہے لیکن یہ حکم اس شخص کے ساتھ مخصوص ہے جو اس سعادتِ عظمیٰ و دولتِ قصویٰ کے ساتھ مشرف ہے اور سوائے اس شخص کے جس کو اس (اللہ تعالیٰ) کے فضل و کرم سے اس حکم میں داخل کر لیا گیا ہو کسی دوسرے شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنے آپ کو اس پر قیاس کرے جیسا کہ حضرت عالی قدس سرہ نے مخدومی و بکرمی شیخ محمد سعید (قدس سرہ) اور اس فقیر کے بارے میں فرمایا ہے کہ تم دونوں کو اس حکم میں داخل کر دیا گیا ہے، الحمد للہ رب العالمین علی ذلک و علی جمیع نعمائے حمداً کثیراً طیباً مبارکاً۔

## مکتوب ۱۹

مخدوم زادہ محمد سیف الدین کے نام اس معرفت کے بیان میں تحریر فرمایا جو کہ حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی قدس سرہ) سے سنی گئی تھی۔

الحمد للہ و سلام علی عباده الذین اصطفیٰ: ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں (ایک روز) چاشت کی نماز پڑھ رہا تھا میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی بلا میرے سینہ سے نکلی اور اس کا آشیانہ بھی اس جگہ سے باہر کر دیا گیا اور جو ظلمات کہ اس کے ارد گرد تھیں وہ بھی دور ہو گئیں اور سینہ کو ایک عجیب انشراح (کشادگی) حاصل ہوا، اس کے بعد معلوم ہوا کہ یہ (بلا) عظیم) و سواس خناس تھا کہ قرآن مجید میں جس کے شر سے پناہ مانگنے کا امر فرمایا ہے جو خطرات و وساوس کہ دین کے اصول میں پیدا ہوتے ہیں ان کا منشا (سرچشمہ) یہی خناس ہے جو کہ سینہ میں آشیانہ رکھتا ہے اور ہر وقت نیش زنی کرتا رہتا ہے اور کمال درجہ کا شرح صدر اس کے دور ہونے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد آپ (قدس سرہ) نے فرمایا کہ میں حلقہ میں قرآن مجید سن رہا تھا میں نے دیکھا کہ سننے کے دوران بعض نامناسب وساوس میں نے اپنے اندر پائے، میں نے استغفار کیا اور حیران ہوا

کہ خناس جو زائل ہو چکا تھا شاید پھر لوٹ آیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ سینہ اسی صفائی و لطافت کے ساتھ ہے اس کے بعد ظاہر ہوا کہ یہ خناس سینہ کے علاوہ ہے اور اس کا آشیانہ قلب میں ہے، میں اس کے دور کرنے میں متوجہ ہوا، میں نے دیکھا کہ یہ خناس بھی بالکل قلب سے باہر ہو گیا، والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

## مکتوب ۱۹۱

فقیر حقیر محمد عبداللہ عفی عنہ کے نام کامل معرفت والے عارف کی ذات مہبوب کے کمالات بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ، ایک عجیب ستر (بھید) اور ایک دقیق رمز (اشارہ)

پر وہ بطون سے منصفہ شہود پر پہنچتا ہے پوری طرح متوجہ ہو کر نہیں۔ چونکہ عالم کو جو اعراض کا مجموعہ ہے اور کوئی ذات اور کوئی جوہر اس میں کائن نہیں ہے کہ جس کے ساتھ اعراض کا قیام ہو اور تمام معرفت عارف کی ذات مہبوب کو ایک گونہ قیام دیتے ہیں اور اس کو ان کا مقوم (درست رکھنے والا) بنا دیتے ہیں (اس لئے) اس مہبوب ذات کو بچوئی سے کچھ حصہ حاصل ہوتا ہے جیسا کہ اس بحث کی تحقیق دوسرے مکاتیب میں کی جا چکی ہے اور جب اس نے بچوئی سے کچھ حصہ حاصل کر لیا، دید و دانش (عقل و سمجھ) سے باہر چلا گیا اور فہم و وہم سے خارج ہو گیا، عقل سلیم خواہ کتنی ہی اس کی جستجو کرے اس سے کچھ نتیجہ حاصل نہیں کرے گی اور وہم نیز رقاری کے باوجود خواہ کتنی ہی دوزنگ جائے اس کا کچھ پتہ نہیں لگا سکے گا اور اس کو وراہ الوراہ پلئے گا اور جوہریت امکان کے باوجود اس میں جوہریت و امکان کا حکم نہیں کر سکتے اور مستی کے حکم کے سوا دوسرا حکم قبول نہیں کرنا۔ والسلام علی من اتبع الهدی والترم متابعتہ المصطفیٰ علیہ والہ وصحبہ الصلوٰت والتسلیمات والتقیات والبرکات العلی۔

## مکتوب ۱۹۲

یہ بھی فقیر حقیر محمد عبداللہ عفی عنہ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت ایشاں سلمہ اللہ تعالیٰ کے

بالے میں اصالت کی بشارت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم الله الرحمن الرحيم والصلوة والسلام علی رسول الله، ہمارے حضرت عالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے تھے کہ سرور دین و دنیا علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰة والبرکات العلی کی پیدائش سے جو (مادہ) باقی رہ گیا تھا مثل

پس خوردہ اس کو آپ کی امت کے بختاوروں میں سے ایک فرد کو عطا فرمایا ہے اور اس کی طینت (سشت) کو اس سے خمیر کیا (گوندھا) ہے اور اس کے ذریعہ اس فرد کو اصالت سے بہرہ ور کیا ہے، اس بقیہ سے اس فرد کی طینت کو خمیر کرنے کے بعد بھی کچھ تھوڑا سا بقیہ رہ گیا تھا وہ بقیہ اس فرد کے منتسبین میں سے ایک شخص کے حصہ میں آیا ہے اور اس کی طینت کی خمیر اس سے کی گئی ہے اور اس نے اس کے اندازے کے مطابق اصالت سے بھی کچھ حصہ پالیا ہے **اِنَّ رَبِّكَ وَّاسِعُ الْمَعْفِرَةِ** [بیشک تیرا رب وسیع مغفرت والا ہے] شاید کہ اصالت کا جو حصہ حضرت مہدی موعود رضی اللہ عنہ کے لئے ہے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے ہو اور نیران عالی حضرت اعلیٰ منقبت نے فرمایا ہے کہ جب محفل عالی یعنی انبیا ہکرام علیہم السلام کی محفل میں پہنچا تو اہل مجلس کے ہجوم کی وجہ سے کسی دوسرے کے بیٹھنے کی گنجائش نہیں تھی، حضرت خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کہ اس جگہ میں خاص شان رکھتے تھے اہل مجلس کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا یا ایہا الذین امنوا تفسحوا فی المجالس [ایمان والو! مجلسوں میں کشادگی کیا کرو]۔ اہل مجلس نے حرکت کی بیٹھنے کے لئے وسیع جگہ میسر آگئی میں اس جگہ بیٹھ گیا۔

**تنبیہ**: امت کے بعض خاص افراد کو تبعیت و وراثت کے طور پر کمالات نبوت کے حامل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خاص قرذبی ہو جائے یا نبی کے برابر ہو جائے کیونکہ کمالات نبوت کا حامل ہونا اور بات ہے اور منصب نبوت کا حامل ہونا اور بات ہے جیسا کہ اس معنی کی تحقیق حضرت عالی لا مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات قدسی آیات میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔

## مکتوب ۱۹۳

مخدوم زادہ بلند مرتبہ خواجہ محمد نقشبند سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض کمالات ہرکاشفات کے بطریق اجال بیان کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى: ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کو مرض وفات سے پہلے کچھ بخارا اور کھانسی کی شکایت ہو گئی تھی، چند روز میں اس مرض سے صحت حاصل ہو گئی چنانچہ اصلی حالت پر آگئے اور بے تکلف مسجد میں حاضر ہوتے تھے، کم و بیش ایک ماہ کے بعد ایک (ایسا) بخارا لاحق ہوا کہ اس کے چھ روز دارا السرور (آخرت) کی طرف رحلت فرما گئے۔ پہلے مرض کی کمزوری کے ایام میں فرماتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے کمالات میں مستغرق ہوں اور

خواجہ محمد افضل کے نام

marfat.com

ان کمزوریوں (کی حالت) میں نہایت سرت کے ساتھ بیان فرماتے تھے کہ مجھ کو اہل بیت کے بارغ میں چھوڑا گیا ہے اور اس مقام کے عجائب و غرائب کے ساتھ مشرف کرتے ہیں اور ان میں سے کچھ حصہ کا اظہار بھی فرمایا اور حضرت امیر (علی) کرم اللہ وجہہ کی بعض خصوصیات و کمالات کہ جن کے خیال کرنے سے فکر و دہم کی آنکھ خیرہ و عاجز ہے مفصل بیان فرمائے۔ اسی طرح حضرت فاطمہ زہرا اور حضرات حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کمالات بیان فرمائے اور علی ہذا القیاس بارہ اماموں کے تمام کمالات کو بیان فرمایا۔ اسی تقریب کے ساتھ حضرات شیخین (سیدنا ابوبکر صدیق و سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما) اور حضرت ذوالنورین (سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ) کے کمالات و خصائص ظاہر فرمائے اور خلفائے اربعہ و اہل بیت میں سے ہر ایک کی آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ و صحبہ وسلم کے ساتھ نسبت و منزلت تفصیل کے ساتھ بیان فرمائی، اور اپنی بعض خدایات شایستہ کو جو کہ وقوع میں آئی تھیں بیان فرمایا۔ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سبحانہ بسوا الاقدس کے بعض کمالات کو بھی بیان فرمایا چنانچہ آخری مرض میں اس ذرہ حقیر کو ان اسرار میں سے بعض ان اسرار کو جو کہ اظہار کے قابل تھے لکھنے کی وصیت فرمائی۔ چنانچہ اس فقیر نے وصیت کے مطابق حضرت عالی (قدس سرہ) کے ایام غم میں اپنی قہم قاصر کے موافق روٹی ہوئی آنکھوں اور زخمی (غملگین) دل کے ساتھ روضہ منورہ کے سامنے بیٹھ کر ان ناسفتہ (بغیر روئے ہوئے) موتیوں کو نظم (ترتیب) کی لڑی میں پرویا اور حضرت عالی (قدس سرہ) کے مکتوبات قدسی آیات میں شامل کر دیا، چنانچہ جلد ثالث کے مکتوبات کا ختم انہی مرقومات کے ساتھ مقرر ہوا۔ والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

## مکتوب ۱۹۲

مولانا محمد افضل کے نام حضرت ایشاں سلمہ اللہ تعالیٰ کے بعض مقامات غلیہ اور اس اشارے کے بیان میں تحریر فرمایا کہ یہ مقام عالی اصالت اور محبوبیت کے ساتھ مربوط ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ [اور مشک تو اپنے رب کی نعمت کو بیان کر] تاریخ سوم ماہ شعبان روزہ خنبدنگل ۱۳۲۴ھ کو عصر کی نماز میں نہایت عظیم بسط رو نما ہوا اور بلند مقام اور بہت ہی عجیب کیفیت کے ورود سے مشرف ہوا کہ جس کی مثل کبھی بھی پیش نہیں آئی تھی اور خیال و تصور میں بھی نہیں آئی تھی، اور وہ امور پیش آئے جو کہ لاعین رأت و لا اذن سمعت و لا خطر علی قلب احد [نہ کسی آنکھ نے دیکھے، نہ کسی کان نے سنے اور نہ کسی کے دل پر گندے] کا مصداق تھے، نہ زبان کو ان کے بیان کرنے

کی طاقت ہے اور نہ قلم کو اُن کے لکھنے کی مجال ہے۔

فریادِ حافظِ ابنِ ہبہمِ آخو بہرہ نیست ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست

[حافظ کی یہ تمام فریاد آخر فضول تو نہیں ہے یہ تو نادر قصہ اور عجیب بات ہے]

میں سمجھتا ہوں کہ اس کا حصول عالمِ اصالت و محبوبیت سے ہے، شاید اس مقام کو کاتب کے ساتھ ایک خصوصیت تھی کہ اس بارگاہِ معلیٰ میں اپنے آپ کو منفرد دیکھا، کلمہ طیبہ اور ذکر کے تمام الفاظ مثلاً تسبیح و تحمید و تکبیر کے نتائج کے لئے اُس حرمِ قدس میں گنجائش نہیں پائی اگر گنجائش ہے تو قرآن مجید کو ہے اور نماز کو بھی قرآن مجید کے تعلق سے گنجائش ہے، قرآن مجید کی تلاوت اور نماز کی ادائیگی کے سوا اس مقام کے ساتھ نسبت کو معطل و بیکار پاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ کسی کسب و عمل کو اس نسبتِ عالیہ کے حصول میں دخل کی گنجائش نہیں ہے (یہ محض دوہبت (بخشش) ہے اور عنایت کا واسطہ ہونا چاہئے اور سب کچھ پیچ کر شاید کہ ریاضات و مجاہدات قرب و ولایت کے مبادی میں دخل رکھتے ہیں، جب تک کہ سیرِ اصول اور اصولِ اصول میں ہے اعمالِ صالحہ فائدہ مند اور نتائج بخشش میں کہ ان کے وسیلہ سے سالک مستعد ترقیات کرتا ہے اور کلمہ طیبہ نفی و اثبات کے تکرار سے ظل سے اس کے اصل کی طرف راستہ کھلتا ہے اور اصول سے اصولِ اصول کی طرف عروج کرتا ہے اور جو کچھ مذکور ہوا وہ قربِ نبوت سے تعلق رکھتا ہے اس مقام میں اصل کو ظلال کی طرح راستہ میں چھوڑنا چاہئے، سخت ریاضتیں اس بارگاہِ معلیٰ کے آس پاس کوئی راستہ نہیں کھولتیں اور اس مقام تک پہنچنا محض عنایت یا صفتِ محبت سے ہے، خصوصیت اور کسی کا شریک نہ ہونا جو کہ اوپر بیان ہو چکا ہے جب اچھی طرح غور کیا تو دیکھا کہ (ریاضات) اس راستہ میں پیش آتی ہے کہ جو شخص بھی اس مقام تک پہنچا اپنے آپ سے ایک مقام رکھتا ہے کہ کسی دوسرے کو اصالت کے طور پر اس میں شرکت نہیں ہے، اگرچہ اس مقام کو پہنچنے والے بہت ہی کم ہیں اُن میں سے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کو میں نے دیکھا نہایت عظمت اور بجد شوکت کے ساتھ نظر آئے چنانچہ عقل و وہم اس کے ادراک میں حیران و پریشان ہے اور زبانِ قلم و قلمِ زبان اس کے بیان میں عاجز و قاصر ہیں۔

جاننا چاہئے کہ عالم کو حضرت حق سبحانہ کا ظل جانتا یا اس تعالیٰ شانہ کا آئینہ تصور کرنا اور مہموم دیکھنا اور ظل کے منعکسہ کمالات کو اصل کے سپرد کرنا اور ظل کو خالی بلکہ معدوم سمجھنا اس کے بعد اس کو اصل کے کمالات کے ساتھ متحقق پانا ان سب کو قرب و ولایات میں سمجھتا ہے جو کہ ظل سے اصل کے ساتھ مل جاتا ہے اس کے بعد جبکہ اصل کو ظل کی طرح راہ میں چھوڑ دیتا ہے اور اس حرمِ قدس کے ارد گرد پہنچ جاتا ہے تو ان امور میں سے کچھ بھی درکار بلکہ متصور نہیں ہوتا، اس مقام میں ظل کو جانتا نہیں ہے اور اوصاف کو

اصل کے حوالہ کرنا اور اپنے آپ کو فانی و متہلک دیکھنا نہیں ہے، اصل کے ساتھ بقا و تحقق پیدا کرنا مشہور نہیں ہوتا اور اس مقام تک پہنچنے کا راستہ جدا ہے اس راہ سے اس مقام تک پہنچنا دشوار ہے، وہ ظہورِ جمال و رضا کا مقام ہے اگر اس کی تعبیر ضخک (منہ بند کلی جو ذرا سی کھلی ہو) سے کی جائے تو گنجائش رکھتا ہے۔  
والعلم عند اللہ سبحانہ [اور علم اللہ سبحانہ ہی کو ہے] والسلام۔

## مکتوب ۱۹۵

حضرت مخدوم راہِ خواجہ محمد نقشبند (قدس سرہ) کی خدمت میں حضرت خیر البریہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملتِ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اتباع کرنے کے بھید کو ظاہر کرنے اور بعض پوشیدہ اسرار کے بیان میں تحریر فرمایا۔ یہ معرفت حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ملفوظات میں سے ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ التسلیمات  
کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کے اتباع کا امر ہونے اور آنسرد صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صلوٰۃ برکات کی مثل صلوٰۃ برکات طلب کرنے سے مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم کو اس مقام کا حصول ہے کہ جس مقام تک وصول حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے مقام سے گزرے بغیر  
میسر نہیں ہے اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے مقام تک پہنچنا ان کی ملت کی متابعت کے ساتھ وابستہ ہے  
کیونکہ ان کی ملت کی متابعت کو بغیر اس منگائے راہ نہیں ہے اور ان دونوں مقامات میں سے ایک کی نسبت  
دوسرے کے ساتھ ایسی ہے جیسی کہ محراب کو مسجد کے ساتھ نسبت ہے اور (یہ) یعنی بات ہے کہ محراب تک  
پہنچنا جو کہ امام کا مقام ہے بقعہ مسجد کی مسافت طے کئے بغیر متصور نہیں ہے کیونکہ پہلا مقام مرکز ہے اور  
دوسرا مقام اس مرکز کا محیط ہے اور نظر کشفی میں اسی قسم کے محیط پر مرکز کو فوقیت ہوتی ہے اور مرکز تک پہنچنا  
محیط کی مسافت طے کئے بغیر میسر نہیں ہے اور جب اس دعا کی قبولیت کا وقت آیا حضرت سید الاولین  
والآخرین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات نے اس مقام سے کہ جس میں آپ تشریف فرما تھے عروج فرمایا یہاں تک  
کامل شوق کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام میں پہنچے اور اس بزرگ مقام میں توقف فرمایا  
اور وہاں موریش آئے جو ان اسرار میں سے ہیں جن کا پوشیدہ رکھنا ضروری ہے اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم اس مقام میں داخل ہوئے جو کہ ملتِ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے ساتھ  
وابستہ تھا وہ نادر مقام ایک نہایت عجیب مقام ہے کہ کسی رسول کا کوئی مقام اس مقام کی مانند

نہیں ہے، جب اس مقام میں قرار پذیر ہو گئے تو چونکہ نظر کہ پیمانہ گان کے حال پر رکھتے تھے بہت کم ہو گئی اور کلی طور پر بارگاہِ قدس کی طرف متوجہ ہو گئے اور خاص خلوت خانہ میں محبوب کے ساتھ خلوت پذیر ہوئے، اور نیز محسوس ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عروج کے دریچے تھے بعض اصحاب کرام علیہم الرضوان بھی آپ کی متابعت کی وجہ سے اس عروج میں شریک تھے، اور جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقام خاصہ میں داخل ہو گئے اصحاب کلام مقام حضرت ابراہیم علیہ السلام میں ان علیہ السلام کے زیر قدم رہ گئے اور انہوں نے مقام خاصہ میں گنجائش نہ پائی۔ اس کے بعد ظاہر ہوا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متوجہ ہو کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقام خاصہ میں داخل فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تردد ہے کہ داخل فرمایا یا نہیں لیکن گمان غالب یہ ہے کہ ان کو بھی مقام خاصہ میں کچھ گنجائش ہو گئی، والسلام۔

## مکتوب ۱۹۶

۳۷۳

خدمتِ تادہ عالیٰ مرتبہ شیخ محمد صبغۃ اللہ کی خدمت میں اس مقالہ کے بیان میں تحریر فرمایا جو کہ مقامِ رضا کے اوپر  
الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) نے مکتوباتِ جلد  
ثانی کے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ مقامِ رضا کے اوپر کوئی مقام نہیں ہے مگر خاتم الرسل علیہ علی آلہ  
الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہے۔ یہ معرفت حضرت عالی (قدس سرہ) کی پہلے کے معارف میں سے ہے اس کے بعد  
فرماتے تھے کہ میں ایک وقت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیج رہا تھا میں نے دیکھا کہ انبیاء علیہم السلام  
باجمہم نے اپنے مقام سے عروج فرمایا اور ان بزرگوں میں سے ہر ایک چند واسطوں کے ساتھ اس مقام کے  
ساتھ جا ملا جو کہ مقامِ رضا سے اوپر تھا اور سرورِ دین و دنیا علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مقام  
تک عروج فرمایا جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی متابعت کے ساتھ وابستہ تھا اور اس بزرگ  
مقام سے جا ملے۔ الحمد للہ رب العالمین، والسلام۔

## مکتوب ۱۹۷

ملاسجاول کے نام ان کے عرضہ کے جواب میں جو کورداں پر مشتمل تھا اور بعض سوالوں کے جواب میں جو کہ انہوں نے پوچھے تھے تحریر فرمایا



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حمد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ برادر عزیز کے مکتوب مرغوبانہ وصول ہو کر خوش وقت کیا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حمد و شکر ہے کہ آپ عاقبت سے ہیں اور باطنی نسبت و معنوی رابطہ میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے بلکہ امید ہے کہ روز بروز ترقی میں اضافہ ہوتا ہے، رابطہ قوی ہونے کی وجہ سے ہے کہ آپ حضور و غیبت (موجودگی و عدم موجودگی) میں واردات کا فرق محسوس نہیں کرتے اور یکساں تصور کرتے ہیں، حضور و غیبت میں (واردات کے) فرق کا ہونا اکثر ثابت ہے لیکن نسبت کے قوی ہونے کی صورت میں فرق کم ہوتا ہے اور حقدار (نسبت میں) قوت زیادہ ہوگی اسی قدر (فرق میں) کمی ہوگی، اگر اس قسم کی کمی معدوم کے عنوان کے ساتھ ظاہر ہو اور حضور و غیبت یکساں معلوم ہونو بعید نہیں ہے، اگر لوگ کہیں کہیں ایسا ہوتا ہے کہ طالب رشید غیبت (عدم موجودگی) میں ترقیاں کرتا ہے اور حالت حضور سے زیادہ بلند چلا جاتا ہے پس غیبت کے واردات اس کے حق میں حضور کے واردات سے زیادہ اور کثیر ہوتے (تو) ہم کہتے ہیں کہ اگر وہ حضور میں ہوتا تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ ترقی کر لیتا۔

آپ نے لکھا تھا کہ میں اس سے پہلے حق جل و علا کا حضور اپنے باہر پاتا تھا اب اپنے اندر پاتا ہوں ہاں، اس بزرگ گروہ کے نزدیک معتبر نفسی شہود ہے اور جو شہود کہ اپنے سے باہر ہوتا ہے اتنا معتبر نہیں ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ

ہمچونا بینا مبر ہر سوئے دست با تو در زیر کلیم مت ہر چہ ہست

[نا بینا کی طرح ہر طرف ہاتھ مت بچا جو کچھ بھی ہے وہ تیرے ساتھ کبیل کے نیچے ہے] لیکن اس شہود کا گرفتار نہیں ہونا چاہئے اور اس کو مطلوب کے ظلال میں سے ایک نکل تصور کرنا چاہئے۔ حضرت حق سبحانہ جس طرح کہ آفاق سے ماورا ہے (اسی طرح) انفس سے بھی ماورا ہے، اس (حق تعالیٰ) عزیز نے کو اندر اور باہر کے ماورا تلاش کرنا چاہئے اور آفاق و انفس کے باہر طلب کرنا چاہئے یہ معاملہ محدود عقل کے ساتھ نہیں سمجھا جاسکتا اور ظلی ولایت والوں کے کشف سے مکشوف و بدرک نہیں ہوتا، فراست (دانائی) کا وہ نور جو کہ مشکوٰۃ نبوت سے مقبوس ہو اس معنی کا ادراک کر سکتا ہے اور آئینہ کریمہ نور قلوب اقرب الیہ

مِنْ جَبَلِ الْوَرْدِ [ہم اس کی طرف اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں] اس معاملے کا بھید کو کھولتی ہے اور جو حالت (آپ کو) فرض نماز ادا کرنے کے وقت میں پیش آتی ہے عالی و اصیل ہے اس کے مطالعے سے محفوظ ہوا۔

آپ نے لکھا تھا کہ اس علاقہ کے لوگ سچو قہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھتے ہیں اور اس عمل کو اپنا و پر لازم کر لیا ہے اور اس کے ترک کرنے والے سے اعتراض کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ میرے محذوم! اس طرح سے فاتحہ پڑھنا ہمارے بزرگوں کا عمل نہیں ہے (اس لئے کہ) پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

فاتحہ بعد فرض نماز کا حکم

اعمال میں (یہ چیز) نظر نہیں آئی ہے۔ خزانۃ الروایات میں خلاصہ سے منقول ہے "قراءة الفاتحة كاجل المهمات بعد الفرائض بدعة" (مہمات کے لئے فرائض کے بعد فاتحہ پڑھنا بدعت ہے)۔

آپ نے نماز جمعہ کے بعد مصافحہ کرنے کے متعلق جو وہاں مروج ہے دریافت کیا تھا میرے مخدوم! مصافحہ فی نفسہا مسنون اور اچھا عمل ہے اور اس وقت کا متعین کرنا بدعت ہے پس یہ عمل (نماز جمعہ کے بعد مصافحہ کرنا) وجہ حسن بھی رکھتا ہے اور وجہ قبح بھی (ایک لحاظ سے اچھا ہے اور ایک لحاظ سے بُرا) اگر اس کا معاملہ زیادہ سے زیادہ میلح ہوتے تک ہی پہنچ جائے جیسا کہ بعض نے کہا ہے تو (بھی) غنیمت ہے۔ خزانۃ الروایات میں ہے کہ شیخ محی الدین نووی رحمہ اللہ نے الاذکار میں کہا ہے کہ ہر ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا مستحب ہے لیکن یہ جو لوگوں نے صبح اور عصر کی نماز کے بعد اس کی عادت کر لی ہے تو اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ لیکن اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اصل مصافحہ تو سنت ہے اور لوگوں کا بعض مواقع میں اس کی پابندی کرنا اور ان میں سے بعض مواقع میں حد سے تجاوز کرنے والا ہونا یہ بعض حالات اس کو اس مصافحہ سے خارج نہیں کرتے جو شرع میں وارد ہوا ہے۔"

مصافحہ بعد نماز جمعہ کا عمل

## مکتوبات ۱۹۸

۳۷۵

آغا رشید کے نام اس بارے میں کہ اس طریقہ عالیہ میں فیض کا اخذ کرنا رابطہ و محبت شیخ سے تعلق رکھتا ہے اور آداب شیخ کی رعایت اور دوام ذکر پر ترغیب دینے اور فرائض قلب و نفس کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم الله الرحمن الرحيم حامدا لله ومصليا على رسوله، الله تعالى ما سواك غلامى من آزاد  
 كركه قربة من دراج میں ترقیات عطا فرمائے صحیفہ گرامی نے مشرف کیا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد ہے  
 کہ قفرائے دور افتادہ کو بھلایا نہیں ہے، اور محبت کی نسبت اور باطنی رابطہ بدستور قائم ہے، اس گروہ سے  
 محبت کرنے والا اس گروہ کے ساتھ ہے المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے]  
 ہمارے طریقہ میں کمال کے درجہ تک وصول کا مدار شیخ مقتدا کے ساتھ محبت کا رابطہ رکھنے سے وابستہ ہے  
 طالب صادق شیخ مقتدا سے اس محبت کے ذریعہ سے جو کہ وہ شیخ کے ساتھ رکھتا ہے اس کے باطن سے فیوض  
 و برکات اخذ کرتا ہے اور ساعت بساعت اس کے رنگ میں رنگا جاتا ہے، یہ بات مسلم ہے کہ فنا فی الشیخ  
 فنا فی اللہ کا مقدمہ ہے، ذکر اگرچہ وصول کے اسباب میں سے ہے لیکن غالب طور پر (وصول) رابطہ محبت اور  
 فنا فی الشیخ پر مشروط ہے، اس راستہ کے سالک کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں، آداب صحبت کی رعایت

رتے ہوئے شیخ مفتی کے ساتھ محبت رکھنا اور دوام ذکر و قلی پر اسقدر پابندی کرے کہ دوام حاصل ہو جائے اور اس کے بعد غفلت نہ رہے اور تکلف کے ساتھ یاد کرنے سے چھوٹ جائے اور حضورِ دل کا ملکہ اور اس کی صفت ہو جائے جیسا کہ سننا قوتِ سامعہ کی اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہے اس وقت میں ظاہر کی غفلت باطن کے حضور پر اثر انداز نہیں ہوتی اور ظاہری نیند باطنی توجہ کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے جب حضور کی یہ کیفیت غالب آجائے اور قوی ہو جائے تو نفسِ حاضر (ذاتِ سالک) درمیان سے اٹھ جاتا ہے اور صحتِ عدم کی طرف اپنا سامان لیجاتا ہے اس وقت حضور خود بخود ظاہر ہوتا ہے وکایذکر اللہ اکبر اللہ [اللہ ہی اللہ کا ذکر کرتا ہے] جلوہ گر ہوتا ہے۔ ص

اس کا رد دولت است کتوں نا کر ادہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھے اب کس کو عنایت کرتے ہیں] و آخر  
میرے مخدوم! دشمنوں اور حاسدوں کا شر دور ہونے کے بارے میں عادت توجہ کی جاتی ہے امید ہے کہ وہ ذلیل و خوار ہوں گے و اللہ اعلم

## مکتوب ۱۹۹

حاجی حسین کے نام ان اذواق و مواجید کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ انہوں نے لکھے تھے۔

۳۷۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم برادرم حاجی محمد حسین کے گرامی نامہ نے وصول ہو کر خوشوقت اور مسرور کیا، آپ نے اپنی فنا و عدمیت کے بارے میں لکھا تھا

بلے ہر جا شور مہر آشکارا سہارا جز نہاں بودن چہ یارا

[بیشک جس جگہ سورج نکلا ہوا ہو وہاں) سہا سہا سے کو پوشیدہ ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے]۔ احدیتِ غیب کے انوار طلوع ہونے کے وقت کثرتِ مہوم کے اطوار کے اضمحلال و استہلاک (مضمحل و فنا ہونے) میں کیا شک و شبہ ہے لیکن اس عدمیت (فنایت) و اضمحلال میں سالکوں کے قدموں میں بہت فرق ہے، ان میں سے محمدی المشرب کو یہ فنا و استہلاک عینِ واثر کے دور کرنے تک پہنچاتی ہے کذا و کذا، اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ ”یہ بات مشخص ہو چکی ہے کہ یہ تمام واردات و حرکات و سکنات عدم پر ہیں جو کہ اس (اللہ) سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ظاہر فرمائی ہیں کام (یعنی یہ ظہور) خود بخود ہے اور عجیب و غریب چیزیں اس معدوم پر وارد فرمائی ہیں جو کہ تحریر میں نہیں آتیں“۔ ہاں تعلقات کو ساقط کر دینے اور انتسابات کو اس کے اہل کی طرف رد کر دینے کے بعد معاملہ از خود بخود ہے، اگر حضور ہے تو حضور خود بخود (اپنا حضور اپنے ساتھ) ہے اور اگر توجہ ہے تو وہ بھی از خود بخود ہے اور عارف کو اس مقام سے استہلاک و اضمحلال و

انعام کے سوا کچھ بھی نصیب نہیں ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ ”ان ایام میں تجددِ امثال ظاہر ہوا ہے (اس طرح پر) کہ ہر آن میں تمام عالم عدم میں جاتا ہے اور اس کی مثل وجود میں آتا ہے اس بارے میں حیرت بڑھ گئی ہے۔“ میرے مخدوم! ہمارے حضرت مجدد الف ثانی (قدسنا اللہ سبحانہ بسوا الاقدس نے اس معاملہ کا حل مکتوبات میں فرمایا ہے اگر آپ اس کا حل چاہیں تو وہاں مطالعہ کریں اور آپ نے جو بعض مقامات سبز رنگ کے اور بعض سورج کے رنگ کے ظاہر ہونا لکھا ہے واضح ہوا، مختصر یہ کہ تمام احوال و مواجید درست و پسندیدہ ہیں حق سبحانہ ترقیات عطا فرمائے اور دوستوں سے دعا کی درخواست ہے۔

## مکتوبات

صوفی نور بیگ کے نام دوامِ ذکر اور خلوت اختیار کرنے پر ترغیب دینے اور ناقص کو طریقہ سکھانے کی

اجازت دینے کے برسر میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ جو کچھ واقعات میں ظاہر ہوتا ہے کچھ اعتبار نہیں رکھتا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ اللہ تعالیٰ فتوحات کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، برادر گرامی مولانا نور محمد کے دو مکتوب مرغوب نے ایک ساتھ پہنچ کر خوشوقت کا چاہئے کہ آئندہ بھی اسی طرح اپنے ظاہری و باطنی احوال سے دور افتادہ دوستوں کو اطلاع دینے آپ نے لکھا تھا کہ ”سبق باطنی کی تکرار میں کوشاں ہے اور نفی و اثبات بھی ورد میں ہے، نیک و مبارک ہے، ذکر کے تکرار (مشق) میں اس طرح پابند رہیں کہ مذکورہ کے اسو اسب کچھ سینہ کے میدان سے رخص ہو جائے اور اسو اکام و نشان دل کے آئینے سے محو اور لاشی ہو جائے، اکثر اوقات نامرادی کے گوشہ خلوت سے رہیں اور مخلوق کے ساتھ بہت کم میل جول رکھیں اور قلبی و لسانی ذکر کے ساتھ مشغول رہیں اور ذکر کرنے میں مخلوق میں قبولیت یا احوال و مواجید کا عامل ہونا وغیرہ) میں سے کوئی غرض نہ ہونی چاہئے بے غرض ہو کر ذکر کریں اور نشاط (رغبت) کے وقت میں اتنے لوگوں کو جن کی تعداد آپ کو بتائی گئی ہے ذکر کی تلقین کریں، بطریق سفارت (تعلیم دیں) نہ کہ بطریق اصالت و خلافت۔ اور جو شرائط آپ نے لکھے تھے وہ تو اس صورت میں ہیں جبکہ بطور خود ذکر سکھائیں، اگر بطور سفارت چند لوگوں کو ذکر سکھائیں تو یہ ضروری نہیں ہیں کیونکہ آپ ایک ترحمان (کی حیثیت) سے زیادہ نہیں ہیں اور یہ ذکر بتانا بھی (آپ پر) جبر نہیں آپ کے اختیار کے ساتھ ہے اگر کسی تکلف کے بغیر دل متوجہ ہو اور شرح صدر حاصل ہو جائے تو ذکر بتانا

ورنہ کوئی ضروری نہیں ہے جو چیز ضروری ہے وہ دائمی ذکر و مراقبہ ہے، کسی دوسرے کی تکمیل اپنے کمال کی فرع ہے اور یہ چند اشخاص کے لئے اجازت اس لئے (دی گئی) ہے کہ چند لوگ جمع ہو کر ذکر میں مشغول ہوں تو بہتر ہے کیونکہ آپس میں ایک کا فیض دوسرے پر منعکس ہوتا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "اگر واقعہ (حال) میں پیرسی سالک کو تلقین (ذکر سکھانے) کی اجازت دیرے اور گزرے ہوئے بزرگوں کی ارواح سے بھی (اجازت) ظاہر ہو تو یہ اس سالک کے لئے تلقین کی اجازت ہے یا نہیں" میرے مخدوم اطریقت کی تعلیم و تلقین کی اجازت ایک اہم معاملہ ہے خواب و واقعہ سے صورت پذیر نہیں ہوتا، تا وقتیکہ بیداری میں اجازت نہ دیں اجازت صورت پذیر نہیں ہوتی، اور اسی طرح احوال و مواجید و قطبیت و فردیت و غوثیت وغیرہ جو کچھ کہ خوابوں اور واقعات (احوال) میں ظاہر ہو، ان اکابر کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔ احوال و مواجید میں سے جو چیز بیداری میں رونما ہو یہ شخص اُس کا مالک ہے۔ قطب و غوث وہ شخص ہے جو کہ خارج و بیداری میں ان دونوں منصبوں کے ساتھ سرفراز ہو، اگر کوئی شخص اپنے آپ کو خواب میں بادشاہ دیکھے تو وہ بادشاہ نہیں ہو جاتا، تا وقتیکہ خارج میں بادشاہ نہ ہو۔

چو غلام آفتاب ہمہ از آفتاب گویم نہ شبنم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

[چونکہ میں آفتاب کا غلام ہوں (اس لئے) سب کچھ آفتاب سے کہتا ہوں، میں شب اور شب پرست نہیں ہوں کہ خواب کی بات کہوں] اتنا ہے کہ وقائع و منامات صادرہ بشرات ہیں اور اولیا کی استعدادات کی خبر دینے والے ہیں، کبھی وہ حقیقت استعدادی ظہور میں آجاتی ہے اور کبھی ظہور میں نہیں بھی آتی، کوشش کرنی چاہئے کہ معاملہ فوت سے فعل میں آجائے اور گوش سے آغوش تک پہنچ جائے۔ آپ جن بزرگ کی صحبت میں وقت گزارتے ہیں آپ نے انکی خوبیاں تحریر کی تھیں جو کہ اس زمانہ میں بہت غنیمت ہے اور ان کے بارے میں توجہ و فاتحہ (دعا) بر طلب کی تھی، ان بزرگ کے بارے میں توجہ کی گئی اور ان کی توفیق کی زیادتی کیلئے دعا کی گئی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

## مکتوبات

مولانا محمد حنیف کے نام ان کی نسبت کے بیان اور نصیحتوں کے ذکر میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى: اخوی واعزی مولانا محمد حنیف کے گرامی نامہ نے پہنچ کر خوشوقت کیا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور درو افتادوں کی پیاد سے

فارغ اور مطلب کے شوق سے خالی نہیں ہیں، دل آپ کی طرف متوجہ رہتا ہے نہیں جانتا کہ کس روش زندگی بسر کرتے ہیں اور کن طریقوں پر عمل کرتے ہیں سے

خواہم بشدا ز دیدہ دریں فکر جگر سو کا غوش کہ شد منزل و آسایش خوابت

[اس جگہ سو فکری میری آنکھوں سے نیند اڑ گئی کہ تیری نیند کی منزل و آسایش کس کی آغوش میں ہے۔ ان قریبی دنوں میں اس جانب سے کسی دوست کا ایک مکتوب پہنچا ہے کہ (جس میں) آپ کے اطوار کی شکایت ظاہر کی ہے آپ کا نام نہیں لکھا ہے لیکن غالباً آپ کی مخالفت کی ہے اور شکایت بھی مجھ پیش کی ہے، اس کے پڑھنے سے دل بہت رنجیدہ ہوا کہ اس نے آپ سے کیا دیکھا ہوگا جو لکھا ہے اگرچہ ظاہر کو دیکھنے والے لوگ اہل باطن کے متعلق کیا خبر رکھتے ہوں گے لیکن چونکہ طبیعت کو آپ کے ساتھ محبت اور ایک گونہ میلان ہے اور دل آپ کے کمال کا خواہاں ہے (اس لئے) معمولی چیز سے بھی بے چین ہو جاتا ہے اور قلق پیدا ہو جاتا ہے۔ خط لکھنے کے دوران کچھ توجہ آپ کے باطن کی طرف کی گئی حاصل کی ہوئی نسبت سے معمول پایا اور توقع سے زیادہ مفہوم ہوا، کوئی غبار دل میں نہیں رہا۔ الحمد للہ سبحانہ علی ذلک و علی جمیع نعمائے [اس بات پر اور اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں پر اس کی حمد ہے] اہل حقوق کی خوشنودی کے لئے ہرگز کوئی ایسا کام نہ کریں جو کہ مالک حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی ناراضگی کا باعث ہو، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حق تمام حقوق پر غالب ہے اس کے حق کی پوری طرح رعایت کرتے ہوئے دوسروں کے حقوق میں مشغول ہونا چاہئے اپنے اوقات کو مضبوط رکھیں اور اہل غفلت و اہل دنیا کے ساتھ حتی الامکان تعلق نہ رکھیں اور طالبین کے احوال میں اچھی طرح مشغول ہوں کسی کو ضمنی بنانے اور کسی دوسرے شخص کا مرض سلب کرنے وغیرہ کے بارے میں عمدہ چیز بہت (توجہ) کا جمع کرنا اور وحدانی التوجہ (توجہ کی یکسوئی والا) ہونا ہے اور اگر اس قسم کے امور درمیان میں نہ ہوں تو کوئی نقص نہیں ہے اور ولایت اس سے وابستہ نہیں ہے یہ زائد خوبیوں میں ہے۔ والسلام۔

## مکتوب ۲۰۲

حافظ محمد شریف کے نام نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

خدا ہم حافظ چہ اس دور افتادہ کا سلام عاقبت انجام پڑھیں اور دعائے خیر سے (مجھ کو) نہ بھلایا اور اس چند روزہ عمر کو اہم امور میں صرف کریں اور راتوں کو عبادت کرنے اور صبح کے وقت کے رونے کو غنیمت جانیں اور تاریک راتوں کو انوارِ اذکار کے ساتھ روشن رکھیں اور تجارت میں سچ بولنے اور امانت کو

لمحوظ رکھیں! حدیث شریف ان اللہ یحب التاجر الصدوق [بیشک اللہ تعالیٰ سچے تاجر کو پسند فرماتا ہے] آپ نے سنی ہوگی اور عقود فاسدہ دربیہ (فاسد اور سودی لین دین) سے بچتے رہیں اس بارے میں پورا اہتمام رکھیں کہ یہ علماء کی لغزش کا مقام ہے چہ جائیکہ غیر علماء، اس زمانہ میں ایسا کون عالم ہوگا جو ان عقود (بیع و شرا) سے بچا ہوا ہو، الامن عصم اللہ سبحانہ [مگر جس کو اللہ تعالیٰ بچائے]۔ متذین علماء سے ہمیشہ ان عقود کی معلومات حاصل کرتے اور اس محبت کی تحقیق کرتے رہیں اور حق سبحانہ و تعالیٰ سے اس مہلک گرداب سے نجات کے طالب رہیں۔ والسلام علی من اتبع الهدی [ہدایت کی پیروی کرنے والے پر سلام ہوا]

## مکتوبات ۲۰۳

ارشاد پناہ میر محمد نعمان کنا فدا و بقا کے پیچیدہ اسرار، قیومیت کے ذائق اور انسان کامل کی جامعیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى! لے نقابت دستگاہ! انسان کامل کی جامعیت کے بارے میں کچھ تحریر کیا جاتا ہے غور سے سنیں، کوئی عارف فنائے کامل کے بعد جو کہ حقیقتِ عدمیہ کہ اس کی انا کا مورد ہے کے دور ہو جانے سے وابستہ ہے جب اسم الہی جل شانہ کے ساتھ بقا پیدا کرتا ہے اور حقیقتِ ثبوتیہ حقیقتِ عدمیہ کی جگہ لے لیتی ہے تو اس میں تدبیر و تصرف کرنے والا وہی اسم ہوگا اور وہ اسم کے اوصاف کے ساتھ منصف و آراستہ ہو جائے گا اور اس اسم کی حیات و علم و سمع و بصر و کلام و ارادہ و قدرت کے ساتھ حی و عالم و قادر و سمیع و بصیر و نیکم ہو جائے گا کیونکہ ہر اسم الہی جل سلطاناً اسماء و صفات کو متضمن ہے اور چونکہ وہ اسم دوسرے اسم کا ظل ہے اور اس اسم کی جزئیات میں سے ایک جزئی ہے (اس لئے) عارف ظل کی راہ سے اصل کے ساتھ مل جائے گا اور اسم سابق کی طرح اسم لاحق کے اوصاف کے ساتھ منصف ہو جائے گا اور پھر اُس اصل سے اس (اصل) کی اصل کے ساتھ ملتی ہو جائیگا اور دوسری اصل سے تیسری اصل اور تیسری سے چوتھی اور پانچویں اصل تک انی ماشاء اللہ تعالیٰ (اور اس سے آگے جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے گا) متحقق ہو جائے گا اور چونکہ ہر اسم کو دوسرے اسم کے ساتھ ایک مشارکت (اس لئے) مابہ للاشترک (جزو شترک) کی راہ سے دوسرے اسم کے ساتھ بھی جو کہ اس (اسم) کے اصول سے مختلف ہیں بقا حاصل کر لے گا اور یہ تمام بیشتر لور لا تعداد اسماء عارف کے اجزا کی مانند ہو جائیں گے یہاں تک کہ وہ حضرت ذات تعالیٰ و تقدس تک پہنچ جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی عادت جاری ہے کہ صدیوں کے بعد

ہزاروں میں کسی ایک کو بقائے ذات کے ساتھ مشرف کرتے ہیں اور اس مرتبہ مقررہ سے اس عارف کو ایک ذات جو کہ بچپنی سے کچھ حصہ رکھتی ہے عطا فرماتے ہیں جو کہ عارف کی کنہ (حقیقت، ماہیت) ہوتی ہے اور اور یہ تمام اوصاف اُس ذات کے ساتھ قائم ہوتے ہیں بلکہ افرادِ عالم بھی اس ذات کے ساتھ قائم ہوتے ہیں کیونکہ افرادِ عالم اس کے بالمقابل ہیں، چونکہ اسما و صفات کے مظاہر ہیں (اور) کوئی ذات ان میں کائن (کار فرما) نہیں ہے اس لئے وہ عارف خلیفۃ اللہ ہونے کے حکم سے قیومِ عالم ہو جاتا ہے اور وزیر کا حکم حاصل کر لیتا ہے۔ فَاَنْظُرْ اِلٰی اٰثَارِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا [پس تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانیوں کی طرف دیکھ کہ وہ زمین کو اس کے مردہ ہوجانے کے بعد کس طرح زندہ کرتا ہے]۔ اس وقت وہ ذات حقیقتِ ثبوتیہ کی جگہ قائم ہو جاتی ہے اور مدبر و متصرف (تدبیر و تصرف کرتے والی) ہو جاتی ہے۔ یہاں سے اس عارف کی جامعیت کو سمجھنا چاہئے کہ تمام افرادِ عالم اس کے مقابلہ میں حقیر جزیر کا حکم (بھی) نہیں رکھتے قطرہ کو دریا کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہے اور ان (افرادِ عالم) کو اس (عارف) کے ساتھ وہ (نسبت) بھی نہیں کیونکہ اوصاف کو ذات کے ساتھ لاشیٰ اور مستہلک ہونے کی نسبت ہے، ذکر کرنے کے وقت گویا وہ کسی ہزار زبانوں کے ساتھ ذکر کرتا ہے، ہر ایک اسم اپنی زبان کے ساتھ ذکر ہے اور عارف ان سب کے کل کی جگہ ہے اور تخریم (نماز کی نیت) یا نہ ہونے کے وقت گویا کسی ہزار اشخاص تخریم باندھتے ہیں اس کے بعد یہ سب اشخاص قرابت کرتے ہیں اور کوع و سجود میں جاتے ہیں اور اس عالم امکان کے حقائق میں سے اکثر بھی عارفِ مذکور کے ساتھ ان امور میں شریک ہو جاتے ہیں۔ دوسرے لوگ ایک زبان کے ساتھ ذکر ہیں اور وہ بھی چونکہ نفسِ امارہ کی انانیت (میں پن) سے پاک نہیں ہے (اس لئے) وہ ذکر بھی اُسی (لوگوں) کی طرف ٹوٹنے والا ہے اور بارگاہِ قدس کے لائق نہیں ہے اور یہ عارف چونکہ انانیت سے رہائی حاصل کر چکا ہے (اس لئے) ہزاروں زبان کے ساتھ ذکر ہے اور کسی میں بھی خود درمیان میں نہیں ہے۔ ظاہر ہیں عوام ان دونوں کو ذکر و عابد جانتے ہیں اور فرق کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں بلکہ عارفِ کامل طور پر حضور ہو گیا ہے اور وہ غفلت میں بھی حاضر ہے کیونکہ علمِ حضوری میں کسی وقت بھی غفلت نہیں پائی جاتی اور غافل لوگ اس سے غافل ہیں، پس عارفِ مذکور غفلت میں بھی حضور کے ساتھ ہے اور دوسرے لوگ عین حضور میں بھی غافل اور دور میں پلما مر (گذشتہ بیان کی وجہ سے) اور نیز ان کے حضور کی انتہا حصول میں ہے اور حصولِ عینِ غفلت ہے اور عوام ان لوگوں کو حاضر و ذکر جانتے ہیں اور اُس کو غافل ہدایم اللہ سبحانہ سوا الصراط [اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے] سے

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز بسوخت عقل ز حیرت کہ این چه بوالعجبی است  
 (پری نے چہرہ چھپایا اور دیو کرشمہ دناز میں مصروف ہے، حیرت سے عقل جل گئی کہ یہ کتنی عجیب بات ہے)۔



ایک نکتہ ہے گوش ہوش سے سنیں کہ جب عارف اپنے آپ کو کلمہ انا میں بن کے اطلاق سے  
 اور بری کرتی ہے اور نفس بارہ کی انانیت سے پوری طرح رہائی حاصل کر لیتا ہے تو ہل جزاء  
 لے احسان الا احسان (یہ احسان کی جزا احسان کے سوا کچھ اور ہے) کے مطابق معشوق کا احسان  
 پچھتا ہے اور اس گم شدہ کو اپنی انیس جگہ دیتا ہے اور وہ عاشق صادق غیرت کی کاشاکش سے چھوٹ کر  
 معشوق کی انا کے خلوت خانہ میں آرام پاتا ہے، اس گروہ کی ایک جماعت ہے جو چاہتی ہے کہ  
 معشوق کو اپنی انیس سمولے اور اپنی انا کے خرابے اور ویرانے میں مطلوب کو اتارے اور اس کے ساتھ خوش  
 لہ جائے، وہ نہیں جانتے کہ انہوں نے مطلوب کے ظلال میں سے ایک ظل کے ساتھ آرام حاصل کیا ہے

اس بے پایاں ذات سے سولے نمونہ کے کچھ حاصل نہیں کیا ہے  
 تراز خوبی می گنجی بعالم مرابہ گز کجا گنجی در آغوش

[جب تو خوبی کی وجہ سے عالم دنیا میں نہیں سماستا تو میری آغوش میں سما کہاں سما سکتا ہے]

ہم اصل بات بیان کرتے ہیں، جو ذات کہ عارف کو خوشی گئی ہے چونکہ وہ بچو پی سے کچھ حصہ

تھی ہے اس کی جامعیت ظاہری نگوہ میں چون کے درج میں نہیں آتی، لیکن حقیقت میں ہم اسرار و

تذات سے جو کہ عارف کے اجزائی مانند ہو گئے ہیں زیادہ جامع ہے، اس جامعیت کو اس جامعیت

دے ساتھ کچھ بھی نسبت نہیں ہے اور اس کے مواجے میں رائے نمونے کا حکم رکھتی ہے سبحان اللہ و بحمدہ

میں قسم کی وسیع منکنت کو حقیر شخص کی صورت میں ظاہر کیا گیا ہے اور ملک و ملکوت کے ان تمام خزانوں

کو اس طرح کے بے قدر و قیمت ویرانے میں ودیعت فرما دیا گیا ہے اور ان سب بے رنگ حسن و جمال او

کیا بے کیف انوار و اسرار کو اس ظلمانی ڈھانچہ میں جو کہ ذلیل (گند) پانی سے پیدا ہوا ہے پنہاں کر دیا گیا ہے۔

وَمَا ذَلِك عَلَى اللَّهِ بَعِزٌ بَرٌّ [اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے] اور اس پنہاں کرنے میں حکمت

تلاوا اختیار (آزما نا اور جانچنا) لِيَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ [تاکہ ناپاک کو پاک سے الگ کرے] جس شخص کی نظر

لذ نے عارف کے باطن و حقیقت میں نفوذ کیا اس کی برکات سے وہ پُر اور سیراب ہو گیا اور جس کی نظر اس

کی صورت پر ہی ٹھہری رہی اور اس نے اپنی بے حقیقت صورت کی طرح تصور کیا وہ اس کی برکات سے

محروم رہا اور ابدی خسارہ کے ساتھ داغدار ہو گیا اس نے یہ نہیں جانا کہ یہ عارف کا مل طور پر مغز ہے

کہ کوئی چھلکا درمیان میں حائل نہیں ہے اور اس کی چھلکا ہونے کی صفت پوری طرح مغز میں تبدیل

ہو گئی ہے اور دوسرے سب لوگ بے مغز چھلکا ہیں لیکن اس تبدیل شدہ چھلکے کو چونکہ اس کے چھلکے والے

جسم پر باقی چھوڑ دیا گیا (اس لئے) ہر وقت بے مغز چھلکے کے ساتھ ظاہری مشارکت رکھتا ہے اور اس ظاہری

مشارکت کے ساتھ کہ جسمانی قید سے وابستہ ہے جو کہ جسم کے ٹوٹنے کے بعد باقی ہے مجبوروں کی آنکھ میں خاک ڈال کر اپنے دوستوں کو بخود کر کے اپنے ساتھ رکھتا ہے، اولیائی تخت قبائی لایعرفہم غیری [میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں ان کو میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا] قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي اَدْعُو اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنْ اَتَّبَعَنِيْ وَتَبِعَنِيْ اللّٰهُ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۗ [آپ کہہ دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ تعالیٰ کی طرف اس طرح پر دعوت دیتا ہوں کہ میں و میرا اتباع کرنا اور اللہ سے ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں]۔

## مکتوبہ سب

اسد اللہ بیگ کے نام ممکن کے فقرا اور واجب تعالیٰ عزوجل کے غنا کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنْحَضَتْ صَلٰی اللّٰهِ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلْمِ کَے طفیل جو کہ کمال عبودیت کے ساتھ متحقق ہیں اور جنہوں نے ربوبیت کے اسرار کو ظاہر فرمایا ہے نیستی و بندگی کے حُسنِ جمال کو (آپ کے) باطن کے آئینے پر جلوہ گر کرے اور ہمسری و خداوندی کے دعوے سے نجات و رہائی دے، بندہ بندگی کے احکام میں جتنا زیادہ پختہ ہوگا اور ذاتی نیستی اور پیدائشی فقر کی دید اس پر حسب قدر غالب ہوگی، ہستی اور کمالات و خوبی کا ظہور اس کے حق میں اسی قدر زیادہ ہوگا اذ بندہ ہائتین الاشیاء [کیونکہ چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں] حُسن و جمال و غنا اور تمام کمالات کا بوجہ کمال ہونا ذات لم یزل ولا یرال (اللہ تعالیٰ) کا خاصہ ہے، عجز و نیستی و احتیاج و ذلت و فقر و نقص تجھ میں ہونا چاہئے تاکہ اُس کا ظہور اس کے ساتھ ہو، اُس نے مخلوق کو ذلت و نیستی اور احتیاج کی صفت کے ساتھ پیدا کیا اور اپنے وجودی کمالات کا کچھ پر تو بھی اس میں پنہاں فرمایا، جس شخص نے اپنے آپ کو اس عاریتی کمال اور نمود بے بود کے باوجود کامل و خیر خیال کیا وہ نفسِ امارہ کی قید میں پھنس گیا اور قرب کی سعادت سے محروم ہو گیا اور بعد (دوری) و حریان (بے نصیبی) کے دارغ میں گرفتار ہو گیا پس اس کے لئے پوری طرح ہلاکت ہے اور جس شخص نے عاریتی کمالات کو اس کے اہل کے سپرد کیا اور اپنے ذاتی فقر و نیستی کی دید کے ساتھ متحقق ہوا اُس نے قرب وصال کی دولت کی طرف ہدایت پائی اور اس نے نیستی کے حال کے ساتھ ہستی کو شکار کیا اور ذلت کی راہ سے عزت کے مقام پر پہنچ گیا پس اس کے لئے شادمانی و خوشخبری ہے اور اس کی پیدائش سے جو کچھ مقصود تھا وہ اس نے پورا کر دیا اور نعمت اس کے حق میں پوری ہو گئی۔ اَوْ مِّنْ کَانَ مِیْتًا فَاجِیْنٰہُ وَجَعَلْنَا لَہٗ نُورًا یَّمْشٰی بِہِ فِی النَّاسِ ۗ اَلَا یَا اَیُّهَا الشَّخْصُ جُورَہُ تَخَا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس

نور پیدا کیا کہ وہ اس نور کے ساتھ لوگوں میں چلتا ہے اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جس کا عالم یہ ہے کہ ظلمات میں مبتلا ہے جس سے وہ ہرگز نکلنے والا نہیں [یہ آیت کریمہ اس شخص کے حال کو بیان کرتی ہے اور حدیث من قتلته فانادیتہ [جس شخص کو قتل کروں تو اس کی دین داخوینہا میں ہی ہوں] اس کی شان کو ظاہر کرتی ہے اور یہ کمال سید کوئین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع کامل پر موقوف ہے۔ اللہم ادرزقنا کمال متابعتہ و الثبات علیٰ محبتہ و یرحم اللہ عبدا قال امینا و [اے اللہ! ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی اور آپ کی محبت پر ثابت قدمی مرحمت فرما اور اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے آمین کہی]۔

## مکتوب ۲۰۵

میرزا امان اللہ برہانپوری کے نام حق سبحانہ و تعالیٰ کی وراثت اور ولایات ثلاثہ صغریٰ و کبریٰ علیا کے بعض کمالات و کمالات نبوت اور جو کمال کہ اس سے اوپر ہے ان سب کے مجمل و مختصر بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً للہ اولاً و آخراً و مصلیاً علی رسولہ محمد و آلہ دائماً و سرمداً اما بعد، صحیفہ شریفہ نے مشرف کیا آپ نے روشن احوال اور بلند واقعات کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا اس نے باطنی ذائقے اور عقلی (ذہنی) لذتیں بخشیں اللہ تعالیٰ مزید و مزید عطا فرمائے اور نور علی نور کرامت فرمائے اور دوستوں کے جو حالات و واقعات آپ نے لکھے تھے ان کے مطالعہ سے بھی حظوظ حاصل ہوئے: اللہم اکثر اخواننا فی الدین و ثبتنا و ایاہم علی متابعتہ سید المرسلین علیہ و علیہم الصلوٰۃ و البرکات الی یوم الدین [اے اللہ! ہمارے دینی بھائیوں کو زیادہ کر دے اور ان کو ادرہم کو سید المرسلین جن پر ناقیاً اقامت اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں گی متابعت پر ثابت قدم رکھ] امید ہے کہ اسی طریق پر دور افتادہ دوستوں کو یاد کرتے رہیں گے اور تازہ کیفیات و واردات (کی اطلاع) ارسال کر کے خوشوقت کرتے رہیں گے، ہمت کو بلند رکھیں اور وقائع کو بشرات جانیں جو کچھ بیداری میں حاصل ہو وہ اس شخص کی ملکیت ہے۔

از ہر چہ می رود سخن دوست تو شتر است [دوست کی جو بات بیان کی جائے پسندیدہ ہے] میرے مخدوم! اس فانی دنیا میں ہم سے اور آپ جو کچھ طلب کیا گیا ہے وہ حق جل و علا کی معرفت ہے چونکہ مطلوب حقیقی آفاق و انفس سے ماورایہ ہے اس لئے اس کا طالب جب تک آفاق و انفس سے نہ گزر جائے معرفت کی طرف راہ نہیں پاتا اور آفاق و انفس سے گزرنا ایک وجدانی امر ہے جب تک آدمی اس سے نہ گزرے اس کی حقیقت کو جیسی کہوہ سے نہیں سمجھ سکتا من لم یذق لم یدر [جس نے نہیں چکھا اس نے ہرگز نہیں جلتا]، یہ نسبت عالیہ

نسبت جذبہ و سلوک“ و ”معاملہ دخول و خروج“ و ”اتصال و انفصال“ و ”قرب و بُعد“ و ”غیبت و حضور“ و ”توحید و اتحاد“ و ”لفظ و معنی“ اور ”وہم و خیال“ سے ماورا ہے پس وہ سبحانہ و تعالیٰ و راء الوزار ثم و راء الوزار ہے اور یہ وراثت (ماورا ہوتا) قرب کی جانب میں ہے نہ کہ بُعد کی جانب میں، ہر اس چیز سے جو کہ تصور کی جاسکتی ہے حتیٰ کہ اس شخص کی ذات سے (بھی) نزدیک تر ہے مشکل ہے کہ محدود عقل اس کا پتہ لگا سکے اور وہم و خیال اس کو محال جانتا ہے اور اپنے آپ سے نزدیک تر تصور نہیں کر سکتا، وراثت کا بُعد کی جانب ہونا وہم کی جولا نگاہ ہے، فالحق تعالیٰ اقرب فی الوجود و ابعد من الوجدان [پس حق تعالیٰ وجود میں اقرب اور وجدان سے ابعد ہے] یہ کمال ولایت کبریٰ کے کمالات میں سے ہے جو کہ انبیاء علیہم الصلوٰت والبرکات کی ولایت ہے اور ولایت صغریٰ جو کہ اولیاء کی ولایت ہے قرب کے مراتب میں منحصر، کیونکہ قرب کی غایت (انتہا) متحد ہونا اور دینی کارِ رفع ہونا ہے اقربیت کا معاملہ اس سے زیادہ نازک ہے اور اتحاد سے گزر جانا چاہئے تاکہ اقربیت رونما ہو، مع

لذتِ عَشْرِ شَاسِی بَخْرَاتِ نَہِ چَشْمِ [خدا کی قسم، جب تک تو شراب کو نہیں چکھے گا اس کی لذت، کونہیں پہچانے گا] عالم امر کے کمالات اس جگہ ختم ہو جاتے ہیں اور اطمینانِ نفس کی حقیقت اس مقام میں حاصل ہو جاتی ہے اور ولایت کبریٰ سے گزرنے کے بعد ولایت علیا ہے جو کہ ملارِ اعلیٰ علی نبیاء و علیہم الصلوٰت والبرکات کی ولایت ہے اور اس ولایت کے کمالات سے کامل حصہ عنصرِ خاک کے سوا باقی تین عناصر کے لہر ہے کیونکہ اس عنصرِ پاک (خاک) کا حصہ کمالاتِ مرتبہ نبوت سے ہے، ان تینوں ولایتوں (ولایت اولیاء و انبیاء و ملائکہ علیہم السلام) سے گزرنے کے بعد کمالاتِ انبیاء علیہم الصلوٰت والبرکات میں سیر شروع ہوتی ہے جو کہ اصالت کے طور پر انبیاء علیہم البرکات والصلوات کا حصہ ہے اور تبعیت کے طور پر ان کے وارثین کو (بھی) اس سے حصہ ملتا ہے، اس مقام میں عارف صورتِ شریعت سے حقیقتِ شریعت کی طرف ترقی کرتا کر اور صورتِ اعمال سے حقیقتِ اعمال تک پہنچتا ہے پہلے ترقیاتِ اعمال کی صورت کے ساتھ وابستہ اور ان کا نتیجہ تھیں اور اس مقام میں عروج (ترقی) اعمال کی حقیقت کے ساتھ وابستہ ہے اور (عارف) حقیقت کے ثمرات و نتائج حاصل کرتا ہے یہاں سے کمالاتِ ولایت اگرچہ وہ ولایت انبیاء علیہم الصلوٰت التسلیمات ہی کی ہو اور کمالاتِ نبوت میں فرق معلوم کر لیجئے کہ صورتِ حقیقت کے مقابلہ میں کیا قدر و اعتبار ہے پس ہر ایک کے نتائج بھی اسی انداز پر ہوں گے اور اس حالت کے گزر جانے کے بعد ایک ایسا معاملہ پیش آتا ہے کہ جو ارح (اعضا) و قلوب کے اعمال اس مقام میں اثر نہیں رکھتے اور صورت و حقیقت (دونوں) راستہ میں رہ جاتی ہیں، ترقی اور کمالات کا افاضہ (حاصل ہونا) اس مقام میں محض فضل و احسان کے ساتھ

مستجاب ہے، یہ نہ کہا جائے کہ اس وقت میں عارف کا شریعت سے استغنا لازم آتا ہے اور (حالانکہ) کوئی  
 شخص کسی وقت میں بھی شریعت سے مستغنی (بے نیاز) نہیں ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ جو کچھ ممنوع ہے وہ  
 فی الواقع ایف شریعت کا ساقط ہونا ہے اور یہ غیر واقع ہے کیونکہ کامل عارفین (بھی) عوام کی طرح ہمیشہ  
 لغاتہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں اور اوامر کے بجالانے اور نہیات سے بچنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رکھتے، اس  
 کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ شریعت معاملہ کی اصل و بنیاد ہے اور اصل و بنیاد کی ہر وقت ضرورت ہوتی ہے  
 تخریج خواہ کتنا ہی بلند ہو جائے اور عمارت خواہ کتنی ہی اونچی چلی جائے بجز اور بنیاد سے چارہ نہیں  
 رہتی، یہ معاملہ بالاصالت انبیاء و اولوالعزم علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہے اور  
 ان کا برکتی تبعیت (پیروی) کے طفیل میں دیکھئے کس کو اس دولت سے نوازتے ہیں اور جب معاملہ  
 فضل و کرم کرنا سے اوپر چلا جاتا ہے تو کمالات کا افاضہ اس مقام میں محبت ذاتیہ کی راہ سے  
 ہوتا ہے اور محبت میں دو کمال ہیں محبت ذاتیہ جو کہ بالاصالت حضرت کلیم (موسیٰ) علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 اور محبوبیت ذاتیہ جو کہ بالاصالت حضرت خاتم الرسل و شفیع الامم علیہ و علی جمیع الانبیاء  
 و الرسل اتباعہم الصلوٰت والتسلیمات والبرکات کا حصہ ہے، معلوم نہیں کون صاحب نصیب ہے کہ ان کے  
 فی القیل ان کے اس کمال سے بہرہ یاب ہو اور ان کے خاص پس خوردہ (جھوٹے) سے کوئی ٹھونٹا نوش کرے۔

در قافلہ کہ اوست دائم نرسم  
 این بسکہ رسد ز دور بانگ جرم  
 (میں میں) میں جاتا ہوں کہ جس قافلہ میں وہ ہے میں وہاں نہیں پہنچ سکتا، یہی کافی ہے کہ دور سے جرم (گھنٹی) کی آواز تک پہنچ رہے  
 مختصر یہ ہے کہ یہ تمام قرب و معرفت کے درجات ہیں جس درجہ سے بھی حصہ عنایت فرمائیں  
 تہ بہت بڑی نعمت ہے اور ہمیشہ آنسو بہاتے ہوئے (گریہ و زاری کرتے ہوئے) گرمیوں کے دسترخوان پر  
 پھینکا آنکھیں لگا دینی چاہئیں اور صاحبان اولش (اہل پس خوردہ) سے ہمیشہ امیدوار رہنا چاہئے۔  
 باکرمیاں کار ہاد شوار نیست (گرمیوں کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہے)  
 چشم دارم کہ دیدار شک مرا حسن قبول آنکہ در ساختہ است قطرہ بارانی را  
 (میں امید رکھتا ہوں کہ وہ (اللہ) جس نے بارش کے قطرے کو موتی بنا دیا ہے میرے آنسوؤں کو حسن قبول عطا فرمایگا)  
 والسلام علیکم و علیٰ اٰلہکم و سلم و التزمنا بحدی و التزمنا بحدی المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات و التزمنا بحدی البرکات العلیٰ۔

مکتوبہ ۲۰۶

حقائق آگاہ خواجہ محمد شمس کشتی کے نام اپنے اور ان قدس سرہ کے بعض کمالات کے تعلق اشارات بارے میں وارد ہوا۔  
 حمد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد حقائق دستگاہ و معارف آگاہ کے خدام سے عرض کرتا ہے  
 کہ اس حدود کے فقراء کے احوال حمد و شکر کے لائق ہیں: **المستول من اللہ سبحانہ و استقامتکم**  
**علی جادۃ شیوخکم ظاہر و باطناً فانہ ملائک الامر و مدار القبوض و بدونہ خراط القناد** [اللہ سبحانہ  
 و تعالیٰ سے آپ کی سلامتی اور آپ کے مشائخ کے راستہ پر ظاہری اور باطنی طور پر استقامت کی دعا کی گئی ہے پس بیشک  
 یہ کام کی اہل اور فیوض کا مدار ہے اور اس کے بغیر سب بیکار درج اٹھانا ہے]۔

۳۸۶

آج اصحابِ بسیار (بائیں ہاتھ والے) چشم براہ ہیں کہ اصحابِ بئین (دائیں ہاتھ والوں) کے  
 اسرار سے آگاہی پائیں اور ان خزانوں سے کوئی موتی حاصل کریں، امید ہے کہ ازراہِ کرم دریغ نہیں  
 فرمائیں گے اور کل پر نہیں چھوڑیں گے اور تلخ دہنوں کو اپنے کریمیانہ دسترخوان کی شیرینی سے نوازیں گے۔  
**در سرم سودائے شیریں دلبرے ست تلخ کا ماں را بشیرینی سرے ست**

[میرے سر میں ایک شیریں دلبر کا سودا ہے، تلخ کاموں کو شیرینی کا ایک جنون ہے]

امید ہے کہ جب اہلِ یساری آئے گی اور اس عالم کا معاملہ ظاہر ہوگا سب اس بات کی  
 تمنا کریں گے کہ ان کے راستہ کی گرد کو اپنی چشم بصیرت کا سرمہ بنائیں اور ان کے حُسن کے دسترخوان کے  
 نمک کا ایک ذرہ طلب کریں۔

**آن دارد آن نگار کہ آنست ہرچہ ست آنرا طلب کنید حریفان کہ آن کجاست**

[وہ نگار (معشوق) وہ کیفیت رکھتا ہے کہ جو کچھ بھی ہے میں وہی ہے، اے ہم مشروب! اس کو طلب کرو کہ وہ کہاں ہے]

مختصر یہ ہے کہ الحسنة بعشرة امثالها بل تسعمائة [ایک نیکی کا دس گنا بلکہ نو سو گنا اجر ملتا ہے] مسلمہ فیصلہ ہے  
 اس کے بموجب جو کچھ ہو سکے ایثار کریں اور بخل نہ کریں۔ **وَتُؤْتُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ  
 خَصَاصَةٌ** [وہ ان کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو] ورنہ اصحابِ بسیار حَسْبِيَ اللَّهُ  
 [اللہ تعالیٰ میرے لئے کافی ہے] کہتے ہوئے صباحت کی نعیم (نعمت و راحت) اور قَلَّتْ رِزْقِي (فقیل ہونے) کے  
 سرچشمہ سے ملاحظت کی نسیم اور محبت کے گھونٹ پر کفایت کر لیں گے۔

۱۵۹

**هنيئاً لارباب النعيم نعيمها وللعاشق المسكين ما يتجرع**

[نعمت والوں کو ان کی نعمتیں مبارک ہوں اور غریب عاشق کیلئے جو گھونٹ دو گھونٹ وہ پیتا ہے وہی کافی ہے]

**والسلام اولاً و آخراً**

۴

# مکتوب ۲۰۷

شیخ عبداللطیف شکر خانی کے نام و عطا و تذکیر اور نضاح کے بیان میں تحریر فرمایا۔  
 حمد و صلوة کے بعد یہ محب اپنے لئے اور تمام دوستوں کے لئے اکمل المکونات (محمد مصطفیٰ)  
 علیہ افضل الصلوات و اشمل التحیات و التسلیمات و اتم البرکات کے ابتداء سنن کے طفیل آفات و نجات  
 اور تعلقات سے تخلیہ (خالی ہونا) اور قیودات سے قطع تعلق اور سفلیات (پستوں) سے بلندیوں کی  
 طرف اور بلند درجات سے بارگاہِ صفات کی طرف اور ان سے ذات کی بلند بارگاہ کی طرف تخلص و منتقل  
 ہونا کی دعا کرتا ہے۔ بھائیوں (دوستوں) سے امید ہے کہ وہ ہوا و شیطان کے ابتداء کے باعث لقائے  
 رحمن کو فراموش نہ کریں گے اور صحت و امن کے زمانہ کو اللہ المنان کے ذکر کی کثرت کے ساتھ عنیمت جانیں گے  
 اور کچھ وقت قرآن مجید کی تلاوت کے لئے مقرر کریں گے اور ان (برادران) کو جان لینا چاہئے کہ نفس  
 بکثرت برائیوں کا حکم کرنے والا ہے اور دنیا ایک بہت بڑی جادوگر محبوبہ ہے اور اس کی لذتیں پسندیدہ  
 ہیں اور آخرت فراموش کی ہوئی چیز ہے اور اس کی نعمتیں پوشیدہ ہیں اور شیطان نقد (حاضر فائدہ) سے  
 کو رواج دیتا ہے اور مفلسی و محتاجی سے ڈرتا ہے، تو کیا عاقل کو خبر نہیں کہ بیشک دنیا عاجلہ (جلدی  
 ملنے والی) ہے اور اس کا متاع فانی ہے جو واپس نہیں آتا اور آخرت کا فائدہ باقی ہے فوت ہونے والا  
 نہیں ہے **كُلُّ اَمْرِئٍ يَوْمَئِذٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ** (آج کے دن ہر شخص اپنے اعمال کے ساتھ گروی دیکھنا ہوا) گنا  
 اپنے جوڑے (دوست) کے ساتھ ہمیشہ رہتا ہے (وہ ساتھی) یا تو شیطان لعین ہے یا حور عین ہے تیرے  
 اعمال پر فریاد ہے پھر اس چیز پر فریاد ہے جس کو تو نے تزیح دی ہے تو نے تین چیزوں کو تین چیزوں پر  
 تزیح دے رکھی ہے تو نے تعب نفس و شغل قلب اور ثقل حساب کو راحت نفس و فراغ قلب اور خفت  
 حساب پر تزیح دی ہے، تو فانی جسم کی تعمیر میں مشغول ہے اور ظالم نفس کا پیٹ بھر رہا ہے، بارگاہ  
 سبحانی کی جانب روحانی توجہات کرنے کو فراموش کر دیا ہے، تو نے اپنے قلب کو فانی چیزوں کی یاد اور  
 ان کی لذتوں سے پُر کر دیا ہے اور ابھی تک تجھ کو تیری آرزو میں حاصل نہیں ہوئی ہیں، عقلمند سے یہ بات  
 تعجب خیز ہے کہ وہ امورِ عاجلہ (دنیاوی کاموں) میں تو تدبیر کا اہتمام کرے اور آخرت کے امور کو تقدیر کے  
 سپرد کر دے، کیا اس کو اس بات کا یقین نہیں کہ امورِ دنیا کی تدبیر ہی تدبیر کو ساقط کر دینے اور امورِ آخرت  
 میں کوشش کرنے اور کوتاہی کو ترک کرنے میں ہے، کیا اس نے یہ نہیں سنا کہ دنیا کی ہر حاجت کو ترک کرنا ہی

اس کا پورا ہونا ہے (اور آخرت کی حاجتوں کا پورا ہونا ان کو حاصل کرنا ہے) پس اس شخص کے لئے ہلاکت جو دارالغرور (دنیا) کے ساتھ مطمئن ہے اور اس پر خوشی کے ساتھ فریفتہ ہے قبور کی وحشت اور یوم (قیامت) کی شدت کو بھول گیا ہے اور باطل میں ڈوبا ہوا ہے اور کتاب مسطور فی رق منشور ہے (اس کتاب سے جو کشادہ اوراق میں لکھی ہوئی ہے) اعراض کر رہا ہے اور ولعب کی طرف چل رہا ہے اور بیت المعمور کی طرف نہیں چلتا، اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا ابْعَثْنَا فِي الْقُبُورِ وَحْصِلَ فَا فِي الصُّدُورِ اَنَّا نَكْتُبُ يَوْمَئِذٍ نَجْوَاهُ [کیا اس وقت کو انسان نہیں جانتا جبکہ قبروں سے مردوں کو اٹھایا جائے گا اور ان بھیدوں کو جو سینہ چھپے ہوئے ہیں ظاہر کیا جائے گا، بیشک ان کا رب اس دن ان کے احوال سے باخبر ہے] والسلام علی من اتبع الهدی

## مکتوبات ۲۰۸

محمد یوسف خادم کے نام حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہ) کے مکاشفہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ حامداً ومصلياً، ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بعض

ظاہری تفرقوں (عدم حضور) سے جو کہ باہم زندگی بسر کرنے اور مل جل کر رہنے کے لئے لازم ہے تنگ آگے تو خلوت و گوشہ نشینی کا قصد کیا، فرماتے تھے کہ میں نیت کی تصحیح اور جگہ کے تعین کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا اور تضرع کر رہا تھا، اس اثنا میں اس طرح ظاہر کیا گیا کہ اچھا اور پسندیدہ و زیادہ مناسب و لایق وہی طریقہ ہے کہ جس پر تو ہے نہ کہ گوشہ نشینی و خلوت گزینی۔ اس دوران میں سرشار نظر پڑی، میں نے دیکھا کہ گویا یہ مقام ایک گہرا کنواں ہے اس کنوئیں سے کوئی چیز باہر نہیں آتی پس سمجھ لیجئے، والسلام علی سیدنا محمد و آلہ وصحبہ

## مکتوبات ۲۰۹

۳۸۸

میرزا اسماعیل خان بیگ کے نام نصیحت اور طریقہ قلبیہ نقشبندیہ قدس سرہ اور باہم کی تعریف میں تحریر فرمایا۔

میرے محترم! دنیا دارِ عمل اور کاشتکاری کی جگہ ہے، عیش و فراغت دارِ آخرت کے لئے تیار کی گئی

مقبول بندہ وہ ہے جو کہ اس چند روزہ زندگی کو طاعات کے وظائف سے آباد رکھے اور غفلت کے ساء

نہ گزارے اور عیش و آرام میں مشغول نہ ہو کیونکہ اس کا نتیجہ آخرت میں بے فائدہ حسرت و تدامت کے سو

نہیں ہوگا، قلبی ذکر کی اس قدر پابندی کرنی چاہئے کہ وہ دائمی ہو جائے اور دل کی صفت لازمہ بن جائے



جیسا کہ سناکان کی صفت اور دیکھنا آنکھ کی صفت ہے اور یہ بات طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں آسان عمل کے ساتھ میسر ہے کیونکہ ان بزرگواروں نے سیر کی ابتداء عالم امر سے کی ہے اور اس کی نہایت کوہدایت (ابتداء) میں درج فرمایا ہے پس طالب صادق کو اس طریقہ عالیہ کا اختیار کرنا اولیٰ واسبب ہے اور نیز اس طریقہ کے اکابر نے سنت کے اتباع اور بدعت سے اجتناب کو اختیار کیا ہے جو کہ برکات کا ثمرہ عطا کرنے والا اور محبت ذاتیہ کا نتیجہ دینے والا ہے جو کہ اہل سلوک کا بلند ترین مقام ہے آیت کریمہ قُلْ اِنَّ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا) اسی معنی کی شاہد ہے، والسلام اوّلًا وَاخِرًا

## مکتوبات

میرک عباد اللہ وند فاضل محمد زاہد کالمی کے نام علم کے دو قسم میں منقسم ہوتے اور جو علم واجب سے

تعلق رکھتا ہے اور جو علم ممکن سے تعلق رکھتا ہے ان دونوں میں تمیز کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله رب العالمين والسلام على سيد المرسلين والواجمعين، علم جو کہ انکشاف سے تعبیر کیا

جاتا ہے دو قسم پر ہے، ایک قسم یہ ہے کہ انکشاف کے ساتھ احاطہ بھی ہو اور دوسری قسم یہ ہے کہ محض انکشاف

ہو اور احاطہ نہ ہو، جو علم ممکن کے ساتھ تعلق رکھتا ہے وہ قسم اول میں داخل ہے اور جو علم واجب سے متعلق ہے

وہ دوسری قسم کا ہے اور اس (دوسرے) علم کو ادراک بسیط کہتے ہیں اور عدم احاطہ کی علامت (دشائ)

یہ ہے کہ کیفیت ادراک میں نہ آئے اور رویت اخروی (آخرت میں دیدار الہی ہونا) علم کی قسم ثانی کے مماثل

رہتا ہے کہ وہاں کیفیت معلوم ہوتے بغیر محض انکشاف ہے اور (کیفیت) معلوم بھی کیسے ہو کہ اُس

تعالیٰ شانہ و عزیزانہ کی بارگاہ میں کوئی کیفیت نہیں ہے (یعنی کیفیت سے منزہ و پاک ہے) والسلام

## مکتوبات

میر محمد خافی کے نام نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم الله الرحمن الرحيم حامدا ومصليا، برادر عزیز! وقت بہت ہی عزیز ہے، نہایت عزیز

اور اشرف چیز میں صرف ہونا چاہئے اور وہ (چیز) مولائے حقیقی جل شانہ کی عبادت اور اس کے پسندیدہ

کاموں کو بجالانا اور شرعی محرمات و ممنوعات سے اجتناب کرنا ہے، مالک حقیقی کی طاعت و قربانیداری کی لذت کو محرمات کی لذت سے زیادہ جانتا چاہئے، کونسی نعمت اس سے زیادہ خوشگوار ہے کہ نعمتوں کا مالک جیل و علا اس شخص سے اور اس کے عمل سے راضی ہو جائے اور اس سبحانہ و تعالیٰ کی تاراضگی سے زیادہ اور کونسا رنج و غم ہے، وصال کی لذت جناتِ نعیم کی لذتوں سے زیادہ ہے اور جدائی کا غم دوزخ کے عذاب سے بدتر ہے، فطوبی للموفقین وویل للمسفوقین [پس توفیق یافتہ لوگوں کیلئے عیش ہے اور نال مٹول کرنے والوں کے لئے افسوس ہے] والسلام اوکلا واکرا۔

## مکتوب ۲۱۲

ملائی محمد مفتی پشاوری کے نام عزائم امور (اہم کاموں) پر رہنمائی کرنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔ میرے مخدوم! آپ نے عظیم کام سامنے رکھا ہے اور بڑی خدمت کو اختیار کیا ہے اس کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا خصوصاً زمانہ کے اس حصہ میں بہت ہی مشکل ہے، کمال درجہ کا علم و دانش اور بہت زیادہ تقویٰ دیندار کا اور حکام و اہل اقتدار کی موافقت اس بزرگ کام میں درکار ہے، اہل زمانہ کے دل میں اس قدر سستی جاگزیں ہو گئی ہے کہ امر وہی کو ان کے سامنے بیان کرنا بہت دشوار ہے ڈرتے اور کانپتے رہنا چاہئے ظہر المفتی جبر جہنم [مفتی کی بیٹھ جہنم کابل ہے] آپ نے سنا ہوگا۔ حدیث اجراکم علی الفتویٰ اجراکم علی النار [تم میں سے فتویٰ پر زیادہ جرات کرنے والا دوزخ پر زیادہ جرات کرنے والا ہے] آپ کے کانوں تک پہنچی ہوگی عقلمندوں سے تعجب ہے کہ اس قسم کے نازک کام میں داخل ہوتے ہیں بظاہر ان کی نیت نیک ہوگی اگرچہ ہم نہیں جانتے، اپنے اہل و عیال کی خوراک کے لئے کوئی عقلمند جائز نہیں سمجھتا کہ اس طرح کی عظیم ہلاکت میں اپنے آپ کو ڈالے، کوئی اور بات ہوگی، اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔ رَبَّنَا لَا تُزِمْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ [اے ہمارے پروردگار! جبکہ تو نے ہمیں ہدایت دی ہے تو اب ہمارے دلوں کو کچھ نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما بیشک تو بہت عطا کرنے والا ہے]۔

## مکتوب ۲۱۳

حاجی محمد عارف کے نام رجائتِ لامیتِ لطائفِ عالمِ امر اور ان کے مناسب امور اور لطائفِ عالمِ خلق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى، برادر گرامی حاجی عارف کے مکتوب مرغوب نے  
 پہنچ کر خوشوقت کیا، حق سبحانہ و تعالیٰ ہمیشہ ترقیات کے دروازے کھلے رکھے اور اپنی مرضیات کے کسب کے  
 ساتھ سر بلند کرے، آپ نے فنائے لطائف حاصل ہونے کے بارے میں لکھا تھا حمد اللہ سبحانہ علیٰ ذلک  
 اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔

آپ جان لیں کہ ولایت کے پانچ درجے ہیں جو کہ عالم امر کے پانچ لطائف کے طے کرنے اور ان لطائف  
 سے ہر ایک کے مناسب کمالات تک وصول اور ہر ایک کی فنا و بقا کے حصول سے وابستہ ہیں، اگرچہ  
 نفس ولایت ان لطائف میں سے بعض کی فنا کے ساتھ وابستہ ہے لیکن اس کا کمال لطیفہ اخفی کی فنا پر  
 موقوف ہے، نیز ہو سکتا ہے کہ لطیفہ قلب درص کی فنا حاصل ہو جائے اور ولایت حاصل ہو جائے اور لطیفہ  
 ستر فنا کی دولت سے بے بہرہ ہو، اور فنائے ستر حاصل ہو جائے اور فنائے خفی و اخفی حاصل نہ ہو، جب کل کو  
 (قیامت میں) حقایق اشیاء ظہور کریں گے تو وہ لطیفہ جو اس عالم (دنیا) میں فنا و بقا کو نہیں پہنچا ہے ان  
 ثمرات و نتائج سے جو کہ فنا و بقا پر مترتب ہوتے ہیں بے بہرہ رہے گا اور اس کچے دانے کی طرح رہ جائیگا  
 جو کہ پختہ دیک میں رہ گیا ہو، مَنْ كَانَ فِي هَذِهِ آخِئِي فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ آخِئِي وَأَصْلُ سَبِيلِهِ [جو شخص اس  
 دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا اور راستے سے بھٹکا ہوا ہوگا]

آپ نے لکھا تھا کہ "لطیفہ کے رب (مری) تربیت کرنے والی کی سیرمی واضح ہو گئی، قلب سے کہ  
 جس کا رب (مری) تکوین ہے ظلال تکوین کا دائرہ طے کر کے ذات سے واقف کر آیا گیا، قدرت و ارادت میں  
 بلکہ ذات بحت تک اسی طرح ہوا اور جب سیر علم میں واقع ہوئی تو میں نے دائرہ علم کے عجائب کو پایا کہ تمام  
 اشیاء کو احاطہ کئے ہوئے ہیں الخ۔ میرے مخدوم! آپ نے لطائف خمسہ کے اصول میں سے قلب و روح  
 کی اصل میں جو کہ افعال و صفات زائدہ ہیں سیرمی بابت لکھا ہے اور لطیفہ سیر کی اصل کا بھی جو کہ شیون ایتہ  
 ہے آپ کی عبارت میں احتمال ہے لیکن چوتھے اور پانچویں لطیفہ جو کہ خفی و اخفی ہے کے اصول میں سیرمی بابت  
 آپ نے کچھ نہیں لکھا ہے، ولایت عیسوی لطیفہ خفی سے تعلق رکھتی ہے اور ولایت محمدی علی صابہا و سائر  
 النبیین الصلوات والتسلیمات اخفی سے متعلق ہے۔ جان لیں کہ عالم امر کے پانچوں لطیفوں میں سے ہر ایک  
 لطیفہ کو عالم خلق کے کسی نہ کسی ایک لطیفہ کے ساتھ مناسبت ہے، لطیفہ خفی کو خاک کے ساتھ اور خفی کو  
 آگ کے ساتھ اور ستر کو ہوا کے ساتھ اور روح کو پانی کے ساتھ اور قلب کو نفس کے ساتھ مناسبت ہے جب  
 وہ معاملہ جو کہ لطائف عالم امر کے ساتھ وابستہ ہے انجام کو پہنچ جاتا ہے اور سیران کے اصول اور اصول  
 اصول میں پہنچ جاتی ہے تو عالم خلق کے کمالات اور ان کے اصول میں سیر پیش آتی ہے، لطائف عالم امر کو

کمالاتِ ولایت کے ساتھ مناسبت ہے اور لطائفِ عالمِ خلق کو کمالاتِ نبوت کے ساتھ زیادہ مناسبت ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ ”تحقیق کے ساتھ جو کچھ اس فقیر کے کشف میں آیا ہے کہ (اس) فقیر کا مبداءِ علم ہے اور میں نے اپنے آپ کو علم میں پایا اور میں نے اس علم کو اپنے سر کے اوپر لکھا ہوا دیکھا۔ میرے مخدوم! فقیر نے بھی ایک دفعہ اسی طرح پایا تھا اور لکھا ہوا دیکھا تھا اللہ تعالیٰ اس شانِ عظیم الشان (شانِ علم) سے کامل حصہ عنایت فرمائے۔ آپ نے فقیر زادوں کے بارے میں جو بشارت پائی اور لکھی ہے واضح ہوئی، اس (اللہ سبحانہ کے کرم سے بعید نہیں ہے۔ انہ قریب عجیب [بیشک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے]۔

## مکتوب ۲۱۴

مولانا محمد صدیق و مولانا حسن علی کے نام نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ برادرانِ کرام! مولانا محمد صدیق و ملاحسن علی کمال و اکمال رکامل ہونے اور کمال بنانے کے درجات پر ترقی حاصل کریں اور کمال نیستی کے ساتھ موصوف ہوں اور آخرت کے اعمال میں جان سے کوشش کریں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جَاءَتِ الرَّاحِقَةُ تَتَّبِعُهَا الرَّاحِقَةُ [قیامت کیلئے پہل چارینے والی حضرت اسرافیلؑ کی پہلی پھونک آگئی جس کے پیچھے دوسری پھونک ہے] ای جاعت الموت بمخلافیرہ [یعنی موت پوری طرح آگئی] حتی الامکان مخلوق سے یکسو رہیں اور نامرادی (عدم خواہشات) کے خزانے کو غنیمت جانیں، بُرے لوگوں کی صحبت اختیار نہ کریں اور نیک لوگوں کی صحبت کے ساتھ اللہ سبحانہ تعالیٰ سے قطع تعلق نہ کریں۔  
بکنج غارے خلوت گزیم از ہمہ خلق گراں لطیف جہاں یار غار ما باشد  
[اگر وہ لطیف جہاں ہمارا یار غار ہو جائے تو میں ایک غار کے کونے میں تمام مخلوق سے تنہائی اختیار کروں] والسلام اولاً و آخراً۔

## مکتوب ۲۱۵

صاحب کمالاتِ صوری و معنوی مخدوم زادگی شیخ محمد صبغۃ اللہ سلمیہ کے نام موت اور نبندگی نسبت کو حیات و بیداری پر ترجیح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ، الموت جسر یوصل الحییب الی الحییب [موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے] و نیادارِ عمل ہے، دارِ بقا آخرت ہے اور آخرت کا معاملہ موت سے

شروع ہوتا ہے من مات فقد قامت قیامتہ [جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی] پس جو قرب و حالت کہ موت اور اس کے بعد پیش آتی ہے دنیاوی حالت پر کئی درجہ فوقیت رکھتی ہے بعض کا ملین ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو النوم اخ الموت [نیند موت کا بھائی ہے] کے مصداق سونے کے وقت میں ایک ایسی حالت پیش آتی ہے جو کہ بیداری کی حالت سے بہتر ہوتی ہے، اگر یہ کہیں کہ نیند تو سراسر غفلت (ہوتی) ہے اس حالت میں اس قرب و حالت کے ظاہر ہونے کے کیا معنی ہیں اور اس کا بیداری کی حالت پر جو کہ عبادت کا وقت ہر فوقیت رکھنا کس طرح درست ہو سکتا ہے (تو ہم کہتے ہیں کہ خواص کی نیند کا سراسر غفلت ہونا اور عبادت سے خالی ہونا ممنوع (غیر مسلم) ہے، نوم العلماء و عبادۃ [علماء کا سونا عبادت ہے] آپ نے سنا ہوگا من لم یندق نہ یندر [جس نے نہیں چکھا اس نے ہرگز نہیں جانا]۔

جان لیں کہ نسبت باطن جس قدر ظاہر کے ادراک میں نہ آئے اور اس کی آغوش سے جس قدر زیادہ دور، اسی قدر زیادہ جلوہ گر ہوگی، باطن ظاہر سے محبوب (پوشیدہ) ہے اور اس کے مطلع ہونے سے چا کرنے والا ہے اگرچہ اس سے اس کو ادا میں پہنچتی ہیں لیکن جیادنازا اور استغنا معشوق کا خاصہ ہے باطن کو ظاہر کے ساتھ ہی نسبت ہے جو معشوق کو عاشق کے ساتھ ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے

نہ تنہا آتم زیبائی اوست بلکہ من زنا پروائی اوست

[صرف اس کی خوبصورتی ہی میرے لئے آفت نہیں ہے بلکہ میری مصیبت اس کی لاپرواہی کی وجہ سے ہے] ظاہر ہمیشہ باطن سے نالاں و گریباں ہے اور وہ اس کے ناز و استغنا سے جگر کیاب اور دیدہ پر آب ہے اس کے باوجود اس کی خدمت گاری میں جان قربان کرتا رہتا ہے اور نیند کے وقت جب ظاہر کو ایک طرح کی غفلت پیش آتی ہے تو باطنی نسبت میدان خالی پا کر آسانی ہر چیز سے پوری طرح بے حجاب کر ظاہر ہوتی ہے اور سینکڑوں آب و تاب کے ساتھ پردہ ناز چہرہ سے اتار کر صحن گلشن میں اپنے خرام کا اظہار فرماتی ہے، اگر کہیں کہ اس سے نیند کی حالت کو نماز کی حالت پر برتری لازم آتی ہے اور حالانکہ نماز مومن کی معراج ہے کہ وہ اس کی ادائیگی کے وقت میں دنیا سے آخرت میں چلا جاتا ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ (یہ تو) ممنوع کا لزوم ہے کیونکہ نیند کی حالت کی برتری صرف بیداری کی حالت پر ثابت ہوتی ہے نہ کہ نماز یا اس کے مثل پر جبکہ وہ بیداری کے ساتھ جمع ہو جائے۔ والسلام علیکم۔

مکتوب ۲۱۶

مہر نیرجاں کے نام فاتحہ حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔  
 سعادت آثار میاں مہر نیرجاں نے ان دُور افتادوں کو اس طرح فراموش کر دیا ہے کہ کبھی کبھی  
 سلام و پیام کے ساتھ بھی یاد نہیں کرتے، ہر حال میں اللہ تعالیٰ اجل شانہ (کی یاد و فرمانبرداری) کے ساتھ  
 رہیں اور اس کے ماسوا سے روگرداں رہیں، کوشش کریں کہ ہمیشہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ حضور و  
 آگاہی اس حد تک پیدا ہو جائے کہ اس کے ماسوا کا ہرگز کوئی خیال نہ آئے اس طرح پر کہ اگر تکلف سے  
 ماسوا کو یاد کرنا چاہیں تب بھی یاد نہ آئے، اس کے بعد اپنے آپ سے حضور کی اس صفت کی بھی نفی کریں  
 تاکہ مطلوب کا حضور خود بخود میسر ہو جائے اور عارف کا نفس (ذات) درمیان میں نہ رہے، یہ ہے  
 سیر و سلوک کا خلاصہ۔

اس کا رد و ملت است کنوں تا کراد ہند [بیتب کی بات ہو دیکھے اب کس کو غایت کرتے ہیں]

## مکتوب ۲۱۷

ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام عینیت و زیادتی وجود کے بارے میں مذہب علماء و صوفیہ کے بیان میں  
 اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس مسئلہ شریف میں ان کا اپنا مختار کیا ہے۔

ازہر چہ بیرون سخن دوست خوشتر است [دوست کی جو بات بیان کی جائے پسندیرہ ہے]  
 میرے مخدوم! حضرت وجود اور اس کے تابع کمالات رب معبود جل سلطانہ کا خاصہ ہیں اور  
 ممکن ہیں جو کچھ دیکھتے ہیں اس مرتبہ عالیہ سے مستعار و مستفاد ہے، ایک جماعت چونکہ ان کمالات کو ممکن  
 میں مشاہدہ کرتی ہے اور اصالت و ظلیت کے تعلق نے ان لوگوں پر پردہ نہیں کھولا ہے (اس لئے) وہ لوگ  
 ان پوشیدہ کمالات کو اس میں اصالت کے طور پر جانتے ہیں اور وجود کو مشترک معنوی اور بعض مشترک لفظی کہتے  
 ہیں اگرچہ اس کو قادر قدیم کی صنعت کے ساتھ مستند سمجھتے ہیں اور دوسرا گروہ جو کہ اہل سلوک ریاضت  
 ہیں اور انہوں نے صفائی باطن بلکہ محض مہبت (غایت الہی) کی وجہ سے وجود اور تمام کمالات کو واجب  
 الوجود تعالیٰ کی بارگاہ کے ساتھ مخصوص سمجھا ہے بلکہ ہر کمال کو اس کا عین جانا ہے اور اس سبحانہ و تعالیٰ کو وجود  
 مطلق یقین کیا ہے اور صحیفہ کائنات کو اس مطلق کے ظہورات و تقییدات تصور کیا ہے اور چونکہ مفید عین مطلق  
 ہے (اس لئے) وہ توحید و جود اور اتحاد ذاتی کے قابل ہوتے ہیں اور ممکنات کی صفات و ذوات کو واجب تعالیٰ  
 کی صفات و ذات کے ساتھ متحد جلتے ہیں اور اطلاق اور تفسیر کے ساتھ فرق کرتے ہیں اور کہتے ہیں، رباعی:

بشکل بتاں رہن عشاق حق است      لا بلکہ عیاں در ہمہ آفاق حق است  
چیزے کہ بود ز روئے نقید جہاں      وائے ہماں زوجہ اطلاق حق است

[بتوں (محبوبوں) کی شکل میں عشاق کا رہن (اپنے اوپر فریفتہ کرنے والا) حق ہے، نہیں بلکہ تمام آفاق میں عیاں (ظاہر) حق ہے۔ جو چیز کہ نقید کی رو سے جہاں ہے وائے اطلاق کی رو سے وہی حق ہے]۔ وہ حضرات فرماتے ہیں کہ مطلق مقید کے مراتب میں عین مقیدات ہیں اور مقیدات مرتبہ مطلق میں عین مطلق ہیں۔ رباعی

ہستی کہ ظہور می کند در ہمہ شے      خواہی کہ بری بسوئے او با ہمہ پیے

رو بر سرے حباب را ہیں کہ چساں      مے وے بودہ و وے بود اندر مے

[جو ہستی (اللہ تعالیٰ) کہ ہر چیز میں ظہور کرتی ہے (اگر) تو چاہتا ہے کہ اس کی طرف سب (اشیاء) کے ساتھ کھوج لگائے تو جاوے شراب کے اوپر ٹیلے کو دیکھ کہ وہ شراب کس طرح بلبہ بن گئی ہے اور وہ (بلبل) کس طرح شراب میں ہے]۔

اور ایک اور ذہن سیرا) گروہ عنایت الہی کی پیشقدمی اور محض فضل و کرم کے ساتھ وجود اور تمام کمالات کے اختصاص (اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص کرنے) میں دوسرے گروہ کے ساتھ شریک ہے لیکن وہ حضرات اس (وجود) کو عین ذات نہیں کہتے اور ذات تعالیٰ کو اس کے علاوہ ثابت کرتے ہیں اور (ذات کو) اس وجود کا محتاج نہیں جانتے جیسا کہ انہوں نے اس کی تحقیق میں تفصیل کی ہے اور (یہ حضرات) ممکن کے وجود و صفات کو اس وجود اور ان کمالات کے ظلال کہتے ہیں کہ عدم کے آئینے میں جو کہ ممکن کی ذات کے درجے میں ہے منعکس ہو کر ظاہر ہو گئے ہیں، پس اس تقریر پر ممکن کی ذات عدم ہوئی کہ (جس نے) کمالات کے انعکاس کے واسطے سے تمام اعدام سے امتیاز حاصل کر لیا ہے بلکہ واجب تعالیٰ جل شانہ کے علم میں انعکاس سے پہلے بھی ممتاز رہا ہے اور صفات کمال اس میں ایک عاریت سے زیادہ نہیں ہیں، چونکہ خیر و کمال کا مبداء وجود ہے اور شر و فساد کا مبداء عدم ہے اس لئے خیر و کمال سب اس عزوجل کی طرف رجوع کرے گا اور شر و

نقص تمام ہی ممکن کی طرف راجع ہو گا کہ اس کی ذات کا مقتضا (یہی) ہے آیت کریمہ مَا أَصَابَكَ مِنْ

خَسْرَةٍ فَمِنْ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ نَفْسِيَّةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ [جو بھی ہلائی تجھ کو پہنچی ہے وہ اللہ تعالیٰ

کی طرف سے ہے اور جو بھی بُرائی تجھ کو پہنچی ہے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے] اس کی تصدیق کرتی ہے اور دوسرے

گروہ کے نزدیک شرارت ذاتیہ کسی چیز میں موجود نہیں ہے اگر ہے تو صرف نسبتی و اعتباری ہے اور تحقیق یہ ہے کہ عدم لاشے محض ہے اس کا کمالات کے لئے آئینہ ہونا کس معنی سے ہے۔ (یہ بات) اس مکتوب میں

جو کہ مخدوم زارگی خواجہ محمد عبید اللہ کے نام اس اخفر نے لکھا ہے درج ہو چکا ہے اگر کوئی شبہ باقی رہ جائے تو وہاں رجوع کریں، پس ان بزرگوں کے طریقہ پر ذات ممکن ذات واجب تعالیٰ کے ساتھ متحد نہیں ہوئی

کیونکہ اتحاد کا نشاۃ ذات واجب تعالیٰ کو اور ذواتِ ممکنات کے وجوداتِ مقیدہ کو وجودِ مطلق کہنا ہے اولہ ان حضرات کے طریق پر ان دونوں امر میں سے کوئی ایک امر بھی ثابت نہیں ہوا ہے اگرچہ کوئی دوسرا وجود درمیان میں نہیں آیا ہے ایک ہی وجود ہے کہ جس نے ظلیت کے طریق پر اتنی جگہ ظہور فرمایا ہے۔ پس تیسرا گروہ وحدت وجود کے قول میں دوسرے گروہ کے ساتھ شرکت رکھتا ہے لیکن وہ حضرات اتحاد کی طرف گئے ہیں اور یہ حضرات اس طرف نہیں گئے، ان کے طریق پر وحدت وجود اس معنی میں ہے کہ وجود حضرت معبود کا خاصہ ہے ممکن فی نفسہ وجود سے خالی ہے ایک عدم ہے کہ جس نے انعکاس کے سبب سے کمالاتِ ظہور پیدا کر لئے ہیں لیکن چونکہ خداوند تعالیٰ جل سلطانہ کی صنع سے ہے (اس لئے) خلل سے محفوظ ہے اور اپنی معاملہ اس کے ساتھ وابستہ ہے اس لئے وحدت وجود ہوگا اور ممکن میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کے ساتھ واجب تعالیٰ کے ساتھ متحد نہیں ہوتا، کسی نے خوب کہا ہے

۳۹۵

نہ آل این گردد و نہ این آل شود ہمہ اشکال گردد بر تو آساں

(یہ وہ ہو جاتا ہے اور نہ یہ وہ ہو جاتا ہے دیباچہ یعنی تمام شکوک رفع ہو جاتے ہیں) اور اس عدم سے اتحادِ تغیر (متضاد چیزوں کا متغیر ہونا) جو کہ ہم ساری کو لازم کرتے والا اور شرکت و مساوات کا موجب ہوتا ہے لازم نہیں آتا کیونکہ نیست کو ہست کے ساتھ کونسی ہم ساری ہے اور شرف و نقص کو خیر و کمال کے ساتھ کیا شرکت و مساوات ہے اس کی بود ہونا (نمودِ ظہور) میں ہونے کے سوا نہیں ہے اس بود سے کیا حاصل ہوتا ہے اور اس نمود سے کیا کھلتا ہے اگر خیر و کمال اس میں نمودار ہے تو وہ سب بارگاہِ ذوالجلال سے مستفاد و مستعار ہے و السلام علیکم و علیٰٰلہم و علیٰٰہم

## مکتوبات ۲۱۸

ہمت خاں کے نام اس بارے میں کہ عارف کے لئے تمام امور ترقی کا زینہ ہو جاتے ہیں اور آیت کریمہ  
وَإِذْ كُنَّا رَبَّكَ إِذْ أَنْبَيْتَ كِي تَأْوِيلِ فِي تَخْرِيرِ قَرِيْبَا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى، طاعات و عبادات سے مقصود اور سلوک و ریاضات مطلوب حقیقت میں یہ ہے کہ سالک اپنی ذات کے عدم ہونے کو جانے اور سمجھ لے، اور وجدانِ خاص سے یہ بات معلوم کر لے کہ ہستی اور جو کمالات کہ اس کے تابع ہیں وہ حق جل سلطانہ کے سوا کسی اور کے لئے نہیں ہیں، اور جہاں کہیں ان کا توہم ہوتا بھی ہے تو وہ اسی (حق تعالیٰ) کا اثر و نمونہ ہے پس تیز نگاہ شخص جس جگہ ہستی کو دیکھتا ہے اس کی ہستی کا پتہ نشان دیتا ہے اور جہاں کہیں حسن و کمال پاتا ہے اس کو



ذات لایزال (جل جلالہ) کے حسن و کمال کا زینہ قرار دیتا ہے بلکہ شرور و نقائص کو بھی اس تعلق کی بنا پر کہ اس کی نمایاں قدرت کا اثر ہے اس کے موثر (اثر پیدا کرنے والے یعنی اللہ تعالیٰ) کا زینہ بنانا ہے، اس صورت میں سالک کو کوئی چیز مطلوب حقیقی سے روکنے اور پٹانے والی نہیں ہے اور خطرات جو کہ تفرقہ کا سبب ہیں اثر و موثر کے تعلق سے مقصد کی طرف ایک راستہ اور جمعیت کے لئے ایک وسیلہ ہیں۔

زردلی ما غم دنیا غم معشوق بود بادہ گر خام بود سچتہ کند شیشہ ما

[ہمارے دل میں دنیا کا غم معشوق کا غم بن جانا ہے، اگر شراب کچی ہو تو ہمارا شیشہ (صراحی) اس کو سچتہ کر دیتا ہے]

شاید کہ آیت کریمہ **وَإِذْ كُرِّرْنَا إِذْ أَنْسَيْتَ** (اور اپنے رب کو یاد کر جبکہ تو بھول جائے) میں اس مراقبہ کی طرف اشارہ ہے یعنی جو چیز کہ بھول اور غفلت کا سبب ہے تو اس کو حجابیت کے عنوان کے ساتھ تصور مت کر کہ تو بھولنے والوں اور محروموں میں سے ہو جائے، بلکہ اس کو مذکورہ بالا تعلق کے ساتھ مطلوب کی طرف ترقی کا زینہ بنا، پس اس تقدیر پر **إِذَا أَنْسَيْتَ** کے معنی اذا باشرت اسباب النسیان [جب نسیان کے اسباب کے ساتھ تیزا سابقہ پڑے] ہوا اور تیر نوم العلماء عبادۃ [علماء کا سونا عبادت ہے] اسی معنی میں ہے، ہو سکتا ہے

کہ جو کچھ دوسروں کے لئے سڈرا ہے وہ ان کے لئے ہادی و شاہراہ ہے اور کسی چیز کے ساتھ اس سے عاجز نہیں ہوتے اور ہر چیز کو وصول کا زینہ بناتے ہیں۔ آیت کریمہ **رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ**

**عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ** [وہ لوگ ہیں جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی] میں ان کے حال کا بیان ہے، اور **لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا فُجْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ** [ان کو اللہ کی راہ میں پیاس یا محنت یا بھوک کی جو بھی تکلیف پہنچتی ہے یا وہ ایسی جگہ چلتے ہیں کہ کافروں کو غصہ آئے یا دشمنوں سے کوئی چیز لے لیتے ہیں تو ہر بات پر ان کے لئے نیک عمل لکھا جاتا ہے] ان کا پتہ دینے والی ہے، ان کی

دنیا نے آخرت کا حکم لے لیا ہے، ان کی آخرت (کے احوال) سے کیا بیان کرے، جہاں تک ہو سکے آپ اس عظیم دولت کو ہاتھ سے نہ دیں اور جہاں کہیں اس عنایت کی بو پہنچے اس کے پیچھے جائیں۔ آج

ہر چیز حاصل ہو رہی ہے اور طالب ببقار پر آمدورفت کی راہ کشادہ ہے کل (مرنے کے بعد) جبکہ خوشی کے دروازے قحط سے کام نہ لینے والے شخص پر سود ہو جائیں گے بے فائدہ ندامت کے سوا کچھ اضافہ نہیں ہوگا۔ واللہ یحییٰ الموتی و یرزق من یشاء [اور اللہ تعالیٰ حق کو ثابت کرے اور ہر اور سی سبب راستہ

کی ہدایت دیتا ہے] کسی نے خوب کہا ہے۔ رباعی

درجہاں شاہری و ما فارغ  
در قدح جرعه و ما ہشیار  
بعد از دست ما و در امن دوست  
بعد ازیں گوشش ما و حلقہ یار

[دنیا میں ایک شاہد (معشوق) ہے اور تم بے پرواہ ہیں، پیالہ میں کچھ شراب ہے اور تم ہتھیار ہیں، اس کے بعد ہمارا ہاتھ دوست کا دامن پکڑ لے گا اور ہمارے کان میں معشوق کی غلامی کا حلقہ پڑا ہوا ہوگا] والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

## مکتوب ۲۱۹

کمترین درویشاں محمد عبید اللہ کے نام اُن معارف کے بیان میں جو نزول سے متعلق ہیں اور شہر کے شہود کی فرشتے کی شہود پر فضیلت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

جو عارف کہ وصول کی منزلیں طے کر کے اپنے اصول تک پہنچ چکا ہے، جب اس کو دنیا میں واپس لوٹانا اور ہدایت و ارشاد کے لئے نزول کے ساتھ مشرف کرنا چاہتے ہیں تو قدم (قدامت) کے انوار کی شعاعوں میں سے ایک نور اس کے قلب میں جو کہ غیب ہوتی کا دیر کچھ ہے رکھتے ہیں اور اس نور کے ساتھ جو کہ مرتبہ و جوب سے مستفاد ہے ایک بقاعطا کرتے ہیں یہاں تک کہ یہ عارف اس نور کے ساتھ پوری طرح منور ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے رنگ کے ساتھ رنگا جاتا ہے اور طالبوں کو بھی اس رنگ کے ساتھ رنگ دیتا ہے اور جب تک یہ عارف اس دنیاوی زندگی کی قید میں مقید اور بدنی تعلقات کے ساتھ متعلق ہے اُس ودیعت کے ہوئے شعلہ (محبت) کے ساتھ خوش اور گلی سے جزئی کے ساتھ قانع ہے اور الجواز قنطرة الحقیقة [مجاز حقیقت کا پل ہے] کے مطابق مجاز میں بھی جب عشق انتہائی کمال تک پہنچ جاتا ہے اور عاشق اپنے اندر معشوق کا کوئی نشان پاتا ہے اور معشوق کے آثار (نشانات) عاشق کے ویرانے (باطن) میں ظاہر ہوتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ اسی نشان سے وہ خوش ہو جائے اور معشوق سے روگردانی کر لے جیسا کہ مجنون عامری کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ جب یلی اس کے نزدیک ہوئی تو اس نے کہا تو مجھ سے دور ہو جا کیونکہ تیری محبت نے مجھ کو تجھ سے بے نیاز کر دیا ہے۔

گفت رو برو کہ آں چنانم من کہ بجز عشق تو ندانم من  
عشق تو اے نگار فرزانہ آں چنان کرد در دلم خانہ  
کہ ترا ہم نمائند گنجائی بعد ازین خوشترم بہ تنہائی

[اُس نے کہا تو جلی جا تو جلی جا کہ (اب) میری یہ حالت ہے کہ میں تیرے عشق کے سوا کچھ نہیں جانتا، اے دانشمند محبوب! تیرے عشق نے میرے دل میں اس طرح گھر کر لیا ہے کہ تیرے لئے بھی اس میں گنجائش نہیں رہی ہے اس کے بعد میں تنہائی میں زیادہ خوش ہوں۔]

ہم اہل بات کی طرف جاتے اور کہتے ہیں کہ اس نزول میں جو کچھ عارفِ مرجوع کا مقصود ہوتا ہے وہ اس کو انجام تک پہنچانا ہے اور اس کے وصال کا وقت آپہنچا ہے اور بدن کی رفاقت سے کہ جس کے ساتھ ایک مدت تک الفت اختیار کئے ہوئے تھارو گردانی کرتا ہے اور اللہم الرفیق الاعلیٰ [اے اللہ جو کہ رفیقِ اعلیٰ ہے] کی صدا بلند کرتا ہے اس وقت الموت جس پر وصل الحبيب الی الحبيب [موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملانے کے مصداق پوری طرح بارگاہِ قدس غطت جلالتہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور شہودِ جزئی کے کوچے سے رہائی پا کر شہودِ کُلّی کے میدان میں محرم تازہ ہوتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ ملائکہ کرام علی نبینا وعلیہم السلام اگرچہ اصل کا مشاہدہ کرنے والے ہیں اور ہمیشہ شہودِ کُلّی رکھتے ہیں لیکن جو شہود کہ انسان کو اس مرتبہ میں میسر ہوا ہے فرشتے کے شہود سے بلند ہے بلکہ جو شہود کہ عارف کو دنیا میں حاصل ہوتا ہے اگرچہ جزئی ہے لیکن وہ ایک ایسی خصوصیت رکھتا ہے جو کہ فرشتے کو حاصل نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان کے مشہودِ جزئی کو جزئی کی مانند کر دیا گیا ہے اور انسان کو اس کی ذات سے گزار کر اس جزئی کے ساتھ بقا بخش دی گئی ہے اور فرشتے کا مشاہدہ اس طرح کا نہیں ہے کیونکہ وہ باہر سے نظارہ کرتا ہے اور اپنے مشہود سے کوئی چیز حاصل نہیں کرتا، اشتان مابین المشاہدین [ان دونوں مشاہدوں میں بہت فرق ہے]۔

سنئے، وہ جو اوپر بند کور ہوا کہ انسان کا مشہودِ جزئی ہے (یہ مراتبِ نزول کے مرتبہ اول ہیں ہے اگر مراتبِ نزول کے خصائص میں سے کہ انسان جن کے ساتھ ممتاز ہے تھوڑا سا بھی بیان کرے اور انسان جو کہ افضل المخلوق ہے کے پوشیدہ کمالات اور مخصوص اسرار کو نمایاں کرے تو قریب ہے کہ نزدیک والے لوگ دُوری تلاش کریں اور اصلین ہجر کی راہ اختیار کریں۔

ومن بعد هذا ما يدق صفاته وما كتمنا حظه لذيروا حمل  
[اور اس کے بعد وہ مقام ہے کہ جس کی صفات کا بیان بہت مشکل ہے اور وہ مقام ہے جس کا چھپانا اس کے نزدیک زیادہ مناسب  
و بہتر ہے] والسلام علی من اتبع الهدی۔

## مکتوبات ۲۲

مولانا محمد یونس کے نام، اس بیان میں کہ کفار کیلئے روزِ آخر میں پورا پورا بدلہ ہے اور ان کے حق میں (ایک) بشارت کے ذکر میں تحریر فرمایا۔  
بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ تعالیٰ کمال و اکمال کے درجات تک پہنچائے (آپ کے) مکتوباتِ مرغوب میں

درج تھا کہ اس (اللہ جل ذکرہ کے فضل و احسان کے مشاہدہ کا غلبہ کفار کی تعذیب (عذاب دینے) پر تعجب کا باعث ہوتا ہے اور تعجب کو دور کرنے کے لئے اس قدر دل میں آتا ہے کہ اس تعذیب میں بھی رحمت ہے کہ تعذیبات سے اوپر عذاب نہیں دیا جائے گا جیسا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں سے

روم بدوزخ و شکر بہشت باید گفت کہ این بمرز مکافات من بہشت من است

[میں دوزخ میں جاتا ہوں اور بہشت کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ یہ میرے بدلے کی مزدوری میں میری بہشت ہے]

میرے مخدوم! حق سبحانہ نے قرآن مجید میں کافروں کے عذابوں کو جزائے وفاق (پورا پورا بدلہ) فرمایا ہے پس جس قدر عذاب و عقاب (سزا) کے یہ بدین مستحق ہیں ان سے فرو گذاشت نہیں ہوگی اور عمل کے موافق سزا کو پہنچیں گے جبکہ حق سبحانہ و تعالیٰ تعذیب کے تمام درجات پر قادر ہے اور یہ لوگ (کفار) اس (مستحق ہیں اور رحمت یا یوس ہیں تو پھر وصول رحمت اور درجات تعذیب میں سے کسی درجہ کی فرو گذاشت

کا ہونا کس راستے سے ہوگا ہاں ان اہل توحید کے بارے میں جو کہ دوزخ میں جائیں گے یہ قول بظاہر گنجائش رکھتا ہوگا کیونکہ وہ رحمت سے یوس نہیں ہیں اور امیدوار ہیں اور جو بزرگ کہ شعر مذکور کے کہنے والے ہیں چونکہ اہل توحید میں سے ہیں اور رحمت کے امیدوار ہیں اگر اس طرح کہتے ہیں تو کچھ بعید نہیں ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد ہے کہ آپ (اپنے) خط کے آخر میں متنبہ ہو گئے ہیں اور لکھا ہے کہ چونکہ شرع کی اصطلاح میں یہ اطلاق جائز نہیں ہے اس توجیہ اور اس استعجاب سے استغفار کرتا رہتا ہوں اور جس واقعہ میں آپ نے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خلعت دلوائی ہے اور آپ اچک لینے والی بجلی کی طرح پل صراط سے گذر گئے ہیں اور مخلوق کو پل صراط سے گزارنے کی آپ کو اجازت دی گئی ہے بہت بلند و روشن بشارت دینے والا ہے حق سبحانہ و تعالیٰ قوت سے فعل میں لائے، اِنَّ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ [بیشک وہ قریب اور قبول کرنے والا ہے]۔ یہ مکتوب لکھتے وقت متوہم ہوا کہ ایک خلعت اس جانب سے آپ کو پہنچا ہے پورا غور واقع نہیں ہوا کہ یہ خلعت کس بارے میں ہے ظاہر یہ ہے کہ مداریت ارشاد کا خلعت ہے لیکن مداریت و ارشاد جزئی اور ایک بقعہ (حصہ) کیلئے ہوگی دوسرے بقعہ کیلئے نہیں ہوگی نہ کہ مطلق مداریت و ارشاد۔ والسلام علیکم۔

مکتوب ۲۲۸

ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام اس عارف کی بلند مہمتی کے بیان میں جو کہ محبوبیت سے بہرہ ور ہے اور اس کے مناسب عارف کے بیان میں تحریر فرمایا

بسم الله الرحمن الرحيم بعد الحمد والصلوة وتبليغ الدعوات [حمد و صلوة و تبليغ دعوات کے بعد] سیادت و نقابت دستگاہ مخدومی ملاذی کی خدمت میں عرض رساں ہے کہ اس جانب کے فقرا کے احوال حمد کے لائق ہیں المسئول من الله سبحانه و سلامتكم و عافيتكم و استقامتكم (اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے آپ کی سلامتی و عافیت و استقامت کی دعا کی گئی ہے) جن معاملات کے ساتھ اس عالم فانی میں تسلی دیتے اور خوش رکھتے ہیں ان میں سے کیا بیان کرے کہ ایک شیخ (صورت) سے زیادہ نہیں ہیں اور نمونہ ہونے سے زیادہ کچھ حصہ نہیں رکھتے اور انتزاعات (نکالی ہوئی چیزوں) کے دائرے سے قدم باہر نہیں نکالا ہے، کوئی بلند ہمت شخص اس قسم کی چیزوں کے ساتھ والہ و شفیقتہ نہیں ہوتا اور هل من قزینید (کیا اور بھی ہے) کہتے ہوئے منتزع مند جس نکالی گئی ہے) کی طرف دوڑتا ہے، اگرچہ یہ بھی تعبیری ہے اور وہ سبحانہ و تعالیٰ تعبیراً سے ماوراء ہے لیکن کیا کیا جائے کہ عبارت کا میدان تنگ ہے وَاللّٰهُ وَاَسْمِعُ عَلَیْمٌ (اور اللہ تعالیٰ سب کو سنا لے گا) اور علم والا ہے] اور چونکہ منتزع مند کا احاطہ (دائرہ) بشر کی طاقت سے باہر ہے وَاَلَا یَحِیْطُوْنَ بِہٖ اَعْلَمَ (اور مخلوق علم کے درجہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتی) پس مجبوراً جو کچھ اس مرتبہ سے حاصل کرے گا وہ ضرور اس کی استعداد دریافت کے ساتھ مقید ہوگا مطلق ان قیود سے معرا (خالی) ہے اور ان تقیدات سے مبرا (پاک) ہے پس بلند ہمتی کا تقاضا حصول و وصول کی تمنا کا نہ ہونا ہے کیونکہ وصول بھی واصل کے حوصلہ کے اندازے سے ہے۔

آن لقمہ کہ درردہاں ننگد طلبد [وہ لقمہ طلب کرتا ہے جو منہ میں نہیں سماتا]

اور ظاہر ہے کہ جو چیز ممکن کی استعداد دریافت کے ساتھ مقید ہے وہ مطلق محض نہیں ہے، اگرچہ ممکن اپنے آپ سے رہائی حاصل کر چکا اور اپنی اصل کے ساتھ مل گیا ہو اور فنا و بقا کے ساتھ متحقق ہو گیا ہو کیونکہ اس کی اصل بھی تقید (مقید ہونے) کے بغیر نہیں ہے اور یہی حال اصل الاصل کا ہے، الی ما اشار اللہ تعالیٰ اور اگر صدیوں کے بعد ہزاروں میں سے کسی ایک کی حقیقت کو آں سرور عالم علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت کے ساتھ کچھ انطباق و اتحاد حاصل ہو جائے اور اس مرتبہ عالیہ کے ساتھ فنائے اکمل حاصل کرنے کے بعد کچھ بقا پیدا کر لے تو چونکہ وہ حقیقت بھی اطلاق صرف سے نیچے ہے (اس لئے) وہ بھی اطلاق صرف سے بہت کم حصہ پائے گا کیونکہ آن سرور علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بزرگی کے باوجود امکان ذاتی سے رہائی نہیں پائی ہے اور وجوب کے ساتھ متحقق نہیں ہوئے ہیں پس لازمی طور پر ان (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حقیقت واجب لذاتہ کی حقیقت سے نیچے ہوگی اور حسب قدر امکان ممکن میں باقی ہے اطلاق محض سے اسی قدر عدم حصول پایا جائے گا۔ چونکہ آن سرور عالم علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام بلند ہمتی میں

فردِ کامل تھے اور ان کمالات اور بزرگیوں کے باوجود جو کہ آپ کو حاصل تھیں خوش اور مسرور نہیں تھے شاید  
 اسی لئے آپ کے حال سے اس طرح خبر دی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم  
 بارک ذلہ الحزن متواصل الفکر [رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ غمگین اور متواتر فکر مند رہتے تھے] کیونکہ  
 کمالِ محبت کا تقاضا محب و محبوب کے درمیان سے روئی کا دور ہو جانا ہے اور یہ محال ہے اور اس سے  
 قلبِ حقائق (حقیقتوں کا بدل جانا) لازم آتا ہے پس دائمی حزن را منگیر موباشخ عطا قدس سرہ فرماتے ہیں

نمی بینی کہ شاہ ہے چوں پیمبر نیافت او فقر کل تو رنج کم بر

(کیا تو نہیں دیکھتا کہ پیغمبر جیسی عظیم ہستی کو کمال فقر حال نہیں ہوا اس لئے تو بھی رنجیدہ نہ ہو)۔ فقرِ کل سے مراد بشریت و امکان سے  
 کلی انخلاع (پوری طرح نکل جانا) ہے۔ سوال اُوارڈنی کے معاملہ میں عدم عین سے اور اثر ممکن سے  
 زائل ہو جانا ہے اور وجودِ صرف کے سوا اس میں کچھ نہیں رہتا پس چاہئے کہ وجوب کے ساتھ متحقق ہو جا  
 کیونکہ امکانِ عدم کی آمیزش کے ساتھ وابستہ ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ مقدمہ اخیر ممنوع ہے اس لئے کہ  
 صفاتِ واجبی جل سلطانہ عدم کی شان سے پاک ہیں اس کے باوجود چونکہ ذات واجب تعالیٰ کے ساتھ  
 احتیاج رکھتی ہیں اس لئے امکانِ ذاتی سے میرا (پاک) نہیں ہیں اور اس عارف کا وجود صفات  
 اضافیہ کے مرتبہ میں موجود ہے، اگرچہ اس کا وجود ممکنات کے تمام اقراد سے جدا ہے اور صوری  
 (ظاہری) مشارکت کے سوا ان کے درمیان اور کچھ ثابت نہیں ہے اور اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ  
 عدم کا زوال اور وجوب کا حصول اس عارف کے حق میں چونکہ کسب سے ہے جو کہ سیر و سلوک اور فلو  
 بقا سے حاصل ہوا ہے وجوب لذاتہ نہیں کہ حقیقت کا بدل جانا لازم آئے اور وجوب بال غیر دائرہ امکان  
 میں داخل ہے اور استحالہ (محال ہونا) نہیں رکھتا، یہ کمال اور بلند ہستی جو کہ اوپر بیان ہوئی مقامِ محبوبی  
 سے وابستہ ہے کیونکہ محب جو کہ ہمیشہ محبوب کے مشاہدہ کا طالب ہے اور اس کے وصل و اتصال (ملاپ)  
 کا ہر وقت متلاشی ہے کہاں اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ محبوب کا کچھ پر تو (سایہ) اس پر ظاہر ہو  
 اور وہ اپنے آپ کو قابو میں رکھ سکے۔ ایک بزرگ کہتے ہیں

بہ بوئے تو از جاہم مست و بخود زہر سو کہ آواز پائے بر آید

[جس طرف سے کسی پاؤں کی آواز آتی ہے میں تیری خوشبو مست و بخود زہر سو کہ آواز پائے بر آید] (اس طرف چل پڑتا ہوں)  
 محب (محبت کرنے والا) محبوب کے جلال و جمال کے آثار و افعال و صفات پر شیفہ ہے، محبوب ہی ہے جو کہ اصل سے  
 کچھ نشان (تپہ) رکھتا ہے اور اس گرفتاری کے باعث دوسرے امور کی طرف متوجہ نہیں ہے اس قسم کے  
 بزرگ کو عالمِ اخروی میں بہت سی امیدیں ہیں جو کہ دوسروں کو نہیں ہیں۔

ہم اصل بات کی طرف جاتے اور کہتے ہیں کہ آنسو و دین و دنیا علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام  
 اگرچہ اس عالم میں ہمیشہ غمگین اور متواتر فکر متدرج ہے ہیں لیکن ہم امیدوار ہیں کہ عالم اخروی میں آپ کے  
 ساتھ وہ معاملات پیش آئیں گے جو کہ اس حزن و فکر کو دور کر دیں گے کیونکہ وہ مقام حزن و اندوہ کا مقام  
 نہیں ہے حزن و اندوہ کا مقام یہ عالم فانی ہے، جس قسم کا حزن و اندوہ بھی ہو، اس جگہ کا حزن و اندوہ  
 اس جگہ میں فرحت و سرور کا وسیلہ ہے۔ روایات میں ہے کہ دو حزن ایک دل میں جمع نہیں ہوں گے یعنی  
 ایک حزن دنیا میں اور ایک حزن آخرت میں، اگرچہ دونی کا رفع ہو جانا محال ہے لیکن ایک امر عطا  
 فرماتے ہیں جو اس بلندی ہمت و فطرت کے باوجود آنحضرت علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی تسلی اور رضامندی  
 کا باعث ہوا اگرچہ ہم نہیں جانتے کہ وہ امر کیا ہوگا اور آیا یہ کریمہ و اللّٰخیرۃ خیر لک من الاولیٰ ولسوف  
 [اور دنیا آخرت زندگی بہتر اور غریب تجھ کو تیرا پروردگار وہ کچھ دیکھا جس کے نورانی ہونے کا وہ  
 اس معنی کی شاہد ہے اور اس مقام کی رضا جس کا کہ آیت کریمہ میں وعدہ کیا گیا اور بشارت دی گئی ہے  
 حزن و اندوہ کے منافی ہے اگرچہ مطلق رضا اس کے ساتھ منافات نہیں رکھتی اور یہ بات ثابت ہے  
 کہ ہر وہ کمال جو کہ خاص طور پر نبی کو حاصل ہوتا ہے اس نبی کے کامل قبعین کے لئے اس کمال سے  
 وراثت کے طور پر حصہ ہے خواہ وہ اس عالم (دنیا) کا کمال ہو یا اس عالم (آخرت) کا کمال ہو اور  
 میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملہ کی ابتدائی تمہید موت سے (شروع) ہوگی الموت جس پر وصل  
 الحبيب الی الحبيب [موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے] اور اس معاملہ کا ایک پرتو  
 اور نمونہ اگر نماز میں بھی جو کہ مومن کی معراج ہے اور دنیا سے قطع تعلق کرنا اور آخرت کے ساتھ مل جانا  
 متحقق ہو جائے تو گنجائش رکھتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ وہ حجاب جو بندہ اور اللہ تعالیٰ اہل و  
 کے درمیان ہے نماز کی ادائیگی کے وقت میں دور کر دیا جاتا ہے اور نماز کے باہر گویا بیکار و معطل ہے مگر  
 کہ نماز کی حالت کا کچھ پرتو نماز کے باہر بھی باقی رہے۔ مختصر یہ ہے کہ وصل اور خوشی کا مقام  
 آخرت ہے اور تردد و نایافت کا مقام دنیا ہے، اس مقام کا بہترین ساز و سامان درد و اندوہ ہے آرام  
 یہاں کی بے آرامی میں ہے اور آرام و وصل یہاں طلب کرنا اور اس کے ساتھ خوش رہنا بے حاصلی سے ہے،  
 ملاقات کا مقام آخرت ہے مَنْ كَانَ يَرْجُو الْإِقَاءَ اللَّهُ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ [جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات  
 الیٰ تمنا کرتا ہے تو (جان لے کہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ساعت ضرور آنے والی ہے] یہ عالم اس عالم کے لئے  
 کھیتی سے زیادہ نہیں ہے کھیتی میں جس قدر زیادتی اس عالم میں کی جائیگی بے اندازہ ثمرات کی توقع ہے یہ گھر دنیا  
 عمل کا گھر ہے بدلہ کا گھر آگے لےنے والا ہے عمل کے وقت میں جزا طلب کرنا لا حاصل ہے والسلام علیکم علی من لیکم۔

# مکتوبات ۲۲۲

یہ بھی ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام آیہ کریمہ وَقَدْ مَنَّا آلایہ کی تاویل وغیرہ میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى، کریم وقہار (اللہ تعالیٰ) سے امیدوار ہے کہ اس  
 ہیکلِ امکانی (جسم) کی طرف منسوب اخلاق کو احدیتِ جلالت کے طلوع سے ہبَاءَ مَنثورًا (خاک کے اُرتے  
 ہوئے ذرات) کرے اور تجلیاتِ رحمن اور وارداتِ منان (اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی کیفیات) کے قدوم (ظہور)  
 سے اس ویرانہ کو رہائش گاہ و آبادیادے، اور (قرآن پاک میں) وارد ہوا ہے وَقَدْ مَنَّا اِلٰی مَا عَمِلُوا مِنْ  
 عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثورًا (اور ہم ان کے اعمال کی طرف متوجہ ہوں گے تو ہم ان (اعمال) کو خاک کے اُرتے ہوئے  
 ذرات جیسا کر دیں گے) پس جب وہ نسبتوں سے چھوٹ گیا اور خالی ہو گیا اور اپنے عین کے تخت پر جلوہ گر  
 ہو گیا اور اُس نے اپنی دلہن کے چہرہ کھٹ میں انخار سے فارغ ہو کر کہا اَصْحَابِ الْجَنَّةِ (جنت والوں کیلئے)  
 یعنی جو کہ اپنی قیود کے مقامات سے خارج ہیں (اور) وصال و اطلاق کی جنت کا قصد کرنے والے ہیں  
 یَوْمَئِذٍ (آج کے دن) (یعنی) رہائی اور قطع تعلق کے دن خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا (بہترین ٹھکانا ہے) کیونکہ تختِ عین  
 پر متمکن ہونا اس کی استعداد کے مراتب میں کمال ہے وَاَحْسَنُ مَقِيلًا (اور دوپہر کے قیلولہ (آرام) کے لئے بہترین  
 جگہ ہے) اپنے جیبِ متعال (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ تنہا ہو کر، پس (قرآن مجید میں) وارد ہوا ہے وَتَحْسَبُهُمْ  
 اَيْقَاظًا وَهُمْ رَوْدٌ وَنُقِلْتُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ (اور رے دیکھو والے) تو خیال کرے گا کہ وہ  
 جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سو رہے ہیں اور ہم ان کو دائیں طرف اور بائیں طرف کروٹ دلاتے ہیں) پس وہی احوال افعال  
 میں تبدیلی لانے اور تصرف کرنے والا ہے پس وہ اس کے ساتھ سنتا اور دیکھتا ہے اور اس کی زبان پر  
 کلام کرتا ہے جیسا کہ فرمایا ہے یَوْمَ تَشَقُّقُ السَّمَاوَاتِ (جس دن آسمان شق ہو جائے گا) (یعنی) طبائع و  
 مواعج کا آسمان بِالْغَمَامِ (بادلوں کے ساتھ) (یعنی) عزت و کبریائی کی قناتوں کے ورود کے ساتھ وَنُزِّلَ  
 الْمَلَائِكَةُ (اور فرشتے نازل کئے جائیں) (یعنی) وارداتِ و مہیبہ اور الہاماتِ غیبیہ تَنْزِيلًا (بکثرت نازل ہوں گے)  
 امانتوں کو ان کے اہل کی طرف لوٹانے کے بعد اپنے پاس سے زندگی اور اخلاق عطا کرنے کے لئے۔  
 حدیث قدسی میں ہے مَنْ قَتَلْتُمْ فَاَنَا دِينُهُ (جس کو میں قتل کروں اس کا خونہا میں خود ہوں) پس اس وقت  
 طبائع مختلفہ کی مملکت میں اُس کے سوا کسی کے لئے بھی تصرف نہیں ہے پس وہی فاعل ہے اس کے سوا  
 اور کوئی فاعل نہیں اور اس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں جو اس کو کرتا ہو الْمَلِكُ يَوْمَئِذٍ (بادشاہت



آج کے دن [یعنی] مقتول کی ریت کے دن بِالْحَقِّ [حقیقی دبا و شہادت] بخلاف اس کے کہ اُس کے توحی  
 اُس کے نفس کے آگے گارتھے لِلرَّحْمٰنِ [رحمن یعنی اللہ تعالیٰ کیلئے ہی] پس بحکم مفسی (فنا کرنے والی) جس کا ذکر پہلے ہوا اجالی ہے  
 جیسا کہ وارد ہوا ہے اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا الْعِزَّةَ اَهْلِهَا اِذْ لَمْ يَكُنْ  
 [بیشک والیان ملک جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تباہ و برباد اور اس کے رہنے والوں میں جو عزت  
 ہیں ان کو ذلیل کر ڈالتے ہیں] اور یہ تجلی رحمانی ہے حق اور بقا عطا کرنے والی ہے پس پہلی (تجلی) میں علم و  
 عین میں سے ہر ایک دوسرے کے لئے حجاب ہے اور دوسری (تجلی) میں حجاب مرتفع ہو گیا اور لیل الالباب  
 کے ساتھ متحقق ہو گیا والسلام علی من اتبع الهدی والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ علی الصلوٰت والبرکات العلی۔

## مکتوب ۲۲۳

شیخ فیض اللہ بنگالی کے نام ان شہادت کے صل میں جو کہ انھوں نے انا ربانی مجدد الف ثانی (قدس سرہ)

کے کلام پر کئے تھے اور چوٹی کے معاملات منکشف ہونے کی کیفیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ۔ آپ نے دریافت کیا

تھا کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بعض عباراتوں میں مرتبہ اصل کے بیان میں یہ جو  
 لفظ مرکز و محیط اور اس کے مثل واقع ہوتا ہے کس معنی میں ہے اور اسی طرح حضرت عالی کی عبارات شریفہ  
 میں واقع ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے مقامات مرتبہ اصل میں ہر ایک کا مقام دوسرے سے  
 ممتاز ہے، یہ عبارات بھی تجزی (اجزا والا ہونا) کا وہم پیدا کرتی ہیں۔ تعالیٰ اللہ عن ذلک [اللہ تعالیٰ  
 کی شان اس سے بلند تر ہے]۔

آپ جان لیں کہ مرتبہ اصل میں جس طرح کہ اجمال اور بساطت (بسیط ہونا) ہے اسی طرح تفصیل و  
 وسعت بھی ثابت ہے لیکن وہ اجمال و تفصیل نہیں جو کہ ہماری سمجھ میں آسکے اور نہ وہ وسعت و بساطت جو  
 ہمارے حوصلہ کے لائق ہو وہ تجزی و تخریب (اجزا والا اور محدود ہونے) کا باعث ہے بلکہ اس مقام کا  
 اجمال اور اسی طرح اس مرتبہ کی تفصیل ذات اقدس کی طرح بیچون و بیچکونہ (بے کیف و قیاس) ہے، یہ معاملہ  
 نظر عقل کے طریقہ سے ماوراء ہے کیونکہ جو کچھ چون کے حوصلہ میں سما جائے وہ چون ہوگا اس لئے کہ چون کو  
 بیچون کی طرف راہ نہیں ہے پس (اس سے) دوسرا سوال دور ہو جاتا ہے، پہلے سوال کا جواب،  
 تو جان لیں کہ ہر ایک پیغمبر کا اپنے پروردگار کے ساتھ علیحدہ معاملہ ہے اور جدا بھید ہے کسی دوسرے کو

لغہ فارسی مطبوعہ نسخہ میں المنبئی اور حاشیہ پر نسخہ المنشا، لکھا ہے راقم کے خیال میں یہ لفظا المعنی ہر اسی کے لحاظ سے ترجمہ کیا گیا ہے کہ مرتبہ

اس معاملہ میں اصالت کے طور پر شرکت نہیں ہے مثلاً جو نسبت و قرب کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کو ہے اُن کے غیر کو سیر نہیں ہے اور اسی طرح جو قرب کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے ساتھ مخصوص ہے وہ دوسرے کے لئے نہیں ہے و علیٰ ہذا القیاس، لیکن اُس نسبت و قرب کی کیفیت کسی کو معلوم نہیں ہے اور جب کسی عارف کے لئے چاہتے ہیں کہ اس نسبت و قرب کے علم سے جو کہ ان اکابر میں سے کسی ایک کے لئے ثابت ہے سرفراز کریں تو اُس قرب و نسبت کو مثالی صورت میں اُس امر (معاملہ) کے ساتھ جو کہ اس قرب کے مناسب اور اس نسبت کے مشابہ ہے ظاہر کرتے ہیں کیونکہ اس نسبت کے حقائق پر مطلع ہونا صورتِ مثالی کے بغیر دشوار ہے پس قرب و اتصال کی غایت کو مرکز کی صورت میں ظاہر کرتے ہیں اور دوسرے قرب کو محیط کی صورت میں، و علیٰ ہذا القیاس، لیکن جانتا چاہئے کہ وہ مشہود نفی کے قابل نہیں ہے کیونکہ وہ عارف اس وقت میں جانتا ہے کہ جو کچھ مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے وہ اس معاملہ کی مثالی صورت ہے نہ کہ اُس معاملہ کی حقیقت اور جو کچھ اس صورت میں ظاہر ہے نفس امر کے مطابق ہے پس وہ نفی نہیں کر سکتا بخلاف اس شخص کے جو کہ صورت کو عین حقیقت خیال کرتا ہے اور شیخ زجیم، قد وقامت، کو صاحبِ شیخ کا عین جانتا ہے کہ اس کا مشہود نفی کے قابل ہے، والسلام والا کرام۔

## مکتوب ۲۲۲

میرزا عبید اللہ بیگ کے نام بعض مواجید و جد کیفیات کی شرح اور استفسارات کے حل میں تحریر فرمایا۔

۲۰۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین و  
الوصحیہ جمعین (آپ کے) مکتوب گرامی کو ملا غازی نے پہنچایا، اس کے مطالعہ سے اذواق و مواجید اور  
معنوی لذات حاصل کیں، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ نے شریعت متورہ کے مضبوط حلقہ کو ترک نہیں کیا ہے  
اور اُن اعمال و عقائد پر جو کہ اُس (شریعت) سے ماخوذ ہیں استقامت رکھتے ہیں و اِردات (کیفیات) کو شرع  
کی ترازو پر تولتے ہیں اور مغائرت بہت کم واقع ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "واحدیت دیکھنے بلکہ احدیت کی گہرائی میں فنا ہو جانے کے حصول کے باوجود  
دل کا رخ عروج کی طلب سے باز نہیں آتا" اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ "اس حال میں حوالہ و استہلاک و اسقاط  
کا امتیاز و قوت اور ظل و اصل کا شعور نہیں ہے" میرے مخدوم اسالک جب تک کہ اسماء و صفات اور اپنے  
تعیینات کے مبادی میں سیر رکھتا ہے وہ (اس وقت تک) اصول اور اصولِ اصول میں سیر رکھتا ہے اور جب

معاملہ اس سے اوپر چلا جاتا ہے اور اصول کو ظلال کی طرح راستہ میں چھوڑ دیتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ اصل اور ظل میں شعور کا نہ ہونا اسی وجہ سے ہو کہ اصالت و ظلیت درمیان میں نہیں ہے اصل اس بارگاہ سے ظل کی طرح راستہ میں رہ گئی ہے اور یہ حالت کس طرح کسی اکہ کے ساتھ مسمی ہو سکتی ہے جبکہ تمام اسماء و اعتباراً اُس مقام سے ساقط ہو گئے ہیں اور چونکہ کلام مجید کو اس بارگاہ میں کامل دخل ہے اس لئے چاہئے کہ تلاوت کے ساتھ یہ حالت طاقت پکڑے۔

آپ نے لکھا تھا کہ روح و نفس کی حقیقت مراتب کے تعلق سے واضح ہوتی ہے ورنہ حقیقت میں (یہ) دو موجود نہیں ہیں اگر شرکاً مصدر (جائے صدور) ہے تو وہ نفس سے موسوم ہے اور اگر خیر (کا مصدر) ہے تو اس کو روح کا نام دیا گیا ہے اور اسی قیاس پر سر و خفی ہیں، بیشک بعض اکابر اس طرف گئے ہیں لیکن ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدس اللہ سبحانہ بصرہ الاقدس کا مختار یہ ہے کہ ان لطائف (چھ لطیفوں) میں سے ہر ایک غماضِ اربعہ کی طرح جدا حقیقت رکھتا ہے اور یہ ایک دوسرے کے ساتھ حقیقی مغائرت رکھتے ہیں لیکن ہر ایک کے ساتھ معاملہ علیحدہ و ابستہ ہے اور نیز عالمِ امر کے جو اہرِ خمسہ (پانچوں لطائف) میں سے ہر ایک کی ولایت جدا اور ہر ایک کا سیر و سلوک و فتاویٰ علیحدہ ہے اور ان (لطائف) میں سے ہر ایک کو انبیاء و نبیوں علیہم الصلوٰت و البرکات میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک خاص خصوصیت ہے، پانچوں لطائف کی ولایات کے طے کرنے کے بعد معاملہ اطمینانِ نفس کے ساتھ واقع ہوتا ہے وغیر وغیرہ، چنانچہ اس کی تفصیل طریقِ جدید کے بیان والے مکتوب سے واضح ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ اصناف کو ساقط کرنے والی نسبت جیسا کہ بیداری میں ہے نیند میں بھی ایسا ہونا لازم ہے کہ نہیں الخ میرے مخدوم! اگر اصنافوں (نبتوں) کا استقاط و رد کسب و عمل کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جس کو طریقت کہتے ہیں تو خواب بیداری یکساں نہیں ہے اور اگر عمل (عمل کرنے) و تکلف کے بغیر ہے جو کہ حقیقت کا مقام ہے تو یکساں کیونکہ ہمارے نزدیک فتاویٰ و فتاویٰ دلتی ہے۔ اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ اولیاء محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت اور انبیاء سابق علیٰ اجمعہم عموماً و علیٰ افضلہم خصوصاً الصلوٰت التسلیماۃ البرکات کی ولایت کے طریقہ میں کیا فرق ہے الخ میرے مخدوم! اس استفسار کا جواب حضرت پیر شکر (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے مکتوبات قدسی آیات سے طلب کریں کیونکہ (ان میں) تفصیل کے ساتھ مذکور ہے، آپ نے لکھا تھا کہ بعض لوگ طریقہ نقشبندیہ کے علاوہ دوسرے طریقہ کی استدعا کرتے ہیں، میرے مخدوم! اگر کوئی طالب طریقہ قادریہ کی استدعا کرے تو حضرت شیخ عبدالقادر (جیلانی بغدادی) قدس سرہ کی روح مبارک کی طرف متوجہ ہو کر اس کو خرقہ دیدیں اور شجرہ بھی دیں، والسلام۔

# مکتوبہ ۲۲۵

حاجی محمد عارف کے نام بعض حالات و مقامات کی تفصیل میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حَامِدًا وَمُصَلِّیًّا عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ ہرادر عزیز تراز حرمین شریفین  
حاجی عارف کے مکتوب مرغوب نے مسرور کیا، سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت اور آپ سے بشارت پانا واضح ہوا، حمد اللہ سبحانہ علی ذلک حمدا کثیرا [اس بات پر اللہ سبحانہ  
و تعالیٰ کا بہت زیادہ حمد و شکر ہے]۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "بار بار الہام ہوا اور ہمارے حضرت عالی قدس سرہ  
سبحانہ بسرہ الاقدس کا نام لیکر فرمایا کہ جو شخص قیامت میں اپنی نجات چاہتا ہے وہ ان کا دامن پکڑ لے۔"  
[یہ] حضرت عالی کے الہام کے موافق ہے کیونکہ آپ کو الہام کیا گیا ہے کہ میں نے آپ کو اور قیامت تک ہونے  
والے ہر اس شخص کو بخش دیا جس نے میری طرف تیرے ساتھ بالواسطہ یا بلا واسطہ توسل حاصل کیا۔  
اور آپ نے لکھا تھا کہ "حقیقت نماز کے متعلق کیا عرض کرے اس کی ادائیگی میں وہ لذت حاصل ہوتی ہے کہ  
جس کی شرح بیان نہیں کر سکتا، تکبیر اولیٰ کے وقت ہی محویت طاری ہو جاتی ہے اور مشاہدہ حق جل  
علا کے سوا شعور باقی نہیں رہتا اور بعض اوقات ایک (ایسا) نور قلب سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا  
اس نے تمام عالم کو منور کر دیا ہے۔" میرے مخدوم! نماز میں لذت کا حاصل ہونا بڑی نعمتوں میں سے ہے  
ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدس سرہ الاقدس نے اپنے مکتوبات قدسی آیات میں  
لکھا ہے کہ نماز میں لذت کا حاصل ہونا غیر منتہی کو میسر نہیں ہے خاص طور پر فرض نمازوں میں، کیونکہ  
نہایت کی ابتدا میں نفل نماز کی ادائیگی کے ساتھ لذت بخشتے ہیں اور نہایت نہایت (نہایت کی انتہا)  
میں یہ نسبت فرائض کے ساتھ وابستہ ہو جاتی ہے اور بس۔ ع

اِس كَارِدَوْلَتِ اسْت كِنُوْنَ تَا كِرَادِ مَهْدِ [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو دیتے ہیں]

اور نیز حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدس سرہ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ "جو لذت نماز ادا کرتے وقت حاصل  
ہوتی ہے نفس کا اس میں ہرگز کوئی حصہ نہیں ہے، عین اس لذت کی حالت میں وہ (نفس) نالہ و فریاد  
میں ہے" سبحان اللہ کتنا بلند مرتبہ ہے۔ ع

هِنِيْمًا لِاِبْرَابِ التَّعِيْمِ نَعِيْمَهَا [نعمت والوں کو ان کی نعمتیں مبارک ہوں]

ملہ و ملہ مکتوبہ ۲۲۵ جلد اول۔

واضحاً (مجدد الفانی) نے یہ بھی لکھا ہے کہ دنیا میں نماز کا رتبہ ایسا ہے جیسا کہ آخرت میں رویت باری تعالیٰ کا۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ ”تمام عبادات نماز کے لئے وسائل ہیں اور نماز مقاصد میں سے ہے“ اور آپ نے لکھا تھا کہ ”دوسرے طریق کے اکثر مشائخ مہربانی فرماتے ہیں اور فقیر سب کو اسی جانب سے جانتا ہے اور جہاں کہیں سے فیض پہنچتا ہے اسی جانب منسوب کرتا ہے۔ بیشک اسی طرح رہونا چاہئے تاکہ قبلہ توجہ منتشر نہ ہو جائے“ ہر کہ یکجا ہمہ جا [جو ایک جگہ ہے وہ سب جگہ ہے] آپ نے سنا ہوگا، دوستوں سے سلامتی خاتمہ کی دعا کا امیدوار ہے۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والتمم متابعتہ۔ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ الصلوٰت والتسلیمات والبرکات العلی۔

## مکتوب ۲۲۶

مولانا محمد صدیق کے نام شیخ (پیر) ہونے کے لئے بعض ضروری امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ حامداً للہ ومصلياً علی رسولہ الکریم اما بعد، تمام احوال لائق شکر ہیں اور اس (امر) سجانہ و تعالیٰ سے آپ کی عاقبت اور سنت مصطفویہ علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ پر استقامت کی دعا کی گئی ہے۔ میرے مخدوم! یہاں حمید دوستوں میں سے ہیں دوستی و محبت کے طریقہ کی رعایت کریں گے۔ آپ نے لکھا تھا کہ ”صوفی محمد شریف آیا ہے“ فقیر اس کے بارے میں حضرت حق سبحانہ سے اسی معنی کی استدعا کرتا تھا جو کہ ظاہر ہوا ہے حمد للہ سبحانہ علیٰ ذلک [اس پر اللہ سبحانہ کا حمد و شکر ہے] آپ نے کابلی دوست کے لئے پیرا میں طلب کیا تھا بھیجے وقت استخارہ کیا، بظاہر اس امر کے ساتھ کچھ زیادہ قلب کا رجحان ظاہر نہیں ہوا اور منع بھی معلوم نہیں ہوا، بہر حال پیرا میں آپ کو بھیج دیا ہے، جب وہ دوست دوبارہ آپ کی صحبت میں پہنچے کچھ عرصہ اس کو رکھیں اور اس کے طور طریقوں میں استقامت معلوم ہو اور دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی تیاری اس کے اطوار سے ظاہر ہو طاب البین کو اس کی صحبت میں کچھ نفع حاصل ہو تو استخاروں اور رجحان قلب کے بعد پیرا میں اس کو دیدیں اور طریقہ کی تعلیم کی اجازت میں جس قدر تاخیر واقع ہو زیادہ مناسب ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ابتدا میں انتہا کے احوال اندراج کے طریق پر ظاہر ہوتے ہیں لیکن وہ احوال زوال سے محفوظ نہیں ہوتے اور بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ (وہ احوال) شریعت حقیقت کے طور طریقوں پر استقامت کا ثمرہ نہیں دیتے اور تاخیر میں نائل نہ ہونے کا امتحان ہو جاتا ہے اور استقامت و عدم استقامت معلوم ہو جاتی ہے۔ الشیخ فی قومک التبی فی امتہ [شیخ اپنی جماعت میں ایسا ہے جیسا کہ نبی اپنی امت میں] آپ نے سنا ہوگا والسلام

# مکتوب ۲۲۴

میرزا امان اللہ کے نام درد و محبت کی فضیلت اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ جو شخص آخرت کی تعمیر میں مشغول ہے وہ اس درد و الم و محبت کے ساتھ مصروف ہے۔

بسم اللہ حامداً لله العظیم ومصلياً على رسوله الكريم اس ناپائیدار دنیا میں خوشگوار نعمت، شوقِ احدیت کا انتظار اور پیاسا رہنا اور بے آرامی ہے اور ہوسیت کی طلب میں درد و حزن و اضطراب کسی بزرگ نے کہا ہے کہ تصوف اضطراب ہے جب سکون حاصل ہوا تو تصوف نہیں رہا، یہ شوق و اندوہ سعادتوں کا سرمایہ ہے اور یہ اضطراب و بے چینی یافت (پالینے) کا سرچشمہ ہے، ع

باز درد بساز چوں دوائے تو منم [درد کے ساتھ موافقت کر جبکہ تیری دوا میں ہوں]  
جو انبیاز و فضیلت کہ بنی آدم (انسان) کو تمام اقسام موجودات پر ہے وہ عشق و درد کی وجہ سے ہے، ع  
درد را جز آدمی در خور نیست [درد کا اہل آدمی کے سوا اور کوئی نہیں ہے]

انسان جس قدر زیادہ درد و محبت کا مورد ہوگا معیت و قرب میں اسی قدر زیادہ کامل ہوگا، المرء مع من احب [آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] معیت ذرا سا وقت بھی ایسا باقی نہیں چھوڑتی جبکہ وہ محب صادق کو حاصل نہ ہو یعنی ہر وقت معیت نصیب ہوتی ہے۔ سرور کائنات مفرج موجودات علیہ و علی آلہ الصلوٰات والبرکات محبوبیت ذاتیہ کے باوجود دائمی حزن اور متواتر فکر کے ساتھ مصروف تھے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے، جو شخص کہ اس درد سے بے نصیب ہے وہ چوپایوں کے حکم میں ہے بلکہ چوپایوں سے بھی زیادہ گرا ہوا اور زیادہ گمراہ ہے کیونکہ اس نے قابلیت کے باوجود استعداد (قابلیت) کی زمین کو معطل و بیکار رکھا اور جس چیز کی ویرانی کے لئے مامور ہے اس کی تعمیر میں مشغول ہوا اور اس سے اس عالم فانی میں جس چیز کا مطالبہ کیا گیا ہے وہ بجا نہیں لایا اکل (قیامت کے روز) کس منہ سے اس کی بارگاہِ صمدیت میں (اللہ تعالیٰ کے سامنے) پیش ہوگا اور کس تدبیر سے جواب کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوگا۔

فيا ويلنا على من اعرض عن الله ويا حسرتنا على من فرط في جنب الله

[یس اس شخص پر افسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی اور اس شخص پر حسرت ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے تجاوز کیا]  
دنیا میں دوبارہ آنا نہیں ہے، مَنْ كَانَ فِي هَذِهِ الْعَالَمِ فَمَهْوِي فِي الْآخِرَةِ أَعْمَى وَأَصْلُهُ سَبِيلٌ لَّاهُ [جو شخص اس دنیا میں اتر رہا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا اور راستہ سے بھٹکا ہوا ہوگا] اور درد و محبت اس چیز میں منحصر نہیں ہے

جو کہ مشہور ہے، جو شخص بھی آخرت کی تعمیر میں مشغول رہتا ہے وہ اس درد و محبت کے ساتھ موصوف ہے کیونکہ اس کے باطن پر محبت کا غلبہ ہی تو ہے کہ جس نے اس کو مرغوبات کے ترک پر آمادہ کیا ہے اور نفس کی مخالفت اور اس کی تخریب پر دلیر بنایا ہے اگرچہ وہ نہیں جانتا کہ وہ کیا رکھتا ہے، پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے آیت کریمہ **أَوْ مَن كَانَ مِثْلًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ** [کیا یہ بات نہیں ہے کہ جو شخص مرہ تھا ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور اس کے لئے نور بنایا جس کے ذریعہ سے وہ لوگوں میں چلتا ہے] کے بارے میں فرمایا **النور إذا دخل الصدر انفتح الحديث** [جب وہ نور سینہ میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ سینہ کھل جاتا ہے] پس عرض کیا گیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا اس کے لئے کوئی علامت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ نشانی دار الغرور (دنیا) سے علیحدگی اختیار کرنا اور دارالقرار (آخرت) کے لئے تیاری کرنا ہے۔ پس آنسو و عالم علیا الصلوٰۃ والسلام نے آخرت کی تیاری اور دنیا سے روگردانی کو نور اور وہ حیات قرار دیا جو کہ اس موت پر مرتب ہوتی ہے جو مرنے سے پہلے ہے جس کو کہ معرفت کہتے ہیں کیونکہ معرفت ان حضرات کے نزدیک فتاویٰ المعروف سے عبارت ہے اور یہ موت و معرفت درد و محبت کا نتیجہ ہے، **رَزَقَنَا اللَّهُ سِمَانًا وَآيَاكُمْ قَطْرَةً مِنْ هَذِهِ الْهَبَةِ وَجَرَّةً مِنْ هَذَا الْحَزَنِ وَتَجَافِيًا عَنْ دَارِ الْغُرُورِ وَتَأْهِبًا لِدَارِ الْقَرَارِ آمِينَ** [اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس محبت کا کوئی قطرہ اور اس غم و حزن کا کوئی گھونٹ اور دارالغور (دنیا) سے علیحدگی اور دارالقرار یعنی آخرت کی تیاری نصیب فرمائے، آمین۔]

## مکتوب ۲۲۸

مولانا محمد صدیق کے نام سنت کو زندہ کرنے اور بدعت کو مٹانے پر ترغیب دینے اور ابہام کے ظنی ہونے اور بندگی کے پسندیدہ طریقے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حَامِدًا لِلّٰهِ الْعَظِیْمِ وَمُصَلِّيًا عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اِس وقت میں عہد نبوت کے بعد اور قیامت کے قرب کی وجہ سے بدعت شائع ہو گئی ہے اور اس کی ظلمتوں نے دنیا کا احاطہ کر لیا اور سنت اجنبی (آن جانی) ہو گئی ہے اور اس کے اوار پریشیدہ ہو گئے ہیں، متروکہ سنتوں کو زندہ کرنے اور شرعی علوم کو شائع کرنے میں کمر بست کو خوب مضبوط باندھیں اور اس امر کو بارگاہِ خداوندی جل سلطانہ کی کمال رضامندی کا وسیلہ بنائیں اور بارگاہِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قرب کو اس عمل کے ذریعہ تلاش کریں، حدیث شریف کا مضمون ہے کہ جو شخص میری ایسی سنت کو زندہ کرے گا کہ جس پر عمل متروک ہو چکا ہے

تو اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ اچھے سنت کا پہلا درجہ یہ ہے کہ اس پر خود عمل کرے اور اس سنت کے زندہ کرنے کا اعلیٰ درجہ اس کو رواج دینا اور دوسروں سے اس پر عمل کرنے میں کوشش کرنا ہے۔ خانہ کے بہم ہونے کے درد و غم کا اظہار جو آپ ہمیشہ کرتے رہتے ہیں بجا ہے یہ ابہام کمر شکن ہے آج اس درد سے خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ کوئی شخص خالی نہیں ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ ”اپنے بارے میں قبولیت کا کچھ اثر یقین و حزم کے ساتھ مشاہدہ نہیں کرتا ہے“ میرے مخدوم! اس قسم کے امور میں حزم و یقین نزول وحی کے زمانہ میں حاصل رہا ہے اور اس زمانہ کے علاوہ اور وقت میں علامات و آثار و بشارات جو کہ طمانیت قلب کا سبب ہوں ہوتی رہتی ہیں اور چونکہ ابہام (ذومعنی ہونے) کا وہم درمیان میں ہے (اس لئے) درد و اضطراب دامنگیر ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ اپنی عبادات و طاعات کو قبولیت کے لائق نہیں جانتا اس بنا پر بعض اوقات اُن کے ادا کرنے سے سستی برتا ہے۔ ”میرے مخدوم! اس عالم در دنیا میں عمل مطلوب اور ضروری ہے خواہ قبولیت کے قابل جانیں یا نہ جانیں عمل کرنا چاہئے اور اس سے استغفار کرنا چاہئے گریہ و زاری کے ساتھ اس کی قبولیت طلب کرنی چاہئے تاکہ قبولیت کے لائق ہو جائے اور تو رانیت پیدا کر لے عمل و استغفار عمل کر اور استغفار کر بندگی کا طریقہ یہی ہے اور اس کے علاوہ شیطان لعین کا بہکانا ہے۔ دیگر جو محبت و دلی توجہ کہ فقیر کو آپ کی جانب ہے اس کا کیا اظہار کرے جو محبت کہ آپ کو ہمارے ساتھ ہے وہ اسی کا اثر ہے فرع میں جو کچھ ہے وہ اصل کی طرف سے آیا ہے، شروع سے اسی طرح ہونا آیا ہے، آیت کریمہ **يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ** [وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں] اور آیت کریمہ **رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ** [اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے] میں اپنی محبت و رضا کو ان کی محبت و رضا پر مقدم رکھا ہے اور حدیث قدسی **وَإِنَّا إِلَهُكُمْ لِشَدِيدُ شَوْقًا** [یقیناً میں ان کی طرف زیادہ شدت کا شوق رکھتا ہوں] میں اپنے اشرف شوق کو ثابت کیا ہے۔

## مکتوب ۲۲۹

مخدوم زادہ خواجہ محمد اشرف کی خدمت میں اپنے حضرت پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

بعض الہامات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **هَذَا كِتَابٌ يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ إِنَّا كُنَّا نَسْتَنسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ**



۴۱۰  
 (یہ ہماری کتاب تہاے متعلق سچائی کے ساتھ بول رہی ہے بیشک جو کچھ تم کیا کرتے تھے ہم اس کو لکھوا لیتے تھے) علمائے کرام  
 اس استنسخ (لکھ لینے) سے فرشتے کا لکھنا مراد لیتے ہیں اور اسناد کو مجازی کہتے ہیں، ہمارے حضرت عالی  
 (مجدد الف ثانی قدس سرہ) فرماتے تھے کہ میں ایک دفعہ اس آیت کو بار بار پڑھ رہا تھا دل میں یہ خیال آیا  
 کہ حق سبحانہ و تعالیٰ لکھنے کی نسبت کو اپنی مقدس ذات کی طرف فرماتا ہے اس کی کوئی حقیقت ہے یا نہیں؟  
 مشہور ہوا کہ اس مرتبہ مقدسہ میں بھی فرشتے کے استنسخ (لکھنے) کے علاوہ ایک استنسخ (لکھائی)  
 ثابت ہے۔ اس فقیر (خواجہ محمد معصوم قدس سرہ) نے عرض کیا کہ کیا اس مرتبہ عالیہ کا استنسخ بعض اشخاص  
 کے ساتھ مخصوص ہے یا عام ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مخصوص حضرات کے ساتھ مخصوص ہے ان کے اور  
 حضرت حق سبحانہ کے درمیان بعض ایسے امور گزرتے ہیں کہ وہ سبحانہ و تعالیٰ نہیں چاہتا کہ فرشتے کو بھی  
 اس پر اطلاع ہو۔ ذَلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْہِ مَن یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ [یہ اللہ تعالیٰ  
 کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے یہ عنایت فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے]۔  
 شاید کہ یہی بھید ہوگا کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ بعض خواص سے اپنے کرم کے ساتھ کاتبین کرام کو دور رکھتا  
 ہے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کو اپنے بارہ میں (بھی ایسا) الہام ہوا تھا اور اسی طرح  
 حق سبحانہ و تعالیٰ نے آئیہ کریمہ میں توفی (جان قبض کرنے کو) کو اپنی ذات کی طرف منسوب فرمایا ہے جیسا کہ  
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا [اللہ تعالیٰ نفسوں (جانوں) کو ان کی موت کے  
 وقت قبض کرتا ہے] حالانکہ جان قبض کرنے والا ملک الموت (موت کا فرشتہ) ہوتا ہے جیسا کہ اس پر دوسری  
 آیت دلالت کرتی ہے یا یہ احتمال ہے کہ بعض خواص کے لئے (جان کا قبض کرنا) فرشتے کے توسط کے بغیر ہو  
 اور یہ جو بعض روایات میں (روح کا قبض کرنا) مذکورہ فرشتے کے واسطے سے بعض خواص کے لئے آیا ہے تو  
 اس کا ادنیٰ تاویل و توجیہ کے ساتھ اس معنی پر محمول ہونا ممکن ہے نہ کہ مباشرتہ کے طور پر اور وہ تاویل یہ ہے  
 کہ بعض کاتبین کی وفات کے وقت فرشتے کے حضور پر محمول ہونے کہ وفات دینے کے اسباب کو اس کے فعل پر  
 حمل کیا جائے، پس غور کر لیجئے۔

## مکتوبہ ۲۳

پیرزادہ خواجہ محمد عبید اللہ (صاحبزادہ خواجہ باقی باللہ قدس سرہ) کی خدمت میں آنجناب کے

لے کسی شاعر نے خوب کہا ہے: میان عاشق و معشوق رمزے ست، ز کراما کاتبین را ہم خبر نیست۔ مترجم

مکتوب کے جواب میں اور اس مکتوب کے بعض معاملات پر اعتراض اور حکم کے اس قول کو دور کرنے میں کہ موجود معدوم نہیں ہوتا اور معدوم موجود نہیں ہونا اور نماز کے کمالات کے ذکر میں اور اس تحقیق میں تحریر فرمایا کہ وجودِ ابدی ہے یا عین ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ مُحَمَّدٍ وَآلِہِ اَجْمَعِیْنَ حضرت مخدوم زادہ گرامی سلمہ رب کے بزرگ عنایت نامہ عالی نے اس گنہگار کو مشرف و ممتاز کیا۔ اشفاق پناہ! مسئلہ وحدت وجود ہمارا موروثی مسئلہ ہے کہ باپ دادا کے واسطے سے یہ بزرگ مسئلہ ہم تک پہنچا ہے ان بے حاصلوں کو بار بار اس کی تلقین کرنا تحصیل حاصل اور زیرہ کو کرمان بھیجنے کا مصداق ہے۔ سابقہ تکلیف دہی سے مقصود یہ تھا کہ معلوم ہو جائے کہ اس معرفت کے علاوہ دوسرا معاملہ بھی ہے کہ ان دونوں کے درمیان وہی نسبت ہے جو چپکے اور مغز کے درمیان ہے، اُس مشفق کو (آپ) کو پسند نہیں آیا اور آپ نے اس کو محال و تخمینی باتیں تصور فرمایا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ [ہیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے]۔

آپ نے لکھا ہے کہ تجلی ذات کے بعد تمام کاروبار تجلیات صفات کے ساتھ ہے کہ جس کی نہایت نہیں ہے۔ تجلی ذات کے بعد عالی ہمت کو چاہئے کہ ذاتِ متجلی کا طالب رہے اور ایک ایسے معاملہ کا گرفتار ہو جو کہ ان تجلیات سے ماوراء ہے وہ تجلیات صفات کی طرف نزول کیوں کرے اور اس بات کی جرأت کرنا کہ کامل نزول کے بعد مطلق حقیقی کمال اطلاق و تنزیہ کے ساتھ ذات وجود کے ہر ذرہ سے ظاہر و روشن ہے بہت گراں ہے آپ نے کہاں سے یقین کر لیا ہے کہ وہ مشہود مطلق حقیقی اور ذاتِ حقِ جل و علا ہے، وہی معاملہ ہے (کہ) ع

بجواب اندر مگر موٹے شتر شد [شاید کوئی چوہا خواب میں اونٹ بن گیا] شراب کوثر سے سوائے سراب کے ان کو کچھ حاصل نہیں ہے اور مطلق حقیقی کو غیر و غیریت سے تنزیہ کرنا اور غیریت کو تعینات میں منحصر کرنا شاید کہ یہ دونوں مقدمے اس بات پر مبنی ہوں کہ مطلق حقیقی کیلئے مقیدات و تعینات کے ضمن میں ہونے کے سوا کوئی وجودِ صلی نہیں ہے اور یہ معنی ذات کی نفی کو لازم کرتے ہیں تعالیٰ عن ذلک [اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے] کیونکہ اگر وجود متماصل ہو تو روئی ثابت ہوگی اور الاثنان متغائران [دو چیزیں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں] ثابت شدہ قضیہ (اصول) ہے، اطلاق و تقیید کے قضیہ (اصول) کو ماننے کی صورت میں اس کا حکم تمام اطلاق و تقییدات سے جدا ہے کیونکہ مطلق کے لئے مقیدات کے ضمن میں ہونے کے سوا وجود نہیں ہے اور اس جگہ ایسا نہیں ہے کیونکہ مطلق وجود

مقابل رکھتا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل اُس مخدوم (آپ) کے مکتوب کے جواب میں جو کہ بہت سے مسائل پر مشتمل ہے تحریر ہو چکی ہے اور تنزیل (تجلیاتِ صفات میں نزول کرنے) کو مان لینے کی صورت میں جو شخص کہ مطلق کا اس حیثیت سے گرفتار ہے کہ وہ مطلق ہے، مقیدات کے ساتھ ہرگز خوش نہیں ہوگا اگرچہ وہ اس کا عین ہی ہوں۔ مقیدات اگرچہ مطلق ہوں لیکن ہر ایک کے احکام جدا اور معاملات الگ ہیں، ایک کو دوسرے کے ساتھ مخلوط کرنا اور ایک کی گرفتاری کو بعینہ دوسرے کی گرفتاری جاننا نگاہ کی تیزی سے بعید ہے، اگرچہ اس مرتبہ میں تمیز مفقود ہے لیکن اس گرفتاری سے اُس گرفتاری تک بہت فرق ہے، حیوان کا طالب اس حیثیت سے جیسا کہ وہ (حیوان) ہے ہرگز ماشی (چوپایہ) اور فرس (گھوڑا) سے خوش نہیں ہوتا، ہر چند ان کے درمیان نسبت اتحاد موجود ہے، حیوان کے مرتبہ میں تمیز مفقود ہوتی ہے۔ اور جو کچھ کہ حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ بہار الدین نقشبند قدس سرہ) کے کلام کی توجیہ میں آپ نے فرمایا ہے کہ غیر سے مراد مطلوب کا غیر ہے نہ کہ حق (اللہ تعالیٰ) عز برمانہ کا غیر، تو یہ باقیہ بیان کے منافی ہے کیونکہ جب ذرات میں مطلق حقیقی کا وجود کمال اطلاق و تنزہ کے ساتھ مشہود ہوگا (وہ) غیر مطلوب کس طرح ہوگا اور نفی کے قابل کس وجہ سے ہوگا اور غیر سے غیر اعتباری مراد لینا خلاف متبادر (جلدی ذہن میں صلاک آنے کے خلاف ہے، ہاں اگر ان حضرت (قدس سرہ) کا مشرب جرم (یقین) کے ساتھ وحدت وجود ہو تو اس قسم کے جیلوں اور زندا بیری کی گنجائش ہے ورنہ نہیں۔

اس کے باوجود ہم یہ کہتے ہیں کہ مطلق جو کہ (خواجہ بزرگ کی) عبارت شریفہ میں واقع ہے اس سے مراد اگر مرتبہ لاتعین اور غیب ہوتی ہے جیسا کہ عبارتوں سے متبادر (جلدی ذہن میں آتا) ہے کیونکہ مطلق حقیقی کمال اطلاق و تنزہ کے ساتھ اسی مرتبہ کے مناسب ہے تو یہ مرتبہ اس بلند مرتبہ گروہ کے طریق پر اس سے زیادہ بلند ہے کہ علم و معرفت و شہو کا متعلق بنے اس لئے اس مرتبہ تنزہ کے طلب و شوق سے منع کرتے ہیں اور اس کے طلب کرنے کو وقت کا ضائع کرنا سمجھتے ہیں، پس ذرات میں سے ہر ذرہ کے اندر اس کے مشاہدہ کرنے کا قول کوئی معنی نہیں رکھتا اور جس وقت وہ غیریت سے منزہ ہوگا تو تمام مشاہدات اسی کا مشاہدہ ہوں گے پس اس کے شوق و طلب کو منع کرنا صورت پذیر نہ ہوگا اور اگر مراد مرتبہ وحدت ہے جیسا کہ قوم کا کلام اس کا پتہ دیتا ہے جیسا کہ انھوں نے کہا ہے "اور وہ مشہود کل ہے اور وہ تجلی ذاتی ہے اور اس کے لئے اعلیٰ توحید کا مقام ہے" اگرچہ اس کو مطلق حقیقی کہنا کوئی زیادہ مناسب نہیں رکھتا کیونکہ یہ ایک لحاظ سے مرتبہ مطلق ہے کمال اطلاق اور پیر کے مرتبہ کے لئے ہے، پس ہم کہتے ہیں کہ مطلوب ابھی تک اس کے ماوراء ہے

اور سالک راستہ میں ہے مطلب سے راستہ میں رک جانا طلبِ کامل کا مقتضی نہیں ہے اگرچہ اس تعین کو منعین پر زائد نہیں جانتے لیکن تعین (دہر حال) تعین ہے، عالی ہمت شخص اس پر فریقہ نہیں ہونا اور فحہری المشرب جو کہ محبوبیت کے زیادہ قریب ہے اس کے ساتھ عاجز نہیں رہ جانا اور تمام اشیاء کے لئے اس تعین کی عینیت کے ساتھ اور غربت سے اس کے تنزہ کے ساتھ لا تعین کی طلب سے فارغ نہیں بیٹھنا۔

ع فراقِ دوست اگر اندک است اندک نیست (دوست کا فراق اگر معمولی سا ہو تو وہ بھی معمولی نہیں ہے) اگر کہیں کہ ”ی تعین عین متعین ہے پس ایک کی یافت و شہود بعینہ دوسرے کی یافت و شہود ہے“ (جواب میں) ہم کہتے ہیں تو پھر اس کے اوپر کے مقام سے کیوں ڈرتے ہیں اور اس کی طلب سے منع کیوں کرتے ہیں کیونکہ اس کی یافت (تو) اس تعین کی یافت کے ضمن میں حاصل ہو گئی۔ پس معلوم ہوا کہ اس مرتبہ کی یافت اس مرتبہ کی یافت سے جدا ہے اسی لئے وہ ممنوع ہوا اور یہ ممنوع نہیں ہوا اور اگر وہ لوگ کہیں کہ جب اس مرتبہ کا وصول و یافت محال ہے تو اس کا گرفتاریوں ہو اور اس کی طلب میں وقت کیوں ضائع کرے، (جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ اس کو بان لینے کی صورت میں عشق و گرفتاری اختیار ہی امر نہیں ہے کہ مقدر یا عقلیہ کے ساتھ اس سے منع کیا جائے اور عاشق صادق کو ایسے محبوب سے باز رکھا جائے جس تک پہنچا محال ہو۔

بامس زلف تو بار اسر سودانی ہست وصل ہر چند محال است تمنائی ہست

[تیری زلف کے سرے کے ساتھ ہمیں جنونی خیال ہے اگرچہ وصل محال ہے (لیکن پھر بھی) تمنائی ہے] بیچارے عاشق کی تمنائی یہ ہے کہ اپنے آپ کو معشوق کی طلب میں جلائے اور پر یاد کر دے بلکہ اپنا کوئی نام و نشان نہ چھوڑے اور اس کے بغیر نہ رہے اگرچہ معشوق کچھ بھی اس کے ہاتھ نہ آئے اگرچہ عتاب نہ کریں اور خواہ رد کر دیں کہ یہ رد کرتا نہیں ہے بلکہ ناز ہے، کسی نے خوب کہا ہے

اگر ندہی بکف دامن یارم گرفتار کسے دیگر مدارم

[اگر تو دوست کا دامن میرے ہاتھ میں نہیں دیتا تو مجھے کسی دوسرے کا گرفتار (بھی) مت رکھ]۔ عاشق درد مند اس سب کچھ کے باوجود نہایت خوش ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ معشوق اس آوارہ کی طلب سے آگاہ ہے اور اس بیچارہ کے دردِ فراق سے باخبر ہے فان لم تکن تراہ فانہ یراک [پس اگر تو اس کو نہیں دیکھتا تو بلاشبہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے]۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ عشق سے مقصود محض درد و غم ہوتا ہے اور وصل ہرگز منظور نہیں ہوتا، طلب کے اس درد کو وقت کا ضائع کرنا کس طرح کہا جائے گا کہ اس غمگین بتلا کی عمر کا سرمایہ یہی درد و اندوہ ہے۔

بے غم و درد تو صد حیف ز عمرے کہ گذشت پیش ازین کاش گرفتار غمت می بودم  
 (جو عمر تیرے درد و غم کے بغیر گذری اس پر صد افسوس ہے کاش کہ میں پہلے ہی سے تیرے غم میں گرفتار ہوتا)  
 اور یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ "اس معرفت کی کچھ خاصیتیں اور علامتیں ہیں" چونکہ توحید حقیقت  
 میں شہودی ہے وجودی نہیں ہے اس لئے ان علامات کے ساتھ متحقق ہونا ضروری نہیں ہے یہ تمام  
 معاملہ سالک کے شہود (مشاہدہ) میں ہے حقیقت میں اس (سالک) کی صفات پابندی کی اسی حالت پر  
 ہیں واجب تعالیٰ کی صفات نہیں ہو گئی ہیں، قلب حقیقت (حقیقت کا بدل جانا) محال ہے اور اگر بلا فرق  
 ممکن کی صفات بعینہ واجب کی صفات ہو جائیں تو چاہئے کہ ہدایت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور  
 ہدایت خداوندی جل شانہ میں کوئی فرق نہ ہو پس آیت کریمہ اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ  
 اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ [بیشک تو جس کو چاہے ہدایت نہیں دے سکتا ولیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے]  
 کس معنی میں ہوگی و نیز حدیث انتم اعلموا بامور دنیا کملا [تم اپنے دنیا کے کاموں کو بہتر جانتے ہو] کی کیا  
 وجہ ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ عز و جہانہ کے علم کے بارے میں اس طرح نہیں کہا جاسکتا، اور آیت کریمہ لَوْ كُنْتُمْ اَعْلَمُ  
 الْغَيْبِ [اگر میں غیب کو جانتا] اور آیت کریمہ لَا اَذْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا يَكْمُرُ [میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ  
 کیا سلوک ہوگا اور نہ یہ جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک ہوگا] کس اعتبار سے ہوگا اور اس شہود (مشاہدہ)  
 میں صاحب استعداد سالک کو بہت سے منافع ہیں کیونکہ سیر و سلوک اور دیاضات و مجاہدات سے مقصود  
 ماسوی اللہ تعالیٰ کی گرفتاری (تعلق) کا زائل ہونا ہے اس شہود کے ذریعہ حصول سے جا ملتے ہیں،  
 اور اس سعی و کوشش سے مقصود بندگی کا حاصل ہونا اور اپنی عاجزی و احتیاج و گناہی کا مشاہدہ ہے  
 نہ یہ کہ بندہ بندگی کے راستہ سے پاؤں کھینچ لے اور خدا ہو جائے اور اس کے کمالات ذاتیہ کے ساتھ  
 متحقق ہو جائے کہ ان امور کی تمنا کرنا کمال خودی اور انانیت کا پتہ دیتا ہے۔ حضرت خواجہ بزرگ  
 (خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ) نے فرمایا ہے کہ "بندگی خواجگی کے ساتھ راست نہیں آتی۔ اور یہ جو  
 آپ نے لکھا تھا کہ "مرتبہ وحدت میں فنا حقیقی (کا حاصل ہونا) اس راستہ کی نہایت ہے" وحدت  
 وجود کے قائل حضرات چونکہ ہمیشہ انفس کے گرفتار ہیں، اس گروہ کے لئے کامل طور پر فنا (کا حاصل ہونا)  
 کس طرح کہا جائے کیونکہ فنا ماسوی اللہ تعالیٰ کی گرفتاری کا زائل ہونا ہے اور یہ لوگ ہر وقت ذرات  
 میں سے ہر ایک ذرہ کے ساتھ گرفتار ہیں اگرچہ وہ غیرت کے عنوان کے ساتھ نہیں جانتے لیکن حقیقت میں  
 وہ غیرت کمال درجہ کی تخرید و نیستی اس وقت ظاہر ہوگی جب وہ اس بھنور سے نکل جائیں اور آفاق  
 و انفس کے ماوراء و ہوں۔ اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ مذکورہ خاصیات و علامات کے ساتھ متحقق اس فنا کی

حالت میں ثابت نہ ہے کیونکہ یہ تحقق مقام بقا میں ہے اس لئے کہ فنا و استہلاک کے وقت میں ممکنات کا ہیولی (بارہ) بن جانا اور جوہریت و عرضیت کی صورتوں کے ساتھ متمثل ہونا نہیں ہے پس اس تقدیر پر جائز ہے کہ مرتبہ توحید کی نہایت تک پہنچ جائے جو کہ فنا کے حقیقی ہوتی ہے اور ان علامات میں سے کوئی چیز بھی اس میں نہ ہو اور اگر ان علامات کے ساتھ متحقق ہونا نہایت و کمال ہو تو پھر فنا کو نہایت کہنا کس طرح درست ہوگا۔

ہم اصل بات کی طرف جاتے ہیں، فنا و بقائے وجودی اس صورت میں ہوگی جبکہ ممکنات کا کوئی وجود ہو، اس (وجود) کا ہونا شہود میں ہونے کے سوا نہیں ہے، امانتیں ہمیشہ اہل امانات کی ہیں اس جگہ سوائے اس کے نہیں کہ علم بدل جاتا ہے لیکن انا عند ظن عبدی بی (میں اپنے بندہ کے گمان کے نزدیک ہوں) کے مطابق اس کمال کے اندازے سے اس کے ساتھ معاہدہ فرماتے ہیں اور مذکورہ آثار و علامات اس میں ظاہر کرتے ہیں اور تسلیم کر لینے کی صورت میں دوسروں سے ان معاملات کی نفی کس طرح معلوم ہوگی اور کہاں سے معلوم کیا جائیگا کہ دوسرے حضرات اس حد تک اس کے حقائق میں غور و فکر کرنے اور اس کے دقائق میں غوطہ لگانے کے باوجود کہ اس مسئلہ کی تحقیق کی بلند چوٹی اور ترقیق کے انتہائی درجہ تک پہنچ چکے ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ جل شانہ کی امداد سے اس سے گزر چکے اور علوم وراثت حاصل کر چکے ہوں ابھی تک توحید کے راستے میں ہیں۔

میرے مشفق! معارف توحید و وجودی کے متعلق جس قدر آپ جانتے ہیں (شوق) لکھیں کہ (بی) حال شریف ہے، کس کو اس مقام میں کلام سخن ہے کیونکہ اکابر اہل اللہ نے اس کے ساتھ کلام کیا ہے اگر چہ انھوں نے شکر و غلبہ محبت کی وجہ سے ہی کہا ہو۔ میرے جدِ امجد (حضرت شیخ عبدالاحد قدس سرہ) اس مقام (توحید و جوری) میں مضبوط قدم رکھتے تھے اور انھوں نے تصانیف عالیہ بھی تالیف فرمائی ہیں لیکن انھوں نے آداب شریعت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا جیسا کہ محققین کا طریقہ ہے لیکن دوسروں کی نفی کرنا اور حق کو اپنے علم میں ہی محصور (محدود) رکھنا اور اس (علم) کے ماسوا کو محال جاننا آپ جیسے حضرات سے بہت زیادہ محلِ تعجب ہے اور اسی طرح شیخ ابن عربی کو خاتم ولایت محمدی متعین کرنا اپنے تمام پیران نقشبندیہ سے اس ولایت کی نفی کرنا ہے، ان امور کی جرأت کرنا بلند فطرت حضرات سے نہایت ہی مستبعد ہے اور اس سے بھی زیادہ عجیب یہ ہے کہ آپ نے ابن سینا کو کامل محبت کے ساتھ یاد کیا ہے حالانکہ اس کے فاسد عقائد اہل حق کے عقائد کے مخالف اور اس کی تکفیر و تضلیل کا باعث ہیں، اور امام غزالی (قدس سرہ) نے حکماء کے عقائد بیان کرنے کے بعد کہا ہے "پس ان کی

تکفیر و تشنیع (ان کو کافر و برا کہنا) واجب ہے جیسا کہ فارابی و ابن سینا۔ اور آنسور و علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ  
والتسلیمات واقعہ میں ایک بزرگ کو اس (جو علی سینا) کے بارے میں فرماتے ہیں: رجل اھنلہ اللہ علی  
علمہ [وہ ایک ایسا آدمی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے علم کے باوجود گمراہ کر دیا ہے] اور کسی دوسرے بزرگ کو  
بھی کسی دوسرے واقعہ میں اسی کے مثل فرمایا ہے۔ اگر غیروں سے اس قسم کے امور مطالعہ کئے جائیں تو  
چنداں شکایت کا مقام نہیں ہے لیکن اگر آپ جیسے حضرات (کی جانب) سے مخلصوں اور دوستوں کے  
کان میں اس قسم کے امور کی ذرا سی پھینک بھی پڑے تو اس کی گنجائش ہے کہ شکایات کی جائیں اسی  
بنیاد پر سب جو ایتیں کرتا ہے، معافی کی امید ہے۔

میرے مخدوم! جبکہ ہمارے خواجہ حضرت قطب عرفا موبد الدین الرضی (قدس سرہ) انجام کار میں فرماتے  
ہوں کہ یقین کامل کے ساتھ معلوم ہو گیا کہ توحید ایک تنگ کوچہ ہے شاہراہ کوئی اور ہی ہے پھر بھی وہ  
مخدوم (آپ) تحریر فرماتے ہیں کہ وہ حضرت (خواجہ باقی باللہ قدس سرہ) وحدت در کثرت کے مشاہدہ میں رہے  
ہیں، شاید کہ وہ جائے پناہ (آپ) ان حضرت عالی قدس سرہ سے اس عبارت شریفہ کے صادر ہونے کے قصہ پر مطلع  
نہیں ہوئے ہیں جو اس کی تاویل میں جلدی کر رہے ہیں، ایسا نہیں ہوا ہے کہ صرف ہی عبارت ان (حضرت قدس سرہ)  
سے واقع ہوئی ہو تاکہ اس کی تاویل کریں اور ظاہر سے اس کو دوسری طرف لے جائیں اگرچہ وہ تاویل کے  
قابل نہ ہو، اس عبارت عالیہ کا صدور کچھ معاملات کی خبر دیتا اور چند مقدمات پر مبنی ہے۔

آسودہ شبے باید و خوش مہتابے      تا با تو حکایت کنم از ہر بابے

[ایک آرام و راحت کی رات ہو اور چاندنی خوب چمکی ہوئی ہوتی تاکہ میں تجھ سے ہر طرح کی گفتگو کروں]

جبکہ حضرت خواجہ (قدس سرہ) اس طرح فرمائیں اور اس مقام میں ہوں آنجناب ان کی متابعت کے

زیادہ حقا رہیں، آپ اگرچہ مغلوب حال ہوں پیر کی تقلید کو ترک نہ کریں۔ اور یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ

”عقلی و نقلی دلائل اس معرفت کی تائید کرتے ہیں“ — جو نقلی دلائل اس بارے میں لوگ لاتے ہیں

ہیں ان میں سے اکثر تشابہات کی قسم سے ہیں کہ وہ لازمی طور پر ظاہر سے دوسری طرف پھیرے ہوئے اور

تاویل کئے گئے ہیں اور دلائل عقلیہ اقناعات (قانع اور قائل کر دینے والے ہونے) کے سوا جن میں کہ کلام کی

اور کیا چیزوں کے محقق دقانی (علامہ جلال الدین) رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ یہ مسئلہ طریقہ عقل سے ناواقف

اور مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ طریقہ عقل کے علاوہ ایک اور طریقہ ہے کہ جس طریقہ میں

مکاشفہ و مشاہدہ کے طریق پر چند چیزیں منکشف ہو جاتی ہیں کہ عقل ان کے ادراک سے عاجز ہے جس طرح

کہ جو اس معقولات کے ادراک سے جو کہ عقل سے معجز ہوتے ہیں عاجز ہیں اور اس طریقہ میں یہ ثابت ہو جاتا

۲۱۶۰ کہ حقیقت وجود جو کہ عین واجب الوجود ہے نہ کلی ہے نہ جزئی الخ

اور یہ جو حکمتے کہا ہے کہ معدوم موجود اور موجود معدوم نہیں ہوتا اور ان دونوں مفردوں میں بدیہی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ناقابل تسلیم ہے اور بدیہی ہونے کا دعویٰ ناقابل سماعت ہے کیونکہ (یہ) وہم کا حکم ہے بلکہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی کھلی ہوئی قدرت کا انکار ہے، اگر وہ (اللہ تعالیٰ) معدوم کو موجود کر دے اور عالم کو کسی چیز کے بغیر پیدا فرمادے یا سب کو معدوم اور لاشے بنا دے تو اس کی قدرت سے کوئی تعجب کا مقام نہیں ہے یہ مقدمہ عالم کے قدیم ہونے کی طرف لے جانے والا ہے کہ جس کا قائل ہونا کفر ہے کیونکہ (تمام) اہل مذاہب کا اجماع ہے کہ عالم اپنے تمام اجزاء کے ساتھ محدث (غیر قدیم) ہے، اور یہ آیت کریمہ **وَإِلٰہِآءِ الْاَوَّلٰیْنَ کُفْرًا اِنَّا خَلَقْنٰہُمْ مِنْ قَبْلِ وَاَنْتَ لَا تَعْلَمُ شَيْئًا** [کیا انسان اس بات کو یاد نہیں کرتا کہ ہم نے ابتداءً اس کو پیدا کیا حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں تھا] کے بھی مخالف ہے (علامہ بیضاوی رحمہ اللہ) نے اپنی تفسیر میں کہا ہے بلکہ وہ عدم محض تھا، اور نیز اس سے صانع مختار (اللہ تعالیٰ) شانہ کا معطل (بیکار) ہونا لازم آتا ہے کیونکہ ان لوگوں کے طریق پر اس سبحانہ و تعالیٰ کی صنعت معدوم کی ایجاد نہیں کرتی اور موجود کو ایجاد کرنا خود محال اور تحصیل حاصل ہے، اور دوسرے مقدمہ (یعنی موجود معدوم نہیں بنتا) کے مطابق موجودات ممکنہ کو بقا میں بھی صانع کا محتاج نہیں ہونا چاہئے بلکہ (چاہئے کہ) وہ تعالیٰ شانہ اشیاء کے فنا کرنے پر (بھی) قادر نہ ہو۔ اور نیز اعراض غیر قارہ (ایک حالت پر قائم نہ رہنے والے اعراض) میں کہ جن کا حدوث بھی مشاہدہ میں آتا رہتا ہے اور ان کا فنا ہونا بھی مشاہدہ میں آتا رہتا ہے یہ لوگ کیا کہیں گے، اس بات کا قائل ہونا حقیقت میں صانع مختار (اللہ تعالیٰ) کی نفی کرتا ہے، تعالیٰ عن ذلک علواً کبیراً (اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے) اور صفات کا ذات پر تائد نہ ہونا بھی ناقابل تسلیم ہے کیونکہ اہل سنت کے مسلمہ عقیدے کے خلاف ہے۔ صاحب تعرف صفات کے بارے میں کہ وہ لاہو ولا خیر ہیں [نہ وہ ذات ہیں اور نہ غیر ذات ہیں] صوفیہ کا اجماع بیان کرتا ہے، اور یہ بات مان لینے کی صورت میں ان صفات کے بالمقابل اعدا کو تمیز کرنے کے لئے تمیز علمی کافی ہے۔ اور زیادتی وجود کے بارے میں کلام آنجناب (آپ) کے اس مکتوب کے جواب میں جو کہ بہت سے مسائل پر مشتمل ہے تفصیل کے ساتھ موجود ہے لیکن چونکہ اس جگہ بھی بات آگئی ہے تو کچھ مختصراً لکھا جاتا ہے۔

میرے کرم! جب یقین کا طالب جو کہ فطرت سلیمہ رکھتا ہو اپنے صحیح وجدان کی طرف رجوع کرے اور اپنی) درست سمجھ کے ساتھ صحیح طور پر غور کرے تو معلوم کرے گا کہ اللہ تعالیٰ کو ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ وہ اپنے موجود ہونے کے لئے اپنی ذات مقدس کے علاوہ کسی اور کا محتاج ہو اور فی نفسہ (اپنی ذات میں)



ہستی سے خالی اور وجود کی احتیاج رکھتا ہوا اور نیز وہ شخص معلوم کر لے گا کہ اُس تعالیٰ شانہ کی حقیقت و ماہیت عین وجود ہستی نہیں ہوتی ہے کیونکہ ہستی جو کہ فی نفسہ مصادر و احداث (جس سے دوسری چیزیں نکلیں اور جو نئی پیدا ہونے والی ہوں) سے ہے اس کو غیر کی جانب عدم احتیاج کے واسطے باری تعالیٰ کی حقیقت جانتا اور اس پر اصطلاح باندھنا کوئی معنی نہیں رکھتا اور جو ذات کہ خارج ہیں وجود حقیقی کے ساتھ موجود ہے کیا ضرورت ہے کہ ہم اس پر ایسے لفظ کا اطلاق کریں جو کہ اس معنی کا لغوی مفہوم ہو غیر کے ساتھ قائم ہو اور عوارض سے ہو اور معقولات ثانویہ سے ہو اور اس کے باوجود شرع اس کے اطلاق کے ساتھ وارد نہ ہوئی ہو، صوفیہ کرام جبکہ تمام نسبتوں اور اعتبارات کی اُس بارگاہِ قدس سے نفی کرتے ہیں تو ان کی ایک جماعت وجود کی بھی نفی کیوں نہیں کرتی اور وجود کی نفی سے عدم کا ثابت ہونا لازم نہیں آتا کہ وہ بھی ایک نسبت ہے اور وہ سبحانہ و تعالیٰ نسبتوں اور اعتبارات سے ماوراء ہے اور عینیت وجود کے ان بزرگواروں کی مراد اس معنی میں وجود کی نفی نہیں ہے کہ وہ تعالیٰ شانہ خود بخود ہے اور جو با یک تعبیر زیادہ نہیں ہے کیونکہ کیا کا بحق سبحانہ کی حقیقت کو وجودِ مطلق جانتے ہیں اس سے وجود کی نفی کی کیا صورت ہے کیونکہ کسی چیز کی اس کی اپنی ذات سے نفی کرنا محال ہے پس حق یہ ہے کہ وجود کے علاوہ اس کی ایک حقیقت اور ایک ذات ہے اور وہ بنفسہ اپنے موجود ہونے میں وجود کے عارض ہونے سے بے نیاز ہے بلکہ وہ ایک ایسی شان کے ساتھ ہے کہ یہ عارض ہونا وہاں نہیں پہنچتا اور وہ خود بخود موجود ہے غیر کا محتاج ہونے کی نفی کرنے کے لئے کیا ضروری ہے کہ ہم اس کو عین وجود کہیں وجود سے بزرگیوں نہ کہیں اور (لفظی وجود کے اطلاق استعمال) کی اس بارگاہِ قدس میں اجازت نہ دیں اور عادت اللہ (اس طرح جاری ہے) کہ جو کچھ عالم حقیقت میں ہے اس کا نمونہ اور مثال عالم مجاز میں ظاہر کرتا ہے تاکہ وہاں سے حقیقت کی طرف قدم بڑھائیں اور چونکہ اُس ذاتِ مقدس کے لئے ایک خاصیت ہے کہ وہ خود بخود موجود ہے نہ کہ کسی اور وجود کے ساتھ اور جو کو اس کا نمونہ بنایا کہ اگر موجود ہوتا خود موجود ہوتا کہ وجود کے ساتھ، المجاز

لفظاً تنظرۃ الحقیقۃ [مجاز حقیقت کا پل ہے]۔

اور یہ جو ہم کہتے ہیں کہ ذاتِ مقدس خود بخود موجود ہے یہ محض تعبیر ہے نہ یہ کہ وہاں اس کے ساتھ کیا نام ایک وجود ہے جو اس کے ساتھ قائم ہے، اور یہ جو شیخ امان نے کہا ہے کہ "حق تعالیٰ کی حقیقت وجود ہے اور اس کے علاوہ سوائے عدم کے اور کچھ نہیں ہے، عدم اشیاء کا مبداء اور ان کی اصل نہیں ہو سکتا کیونکہ اس سے حقیقت کا بدل جانا لازم آتا ہے اس لئے وجود کا ہونا لازمی ہے اور وہ مقبری (اجزائے اولیٰ) نہیں ہے اس لئے تمثیل کے ساتھ ہوگا" (اس قول میں) چند وجوہ کی بنا پر بحث کی گئی ہے: اول یہ کہ

وجود کو حق سبحانہ کی حقیقت کہتا اہل سنت و جماعت شکر اللہ سبحانہ کے عقیدہ کے خلاف ہے۔  
دوسرے یہ کہ صفات واجبہ جل سلطانہ اہل سنت کے طریقہ پر ذات تعالیٰ و تقدس پر زائد ہیں پس اس بنا پر  
یہ کہنا کہ اس کے علاوہ عدم کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ "درست نہیں آتا کیونکہ ہو سکتا ہے۔ اس تقدیر  
پر صفات مبدیہ ہوں۔ تیسرے یہ کہ قلب حقیقت (حقیقت کا بدل جانا) اس وقت ہوگا جبکہ عدم وجود  
ہو جائے لیکن اگر موجود ہو جائے تو اس میں کیا استواء ہے۔ علمائے کہا ہے کہ وجود معدوم ہے اور کوئی  
قلب حقیقت نہیں ہے۔ چوتھے یہ کہ قلب حقیقت اس وقت ہوگی جب عدم موجود ہو جائے لیکن اگر  
عدم موجود نہ ہو جائے تو قلب حقیقت نہیں ہوگی۔ پانچویں یہ کہ لفظ مبدیہ جو اس عبارت میں واقع ہوا،  
اس کا محمل مادہ و سیوی ہے اس لئے اس (لفظ) نے اس (تعالیٰ شانہ) کو تجزی و تمثیل میں منحصر کر دیا حق  
جل و علا کو ممکنات کا مادہ و سیوی کہنا نہایت ہی بُری بات ہے، اور مبدیہ بمعنی موجود ذات حق سبحانہ پر  
اور ایجاد میں تجزی و تمثیل کی ضرورت نہیں ہے۔ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَا ارَدْنَاهُ اَنْ نَّقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ  
[پیشک جب ہم کسی چیز کا ارادہ کریں تو اس کیلئے ہمارا کہنا یہ ہوتا ہے کہ کہیں ... ہو جا تو وہ (فورا) ہو جاتی ہے]۔  
چھٹے یہ کہ ذات حق کو عدم کے مقابل کتنا کوئی معنی نہیں رکھتا، وہ وجود و سوا ہے کہ جس کے مقابل میں  
عدم ہے کہ وہ کون و حصول (ہست ہونا اور پیدا ہونا) کے معنی میں ہے۔ ساتویں یہ کہ وجود عدم کی  
نقیض (ضد) نہیں ہے کہ عدم کی نفی کرنے سے وجود لازم آئے بلکہ ان دونوں کے درمیان تضاد کی نسبت  
ہے والضدان یرتفعان [اور دو ضدیں مرتفع ہو سکتی ہیں]۔ کسی عارف نے کہا ہے: فوق عالم الوجود  
عالم الملك الودود [عالم وجود کے اوپر ملک الودود (حق) کا عالم]۔ اور یہ جو کہا ہے کہ اعدام اضافیہ علم میں  
حصول رکھتے ہیں یہ بھی اشیاء کے اصول نہیں ہو سکتے کیونکہ اس سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ جب علم حضور کا  
ہوگا اعدام کا حصول نہیں ہوگا کہ وہ اصول ہو جائیں۔ یہ اعدام علم میں کہاں سے آئے کیونکہ  
"معلوم من وجہ ثابت ہونے کے سوا (اور کچھ) نہیں ہوتا یہ کامل طور پر ساقط ہے۔ اول اس لئے کہ علم واجب  
کو (علم) حضور کی کہیں یا اس کا غیر، اعدام اضافیہ سے اللہ تعالیٰ کے علم کی نفی کرنا اس تعالیٰ شانہ،  
کے لئے ان اعدام سے جہل کو ثابت کرنا ہے تعالیٰ اللہ عن ذلك علواً کبیراً [اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے  
بلند تر و بالاتر ہے]۔ دوسرے اس لئے کہ ہم نہیں مانتے کہ معلوم من وجہ ثابت ہونے کے سوا نہیں ہے کیونکہ ہم بلاشبہ  
اعدام متمازہ (منضادہ) کو جانتے ہیں اگرچہ وہ ثبوت نہ رکھتے ہوں۔ تیسرے اس لئے کہ اعدام متمازہ کا  
کسی بھی لحاظ سے ثابت نہ ہونا ناقابل تسلیم اور محل نظر ہے۔

حضرت شیخ صدر الدین قنوی قدس سرہ نے کہا ہے کہ "شیتیت (شے ہونا) دو طریق پر ہے

ثبیت ثبوتی و وجودی۔ ثبیت وجودی شئی کا مراتب میں سے کسی مرتبہ اور عالم میں سے کسی عالم میں اپنے آپ کو ظاہر کرنا ہے اور ثبیت ثبوتی شے کا علم میں ثابت ہونا ہے نہ کہ خارج میں، اور یہ ثبیت بنانے والے کے بنانے سے بنائی نہیں گئی ہے پس معدوم مطلق مطلقاً کسی اعتبار سے بھی شئی نہیں ہے۔ ثبوت کے اعتبار سے اور نہ وجود کے اعتبار سے لیکن معدوم ممکن کے لئے وجود یعنی سے پہلے ثبیت ثبوتی ہے اور (وہ) امر گن سے اسی ثبیت کے ساتھ مخاطب ہوتا ہے اور اقرار قبول کرتا ہے اور خارجی و خارجی میں آجاتا ہے۔ اور کسی دوسری جگہ حضرت شیخ (قدس سرہ) نے فرمایا کہ "علم واجب کا معدومات ممکنہ کے ساتھ وجود خارجی سے پہلے متحقق ہونا حقیقت میں معدوم کے ساتھ تعلق نہیں ہے کیونکہ تمام لامتناہی ممکنات ام الكتاب میں ہیں اور قلم اعلیٰ جو کہ روح قدسی اور عقل کل ہے اس کے بعض کا محمل ہے اور محمول اثبات کی لرح (روح محفوظ) جو کہ نفس کل ہے اس محمل کا مفصل ہے۔ محقق دوانی (جلال الدین) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "عدم بھی وجود حقیقی کے مظاہر میں سے ہے۔" چنانچہ امام حجتہ الاسلام (امام غزالی رحمہ اللہ) کسی رسالہ میں فرماتے ہیں کہ "تمام کائنات کی اصل فنا ہے پس فنا پر بھی ایجاد کے ساتھ رحمت کی گئی ہے کیونکہ فنا اصل میں موجود نہیں تھی، وجود فنا کا پہلا درجہ فنا کا پیدا کرنا ہے کیونکہ کائنات کی فنا قدیم نہیں ہے، فنا اصل میں خود فانی تھی جب اس کو وجود کیا گیا تو فنا کا نام اس پر صادق آیا۔ اگر ہم کائنات کی فنا کو قدیم چاہیں تو بازی سجانہ و تعالیٰ کی صفت قدیم کے ساتھ شریک کرنے والے ہوں گے۔ پس صحیح بات یہ ہوتی کہ فنا قدیم نہیں ہے بلکہ فنا محدث (نئی پیدا شدہ ہے) پس فنا جو کہ کائنات کی اصل ہے اپنی فنا میں محدث ہے قدیم نہیں ہے اور خاک جو کہ جماد کی اصل ہے اور اپنے جماد و مواد (مادہ) ہونے میں محدث ہے قدیم نہیں ہے، اہل سنت کے قول المعدوم لیس بشی (معدوم کوئی چیز نہیں ہے) کے یہی معنی ہیں۔ امام الاسلام (امام غزالی رحمہ اللہ) کا قول یہاں تک ہے "جو تھے اسلئے کہ بظاہر یہ کلام متناقض (متضاد) ہے کیونکہ اول جس جگہ یہ کہا ہے کہ اعداہم اضافیہ جو کہ علم میں حصول رکھتے ہیں یہ بھی اشیاء کے اصول نہیں ہو سکتے۔ تو اس قول میں اعداہم کے حصول کو علم میں مسلم رکھا ہے اور پھر اس کی نفی کی ہے، پہلے علم حضوری کے اثبات کے ساتھ اور پھر اس کے ساتھ کہ معلوم من وجہ ثابت ہونے کے سوا نہیں ہوتا۔ پانچویں اسلئے کہ یہ صوفیہ کرام اعیان ثابتہ کو اعداہم اضافیہ کہتے ہیں اور ممکنات کے حقایق تصور کرتے ہیں اور یہ جو اس کے بعد لکھا ہوا ہے کہ معلومات کی اصل تو ظاہر ہو گئی کہ علم بلکہ عالم ہے لیکن اعداہم کی کونسی اصل ہے؟"

ہم کہتے ہیں کہ اعداہم کا منشاء (اصل) کمالات الہی ہیں جو کہ بالاتفاق علم میں نمیز رکھتے ہیں اس مقام میں کس کو اختلاف ہے، ہذا (بیانات تو یہاں ختم ہوئی)۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ

”بندگی کی حقیقت اس کے ساتھ گرفتاری اور اس کے غیر سے گزر جانا ہے جو چیز بھی ہو خواہ دنیا ہو یا آخرت“  
 بیشک اسی طرح ہے لیکن سچا اور جھوٹا اس معنی کا دعویٰ کرنے میں شریک ہیں ان ہر دو فرق کے درمیان  
 انصاف کے ساتھ فرق کرنے والا امر احکام شرعیہ سے آراستہ ہونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی  
 پسندیدہ سنتوں کے ساتھ مزین ہونا ہے، اُس (اللہ سبحانہ و تعالیٰ) کے ساتھ کمال گرفتاری اور اس کے غیر کو  
 چھوڑنے کی علامت کمال طریق پرست کی پیروی اور بدعت سے پرہیز کرنا ہے جس قدر وہ زیادہ ہوگا یہ بھی زیادہ  
 ہوگا ورنہ اُس گرفتاری (تعلق) کو پسند نہیں کرتے اور اس ترک (چھوڑنے) کو عین گرفتاری شمار کرتے ہیں۔

میرے مکرم! آپ نے جو اعتراضات کہ حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ) کے  
 کلام پر کئے ہیں اگرچہ وہ تمام اعتراضات شخص پر کلام آہی جو کہ مدفوع (دفع کئے ہوئے) ہیں اس کے باوجود بطریق  
 تنزل (نیچے کے درجہ پر آنے کے طریق پر) ہم کہتے ہیں کہ چونکہ خطرات و وساوس کا غود (لوٹ آنا) علم کے غود  
 کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتا کیونکہ نسیان کے وقت خطرات و وساوس نہیں ہوتے، اس بنا پر کلام کی بنا  
 اشیاء کے علم اور اشیا کے نسیان پر رکھی گئی ہے کیونکہ ان دونوں کے درمیان تلازم ہے، اس تعلق کی وجہ سے  
 کہ اس (مخلوق) کا وجود اور تمام صفات اس سبحانہ و تعالیٰ کی واضح قدرت کا اثر ہیں مخلوق سے خالق کی

طرف ایک کشادہ راستہ ہے کہ مؤثر حقیقی تک وصول کے بعد قوی بصیرت والوں پر وہ پوشیدہ راستہ اور وہ  
 معنوی تعلق محسوس و ظاہر ہو جانا ہے رہنمائی میں اتحاد کی کیا ضرورت ہے دھوئیں کو آگ کے ساتھ کیا  
 اتحاد ہے جس جماعت نے کہ نسبت کو درست کر لیا ہے اور محبت کو کمال تک پہنچایا ہے وہ لوگ محبوب کے  
 ادنیٰ سے تعلق کے ساتھ کھنچ جاتے ہیں اور کسی چیز کے ساتھ اس سے عاجز نہیں رہ جاتے اور تمام اشیاء کو  
 مذکورہ تعلق کے ساتھ ملاحظہ کرتے ہیں اس صورت میں کوئی چیز عارف کو اپنی طرف نہیں بلاتی بلکہ اپنے  
 ماوراء کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نظر بصیرت عارف کو اپنے سے باہر ڈالتی ہے اتحاد کی صورت کے برخلاف  
 کہ اس میں سالک بیچارہ کو ہر چیز اپنی طرف بلاتی ہے اور اپنی گرفتاری کی طرف رہنمائی کرتی اور اپنے آپ کو  
 محبوبیت کے عنوان کے ساتھ ظاہر کرتی ہے اور ہر شکل اور دہود بھوت (معتوق کے تاز و انداز کے ساتھ  
 سامنے آتا ہے اور سید سکندری بن جانا ہے سے

پری ہنفتہ رخ و دیودر کرشمہ و ناز بسوخت عقل زحیرت کہ این چہ بوا لعجبی است

[پری نے اپنا چہرہ چھپا لیا اور دیو کرشمہ و ناز میں مصروف ہے عقل حیرت سے جل گئی کہ یہ کیا بوا لعجبی ہے]  
 اور نیز اگر ممکنات میں وجود اور تمام کمالات اس مرتبہ مقدسہ کے ظلال ہوں تو ظل سے اصل کی طرف  
 شاہراہ ہے ظل کے لئے اصل کا عین ہونا ممنوع ہے اور اس فقیر نے عارف کے علم کو جو کہ کمال کے بعد اشیاء

تعلق رکھتا ہے کمال حضوری نہیں لکھا ہے علم حصولی کی نفی سے علم حضوری لازم نہیں آتا کیونکہ حق سبحانہ کا علم جو کہ اشیاء سے متعلق ہے حضوری و حصولی سے ماوراء ہے محض انکشافی ہے جو کہ حصول صورت کے بغیر معلوم کی تمیز کا سبب ہے اور موجودات علمی اس معنی سے ہیں کہ علم ان کی تمیز کا باعث ہوا ہے اشیاء جس جگہ بھی ہوں اس سبحانہ و تعالیٰ پر منکشف ہیں، اشیاء کے ساتھ علم واجب تعالیٰ کو علم حضوری یا علم حصولی کہنا شاید اہل توحید و جدی کے طریق پر درست آتا ہے اور عارف کا علم کمال کے بعد اسی طریق پر ہو جاتا ہے اور اشیاء جس جگہ بھی ہوں عارف کے نفس میں ان کی صورتوں کے حصول اور تاثر کے بغیر عارف پر منکشف ہو جاتی ہیں، یہ علم حصولی اور حضوری کے علاوہ ہے اگرچہ محدود عقل کے گرفتار اس کا یقین نہ رکھیں اور قبول نہ کریں کہ یہ لوگ بحث سے خارج ہیں، اس قسم کے امور ذوقی اور وجدانی ہیں الزامی نہیں ہیں، اس معرفت کا اندازہ ہونا اسی وجہ سے ہے کہ (یہ علم حضوری نہیں ہوتا اور صورت کے حصول سے آزاد و فارغ ہے۔ من لم یذوق لم یدر) جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا۔

میرے مخدوم انماز کو تجلیات و مشاہدات سے بہتر کہتا اس اعتبار سے ہے کہ کامل یقین سے معلوم ہو گیا ہے کہ مطلوب ان تجلیات و مشاہدات سے ولار اورا ہے ان کے ساتھ گرفتاری ظلال کے ساتھ گرفتاری ہے بلکہ شبہ و مثال کے ساتھ (گرفتاری) ہے جو کہ حقیقت میں غیر مطلوب ہے اور تمام اشیاء کو مطلوب کا عین ہونے کا حکم لگانا سکر کی وجہ سے ہے، نمازی ہے جو کہ مطلوب کی خبر دیتی ہے اور اس بے نشان کا کچھ نشان رکھتی ہے، جو قرب کماؤس کی ادائیگی کے وقت (ہوتا) ہے اس کے باہر نہیں ہے، حدیث نبوی علی مصدرہ الصلوٰۃ والسلام والتجہ میں آیا ہے کہ نماز میں اس حجاب کو جو کہ بندہ اور خدا کے درمیان ہے اٹھا دیا جاتا ہے اسی لئے اس کو معراج فرمایا ہے پس جس قدر کوشش اس (نماز) کی تکمیل میں کی جائے یہ اس نسبت کی تکمیل میں کوشش ہے کہ یہ تجلیات و مشاہدات جس کی گرد کو نہیں پہنچتے۔ ذَلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُوْتِیْهِ مَن یَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ [یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے غایت فرمانا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے]۔ اس معاملہ نماز کا کمال قرب نبوت کے ساتھ وابستہ ہے کہ اکثر ارباب ولایت کا ہاتھ اس بلند و بالا درخت سے کوتاہ ہے، انھیں تمام ورق پلٹ دینا چاہئے تاکہ معاملہ اس سے اُس تک پہنچ جائے اُس کا قرب جدا ہے اور اُس کے علوم و اسرار علیحدہ ہیں، اس (قرب نبوت) تک پہنچنے کا راستہ اس راستہ کے ساتھ مناسب نہیں رکھنا (وہ) ایک شاہراہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات والبرکات اور ان کے اصحاب کرام تیز اس امت افراد اس راستہ سے مطلوب تک پہنچے ہیں، ہو سکتا ہے کہ ہمارے خواجہ حضرت

(خواجہ محمد باقی بائشہ قدس سرہ) نے اسی راہ کی نشاندہی فرمائی ہے، اس جگہ جہاں انہوں نے فرمایا ہے کہ شاہراہ اور ہی ہے اگرچہ جائز ہے بلکہ واقع ہے کہ ولایت کی راہ سے کوئی شخص اس بلند چوٹی پر پہنچ جائے بوصلش نارسم صدارت یا افگند شوقم کہ تو پروازم و شلخ بلندے آشیان ارم

[اس کے وصل کو پہنچنے تک میرا شوق مجھ کو سو بار پاؤں سے گرانا ہے کیونکہ میں نیا اڑنے والا ہوں اور ایک بلند شلخ پر آشیاں لکھنا ہوا نماز کو اس صورت پر مقصور (محدود) نہیں جانتا چاہئے، (یہ) عالم غیب الغیب میں ایک حقیقت

رکھتی ہے جو کہ تمام حقیقتوں سے اوپر ہے جہنگ اس حقیقت کو نہ پہنچے اور اس (حقیقت) کے اہل کے ساتھ آستانہ ہو جائے نماز کے کمال سے کیا پائے گا، شاید حدیث قدسی قف یا محمد فان الله یصلی الی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ٹھہر جائیں بیشک اللہ تعالیٰ نماز میں ہے] میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہوں

نماز ایک دلریا معشوق ہے گویا اس کی صورت زریبا کو عالم مجاز میں ان مخصوص ارکان کے ساتھ دکھایا گیا ہے اور اس کی خوبصورتی کی اداؤں کو اس خشوع و آداب کے ساتھ ظاہر کیا گیا ہے جو شخص کہ اس

صورت کے ساتھ گرفتار اور فریفتہ نہ ہو وہ ان ارکان کی حقیقت کو کیا پائے گا (اور) جو شخص کہ ان اداؤں کا والہ و شیفتہ نہ ہو جائے وہ اس خشوع و طمانیت کا کیا ادراک کرے گا۔ مختصر یہ ہے کہ اس کی

لطافتیں اس سے کہیں زیادہ بلند ہیں کہ اس فضول گو کی زبان پر جاری ہوں اور اس کی خوبیاں اس سے کہیں بڑھتی ہیں کہ اس بواہوس کا قلم اس کی ترجمانی کا خیال کرے لیکن اس دولت عظمیٰ کے اہل حضرات کے

پاکیزہ انقاس سے بہت امیدیں اور ان کی محبت و قدمت کی برکت بہت بشارتیں رکھتا ہوں۔

چکدشک تر از دستم گراں گیسو بچنگ افتد - دد صبح از گریہ نام گراں - در کنار آید

[اگر وہ گیسو میرے پنجے میں آجائیں تو میرے ہاتھ ترشک ٹپکنے لگے، اگر وہ محبوب میری آغوش میں آجائے تو میرے گریبان سے صبح طلوع ہو جائے]، سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعَزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے [آپ بزرگوار کی عام شفقتوں سے امید یہ ہے کہ اس کے بعد گفتگو کے دروازے کو اس فرقت زدہ گنہگار پر بند کر دیں گے اور چھوڑ دیں گے کہ نامرادی کے گوشہ میں اپنے گناہوں کا

مانم اور جدائی کا غم رکھتا رہے، والسلام علی من اتبع الهدی۔

مکتوبات

حقائق و معارف آگاہ و مزادہ گرامی شیخ محمد صبغۃ اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے مکاشفہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى. عالی حضرت متعالی منقبت ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ میں ایک روز فجر کے حلقہ میں بیٹھا تھا ایک قسم کی لہو لہو قناظا ہر سوئی اور جو تعین کہ میں رکھتا تھا زائل ہونے لگا اور اس مشاہدہ نے طول کھینچا یہاں تک کہ میں اس روز کی نماز عصر میں بیٹھا تھا میں نے دیکھا کہ امام ہمام حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لاپتہ پتہ تمام شاگردوں کے ساتھ بلکہ ان تمام علماء و مجتہدین کے ساتھ جو کہ ان کے مذہب میں ہیں میرے گرد جمع ہو گئے اور مجھے گھیر لیا، اور حضرت امام (رضی اللہ عنہ) کے بعض اساتذہ مثلاً حضرت ابراہیم نخعی (رضی اللہ عنہ) وغیرہ بھی اس وقت نظر آ رہے تھے، میں دیکھتا ہوں کہ گویا ان سب کے انوار مجھ میں آگئے اور میں نے ان انوار کے ساتھ تعین اور بقا پائی اور پوری طرح ان اکابر کے ساتھ متجسم ہو گیا۔ یہ مکاشفہ تو یہاں پہلے ہی تمہارا واقعہ کے دو تین روز کے بعد آپ نے فرمایا کہ جیسا تعین و بقا علمائے حنفیہ کے ساتھ ہوا تھا اس قسم کا تعین و بقا علمائے شافعیہ کے ساتھ بھی متحقق ہوا چنانچہ میں نے دیکھا کہ حضرت امام شافعی (رضی اللہ عنہ) اپنے مذہب کے تمام علماء و مجتہدین کے ساتھ میرے گرد جمع ہیں محسوس ہوا کہ علمائے حنفیہ سے باہر آگئے اس وقت میں علمائے شافعیہ کے انوار کے ساتھ متحقق ہو گیا جیسا کہ پہلے علمائے حنفیہ کے انوار کے ساتھ متحقق ہوا تھا، اس کے بعد مشہود ہوا کہ جو کچھ مجھ سے چلا گیا تھا یعنی انوار حنفیہ پھر میں عود کر آیا، اس وقت میں ان دونوں فریق میں سے ہر ایک کے انوار کے ساتھ متحقق ہو گیا، اس واقعہ کا ظہور اگر حضرت عالی (قدس سرہ) کو حنفی الشافعی کہیں تو گنجائش ہے، فرماتے تھے کہ اس وقت معلوم ہوا کہ حق ان دونوں اماموں سے باہر نہیں ہے اگر حنفی سے کسی جگہ حق رہ گیا ہے تو امام شافعی نے لے لیا ہے اور امام شافعی سے آگے نہیں بڑھا ہے، اس معنی کو کامل بالغہ کے ساتھ فرماتے تھے اور نیز فرماتے تھے کہ حق سے دو تہائی یا تین چوتھائی حق امام اعظم کے ساتھ مسلم ہے اور ایک تہائی یا دو تہائی امام شافعی کے ساتھ ہے، والسلام علی من اتبع الهدی۔

مکتوب ۲۳۲

میر شمس الدین علی خلعتالی کے نام کمالات فنائے نفس کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ہم بے سرو سامانوں کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع کی حقیقت کے ساتھ آراستہ کر کے اس وہمی خلعت کو کہ جس کی طرف التفات توجہ کرنا اس (اللہ تعالیٰ) کے خاص بندوں کے نزدیک شرک ہے اور وہ ہمارے نفس سے کنایہ ہے جو کہ مطلوب کے لئے حجاب و پردہ ہو گیا ہے بلکہ اپنے آپ کو مطلوب اور معبود ہونا کہتا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے

انت الغامۃ علی شمسک فاعرف حقیقتک (تو اپنے سورج پر بادل ہے پس تو اپنی حقیقت کو پہچان)

پوری طرح ہم سے الگ کر دے تاکہ (یہ بات حاصل) ہو جائے کہ مطلوب حقیقی کو اختیار کی مزاحمت و شرت کے بغیر مطلوب ہونے کے ساتھ جاتا جائے اور پرستش کی جائے اور اس بادل کے ٹکڑے کو جو کہ اپنے آفتاب کے چہرے پر اپنے لئے پردہ ہو گیا ہے درمیان سے اٹھا دے اور آفتاب کے نور کی روشنی کے بالمقابل اس کو محو اور لاشے کر دے کہ ڈھونڈنے والا اس کا کوئی نام و نشان نہ پائے اور کلمہ انا دین کے لئے کوئی مورد (وارد ہونے کی جگہ) نہ رہے، اس معنی میں نہیں کہ اس وقت میں اپنے آپ کو عین مولا تصور کرے بلکہ اپنے آپ کو درمیان سے نکال لے اور نہ پلے، مولا مولا ہے، غیروں کو دلہن کے چہرے کھٹ سے نکال، دُھن دُھن ہے نہ یہ کہ اختیار کو عین دُھن تصور کرے اور اختیار کے مشاہدہ کے ساتھ دُھن کے جمال کے مشاہدہ سے محروم و عاجز رہ جائے، اور جب اللہ تعالیٰ بتدہ کو اس قسم کی فنا کے ساتھ جو کہ اس راستہ کا پہلا قدم ہے مشرف کرتا ہے اور بتدہ آیت کریمیان اللہ یا مرفو کہ ان تودوا الامانت الی اہلہا۔ [اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کو دیدو] کے حکم کے مطابق امانات کو اہل امانات کے سپرد کر دیتا ہے یعنی عاریتی کمالات کو مالک کمالات کے حوالہ کر دیتا ہے اور عدم مقید کو جو کہ ان کا آئینہ تھا عدم مطلق کے سپرد کر دیتا ہے اگرچہ یہ انعکاس و عاریت کی دید بھی فقط وہی ہونے کے اعتبار سے ہے کیونکہ حقیقت میں کوئی کمال بھی اس بارگاہ سے الگ نہیں ہوا ہے اور عدم حقیقت میں عدم مطلق سے جدا نہیں ہوا ہے اس جگہ علم کا بدل جانا ہے اور بس کیونکہ اس وہمی انعکاس کے ساتھ جو اپنے آپ کو کامل اور اچھا جانتا تھا، جب اس کی نظر اپنی اصل پر پڑی اور اچھی طرح ملاحظہ کیا تو دیکھا کہ تمام کمالات وہاں ثابت ہیں اس جگہ وہی دکھاوے اور قدرت کی نقاشی سے زیادہ کچھ نہیں تھا جیسا کہ وہ صورت جو کہ آئینہ میں منعکس ہے چونکہ اپنی اصل کی طرف نظر نہیں رکھتی (اس لئے) وہ جانتی ہے کہ صورت آئینہ کے باہر ہے آئینہ میں کوئی صورت ثابت نہیں ہے اس وقت اس کا کوئی نام و نشان نہیں رہتا کیونکہ ممکن کی حقیقت بھی وہی علم رہی ہے جو کہ حقیقت میں جہل مرکب ہے

ع لے برادر تو ہمیں اندیشہ [اے بھائی تو یہی وہم و خیال ہے]



پس اس وقت میں آیت کریمہ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا [جو لوگ ہمارے (راستے) میں مجاہدہ کرتے ہیں تو ضرور ہم ان کو اپنے راستوں کی ہدایت کرتے ہیں] کے مطابق اس لائق ہو جاتا ہے کہ اس کو بارگاہِ قدس میں ایک راستہ دیتے ہیں اور بقا باشد و تجلی ذات کے ساتھ جو کہ دو سرا قدم ہے مشرف کرتے ہیں اور جب تک وہ عدم کی آمیزش کے ساتھ آلودہ ہے اس بارگاہ کے قرب کی لیاقت نہیں رکھتا بلکہ جب تک عدم کی کچھ بُو اس کی حقیقت کے ساتھ ملی ہوئی ہے اس دولت سے وہ کم نصیب ہے، والسلام علی من اتبع الهدی [اور اس شخص پر سلام ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی]۔

## مکتوبات ۲۳۳

شیخ عبدالہادی بدایونی کے نام درویشوں کی خدمت اور ان کے ساتھ محبت کی فضیلت میں تحریر فرمایا۔  
 بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد اشفاقِ پناہی کے خدمتگاروں کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ اس حدود کے فقراء کے احوال حمد کے لائق ہیں المسئول من اللہ سبحانہ سلامتکم واستقامتکم [اللہ تعالیٰ سے آپ کی سلامتی واستقامت مطلوب ہے] مدت ہو گئی کہ آپ نے اپنے احوال نیک انجام سے کوئی اطلاع نہیں دی ہے (خدا کرے) اس (اطلاع) سے روکنے والے امور خیر (بھلائی) والے ہوں، یہ کس قدر (عجیب) نعمت ہے کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو بڑھاپے کی عمر اور ضعف کے زمانہ میں دوستوں کی قبولیت کے آثار کے ساتھ آراستہ و مزین کرے اور اس کی پیشانی کے نور کو شاہ عدل بنائے۔ منقول ہے کہ ایک شخص نے کسی فاسق کو اس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا اور اس کے حالات دریافت کئے اس نے کہا کہ مجھ کو بخش دیا گیا، سائل نے تعجب کرتے ہوئے پوچھا کہ کس عمل کی وجہ سے؟ اس نے کہا کہ ایک روز حضرت بائزید بسطامی (قدس سرہ) نے نماز عصر کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تھے میں بھی اس دعا میں شریک تھا اور ہاتھ اٹھا کر آمین کہتا جاتا تھا، اس دعا کے طفیل میں مجھے بخش دیا گیا۔ پس آپ جیسے بزرگوں پر رشک کرنا چاہئے کہ آپ نے اُس (اللہ تعالیٰ شانہ) کے دوستوں کی دوستی کی خدمت میں اپنے کالے بالوں کو سفید کیا ہے اور اپنے لئے اُن کے دل میں جگہ بنائی ہے، اس عظیم القدر امر کو تھوڑا خیال نہ کریں اور کسی عمل کو اس عظیم اجر والے عمل کے برابر تصور نہ کریں کیونکہ اس عمل کی جراحق سبحانہ و تعالیٰ ہے اور دوسرے اعمال کی جزا اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچتی، دوسرے اعمال کا حاصل اس عمل کی حقیقت سے آگاہی کے بغیر

صورت و قشر (چھلکا) سے تجاوز نہیں کرتا، اس عمل کی حقیقت ہے کہ لب (مغز) کے ساتھ متحقق کر کے لب الالباب (مغزوں کے مغز تک پہنچاتی ہے اور وہاں سے اوپر کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور اس امر کی حقیقت ہے جو کہ نفس امارہ کو طغیان (حد سے تجاوز کرنا) اور سرکشی سے فرمانبرداری و اطمینان و فتاویٰ کے ساتھ مشرف کرتی ہے اور اس عمل کی حقیقت ہے جو کہ دوسرے اعمال مثلاً نماز روزہ زکوٰۃ اور حج وغیرہ ظاہری اعمال کو اعمال کی صورت سے اُن کی حقیقت تک لے جاتی ہے، ابتدا میں جو کچھ اُس سے واقع ہوتا ہے وہ اعمال کی صورت ہے اور حقیقت کار تک پہنچنے کے بعد اعمال کی حقیقت کو بجالاتا ہے مثلاً حقیقت نماز و حقیقت روزہ بجالاتا ہے علیٰ ہذا القیاس۔ پس اس قسم کی نعمتِ عظمیٰ کا شکر بجالاتا ہے میں پوری پوری کوشش ملحوظ رکھنی چاہئے اس کے باوجود اپنے آپ کو اس کا حق ادا کرنے میں قاصر سمجھنا چاہئے اور جو کوتاہیاں کہ ان بزرگوں کی صحبت و خدمت کا حق ادا کرنے میں واقع ہوئی ہیں اُن کی تلافی کامل تضرع و تباری کے ساتھ اُس رات اللہ تعالیٰ شانہ کے کرم سے طلب کرنی چاہئے تاکہ قبولیت کا اثر معلوم ہو جائے۔ رَبَّنَا آتِنَا نُورًا وَاعْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (اے ہمارے رب! ہمارے لئے ہمارے نور (ہدایت) کو پورا کر دے اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔) والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والترم متابعنا المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وَاخوانہ من آلہ اہلبیتہ والمسلمین والملائکۃ المقربین وسائر الصالحین الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔

## مکتوب ۲۳۲

خواجہ محمد کاظم کے نام ان کے والد خواجہ محمد ہاشم کی تعزیت کے بارے میں اور تحصیل کمالات کی طرف اشارہ اور نصائح کے ذکر میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ طَرَقَةُ الْعِیْنِیْنَ (آنکھوں کی ٹھنڈک) وَسِرَّةُ الْاِذْنِیْنَ (کانوں کی مسرت)

خواجہ محمد کاظم مع ہمیشہ گمان و برادرانِ اخیر زمانے کی آفات اور شیطان کے مکر سے حضرت حفیظ امان (امیر المؤمنین) کی حفظ و امان میں رہ کر صبر و رضا و تسلیم کے مقام میں رہیں، ہمیں جانتا کہ کمالات دستگاہی واقف اسرارِ الہی جل شانہ برادر مرحوم کی تعزیت کے بارے میں کیا لکھے اور صبرائی کے درد و غم اور اس باطنی معاملات کو کھولنے والے کی ظاہری عدم ملاقات کو کس طرح ظاہر کرے اس مسکین کے غمگین دل کو اس سریح السبہ اور بلند پرواز خواجہ کے ساتھ طبعی محبت اور عزیزداری کا تعلق رہا ہے اور اسی طرح اس کا عکس بھی (یعنی

حضرت خواجہ کو بھی میرے ساتھ ایسا ہی تعلق رہا ہے پچنانچہ اس سے پہلے خواجہ کی زندگی کی حالت میں (بھی) خواجہ کی معمولی سی جدائی سے دل مضطرب رہتا تھا اب جبکہ اس قسم کی جدائی واقع ہوئی ہے خیال کرنا چاہئے کہ کس قسم کا غم و سوز دل پر وارد ہوتا ہوگا۔

میانِ ماکہ پیرا ہن بود بار دو عالم درمیاں شد چوں شود کار

[ہمارے درمیان تو پیرا ہن ہی ایک بار تھا (اب جبکہ) دو جہان درمیان میں (حائل) ہو گئے (تو) کام کس طرح چلے گا] حق تعالیٰ جلّ سلعانہ کے دوستوں کے غم کو (دوسرے) عام لوگوں کے غم کی طرح نہیں جانا چاہئے دوسروں کا غم زمین کے ایک جزو میں ہے اور ان حضرات کا غم تمام زمین و آسمان میں ہے، دوسروں کا غم بعض جسمانی مخلوق میں ہے اور ان بندگان کا غم جسمانی اور روحانی مخلوقات کو شامل ہے، دوسروں کا غم ظاہر و صورت پر محدود ہے اور ان بزرگوں کا وجود چونکہ فیوض معنوی اور افاداتِ باطنی کے لئے واسطہ ہے (اس لئے) ان کا غم ظاہر و باطن پر غلبہ رکھتا ہے لیکن اس کے باوجود چونکہ اس قسم کے افعال جمیل مطلق کا فعل ہیں (اس لئے) جمیل ہیں۔

ہرچہ خوباں کنند خوب آید [جو کچھ محبوب کرتے ہیں وہ محبوب ہوتا ہے]

اور محبت کرنے والوں اور شاہدہ کرنے والوں کی نظر میں اس کا فعل ہر وقت خوب صورت اور اچھا نظر آنا چاہئے جس شخص کو یہ دید (نظر) دی گئی ہے اور اپنے دوستوں کے باطن سے فیوض کے دروازے اس پر کھول دیئے گئے ہیں اور صورت کی قید سے اس کو رہائی دیدی گئی ہے کیونکہ معنی کو معنی کے ساتھ ایک راہ اور باطن کو باطن کے ساتھ ایک نگاہ ہے جو رکاوٹ کہ تھی وہ صورت و ظاہر کے ساتھ اس کی گرفتاری تھی جب حق جلّ و علا کا فعل و تکوین جلوہ گر ہوا دل جو کہ گرفتاری (تعلقات و انتسابات) کا محل ہے گرفتاری سے چھوٹ گیا کیونکہ فنائے قلب جو کہ برزخ اور حقیقتِ جامعہ ہے تجلی فعل سے وابستہ ہے کیونکہ فعل بھی برزخِ جامعہ ہے قلب کو اس کے ساتھ کامل مناسبت ہے اور اس تجلی فعلی کے ساتھ اس شخص نے یقین سے جان لیا کہ فیوض و برکات کا جاری کرنا اس (تعالیٰ شانہ) کا فعل ہے درمیان کے وجود اور واسطے پہانہ سے زیادہ نہیں ہیں درمیانی واسطہ کی موت و حیات یکساں ہے اس وقت اموات (مردوں) سے اجازت (زندوں) کی طرح بہرہ ورموتا ہے۔

گردے بستہ شدے دل دیکرے بکشائند [لے دل اگر ایک دروازہ بند ہوا تو کوئی دوسرے لکھول دیتے ہیں] حقیقت میں فیوض دینے والی ذات کوئی دوسری ہے اور زندوں کا واسطہ نہیں ہوگا تو مردوں کا وسیلہ ہوگا اور جب یہ تجلی کمال کو پہنچ جاتی ہے تو واسطہ کا وجود بالکل نظر سے اٹھ جاتا ہے اور محبوب کے خلوت خانہ

میں اغیار کے مشاہدہ کی روک ٹوک کے بغیر جا بیٹھتا ہے۔

بعد ازیں خوشترم بہ تنہائی [اس کے بعد میں تنہائی میں بہت خوش ہوں]

بات دوسری طرف چلی گئی، مطلب یہ ہے کہ اُس (اللہ تعالیٰ شانہ کے فعل پر راضی اور خوش رہیں اور راہ شریعت کو مضبوط پکڑیں اور پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی سنت پر عمل پیرا ہوں اور اپنے والد (قدس سرہ) کے سنجیدہ عادات و اطوار کو ترک نہ کریں اور پانچوں نمازوں کے لئے اول وقت میں حاضر ہوا کریں اور اپنی) والدہ (مجددہ) اور تمام اہل حقوق کی رضا جوئی میں کوشش کریں اور جوانی کے زمانہ کو غنیمت جانیں اور حق تعالیٰ جل و علا کی مرضیات کو حاصل کرنے میں پوری پوری کوشش ملحوظ رکھیں جوانی کی قوتوں کو اپنے مالک (حقیقی) کی خدمات (طاعات) میں صرف کریں، کمزوری اور بڑھاپے کے دنوں میں کیا کام ہو سکے گا ایسا نہ ہو کہ ان دنوں کو سستی میں گزار دیں اور لہو و لعب میں صرفا کر دیں اور عیش و عشرت میں پڑ جائیں کیونکہ عیش کا وقت آگے (آخرت میں) آنے والا ہے۔ اللہم ات العیش عیش الاخرة [اے اللہ! بیشک آخرت کا عیش ہی (اصل میں) عیش ہے] یہ وقت کام کرنے کا وقت ہے نیک کاموں کے کرنے میں اچھی طرح کمر مت باندھیں اور مولیٰ تعالیٰ اور اس کی رضا کے سوا اور کوئی غرض نہ رکھیں، فقر و سبکی کو جان و دل سے عزیز رکھیں اور نامرادوں اور دردمندوں کی صحبت اختیار کریں اور نیک لوگوں اور درویشوں کو دل و جان کے ساتھ عزیز رکھیں اور ان کے ساتھ ہم نشینی اختیار کریں، وَاَصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنُكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا [اور اپنے آپ کے ان لوگوں کے ساتھ پابند رکھئے جو صبح و شام اپنے رب کو محض اس کی رضا جوئی کیلئے یاد کرتے ہیں اور نبوی اور اہل دنیا اور اس کی جھوٹی آرائش پر گوشہ چشم سے بھی نہ دیکھیں اور اس کو حقیر و ناچیز جانیں اور نہ ہر قاتل تصور کریں اور طالبان حق کی خدمت حتی الامکان خود اپنے ذمہ لیں اور جہانتک ہو سکے دوسروں پر نہ چھوڑیں اگر مرقدِ مطہر (قبر مبارک حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) نورنا اللہ سبحانہ بانوار الساطعہ [اللہ سبحانہ ہم کو ان کے بلند و روشن انوار سے منور کرے] کی زیارت کی نیت سے سرمتہ (شریف) کا سفر کریں تو مبارک جانیں اور اپنا گھر تصور کریں اور کچھ وقت روضہ منورہ کے قرب میں صرف کریں، اور بعض کمالات کا کسب کریں اور اہل غفلت اور طریقہ کے مخالف لوگوں سے ہم نشینی نہ رکھیں اور اہل و عیال کے ساتھ اچھا سلوک اور بھلائی کریں لیکن ان کے ساتھ کامل نسبت پیدا نہ کریں تاکہ اُس بارگاہ مقدس سے روگردانی کا باعث نہ ہو جائے اور اِنَّهٗ كَانَ فِيْ اَهْلِيْهِ مَسْرُوْرًا [بیشک وہ اپنے اہل میں خوش و خرم تھا] کی وعید کا مستحق نہ ہو جائے۔ مختصر یہ ہے کہ جو چیز بھی اللہ تعالیٰ اہل سلطانی کی

۲۲۴

marfat.com

مقدس بارگاہ کی طرف دائمی توجہ کے منافی ہے وہ نامبارک ہے اور جو چیز ایسی نہیں ہے وہ محمود و مبارک ہے کلیہ (قاعدہ) یہی ہے، دیگر اپنے اور جماعت کے ظاہری و باطنی احوال تحریر کرتے رہیں، والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم

## مکتوب ۲۳۵

مخدوم زادہ محمد سیف الدین (قدس سرہ) کے نام حق سبحانہ کی نعمت کے بیان کرنے اور اعمال کی

کتابی کو دیکھنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

۲۲۸

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ اجل سلطانہ کے کرم سے اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے طفیل اور پیر و شکیبہ قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کی توجہ کی برکت سے سلوک طے کرنے اور تکمیل کا معاملہ نہایت آسان ہو گیا ہے اور وصول (الی اللہ) کا راستہ بہت ہی قریب ہو گیا اور برسوں کا کام دنوں اور مہینوں میں طے ہونا قرار پا گیا اگرچہ مریدوں کی کمیت (تعداد) کے اعتبار سے یہ معاملہ کمی پر ہے (یعنی بہت کم مرید اس کی صلاحیت رکھتے ہیں) کیونکہ یہ وقت اس کی کثرت کی نایاب نہیں رکھتا لیکن کیفیت کے اعتبار سے بکثرت اور بہت ہی زیادہ ہے، بالواسطہ مریدوں میں سے ایک شخص تعلیم طریقہ کی ابتدا سے سات روز میں اپنے اندر فنائے قلبی کا پتہ دیتا تھا اور ایسی چیزیں بیان کرتا تھا کہ گویا وہ فنائے نفس کے ارد گرد پہنچ گیا ہے **وَمَا ذَلِكْ عَلَى اللَّهِ بَعِزٌّ يُزِيلُ** [اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے] فقیر کے اکثر صاحب اجازت حضرات اپنے مریدوں کے جو احوال بیان کرتے ہیں اور وصول الی اللہ تیزی کے ساتھ ہونے کے واقعات کی وضاحت کرتے ہیں محدود عقل حیران رہ جاتی ہے۔

اگر پادشہ بردیر پیر زن بیاید تو اے خواجہ سبلیت مکن

[اگر بادشاہ بڑھی عورت کے دروازے پر آجائے تو اے خواجہ توحسنہ کر]

جاننا چاہئے کہ حقیقت میں ترمیم کرنے والا وہ سبحانہ و تعالیٰ ہے۔

ازما و شما بہانہ برساختہ اند [ہمیں اور تمہیں تو بہانہ بنایا گیا ہے]

تعمیر: اس قدر انوار کا فیض اور اسرار کا فائدہ پہنچانے کے باوجود اس زخمی دل کا کام روز

بروز خرابی میں ہے اور اس کے وقت کا حاصل دوری و محرومی ہے اور غفلت اور گناہوں کے کسب میں اضافہ

ہے، حیرت کی گہرائی میں نیچے چلا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ اجل شانہ کے مکر سے ڈرتا اور کانپتا ہے، نہیں جانتا

کہ کل (قیامت کے روز) اس کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں اور کس گروہ میں داخل فرماتے ہیں: رَبَّنَا  
 ۱۳۷ غَفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ سَلَّمَ  
 ہمارے رب ہمارے گناہ اور ہمارے کام میں ہماری نیابتاً معاف کر دیجئے اور ہمیں ثابت قدم رکھئے اور کافروں کی جہالت پر  
 ہماری مدد فرمائیے۔

## مکتوب ۲۳۶

فقیر حقیر محمد عبید اللہ عرفی عنہ کے نام حقیقتِ صلوة کے اسرار کے ایک رمز کو اجمال کے طور پر بیان  
 کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

سُبْحَانَكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَعْلَمُ النَّاسَ مَا عَلِمْنَا [تو پاک ذات ہے ہمیں اس علم کے سوا جو تو نے دیا ہے اور کچھ علم  
 نہیں ہے] حدیث شریف میں آیا ہے: فقہ یا محمد فان الله يبصلي [اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ٹھہر جائیے  
 پس بیشک اللہ تعالیٰ نماز پڑھ رہا ہے]۔ بلند مرتبہ اور اعلیٰ تعریف والے ہمارے حضرت عالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 نے آخری مرض سے پہلے اور اسی طرح مرضِ موت میں نماز کے حقائق و اسرار اور حقیقتِ صلوة کے متعلق اور  
 انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور اولیائے کابلیں (قدس سرہم) کی نماز کے بیان اور اس خصوصیت  
 کے بارے میں جو کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی برکات کو دوسرے کابلیں پر ہے اور انبیاء و ملائکہ ثلاثہ اعلیٰ  
 علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صفوفِ اربعہ (چاروں صفوں) کے بیان میں جنہوں نے (معراج کے واقعہ میں)  
 اقتدار کی ہے اور بزرگوں کے صف باندھنے کی کیفیت اور قرب و منزلت کے اعتبار سے آپس میں ان کے  
 درمیان درجات کا فرق اور یہ کہ صفِ اول میں ان برگزیدوں میں سے کون ہے اور وہ انبیاء کرام جن کا  
 ذکر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے کلام مجید میں مذکور ہے اس مجمع میں کیا خصوصیت رکھتے ہیں اور سرورِ دین و دنیا  
 (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خاص مقام جو کہ دوسروں کے مقامات پر سرداری اور بزرگی رکھتا ہے اور  
 اس مقام کی وسعت کے بیان میں اور یہ کہ اس امت کے سابقین میں سے کون ہے جو طفیل و تبعیت کے  
 طور پر اس مقام کے وصول سے مشرف و سعادت مند ہے اور اپنے مقام کا تعین اور اس کی خصوصیت  
 کا بیان اور جو کچھ مخدومی استاذی کے متعلق اس دولت سے کچھ حصہ حاصل ہونے کے بارے میں فرمایا  
 اور نیز جو کچھ اس گنہگار بیکار کے بارے میں بشارت دی اور اس دولت کے اصالت کے طریق پر اور ضمنیت  
 کے طریق پر حاصل ہوتے ہیں جو کچھ فرق ظاہر فرمایا اور اس سے مناسبت رکھنے والی بہت سی چیزیں  
 بیان فرمائیں کہ فکر و عقل و وہم ان کے ادراک سے حیران و پریشان ہوتا ہے۔ چونکہ مذکورہ بالا اکثر امور

کی تفصیل ان اسرار میں سے تھی جن کا چھپانا لازمی ہے اس بنا پر اس مقام کے ذکر میں اجمال کے ساتھ کفایت کی گئی ہے، والسلام اولاً و آخراً

## مکتوب ۲۳۷

مخدوم زادہ خواجہ محمد نقشبند سلمہ ربیہ کی خدمت میں حضرت ایشاں سلمہ اللہ تعالیٰ کے بعض مقامات کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى: حضرت پیر و شگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مخدوم زادہ کلاں خواجہ محمد صادق علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات کے ایام میں ایک روز فرمایا کہ سابقین کے گروہ میں کہ جن کی شان میں حضرت حق سبحانہ نے تِلْكَ مِنَ الْاَوَّلِينَ وَقَلِيلٌ مِنَ الْاٰخِرِينَ [ایک گروہ قرون اولیٰ کے حضرات میں سے اور تھوڑے آخر زمانہ کے حضرات میں سے] فرمایا ہے، میں نے نظر کی (تو) اپنے آپ کو اس جماعت میں دیکھا اور اپنے منتسبین میں سے بھی ایک شخص کو اس مقام میں اپنے ساتھ پایا اور اسی کی مثل تشابہات کے اسرار میں بھی اس مخدوم زادہ (خواجہ محمد صادق قدس سرہ العزیم) کے رحلت فرمانے کے بعد لکھا ہے کہ "تشابہات معاملات سے کتا یہ ہیں جائز ہے کہ کسی شخص کو معاملہ حاصل ہو اور اس معاملہ کے متعلق علم نہ ہو" اس معنی کو اپنے منتسبین میں سے ایک فرد میں مشاہدہ کیا ہے تو پھر دوسروں کو تو کیا پہنچتا ہے، کسی نے خوب کہا ہے۔

سعادت ہاست اندر پردہ غیب نگہ کن تا کرار پزند در جیب

[پردہ غیب کے اندر بہت سی سعادتیں ہیں دیکھنے کس کی جیب میں ڈالتے ہیں] الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي آذَهَبَ عَنْنا  
الْحُزْنَ اِنَّ رَبَّناَ الْغَفُوْرُ الشُّكُوْرُ [سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا بیشک ہمارا رب  
ضرور غفور و شکور ہے۔] والسلام

## مکتوب ۲۳۸

مخدوم زادہ خواجہ محمد اشرف کی خدمت میں حضرت ایشاں (خواجہ محمد معصوم قدس سرہ) صاحب مکتوبات شریفی کے بارے میں بعض بشارات حاصل ہونے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ حَامِدًا وَمُصَلِّيًا، ہمارے حضرت عالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجمیر کے سفر پر روانہ ہونے سے پہلے ایک روز بادشاہ وقت کے ہمراہ صوبہ پنجاب میں دریائے چناب بالائی کنارے پر ایام تشریق میں (جگہ) حریف (خزاں) کا معتدل موسم تھا فنا و بقا کے اسرار اور عین و اثر کے زائل ہونے کے دقائق اپنے خاص طرز میں بیان فرما رہے تھے اور کعبہ مقصود تک پہنچنے اور اس کی علامت کے متعلق کلام آپ کی زبان مبارک پر جاری تھا اور ایک ماہ سے زیادہ گزر چکا تھا کہ اسی قسم کے معارف بیان ہو رہے تھے اور روز بروز اس کے عجائب و دقائق واضح فرما رہے تھے، یہ فرقت زدہ حضرت عالی کی توجہ مبارک سے اس دریا میں غوطہ زنی کر رہا تھا اور حضرت عالی ہمیشہ اس عاجز کے وصال (مقصود تک پہنچنے) کی جانچ پڑتال اور اس کے اظہار کے منتظر رہتے تھے اور اس کی ترقی کی امید رکھتے تھے اور اس پر توجہ فرماتے تھے یہاں تک کہ جس وقت میں مذکورہ دقائق بیان فرماتے تھے اور اس فقیر کے سوا کوئی دوسرا شخص خدمت شریف میں نہ ہوتا تو اس ناکارہ کے حالات و کیفیات دریافت فرمانے کے بعد اس کے حق میں عنایات ظاہر فرماتے اور مذکورہ بالا معاملات کے حصول کی بشارت فرماتے اور اس کے بارے میں یہ شعر اپنی زبان الہام ترجمان پر لاتے۔

مور مسکین ہو سے داشت کہ در کعبہ رسد دست دریائے کو تزد و ناگاہ رسد  
 [ایک مسکین چوٹی خواہش رکھتی تھی کہ کعبہ میں پہنچ جائے اور کوئزر کے پاؤں میں چمٹ گئی اور یکایک پہنچ گئی]  
 حمد اللہ سبحانہ علی ذلک و علی جمیع نعمائے تعالیٰ [اللہ تعالیٰ کی اس نعمت اور تمام نعمتوں پر  
 اس کی حمد و شکر ہے] والسلام والا کرام۔

## مکتوب ۲۳۹

میرک عباد اللہ ولد قاضی محمد زاہد کابلی کے نام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ سے سنی  
 ہوتی ایک معرفت کی شرح میں صادر فرمایا۔

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين محمد وآله اجمعين  
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث میں آیا ہے کہ جو عالم اپنے علم کے مقتضا پر عمل نہ کرے  
 وہ علم اس پر حجت ہو جاتا ہے اور اسی کے مناسب وہ ہے جو کہ علمائے کہا ہے کہ وہ اس عالم کو  
 جو کہ عمل کا تارک ہے جاہل کی مانند قرار دیتے ہیں، ہمارے حضرت عالی اس معنی میں غور و فکر فرماتے تھے



آخر کار اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت عالی پر اس طرح منکشف کیا گیا کہ یہ حکم اُس عالم کے ساتھ مخصوص ہے جس کا علم حال میں تبدیل نہ ہوا ہو لیکن اگر عالم کا علم اللہ تعالیٰ اعم احسانہ کے فضل سے حال میں تبدیل ہو جائے تو وہ علم اُس پر محبت نہیں ہوتا اگرچہ وہ کسی قدر اس علم پر عمل نہ بھی کرے انتہی ما سمعت من رضی اللہ تعالیٰ عنہ [یہاں تک ہے جو کہ میں نے حضرت عالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے]۔

یہ فقیر کہتا ہے شاید کہ علم کا حجت نہ ہونا اس معنی میں ہے کہ عمل ترک کرنے والے عالم پر دو مواخذے (گناہ) ہیں، عمل ترک کرنے کا مواخذہ اور علم کا مواخذہ، یعنی علم کے باوجود عمل ترک کیا اور علم کے حال میں تبدیل ہونے کے بعد علم پر مواخذہ مرفوع (اٹھا دیا گیا) ہے اور ترک عمل کا مواخذہ (اللہ تعالیٰ کی) مشیت (مرضی) پر ہے اگر وہ چاہے تو معاف کر دے اور اگر چاہے تو مواخذہ کرے اور اس مقام کی تفصیل یہ ہے کہ عارف سے جو گناہ ولایت سے پہلے صادر ہوئے ہیں معرفت حاصل ہونے کے بعد امید ہے کہ وہ گناہ محو ہو جائیں اگرچہ وہ گناہ مظالم و حقوق العباد کی قسم سے ہی ہوں اس لئے کہ مطلق اسلام (لانا) اپنے سے پہلے کے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے اور اسلام کی حقیقت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی معرفت ہی ہے اور مطلق اسلام اگرچہ مظالم اور حقوق العباد کو ختم نہیں کرتا لیکن شے کی حقیقت اور اس کے کمال کے لئے ایک فضیلت ہے جو اس شے کے مطلق کیلئے نہیں ہے اور اگر معرفت (حاصل ہونے) کے بعد عارف سے (کبھی کوئی) صغیرہ گناہ صادر ہو جائے کیونکہ اولیاء اللہ کبار سے محفوظ ہیں (تو) امید یہ ہے کہ اس کا اس کے ساتھ مواخذہ نہیں کریں گے اس معنی میں نہیں کہ وہ گناہ پر اصرار کرے (یعنی بار بار کرے) اور مواخذہ نہ ہو کیونکہ یہ ملحدوں اور زندقوں (بے دینوں) کا مذہب ہے۔ (خذلم اللہ سبحانہ و تعالیٰ) اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل کرے [بلکہ اس معنی میں ہے کہ عارف کے جلدی خبردار کر دیتے ہیں تاکہ توبہ و استغفار کے ساتھ اس کی تلافی کر لے۔ اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ اسلام حقیقی مظالم و حقوق کو بھی مٹاتا ہے اسلئے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ مالک علی الاطلاق و مالک مطلق ہے، و قلوب العباد بین اصبغہ من اصباغہ تعالیٰ یقلبہا کیف یشاء] بندوں کے دل اللہ تعالیٰ کی انجلیوں میں سودا نگیلوں کے درمیان میں ہیں جس طرح چاہتا ہے ان کو پلٹتا ہے [پس امید یہ ہے کہ وہ بندوں کو (ان حقوق کا) نعم البدل (اچھلے) دیکر ان کو اس عارف سے راضی کر دیکے اور ان حقوق کو درگزر کرادے گا۔

(فائدہ) شاید کہ علم کے حال میں تبدیل ہو جانے کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح معرفت سے پہلے علوم کا افذ کرنا شرعی دلائل سے استدلال کے طریق پر ہوتا ہے معرفت حاصل ہونے کے بعد وہ علوم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی جانب سے کشف و القا کے طریق پر ہوتے ہیں والسلام علی من اتبع الهدی و الذم متابعی المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰت و البرکات العلیٰ۔ تمت هذه النسخة الشریفہ۔

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کا نازد شاہکار

# مکتوبات معصومیہ

کا

## اردو ترجمہ

حق سبحانہ و تعالیٰ کا بے انتہا فضل و کرم ہے کہ مخدومی حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کی جملہ تالیفات کو بڑی جوایت حاصل ہے، چنانچہ آپ کی تالیف "عمدۃ السلوک" جو تھی بارشائع ہو چکی ہے جو تصوف کا ایک بیش بہا ذخیرہ اور دستور العمل ہے، "عمدۃ الفقہ" کے دوسرے ایڈیشن کی تیاری ہو رہی ہے اور "زبدۃ الفقہ" کا دوسرا ایڈیشن آچکا ہے یہ دونوں کتابیں فقہی مسائل کے اعتبار سے جامع اور قابل قدر ہیں۔ نیز آپ نے اپنے شیخ رحمہ اللہ کی سوانح "حیات سعیدیہ" کے نام سے اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی سوانح "حضرت مجدد الف ثانی" کے نام سے شائع کیں، یہ دونوں بہت مقبول ہوئی ہیں اور ان کا بھی دوسرا ایڈیشن آچکا ہے۔ اب حضرت شاہ صاحب موصوف کا مرکز نگاہ حضرت عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کی عالی شخصیت ہے جو امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے صاحبزادہ عالی تبار اور جانشین ہیں۔ حضرت عروۃ الوثقی کے فارسی عربی مکتوبات میں ضخیم دفتروں میں ہیں جو شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت کے جامع اور ادب و انشاء کا اعلیٰ شاہکار ہیں، ان میں طریقت و شریعت سے متعلق سوالات کے جوابات، مکاشفہ و معارف اور دیگر اصلاحی مضامین بکثرت ہیں، حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات شریفہ کی بعض مشکل عبارات کی شرح بھی ہے۔ اس قدر خوبیوں کے باوجود عجب اتفاق ہے کہ اب تک کسی ان کا ترجمہ کرنے کی جانب توجہ نہ دی۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کا جقدر شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ اس نے یہ سعادت مخدومی حضرت شاہ صاحب مدظلہ العالی کو نصیب فرمائی چنانچہ حضرت شاہ صاحب موصوف نے قلمی اور مطبوعہ نسخوں سے تصحیح فرما کر جس عرق ریزی اور کاوش سے کام لیکر شگفتہ و رواں ترجمہ کیا ہے وہ قابل تحسین اور لائق ستائش ہے۔ ترجمہ کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ ترجمہ کو اصل سے سر مو تجاوز نہیں ہونے دیا اور ایک لیک لفظ پر پوری طرح غور و فکر کے بعد اسے قلمبند کیا ہے۔ دفتر اول کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے امید ہے کہ ناظرین پسند فرمائیں گے، دفتر دوم کے ترجمہ کی کتابت ہو رہی ہے اور دفتر سوم زیر ترجمہ ہے۔

احقر محمد اعلیٰ عفی عنہ

ادارہ مجددیہ، ناظم آباد، کراچی

## ادارہ مجددیہ کی جملہ مطبوعات

- اثبات النبوة :- (عربی مع اردو ترجمہ) حضرت مجدد الف ثانیؑ کا مشہور رسالہ
- انوار معصومیہ :- حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی جامع سوانح مع اذکار معصومیہ اور حسنت
- تہلیلہ :- (عربی مع اردو ترجمہ) حضرت مجدد الف ثانیؑ کا مشہور رسالہ
- حضرت مجدد الف ثانیؑ :- حضرت مجددؑ کی جامع اور مفصل سوانح
- حیات سعیدیہ :- حضرت خواجہ محمد سعید احمد پوریؒ کی جامع سوانح
- ریڈیو تقاریر :- حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحبؒ کی جملہ ریڈیائی دینی و اخلاقی تقاریر
- زبدۃ الفقہ : خلاصہ عمدۃ الفقہ، حصہ اول کتاب الایمان و کتاب الطہارہ، حصہ دوم کتاب الصلوٰۃ  
حصہ سوم کتاب الزکوٰۃ و کتاب الصوم
- طریقہ حج اور دعائیں ہرج کا مختصر اور حج کی دعاؤں کا مفصل مجموعہ مع اردو ترجمہ
- عمدۃ السلوک :- تصوف پر جامع کتاب جو متعدد پارشل ہو کر مقبولیت حاصل کر چکی ہے
- عمدۃ الفقہ : فقیریت جامع کتاب، حصہ اول کتاب الایمان و کتاب الطہارہ، حصہ دوم  
کتاب الصلوٰۃ، حصہ سوم کتاب الزکوٰۃ و کتاب الصوم، حصہ چہارم کتاب الحج
- گلدستہ عربی - عربی سیکھنے کے لئے بہترین رسالہ
- گلدستہ مناجات : عربی فارسی اور اردو مناجات کا بہترین رسالہ
- مبادی و معاد :- حضرت مجدد الف ثانیؑ کا مشہور رسالہ (فارسی مع اردو ترجمہ)
- معارف لدنیہ : (فارسی مع اردو ترجمہ) حضرت مجدد الف ثانیؑ کا مشہور رسالہ
- معجم القرآن :- لغات القرآن پر بہترین کتاب، الفاظ القرآن ترجمہ اور حوالہ جات
- مقامات زواریہ :- حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحبؒ کی جامع سوانح
- مکتوبات معصومیہ : حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے مکتوبات ہر سہ دفتر کا اردو ترجمہ
- ہدایت الطالبین :- فارسی مع اردو ترجمہ

طے کا پتہ : ادارہ مجددیہ : ۲/۵ - ایچ - ناظم آباد ۳ کراچی ۱۸